Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تاریخِ جہانگیر

مصنف

ڈاکٹر بینی پرشاد - ایم - اے - پی ایچ - ڈی، ڈی - ایس سی (معاشیات)
سابق پروفیسر شعبہ سیاسیات، الہ آباد یونیورسٹی

مترجم

رحم علی الہاشمی

ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

Nizami Book Agency
BU... (U.P.)

Marfat.com

©
انگریزی سنٹرل بک ڈپو، الہ آباد
اُردو ترقی اُردو بیورو، وزارتِ تعلیم اور ثقافت حکومت ہند

133400

HISTORY OF JAHANGIR
BY
DR. BENI PRASAD

قیمت: 18-75

پہلا ایڈیشن ——— 1979 شک 1900 - ایک ہزار

دوسرا ایڈیشن - اکتوبر، دسمبر 1984 شک 1906 - ایک ہزار

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی 110066
طابع : سپیر پرنٹرز دہلی ۵۱

Marfat.com

پیش لفظ

کوئی بھی زبان یا معاشرہ اپنے ارتقا کی کس منزل میں ہے، اس کا اندازہ اس کی کتابوں سے ہوتا ہے۔ کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں، اور انسانی تہذیب کی ترقی کا کوئی تصور ان کے بغیر ممکن نہیں۔ کتابیں دراصل وہ صحیفے ہیں جن میں علوم کے مختلف شعبوں کے ارتقا کی داستان رقم ہے اور آئندہ کے امکانات کی بشارت بھی ہے۔ ترقی پذیر معاشروں اور زبانوں میں کتابوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ سماجی ترقی کے عمل میں کتابیں نہایت موثر کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اردو میں اس مقصد کے حصول کے لیے حکومتِ ہند کی جانب سے ترقی اردو بیورو کا قیام عمل میں آیا جسے ملک کے عالموں، ماہروں اور فن کاروں کا بھرپور تعاون حاصل ہے۔

ترقی اردو بیورو معاشرہ کی موجودہ ضرورتوں کے پیش نظر اب تک اردو کے کئی ادبی شاہکار، سائنسی علوم کی کتابیں، بچوں کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شائع کرچکا ہے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مختصر عرصے میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ بیورو سے شائع ہونے والی کتابوں کی قیمت نسبتاً کم رکھی جاتی ہے تاکہ اردو والے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

زیرِ نظر کتاب بیورو کے اشاعتی پروگرام کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ امید کہ اردو حلقوں میں اسے پسند کیا جائے گا۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم

ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

باب	
۱۔ بچپن	۱۱
۲۔ عہدِ شباب	۳۹
۳۔ سلیم کی بغاوت	۵۲
۴۔ مغلیہ حکومت۔ خصوصاً جہانگیر کے عہدِ سلطنت میں	۸۹
۵۔ جہانگیر کی تخت نشینی	۱۳۳
۶۔ شہزادہ خسرو کی بغاوت	۱۳۵
۷۔ قندھار۔ جہانگیر کی کابل کو روانگی۔ جہانگیر کے قتل کی سازش۔ پٹنہ کی شورش۔	۱۶۱
۸۔ نور جہاں	۱۷۴
۹۔ ہنگامے اور شورشیں	۲۰۳
۱۰۔ میواڑ	۲۲۰
۱۱۔ دکن	۲۵۰
۱۲۔ جہانگیر گجرات میں ---- دہائیں	۲۸۳
۱۳۔ چھوٹی چھوٹی فتوحات اور سلطنت میں الحاق	۳۰۰
۱۴۔ نور جہاں کے گروہ میں پھوٹ	۳۱۳
۱۵۔ دوبارہ دکن میں ---- سلطان خسرو کی وفات	۳۲۷
۱۶۔ قندھار ---- شاہجہاں کی بغاوت	۳۲۹
۱۷۔ شاہجہاں کی بغاوت	۳۵۲

Marfat.com

۱۸- شاہجہان کا گولکنڈہ اور تلنگانہ سے گزر ــــ شمالی ہند میں فوجی کارروائیاں ۳۶۷
۱۹- دکن ۳۸۰
۲۰- مہابت خاں کی یورش ۳۸۹
۲۱- دکن میں شاہجہاں کی نقل وحرکت ۴۱۱
۲۲- جہانگیر کے آخری ایام ــــ جانشینی کے لیے جدوجہد ۴۱۹
۲۳- خلاصہ ۴۲۸
۲۴- ضمیمہ - (الف)- پہلے باب کے متعلق نوٹ ۴۳۷
۲۵- ضمیمہ - (ب)- صفحہ ۲ کے متعلق نوٹ ۴۳۸
۲۶- ضمیمہ - (ج) اسناد ۴۳۸

Marfat.com

پہلے ایڈیشن کے پیش لفظ خلاصہ

اس کتاب کا مقصد ہندوستانی تاریخ میں ایک خلا کا پُر کرنا ہے۔ بہت دن ہوئے ۱۸۸۸ء میں فرانسیس گلیڈون نے "جہانگیر کے عہدِ حکومت کی ایک مختصر تاریخ شائع کی تھی مگر یہ عملاً تاثر جہانگیری کا خلاصہ تھی۔ الفسٹن نے چند یوروپین سیاحوں کے لکھے ہوئے حالات سے استفادہ کیا اور نیز پرایس کے فرضی میموایرس آف ایمپرر جہانگیر" کا مگر وہ اٹھارہویں صدی کے اعلیٰ مورخ خافی خان کا خلاصہ کرنے پر قانع رہا۔ بعد کے بیشتر مورخین نے الفسٹن ہی سے استفادہ کیا۔

اس کتاب میں پہلی مرتبہ فارسی تواریخ مثلاً توزک جہانگیری، معتمد خان کے اقبال نامہ، کامگار حسین کی تاثر جہانگیری، فتح کانگڑہ، مخزن افغانی اور دوسری تواریخوں کی چھان کی گئی اور استفادہ کیا گیا۔ کئی معاصر یوروپینوں کے سفرنامے اور خطوط جو ہزاروں صفحوں پر مشتمل ہیں ان کی ناقدانہ نظر سے جانچ کی گئی اور جو کچھ بھی ان سفرناموں سے حاصل ہوسکا وہ حاصل کیا گیا اسی طرح راجپوت تاریخوں سے بھی مواد حاصل کیا گیا اور بعد کے ہندوستانی اور یوروپین مورخین کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ شہنشاہ جہانگیر کے بعض فرامین دستیاب ہوئے جنھیں تصدیق کے لئے استعمال کیا گیا۔

اس طرح یہ ممکن ہوسکا کہ جہانگیر کے عہدِ حکومت کے تمام اہم سیاسی اور فوجی کارناموں کا تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاسکے۔ اصل مآخذ کے ناقدانہ مطالعہ کے بعد جہانگیر کا کیریکٹر اُس سے بہت مختلف نظر آتا ہے جیسا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ نورجہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افگن کے موت کی ذمہ داری کے متعلق میں نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ناظرین کو انوکھا معلوم ہوگا لیکن میں یہ ظاہر کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ یہ جتنی شہادتیں بہم ہوسکیں اُن کے ناقدانہ مطالعہ پر مبنی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جہانگیر نے نورجہاں کو دیا مہرالنسا کو جو شادی سے پہلے اُس کا نام تھا کبھی اُسکی پہلی

Marfat.com

شادی سے پیشتر دیکھا تھا۔ برخلاف اس کے یہ یقین کرنے کی معقول وجہ ہے کہ اُس نے نہ شیر افگن کے جان لینے کی کبھی خواہش کی اور نہ اُس کی بیوی کو حاصل کرنے کی۔ شیر افگن کی بیوہ سے جہانگیر کی شادی ویسے ہی حالات میں ہوئی جیسے حالات میں اور شادیاں ہوتی ہیں۔ نور جہاں کے اقتدار کی نوعیت صورت اور نتائج کی تشریح کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں مغل سلطنت کی نوعیت اور طریق کار کو کسی حد تک نظریہ سیاست سے ایک نئے زاویہ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔ میں نے جو نتائج نکالے ہیں ممکن ہے کہ وہ عام طور پر قابل قبول نہ ہوں مگر میں یہ ظاہر کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ یہ وسیع مطالعہ پر مبنی ہیں۔

میرا خیال شروع سے آخر تک سلیس عبارت لکھنے کا رہا۔ صرف چند موقعوں پر جیسے فتحپور سیکری کی عمارتوں کی تفصیل میں مجھے اپنے ارادہ کے برخلاف گبن کا اسلوب اختیار کرنا پڑا جس کا میں مطالعہ کر رہا تھا مگر مجھے یقین ہے کہ میں نے تمام لفاظی اور لمبے چوڑے الفاظ سے پرہیز کیا ہے۔

میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور، امپیریل لائبریری کلکتہ، سینٹ زیویر لائبریری کلکتہ۔ جین سدھانت بھون آرہ، میوزیم قلعہ دہلی، ہز ہائینس مہاراجہ جودھپور و بنارس و چھترپور، و نواب صاحب رام پور و لالہ سری رام کا ممنون ہوں کہ اُنھوں نے براہ کرم بڑی فیاضی سے مجھے اپنے یہاں کی تاریخی تصاویر اور مخطوطات کی نقلیں بہم پہونچائیں۔

بینی پرشاد الہ آباد

Marfat.com

تاریخوں کی تشریح

مسلم یا ہجری سنہ میں حسب ذیل مہینے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاول، جمادی الآخر، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ۔

چونکہ ہجری مہینہ چاند دیکھنے پر شروع ہوتا ہے اس لئے کسی مہینہ میں تیس دن ہوتے ہیں اور کسی میں اُنتیس۔ پورا سال ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے۔ ہجری سنہ ۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہے۔

سنہ الٰہی کے حسب ذیل مہینے ہیں۔ ہر مہینے کے ساتھ بریکٹ میں اُس مہینے کے دن لکھ دیئے گئے ہیں۔ فروردین (۳۱) اُردی بہشت (۳۱)، خورداد (۳۲)، تیر (۳۱) امرداد (۳۱) شہریار (۳۱)، مہر (۳۰)، آبان (۳۰) آذر (۲۹)، دے (۲۹)، بہمن (۳۰)، اسفندرموز (۳۰) سال میں کل دنوں کی تعداد ۳۶۵۔

Marfat.com

Marfat.com

تاریخِ جہانگیر

پہلا باب

بچپن

پیدائش جہانگیر ۳۰ اگست ۱۵۶۹ء[1] کو دوپہر کے وقت پیدا ہوا۔ اُس کے والد، بانی سلطنت مغلیہ کے پوتے اُس وقت اپنی عمر کے ۲۷ سال اور اپنی تخت نشینی کے ۱۳ سال اور اور حکومت سنبھالنے کے نو سال پورے کر چکے تھے۔

۱۵۶۹ء کی مغل سلطنت اکبر کی ذہانت اور جرأت نے جس کی تربیت سلطنت مغلیہ کے اصلی بحال کرنے والے پرانے جنگ آزما اور مدبر بیرم خان (۱۵۵۳ء تا ۱۵۶۰ء) نے کی تھی، ہمایوں (۱۵۴۲ء تا ۱۵۵۳ء) در ۱۵۵۳ء تا ۱۵۵۶ء) کی چھوڑی ہوئی چھوٹی سی ریاست کو ہمالیہ کے جنوب میں سب سے بڑی اور سب سے طاقتور سلطنت بنادی۔ بنگال کے علاوہ جو شمالی ہند میں شورہ پشت عناصر اور تخت سے اُتارے ہوئے حکمرانوں کا

---

[1] ابو الفضل (ترجمہ بیوریج) جلد دوم صفحہ ۵۰۲ میں سنہ الٰہی کی تاریخ ۱۸ شہریور دی ہے جو حساب سے ۳۰ اگست ہوتی ہے نہ کہ ۳۱ اگست جیسا کہ راجرس و بیوریج نے تو زک جہانگیری کے ترجمہ (جلد اوّل صفحہ ۲) میں دی ہے اور نیز کیمبرج ہسٹری آف ہندوستان جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ میں۔ ہجری تاریخ ۱۷ ربیع الاوّل ۹۷۷ھ ہے۔ دیکھو فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحہ ۲۳۳۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۱۲۳، محمد ہادی صفحہ ۴۔ مآثر الامراء صفحات ۳ و ۵ تا ۵ ۵، ملا قندھاری مخطوطہ رام پور صفحات ۹۴ و ۹۵، جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۱۳۔ آثر جہانگیری مخطوطہ خدابخش) صفحہ ۲۔ نظام الدین احمد (راجرس و بیوریج) جلد پنجم صفحہ ۳۲۴ میں ۱۸ ربیع الاوّل ہے جو ایک محقق مورخ کے لئے عجیب سی بات ہے۔ گلیڈون (صفحہ ۱) نے ۱۵ اگست لکھا ہے اور پلیس (صفحہ ۲) نے ۱۵۶۸ء لکھا ہے جو ایک سال کی غلطی ہے۔

Marfat.com

اڈہ تھا اکبر کی براہ راست حکومت سارے ہند گنگاتی میدانی سرزمین پر تھی۔ اُس کی برائے نام حکومت کابل پر تھی اور نیز غیر ترقی یافتہ گونڈوانہ پر جو آجکل کم و بیش بندیل کھنڈ اور صوبہ متوسط ہے۔ لیکن اکبر کی جنگ آزمائی حکمت عملی اور تدبر کے سب سے زیادہ نمایاں کارناموں کا میدان راجپوتانہ تھا۔ فنکاری اور قدرت نے مل کر چتوڑ کے قلعہ کو تقریباً ناقابل تسخیر بنا دیا تھا اور تاریخ میں بے مثال بہادری اور مافوق البشر مردانگی کے سارے وسائل اُس کی حفاظت میں استعمال کیئے گئے تھے مگر مغلوں کی فنی مہارت حسن تدبیر اور شجاعت نے ۱۵۶۸ء میں دھاوا کر کے اُسے تسخیر کر لیا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی۔ رنتھمبور اور کالنجر جو استحکام میں چتوڑ سے دوسرے ہی درجہ پر راجپوتوں کے گڑھ تھے وہ بھی اس کے بعد تسخیر ہو گئے۔ مصالحت اور میل ملاپ کی پالیسی جو ہوش مندی اور فراخ دلی کی پیداوار تھی پورے زوروں پر کارفرما ہو گئی حکمرانوں کے درمیان سب سے نازک رشتہ حسب معمول حکومت کے کاموں میں لگایا گیا۔ قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں کوئی رشتہ اتنا خوشگوار اور بارآور نہ تھا جتنا جنوری ۱۵۶۳ء[2] میں امبیر کے راجہ بھارا مل کی لڑکی سے اکبر کی شادی جس نے ہندوستان کی سیاست میں ایک نئے باب کا افتتاح کیا اور ملک کو کئی ممتاز فرمانروائے اور مغل بادشاہوں کی چار نسلوں کو قرون وسطیٰ کے بعض بہترین جنگ آزما اور مدبرین کی خدمات حاصل ہو گئیں۔

اکبر کی اولاد کی پیدائش اور موتیں ۱۵۶۳ء تا ۱۵۶۸ء

اب تک اکبر کے جو بچے پیدا ہوئے اُن کا نصیب کھوٹا تھا۔

۶۳-۱۵۶۲ء میں ایک لڑکی فاطمہ بانو بیگم پیدا ہو کر مر گئی جس کے بعد ۱۵۶۴ء میں جوڑواں بچے پیدا ہوئے اور بقول درباری مورخ لکھتا ہے کہ "ساحل سے ساحل تک مسرت کے قالین بچھا دیئے گئے۔ اور ساری انسانیت کو پیام مسرت دیا گیا" ان کے نام پیغمبر اسلام کے

---

[2] اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۴۲۔ نظام الدین (ایلیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۳، ۴ و ۴، ۴۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۱۱۳۔ بھارا مل کو غلطی سے بہارا مل یا بہاری مل کہا جاتا ہے۔ امبیر کے خانگی جھگڑوں نے متنازعہ فریقوں کو مغلوں کی مدد حاصل کرنے پر آمادہ کیا اور کسی حد تک یہی وجہ اس رشتہ کی ہوئی۔ دیکھو بنشاولی مخطوطہ جے پور صفحہ ۶۳

Marfat.com

کے نواسوں کے نام پر مرزا حسن اور مرزا حسین رکھے گئے لیکن ایک مہینہ کے اندر ہی یہ دونوں درِ شہوار عالمِ بالا کو چل بسے۔[23] اگلے چار برسوں میں جو بچے پیدا ہوئے اُن کا بھی یہی انجام ہوا۔[24]

اکبر نے اپنے وارث کی دُعا مانگی

اگرچہ پبلک سرگرمیوں اور درخشاں فتوحات نے اکبر کے قدم چومے مگر خانگی حادثوں سے اُس کے دماغ کو بےچینی تھی۔ اُس کی عمر اگرچہ ابھی صرف پچیس ہی سال کی تھی مگر اُس کی قبل از وقت ہوشمندی نے اُس میں پدری شفقت کا جذبہ جوش و خروش سے سرگرم عمل کر دیا تھا۔ رب العالمین سے دعائیں کرنے سے اُس کا دل نہ بھرا تو اُس نے زندہ اور مردہ بزرگوں کا سہارا لیا اور شیخ معین الدین چشتیؒ[25] کے مزار پر ہر سال حاضری دی اور قسم کھائی کہ جیسے ہی اُس کی مراد حاصل ہوی وہ ہندوستان کی متبرک ترین درگاہ کا پیدل سفر کرے گا۔[26]

شیخ سلیم چشتی ۱۴۷۹ء تا ۱۵۷۲ء

شیخ سلیم چشتی جو ہندوستان میں اس زمانہ کے مشہور ترین بزرگوں میں تھے اُن کے پاس وہ بار بار گیا اور ہفتوں قیام کیا۔ شیخ سلیم ایک اونچے اور نامور خاندان کے تھے جو اپنا نسب فرخ شاہ بادشاہ کابل سے ملاتے تھے۔ اُن کے قریبی اجداد دہلی میں آباد ہو گئے تھے اور وہیں ۱۴۷۹ء میں وہ پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے خواجہ فضیل ابن ایاز کے روحانی جانشین خواجہ ابراہیم کے سامنے زانوے ادب تہ کیا اور یہ دونوں اس عہد کے نامور بزرگ تھے۔ دو مرتبہ وہ ہندوستان سے باہر گئے اور بائیس سال عرب، شام، ایشیائے کوچک اور عراق کے مسلم بزرگان کے مزاروں اور خانقاہوں میں صرف

---

۲۳ اکبرنامہ (بیوریج) جلد دوم صفحات ۳۵۶ و ۳۵۷۔

۲۴ اکبرنامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۵۰۲۔ نظام الدین (ایلیٹ و ڈاوسن) صفحہ ۳۳۲۔ فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحہ ۲۲۳۔ بدایونی جلد دوم صفحہ ۱۰۸ (لو) صفحہ ۱۱۲۔ پرائس صفحہ ۳ و ۴۔

۲۵ معین الدین چشتی شیخ مودود کے پوتے اور سیستان کے خواجہ حسن کے لڑکے تھے۔ انھوں نے وسطی اور مغربی ایشیا کی وسیع سیاحت کی اور بیس سال تک شیخ عثمان ہارونی کے پاس بطور شاگرد رہے۔ انکی علمی فضیلت اور تقدس کا بہت بلند درجہ تھا۔ دیکھو بدایونی جلد سوم (ہیگ) صفحہ ۷۔

۲۶ اکبرنامہ (بیوریج) جلد دوم صفحات ۵۰۲ و ۵۰۳۔ نظام الدین ایلیٹ و ڈاوسن جلد پنجم صفحات ۳۳۲ و ۳۳۳۔ ایضاً (لو) جلد دوم صفحہ ۱۲۷ جہانگیر (راجرس بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۱ و ۲۔ محمد بادی صفحہ ۳۔

Marfat.com

گئے۔ باہرہ کروہ ہر سال بلاناغہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جاتے رہے اور ان دونوں مقامات مقدسہ میں سب ملاکر آٹھ سال صرف کئے۔ انھوں نے اسلامی دینیات کے تمام مکاتب خیال کے ادب پر عبور حاصل کیا اور سخت ریاضتیں کیں، لیکن طویل، مراقبوں کے بعد وہ صوفیت کی طرف راغب ہو گئے، یعنی ایک حی وقیوم خدا پر شخصی اعتقاد اور اس سے براہ راست ربط کا ذوق۔ کچھ دنوں بعد جب پانی پت کے شیخ مان نے ان سے پوچھا کہ "آپ کا مقصد عقلی دلیل سے حاصل ہوا یا الہام سے" تو انھوں نے جواب دیا "دل کی دل کی راہ سے"۔ مغربی ایشیا میں ان کی شہرت دور دور پھیل گئی اور ان کے شیخ الہند کے خطاب نے انھیں تمام زائرین میں جو ہندوستان سے آئے تھے اول درجہ کا رتبہ دے دیا۔ بالآخر ۱۵۶۴ء میں جب وہ اپنے وطن واپس آئے تو مذہبی حلقوں میں جوش بھڑک اٹھا۔ انھوں نے شادی کر لی تھی اور کئی اولادیں تھیں۔ ان سب کو لے کر وہ آگرہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر موضع سیکری کی پہاڑی پر مقیم ہو گئے۔ یہاں وہ سچے ولی اللہ کی طرح زہد وتقویٰ میں بسر کرتے تھے۔ دن میں دوبار ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے اور اپنی ضعیفی کے زمانے میں بھی پہاڑی کی شدید گرمی اور سردی میں وہ بجز ایک باریک کرتے اور باریک اچکن کے کچھ اور نہیں پہنتے تھے۔ ان کی ریاضت کی جگہ چلہ گاہ کے نام سے آج بھی موجود ہے اور پہاڑی کی دوسری عمارتوں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ اتنے روشن خیال تھے کہ انھوں نے ابوالفضل اور فیضی کے والد شیخ مبارک کو پناہ دی اور ان کی مدد کی حالانکہ انھیں مذہبی جنونیوں نے آگرہ سے نکال دیا تھا۔ انھوں نے کئی مریدوں کی تربیت کی جیسے الور کے کمال، بنگال کے پیارا، حسین خادم، سنبھل کے فتح اللہ طارم اور اجودھن کے رکن الدین۔ ان مریدوں نے اپنے پیر کے پیام حق کی روشنی وفاداری کے ساتھ بعد کی نسلوں تک پھیلائی۔[1]

اکبر سیکری میں

درویشوں اور عالموں کے ان مقتدا کی عمر اب نوے سال ہو چکی تھی اور عوام میں ان کے بہت سے معجزے مشہور ہو گئے تھے جس وقت ہندوستان کا طاقتور حکمران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے استدعا کی کہ اس کے

---

[1] بدایونی جلد سوم (ہیگ) صفحات ۱۸ تا ۲۷۔ دربار اکبری صفحات ۷۹۰ تا ۷۹۶۔ اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۵۰۳۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۶۹ و ۱۷۰۔ بلوکمین کا بیان (۵۳۹) بہت مختصر ہے۔ مانسیراٹ (کمنٹیریس صفحہ ۶۴۲) کہ کے دامن پر بداعمالیوں اور اسلامی نقطۂ نظر سے شرمناک افعال کے دھبے ہیں قطعی متعصبانہ ہے۔

Marfat.com

وارث تاج و تخت کے لئے دعا فرمائیں تو بزرگ درویش نے تعمیل کی اور مستدعی بادشاہ کو جلد ہی اُسکی مراد پوری ہونے کی خوشخبری دی۔ شہنشاہ نے قسم کھائی کہ شاہزادہ جب پیدا ہوگا تو اُسے وہ اُن کی حفاظت میں دے دیگا اور شیخ نے اُس کا نام اپنے نام پر رکھنا منظور کر لیا۔ سیکری میں شہنشاہ کے بار بار آنے اور قیام کرنے سے اس گاؤں کی حالت بدل گئی۔ پرانی چھوٹی سی خانقاہ کی جگہ خوبصورت خانقاہ اور اس سے بھی خوبصورت مسجد بن گئی۔ پہاڑی کی بلندی پر شہنشاہ کا عالی شان محل تعمیر ہو گیا اور امرا نے بھی جلد ہی اس کی تقلید کی اور اپنے قیام کے لئے خوبصورت محلات تعمیر کر لئے[۸]۔

مریم الزمانی سیکری میں

شروع ۱۵۶۹ء میں راجپوت ملکہ مین جو مریم الزمانی کہلاتی تھی حمل کے آثار پیدا ہوئے اور اُسے مع اُس کے متعلقین کے "منحوس" شہر آگرہ سے بوڑھے درویش کے قرب میں منتقل کر دیا گیا۔ شہنشاہ باری باری آگرہ اور سیکری میں قیام کرتا رہا اور اس درمیان میں بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ ایک جمعہ کو جب وہ چیتے کا شکار کر رہا تھا تو اُسے اطلاع ملی کہ بچہ ماں کے پیٹ میں حرکت نہیں کر رہا ہے تو اُس نے فوراً قسم کھائی کہ وہ آئندہ سے کبھی جمعہ کو چیتے کا شکار نہیں کرے گا اور اس کا پابند رہا[۹]۔

۸؎ نظام الدین (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۳۳۳ و ۳۳۴۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۱۲۰۔ فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحہ ۲۲۳ مآثر الامرا (بیورتیج) جلد اوّل صفحہ ۱۲۹۔ تاثر جہانگیری صفحات ۲ و ۳۔ جہانگیر (راجرس و بیورتیج جلد اوّل صفحہ ۲) نے اس معمولی واقعہ کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے: ایک روز شیخ سلیم کی خدمت میں وہ (اکبر) پریشان بیٹھا تھا اور اُس نے شیخ سے دریافت کیا کہ اُسکے کتنے بچے ہوں گے؟ شیخ نے جواب دیا: "دینے والا بلا مانگے ہوئے آپکو تین لڑکے عطا کرے گا۔" میرے والد نے کہا، میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا پہلا بچہ جب پیدا ہوگا تو اُسے آپ کے دامن میں لا کے ڈال دوں گا۔ آپکی شفقت و عنایت کو میں اسکا نگہبان بناؤں گا۔ شیخ نے اس خیال کو پسند کیا اور فرمایا "میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور میں اُسے اپنا نام دوں گا۔"

۹؎ جہانگیر کی ماں کا راجپوتی نام کسی مورخ نے نہیں لکھا ہے۔ سجان رائے (خلاصۃ التواریخ مطبوعہ دہلی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲،۳) نے صرف سرکاری نام لکھا ہے۔ ابو الفضل (بیورتیج جلد دوم صفحہ ۳-۵) نے صرف "خوش طالعی کے سورج کی کوکھ" لکھا ہے۔ فرشتہ (برگس جلد دوم صفحہ ۳۴) نے "منظورِ نظر سلطانہ" لکھا ہے۔ نظام الدین (راجرس وڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۳۴۳) اور بدایونی (لو جلد دوم صفحہ ۱۱۳) نے شہنشاہ کی ایک ملکہ لکھا ہے۔ بلوکمین (صفحہ ۳۱۰) نے پہلے اُسے جودھا بائی خیال کیا لیکن بعد کو (صفحہ ۶۱۹) اسکی تردید کر دی۔ بیوریج (جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۳ء جلد اوّل صفحات ۱۶۴ تا ۱۶۷) نے ایک جگہ بیرم خان کی بیوہ سلطانہ سلیمہ بیگم لکھا ہے مگر یہ ناقابل یقین ہے۔ کین (ہینڈبک ٹو آگرہ صفحہ ۵۸) جس کی تقلید جی ڈبلیو فارسٹ نے سٹیز آف انڈیا پاسٹ اینڈ پریزنٹ صفحہ ۱۹۵) نے بھی کی ہے سراسر غلطیوں سے بھرے ہیں اور اسی طرح آگرہ ڈسٹرکٹ گزیٹیر صفحات ۱۴۷ و ۱۴۸، خافی خان، کمبتاو صفات وغیرہ کی فارسی تاریخوں میں بھی کوئی نئی بات نہیں۔

Marfat.com

شہزادہ سلیم کی پیدائش تھوڑے ہی دن بعد شہزادہ تولد ہوگیا[1]۔ اکبر کو آگرہ میں خبر ملی۔ پرانی رسم کے مطابق کہ جو بچہ بڑی تمنا سے پیدا ہوا اُسے کچھ دنوں تک اُس کے والد کو نہ دیکھنا چاہئے اکبر نے سیکری کی روانگی ملتوی کردی لیکن حکم دیا کہ ایک ہفتہ تک جشن منایا جائے۔ تحفے اور خیرات پوری سخاوت سے تقسیم ہوی۔ لنگر خانہ کھول دیا گیا اور قیدی رہا کئے گئے۔ بقول ابوالفضل "زمانہ کے دماغ میں مسرت بھر گئی"۔ شاعر اور نظم کہنے والے قصیدے اور مبارکباد سنانے کے دور دور سے آکر جمع ہو گئے۔ استادانہ شاعری اور محض لفاظی پورے جوش وخروش سے دکھائی گئی۔ مرو کے خواجہ حسن کی نظم سب پر فوقیت لے گئی جس کے ایک مصرع سے شہنشاہ کی تاج پوشی کا اور دوسرے مصرع سے شہزادے کی پیدائش کا مادہ تاریخ نکلتا تھا اور شاعرانہ کمال بھی تھا۔ چنانچہ انھیں دو لاکھ ٹنکہ انعام دیا گیا[11]۔ اس سے کم قیمت تاہم شاندار تحفہ شیخ الملت یعقوب شاہ کشمیری کو دیا گیا اور

---

(۱) پیدائش کے حالات نے افسانوی رنگ اختیار کرلیا۔ "کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ کی آمد کے وقت درویش کے ایک چھ ماہ کا دودھ پیتا ہوا بچہ تھا جو ایک دن باپ کو دیکھ کر گہرے مراقبہ میں چلا گیا اور شہنشاہ کی آمد پر بول اُٹھا کہ "آپ نے فاتح عالم کو مایوس کیوں واپس کردیا" مشاہدات کے بموجب درویش نے جواب دیا کہ "بادشاہ کے بچے شیر خوارگی ہی میں فوت ہو جائیں گے جبتک کوئی خود اپنا بچہ انکی جگہ مرنے کے لئے نہ پیش کرے"۔ بچہ نے برجستہ مگر ادب سے کہا "آپ کی اجازت سے میں مرجاؤں گا تاکہ جہاں پناہ وارث سے محروم نہ رہیں" اور اپنے والد کی ممانعت کا انتظار کئے بغیر وہ مرگیا۔ نو ماہ بعد شہزادہ پیدا ہوا (ایچ جی کین۔ گائڈ بک آگرہ صفحہ ۳۹) اس افسانہ کی بنیاد پر کین نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ بادشاہ کے مرا ہوا بچہ پیدا ہونے پر درویش نے اپنا بچہ اُس کی جگہ کردیا (ایضاً) مگر یہ تمام مستند مورخین کے بیان کے بالکل خلاف ہے اور اس سے کم فیاضانہ خیال جس کا یہاں اشارہ کیا گیا اور صفحہ ۱۱ پر صاف صاف ظاہر کیا گیا ملکہ اور درویش دونوں کے خلاف ہے، اور مطلق قابل توجہ نہیں۔ شہزادہ کے پیدا ہونے کی جگہ آج بھی ایک شکستہ محل کے اندر جامع مسجد کے جنوب مغرب اور مسجد سنگ تراشان کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس عمارت کو پہلے رنگ محل کہتے تھے۔ یہ نیچے کی منزل میں ہے اور بہت ہی گندی حالت میں ہے۔ یہ نو فٹ چھ انچ لمبی اور آٹھ فٹ چار انچ چوڑی اور صرف دس فٹ اونچی ہے۔ اس محل میں اب شیخ کی نسل کے ایک صاحب رہتے ہیں جنکا نام تجمل حسین ہے اور کمرہ ان کے زنان خانہ کے اندر ہے اس لئے زائرین کو بہت کم دکھایا جاتا ہے (ای ڈبلیو اسمتھ کی کتاب "مغل آرکی ٹیکچر آف فتحپور سیکری حصہ سوم صفحہ ۱۰)

(۱۱) پوری نظم بدایونی کے فارسی نسخہ جلد دوم صفحات ۱۲۱ تا ۱۲۳ میں اور لو کی جلد دوم صفحات ۱۲۵ تا ۱۲۷، اور بیل کی مفتاح التواریخ صفحات ۱۰۹ تا ۱۱۰ میں اور اقبال نامہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اکبر نامہ (نسخہ فارسی) جلد دوم صفحہ ۳۴۸، اور بیورتج جلد دوم صفحات ۵۰۷ و ۵۰۸ میں بھی اس کے کچھ اشعار دئے گئے ہیں۔ پہلے چھ اشعار کا بیوریج نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جسکا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

دوسرے کم درجہ کے شعراکو بھی تحفے دیئے گئے[۱۲]۔ منجموں نے دو جنم پترے بنائے۔ ایک ہندوستانی حساب سے اور ایک یونانی حساب سے مگر دونوں میں نچھتر تلا یا میزان تھا[۱۳]۔

شہزادے کی انائیں

پیدا ہونے کے پہلے دن شہزادہ کو اُس کے دینی باپ کی بہو نے دودھ پلایا جو نوزائیدہ بایزید کی ماں تھی اور بایزید بعد کو معظم خان کے لقب سے موسوم ہوا۔ دوسرے دن شہزادہ شیخ کی صاحبزادی کو سپرد کیا گیا جو خوبو کی ماں تھی۔ دی مستقبل کا بدانجام قطب الدین۔ ان خاتون نے شہزادہ کو بڑے چاؤ اور پیار سے پرورش کی اور اپنی دیکھ بھال کی کہ شہزادہ کے ذہن پر اس کا مدت العمر تاثر رہا۔ شہزادہ نے ان کا ہمیشہ اپنی ماں کی طرح احترام کیا اور ان کے انتقال پر ان کا ذکر درد انگیز الفاظ میں کیا[۱۴]۔

اکبر کا پا پیادہ سفر

شہزادہ کا نام محمد سلطان سلیم رکھا گیا مگر پیار کا نام شیخو بابا تھا۔ اکبر نے اپنی دعاؤں اور تمناؤں کے فرزند کو کبھی کسی اور نام سے نہیں پکارا[۱۵]۔ بادشاہ

(سابقہ صفحہ سے پیوستہ) بادشاہ کے شکوہ کے لئے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے

ایک شاندار موتی انصاف کے سمندر سے ساحل پر آگیا۔

سطوت کے آشیانہ سے ایک پرندہ اُتر آیا۔

حسن و شوکت کے آسمان سے ایک ستارہ آگیا۔

ایسا گلاب کا درخت چمن میں نہیں نظر آسکتا۔

ایسا لالہ لالہ زار میں نہیں ہے۔

[۱۲] سلیم کے پیدا ہونے پر جشن و شادمانی کے حالات کے لئے دیکھو اکبر نامہ (بیورج) جلد دوم صفحات ۵۱۴ و ۵۱۵۔ منتخب اللباب (ایلیٹ و ڈاؤسن) جلد پنجم صفحہ ۲۴۴۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۱۲۴ و ۱۲۷۔ بلوکمین صفحہ ۴۷۔

چند مادہ ہائے تاریخ یہ ہیں: گوہر درج اکبر شاہی، در شہوار لجہ اکبر، شاہ بہت تیمور۔

[۱۳] اکبر نامہ (بیورج) جلد دوم صفحات ۵۰۶ و ۵۰۷۔ جنم پترے فارسی نسخہ میں دیئے گئے ہیں۔ کرہ پیدائش کے باہر کے منظر کی ایک تصویر بھی ہے۔ جرنل آف انڈین مارکٹ اینڈ انڈسٹری جلد ۵، نمبر ۱۲۰۔ پلیٹ ۹ میں جنم پترے کا نقشہ ہے۔

[۱۴] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۳۲، ۸۴ و ۸۵۔ بلوکمین صفحہ ۴۹۲۔ لطیف کی آگرہ صفحہ ۱۶۴

[۱۵] میں نے اپنے والد کو کبھی نشہ کی حالت میں یا بغیر نشہ کے اپنا نام محمد سلیم یا سلطان سلیم لیتے ہوئے نہیں سنا بلکہ ہمیشہ شیخو بابا کہتے تھے۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۲۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۲۹۰۔ مانسریٹ کی کمنٹیس صفحہ ۲۴ جزویت فرقہ میں سلیم کا نام شیخو مشہور تھا۔

Marfat.com

نے تشویش کے زمانہ میں جو حلف لیا تھا وہ مسرت کے زمانہ میں نہیں بھولا۔ ۲۰ رجنوری ۱۵۷۰ء کو جمعہ کے دن وہ دارالسلطنت سے روانہ ہوا اور اوسطاً چودہ میل روزانہ پیدل سفر کرتا ہوا اتوار ۳ رفروری کو اجمیر پہونچا اور فوراً مزار پر فاتحہ پڑھنے حاضر ہو گیا۔ محبت اور زہد کی راہ میں یہ ۲۲۸ میل کا پیدل سفر اپنے عہد میں اور آئندہ نسلوں کے لئے یادگار رہ گیا[۱۶] لیکن بادشاہ کے فولادی جسم اور مسرت بھرے ہوتے ذہن کے لئے اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

شہزادے کے بھائی بہن

قسمت نے ابھی تک بادشاہ سے جو لے رکھی تھی اب اُسکی تلافی کرنے لگی، ۱۲ رنومبر ۱۵۶۹ء کو ایک لڑکی شہزادی خانم پیدا ہوئی[۱۷]۔ شہزادہ مراد، رجون ۱۵۷۰ء کو شیخ سلیم کے مبارک گھر سیکری کی پہاڑی پر پیدا ہوا اور اس لئے پہاڑی کہلاتا تھا[۱۸]۔ دو سال بعد ۹ رستمبر ۱۵۷۲ء کو شیخ دانیال کے مکان پر سب سے چھوٹا شہزادہ دانیال پیدا ہوا جسے شیخ دانیال نے خود اپنے نام سے موسوم کیا[۱۹]۔ کچھ دنوں بعد بی بی دولت شاں کے بطن سے دو لڑکیاں شکر النسا بیگم اور آرام بانو بیگم پیدا ہوئیں[۲۰]۔

فتحپور سیکری کی تعمیر

خانگی مسرتوں نے شہنشاہ اکبر کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ منحوس آگرہ کو چھوڑ دے اور اپنی حکومت کی شان و شوکت کو سیکری میں نمایاں کرے اور اُس کی خود اپنے اس حوصلہ پر بھی نظر تھی ایک ایسا شہر تعمیر کرے جس سے اس کے عہد کی شوکت اور اُس کی دلی خواہش کا مظاہرہ ہو۔ سیکری کی پہاڑی پر گرمی بھی سخت ہوتی تھی

۱۶۔ اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحات ۹۱ تا ۱۱۰۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۵ (ب) ولیم فنچ (پرچہ جات ۴۱ تا ۴۴) ڈی لایٹ (ترجمہ ہتبرج صفحہ ۷۲۔ پیٹر منڈی دوم ۲۲۶۔ تھیوناٹ سوم باب ۲۷ صفحہ ۴۹ ہربرٹ صفحہ ۲ میں یہ افسانہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے قالینوں پر سفر کیا۔ بعد کے مورخین مثلاً خافی خاں، سجان رائے۔ بختاور خاں نے شاندار الفاظ میں اس سفر کا ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۵۰۹ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۴ پرالبس (صفحہ ۴۶) نے اُسے سلیمہ بیگم کی لڑکی کہا ہے لیکن مستند مورخین کا بیان قابل ترجیح ہے۔ وہ اپنی دادی حمیدہ بانو بیگم کی جنہے سرکاری طور پر مریم مکانی کہتے تھے حفاظت میں سپرد کر دی گئی تھی۔

۱۸۔ اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۳ ا ف۔ نظام الدین (ایلیٹ و ڈاؤسن) جلد پنجم صفحہ ۳۳۳۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۱۸۵ و ۱۸۶۔ فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحہ ۲۳۴۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۴ میں صاف

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اور سردی بھی سخت، اور قریب میں کوئی دریا یا جھیل ایسی نہ تھی جو ایک بڑے شہر کو کافی پانی بہم پہونچا سکے لیکن الوالعزم بادشاہ کا حوصلہ کسی بات سے پست نہ ہوا۔ پہاڑی کئی میل تک چلی گئی تھی اور اس کے چاروں طرف جنگل تھے اور دونوں میں تعمیر کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا ذخیرہ تھا جسے ہزاروں مزدور اور کاریگر جو شاہی دولت واقتدار نے اس مہتم بالشان کام کے لئے جمع کر دئے تھے تراش اور کاٹ کر لے آتے تھے اور حسب ضرورت کام میں لاتے تھے اور ایک ایسا شہر تعمیر کرتے تھے جو اپنی خوبصورتی اور حسن تناسب میں لاجواب تھا۔ رتیلی پہاڑی جنوب مغرب اور شمال مشرق کی طرف ایک میل سے اوپر تک چلی گئی ہے جس کے دونوں طرف تقریباً سات میل رقبہ کا میدان ہے۔ مغرب کی طرف ایک مصنوعی جھیل دو میل لمبی اور نصف میل چوڑی ہے جسے اور وسیع کر کے بند باندھ دیا گیا ہے۔ اس سے شہر کے لئے پانی مہیا ہو گیا اور موسم گرما کی حدت معتدل ہو گئی۔ دوسرے تینوں رخ پر سنگ سرخ کی دیواریں بلند کر دی گئیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مورچے قائم کر دئے گئے جنگی حفاظت کے لئے نیم مدور برجیاں اینٹ پتھر کی بنا دی گئیں اور اندر جانے کے لئے نصف درجن دروازے۔ آجکل ایک ریلوے لائن اس علاقہ سے ہو کر گذرتی ہے اور آج بھی مسافر بوسیدہ شہر پناہ کے دور اور استحکام کو دیکھ کر تعریف کرتے ہیں۔ اس وقت جو کھیتوں یا گھاس پھوس کے میدان نظر آتے ہیں وہاں پہلے خوبصورت باغ یا شاندار محل تھے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک وسیع بازار نصف میل سے زیادہ لمبا پتھر کا بنایا گیا جو آج بھی اپنی خستہ حالت میں اپنی خوبصورتی اور موزونیت کے لحاظ سے آنکھوں میں کھب جاتا ہے۔ مانسراٹ نے جب اسے دیکھا تو "یہ ہر قسم کے تجارتی سامان سے حیرت انگیز طور پر بھرا ہوا تھا اور بے شمار لوگ ہجوم در ہجوم وہاں جمع رہتے تھے۔" اعلیٰ حکام اور امرا نے اپنے خرچ سے عالی شان محل تعمیر کئے جو اپنی خوبصورتی اور ساخت میں ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے تھے لیکن پہاڑی کے اوپر جو شاہی محلات تھے اُن سے ساری عمارتیں پست ہو گئی تھیں[۲۱]۔ جہانگیر کے جہانگیری محل پر اس عہد کی بہترین صناعی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔)

لکھا ہے کہ شہزادہ کی ماں ایک داشتہ عورت تھی وہ بھی جزدیٹ فرقہ میں اپنے عرفی نام سے مشہور تھا۔ میکلاگن۔ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۹۶ء جلد اوّل صفحہ ۳۔

۱۹؎ اکبرنامہ (بیورج) جلد دوم صفحہ ۳۴۳۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) صفحہ ۳۴۔

۲۰؎ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اوّل صفحہ ۳۴۔ ۲۱؎ ای ڈبلیو اسمتھ نے آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اور فنکارانہ ذہانت فیاضی سے صرف کی گئی تھی۔[۲۲] محل خاص (شاہی محل)[۲۳]، دیوان خاص[۲۴]، پنج محل[۲۵]، سنہرا مکان[۲۶] اور مریم کا مکان[۲۷] خوبصورتی اور فنکاری کا بہترین نمونہ تھے۔ وسیع دیوان عام[۲۸]، دفتر خانہ[۲۹]، نوبت خانہ[۳۰]، خزانہ[۳۱]، دارالغرب[۳۲] اور دیگر سرکاری عمارتیں فنکاری کا معجزہ تھیں۔ ابوالفضل[۳۳] اور فیضی[۳۴] کے نام کی اور راجہ بیربل[۳۵] کے نام کی اور دوسری چھوٹی چھوٹی عمارتیں ایسی ہیں جو بذات خود شہر کی عظمت کی نشانیاں ہیں۔ حمام خانوں، اصطبل اور اسلحہ خانوں کی شکستہ عمارتیں اس وقت بھی خوبصورتی میں نظر فریب ہیں۔

مانسیراٹ نے لکھا ہے: "شہر کی حفاظت کے لئے دو میل کے دائرے میں ایک قلعہ تھا جس کی تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر میناروں سے آرائش کی گئی تھی۔ اس میں صرف چار دروازے تھے آگرہ دروازہ مشرق میں ہے۔ عظیم رانا دروازہ مغرب میں، چوک دروازہ شمال میں اور دولت پورم دروازہ جنوب میں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں چوک کا دروازہ ہے جس میں سے گذر کر بادشاہ اکثر چوک میں اُترتے تھے۔ اس دروازے کی حفاظت بظاہر ہاتھی کے دو مجسمے کر رہے ہیں جو بالکل ہاتھی کے قد کے برابر ہیں اور سونڈ اوپر کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ اتنے شاندار اور ہو بہو ہاتھی کی شکل کے ہیں جنکو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیڈیس کی فنکاری ہیں۔ چوک کے پاس ہی دو اہرام ہیں جن سے سنگ میل (یا نصف میل) کی پیمائش ہوتی ہے اور جو مشرق کی طرف جانے والی آگرہ کی سڑک پر اور مغرب کی طرف جانے والی عظیم میرس (اجمیر) کی سڑک پر دو سن شاہراہوں کے طرز پر نصب ہیں۔

حضرت شیخ سلیم چشتی کا اپریل ۱۵۷۲ء میں انتقال ہو گیا اور اُنھیں ایک ایسی درگاہ میں دفن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔)

پانچ جلدوں میں فتح پور سیکری کی تعمیرات کا معائنہ کر کے اُن کا مفصل حال لکھا ہے اور تصویریں دی ہیں۔ (دی مغل آرکی ٹیکچر آف فتحپور سیکری مطبوعہ گورنمنٹ پریس، الہ آباد۔ نیز دیکھو فرگوسن جلد دوم صفحات ۲۹۰ تا ۲۹۷۔

۲۲ ای ڈبلیو اسمتھ جلد دوم صفحات ۱۷، ۴۳ و ۴۴۔ ۲۳ ای ڈبلیو اسمتھ جلد اول صفحات ۱ تا ۸۔ ۲۴ ایضاً صفحات ۲۲ تا ۴۲۔ ۲۵ ایضاً صفحات ۱۴ تا ۲۱۔ ۲۶ ایضاً صفحات ۸ تا ۳۱۔ ۲۷ ایضاً صفحات ۵ تا ۱۵۔ ۲۸ ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم صفحات ۴۴ تا ۴۶۔ ۲۹ ایضاً صفحات ۴۱ تا ۴۳۔ ۳۰ ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم صفحات ۵۷ و ۵۸۔ ۳۱ ایضاً صفحات ۳۳ تا ۳۶۔ ۳۲ ایضاً۔ ۳۳ ایضاً۔ ۳۴ ایضاً صفحات ۲۹ و ۳۰ ۳۴ ایضاً صفحات ۳۱ و ۳۲۔ ۳۵ ای ڈبلیو اسمتھ حصہ دوم صفحات ۱ تا ۱۵۔

Marfat.com

کیا گیا جو ہندوستان کی خوبصورت ترین عمارتوں میں ہے[36]۔ جامع مسجد خوبصورتی اور شکوہ میں فن تعمیر کا دوسرا اعجاز ہے۔ جنوب کی طرف بلند دروازہ دیکھنے والے پر رعب طاری کر دیتا ہے اور اگرچہ یہ مسجد میں جانے کا خاص دروازہ ہے مگر اس سے خود مسجد کی شان دب گئی ہے اگرچہ خود مسجد بھی کافی شاندار ہے۔ نیچے سے دیکھنے سے یہ دروازہ ایک بلندی پر بنا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی شکل ہندوستان کی بلکہ دنیا کی کسی مسجد سے بھی زیادہ شاندار ہے[37]۔

جہانگیر کا بیان ہے کہ عمارتیں چودہ پندرہ برس تک بنتی رہیں[38] لیکن شہر کا بیشتر حصہ اور شاہی محل ۱۵۷۵ء تک مکمل ہو گیا تھا[39]۔ آبادی دن دونی رات چوگنی بڑھتی رہی۔ جیسا کہ قسطنطنیہ کی بنیاد پر گبن نے لکھا ہے۔

"جہاں حکومت کا مستقر قائم ہوتا ہے وہاں خود بادشاہ اور اُمرا کے وزیر اور حکام عدالت اور محل کے خانگی ملازم ملک کی آمدنی کا کافی حصہ صرف کرتے ہیں۔ صوبہ جات سے سب سے زیادہ امیر لوگ دلچسپی اور فرائض اور تفریح کے لئے اور محض شوقیہ اس طرف کھنچ کر آئیں گے ملازموں، کاریگروں اور تاجروں کا ایک تیسرا کثیر طبقہ جو اپنی محنت سے روزی کماتا ہے یا اونچے طبقہ کی ضرورت یا تعیش سے نفع کماتا ہے وہ بھی جمع ہو جاتے گا۔" چند ہی برسوں میں سیکری اپنی آبادی کی کثرت اور تجارت اور دولت میں آگرہ سے ٹکر لینے لگا۔ زمین کی گنجائش جلد ہی بڑھتی ہوئی تجارت اور آبادی کے لئے ناکافی ہو گئی اور مضافات اور بازار دور دور آگرہ تک پہنچ گئے ۱۵۸۵ء میں انگلستان سے ہندوستان آنے والے اولین سیاح رالف فچ نے رائے ظاہر کی کہ آبادی میں سیکری آگرہ سے بڑا ہے اگرچہ سڑکوں اور عوام کے مکانوں میں آگرہ سے کم ہے اور یہ کہا کہ دونوں شہروں میں سے ہر ایک لنڈن سے بڑا ہے۔ دونوں شہروں کے درمیان کی شاہراہ بازار سے بھری ہوئی تھی اور ایک بڑا شہر معلوم ہوتی تھی۔ تجارتی چیزوں میں اُسے خصوصاً ریشمی کپڑے، عقیق، ہیرے اور موتی نظر آئے۔ امرا سونے چاندی سے منقش ریشم سے ڈھکی ہوئی پہیوں کی خوبصورت گاڑی پر گذرتے تھے جن میں دو چھوٹے چھوٹے گھوڑے جتے ہوتے تھے

---

[36] ای ڈبلیو اسمتھ جلد سوم صفحات ۹۲ تا ۹۴۔ لطیف (آگرہ) صفحات ۱۴۲ تا ۱۴۳ نے کتبہ مزار کی نقل دی ہے۔

[37] فرگوسن جلد دوم صفحہ ۵۸۰۔ [38] جہانگیر (راجرس دبیورتج) جلد اوّل صفحہ ۲۔ [39] مانسیرٹ (صفحات ۶۴۲ و ۶۴۳) یہ بھی کہتا ہے کہ شہر بہت تیزی سے تعمیر ہو گیا۔

Marfat.com

جن کی رفتار تیز سے تیز گھوڑے سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھی۔[40]

اس شہر کی بربادی اس شہر کا نام ۱۵۷۳ء میں گجرات کی مہم کامیابی پر فتح آباد رکھا گیا جو بدلتے بدلتے فتحپور ہوگیا۔[41] اس کا قابل فخر نام کئی وجوہ سے موزوں تھا۔ اسکی زبردست خوش حالی اور تجارتی فروغ نے معتدل آب و ہوا اور جہاز رانی کے قابل دریا نہ ہونے کی جو کمی کی تھی اُس کی تلافی کر دی لیکن قدرت نے جلد ہی اپنا انتقام لے لیا۔ اُس کی گرمی سب کو پریشان کر رہی تھی۔ سیاحوں اور تاجروں کو دریائی نقل و حمل کی سہولت نہ ہونے کی سخت کمی محسوس ہو رہی تھی پانی کی بہم رسانی کا اگرچہ جھیل سے معقول انتظام تھا مگر آفات ناگہانی کا ہر وقت خطرہ تھا۔ ۱۵۸۲ء میں جھیل کا بند ٹوٹ گیا اور شہزادے اور ان کے ہمراہی "ڈوبتے ڈوبتے بچے۔" آگرہ پر جو نحوست مسلط تھی وہ معلوم ہوتا ہے کہ وقت گذرنے پر ختم ہوگئی۔ چنانچہ ۱۵۸۵ء میں شاہی دربار پھر آگرہ واپس آگیا جس کے بعد اس کے سارے متعلقین وہیں پہونچ گئے۔ مگر اس کی دیواریں، محلات، مسجدیں، مقبرے، حمّام، آب رسانی کا نظام، بازار، پھاٹک، شکستہ استحکامات، پہلے کی بارکیں اور اصطبل آج بھی باقی ہیں اور دنیا کے چاروں طرف سے آنے والے سیاحوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔[42] اپنی فرسودہ حالت میں انھوں نے سیاحوں کے روزنامچے اور فن کے نقادوں کی تحریروں کی شاندار تعریفوں کے صفحات بھر دئے ہیں۔[43]

---

[40] (الف) فنچ انگلستان سے ہندوستان آنے والا اولین سیاح۔ مرتبہ جے ہارٹن رائلی صفحات ۹۷ تا ۹۹۔

[41] اکبر نامہ (بیوریج) جلد دوم صفحہ ۵۳۱۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۲۔

[42] سولہویں اور سترہویں صدی میں فتحپور سیکری کے حالات کے متعلق دیکھو آئین (جارٹ) جلد دوم صفحات ۱۸۰ تا ۱۸۴۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۷ تا ۷۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۲۲۔ مانسیرات (بحوالے لینڈ و برگ) صفحات ۳۰ تا ۳۲۔ ہندوستان کا اولین انگریز سیاح فنچ مرتبہ رائلی صفحہ ۹۸۔ یا پرچہ جات ۹ میں صفحہ ۱۷۴۔ فنچ (پرچہ جات ۴ صفحات ۴۱ تا ۴۳) ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھبرج، کلکتہ ریویو ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۷) پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۲۲۷ تا ۲۳۱۔ ہربرٹ صفحہ ۶۱۔ اٹھارہویں صدی میں اس کے حالات کے لئے دیکھو ٹائیفن ہیلر جلد اوّل صفحہ ۱۶۹۔

[43] علاوہ ای ڈبلیو اسمتھ فرگوسن وہاویل کے دیکھو بشپ ہیبر جلد دوم صفحات ۳۴۹ تا ۳۵۵۔ لطیف کی کتاب آگرہ میں تفصیلی حال ہے۔

133400

Marfat.com

لیکن اپنے چند روزہ پر شباب و شاداب با عظمت دور میں یہ شہزادہ سلیم کا گہوارہ رہا ہے۔ یہیں ہم تصور کر سکتے ہیں کہ خوشنما محلوں کے شاندار شہر کے دربار میں حضرت شیخ کی صاحبزادی اُن کی پرورش کر رہی ہیں اور سب شہزادہ کو پیار کر رہے ہیں اور سب کے دل باغ باغ ہو رہے ہیں۔

شہزادے کا ختنہ

اکبر کو طبیعتاً اپنے بچوں سے بڑی محبت تھی اور ان کی تربیت میں اُسے خاص دلچسپی تھی۔ وہ اکثر دورے پر انھیں ساتھ لے جاتا تھا۔ ۲۲ ر اکتوبر ۱۵۷۳ء کو تینوں شہزادوں کا ختنہ حسب معمول بڑے دھوم دھام سے ہوا۔[۴۴]

شہزادے کی تعلیم

تقریباً ایک ماہ بعد شہزادے کی تعلیم شروع ہوئی۔ مغلوں میں یہ قدیم دستور تھا کہ جیسے ہی کسی شہزادے کی عمر ہجری سنہ کے حساب سے چار سال چار ماہ چار دن کی ہو جائے ویسے ہی اُس کی بسم اللہ کر دی جائے۔ چنانچہ ۱۸ ر نومبر ۱۵۷۳ء کو مولانا میر کمال ہروی کو سب سے بڑے شہزادے (سلیم) کی معلمی پر باضابطہ مقرر کر دیا گیا۔[۴۵]

مغلوں میں علمیت اور تعلیم

عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ مغلوں میں تعلیم کا کتنا زبردست احساس تھا اور علوم و فنون کی وہ کتنی قدر کرتے تھے۔ بانی خاندان تیمور کا شمار انسانیت کو عذاب دینے والوں میں ہے۔ لیکن اس کا ایک روشن پہلو بھی ہے۔

تیمور

گبن کا بیان ہے کہ تیمور اپنی بے تکلفانہ گفتگو میں سنجیدہ اور بردبار تھا اور فارسی اور ترکی زبانوں میں فصاحت اور شائستگی سے گفتگو کر سکتا تھا۔ اُسے تاریخ اور علوم پر علما سے گفتگو کرنے میں بڑی خوشی ہوتی تھی۔ اُس کی فراخ دلانہ فیاضیوں سے دور و نزدیک کے

۴۴؎ اکبر نامہ (بیورج) جلد دوم صفحہ ۱۰۲ اور ۱۰۳۔ نظام الدین (الیٹ ڈاؤسن) جلد پنجم صفحہ ۳۷۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۱۷۳۔ ابو الفضل کا بیان ہے کہ "فیاضی کے دروازے کھل گئے۔ مسرتوں کا سامان مہیا کر دیا گیا اور خوشی دربار خاص سے نکل کر دربار عام میں آ گئی۔ حساس تصور کر سکتا ہے کہ کیسی بھرپور فیاضی اور ضیافت کا مظاہرہ کیا گیا" بعض یورپین سیاحوں مثلاً رو (سفارت مرتبہ فاسٹر صفحہ ۳۱۳) کوریاٹ (کریٹی ٹیرزان پیچز) سال بیک (لیٹرس ریسیوڈ بائی ایسٹ انڈیا کمپنی، جلد ششم صفحہ ۱۸۵) کا بیان ہے کہ سلیم کا کبھی ختنہ نہیں ہوا اور یہ لفظ مغل کے معنی ختنہ شدہ ہیں۔ لیکن ان بیانات کی کوئی سند نہیں ہے۔ ۴۵؎ اکبر نامہ (بیورج) جلد سوم صفحات ۱۰۵ اور ۱۰۶۔ نظام الدین (الیٹ ڈاؤسن) جلد پنجم صفحہ ۳۷۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۱۷۳۔

Marfat.com

اہل علم کھنچ کر آگئے تھے۔ شیراز کی لوٹ میں شاعر حافظ کے مکان کو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا۔ دمشق کے مورخ ابن خلدون کو جبکہ اُس کے ہم وطن جنگ اور لوٹ مار کی ہولناکیوں میں مبتلا تھے نہ صرف محفوظ رکھا گیا بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔ سمرقند اور بخارا کو تیمور نے تہذیب اور علوم و فنون کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ اُس نے جو بکثرت مدرسے، کالج اور کتب خانے تعمیر کئے تھے اُنہیں سے بعض بہت دنوں بعد اُنیسویں صدی تک باقی رہے۔[۴۶]

تیمور کے جانشین تیمور کے جانشینوں میں میران شاہ، محمد سلطان، ابو سعید، اُلغ بیگ اور عمر شیخ نے قابلیت کے ساتھ تیمور کی روایات کو برقرار رکھا۔ اُن کے دور حکومت میں ترکی کی شہرت کو چار چاند لگ گئے اس لئے کہ خود ان کی شایستگی اور قدردانی نے علماء اور اہل فن کی بہت بڑی جماعت جمع کر لی تھی جنکے کارناموں نے اسپین کی عرب حکومت کی یاد تازہ کر دی۔ شاہ رخ اعلےٰ درجہ کا شاعر تھا اور اُلغ بیگ نے ریاضیات اور نجوم کے مشکل علوم میں دستگاہ حاصل کی۔ ان کے خاندان کی تاریخ میں ایسے شعرا فلسفی اور عالم دین گذرے ہیں جن کا نام آج تک مشرق میں روشن ہے۔[۴۷]

بابر بابر جس کی سربراہی میں چغتائی ترک ہندوستان میں داخل ہوئے اُس کی علمی شہرت خصوصاً اُس کی دلچسپ خود نوشت حالات زندگی سے قائم ہے۔ اس کے معاصر اسکے کئی اور ممتاز ادبی کارناموں کو بھی اُس سے منسوب کرتے ہیں، اس کے چچازاد مرزا حیدر دوغلات کا بیان ہے کہ ترکی ادب میں اُس کا شمار امیر علی شیر سے دوسرے ہی درجہ پر ہے۔ اُس نے اپنا دیوان خالص ترین شستہ ترکی زبان میں تصنیف کیا اور شعر کے ایک نئے اسلوب مبین کو ترکی زبان میں رائج کیا۔ اس نے اصول قانون پر ایک نہایت ہی مفید کتاب تصنیف کی جو

---

[۴۶] تیمور کے حالات کے لئے دیکھو روئی کانزلاس ڈی کلاد یجو کی سفارت تیمور کے دربار میں ۱۴۰۳-۰۶ء بمعہ مقدمہ کلنمیٹس مارکہم۔ ہکلویت سوسائٹی ۱۸۵۹ء تاریخ رشیدی (الیس دراس) حصہ اول، اسکراین دراس کی ہارٹ آف ایشیا صفحات ۱۶۹ تا ۱۷۲ ملفوظات تیموری یا تزک تیموری (ایلیٹ وڈاوسن) جلد سوم صفحات ۳۸۹ تا ۴۷۲ دی انسٹی ٹیوٹس آف تیمور۔ ڈیوی اینڈ وہائٹ۔ گبن کی ڈکلاین اینڈ فال آف روم باب ۶۵۔

[۴۷] ارسکاین اینڈ راس "ہارٹ آف ایشیا" صفحات ۱۷۹ و ۱۸۰ نیز صفحات ۱۷۳ تا ۱۷۸۔ نیز دیکھو تاریخ رشیدی صفحہ اول۔

Marfat.com

خوش اسلوبی میں اس فن کی دوسری کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ وہ موسیقی اور دیگر فنون کا بھی ماہر تھا۔ اس نے خوش نویسی کا ایک اسلوب بابری طرز کا ایجاد کیا اور قرآن مجید کی نقل کر کے ایک نسخہ شریف مکہ کو بھیجا۔ معاصر تاریخوں میں اس کی کافی شہادت ہے کہ وہ علم کی فیاضانہ سرپرستی کرتا تھا۔[48]

ہمایوں باوجود اپنی مسلسل فوجی اور سیاسی سرگرمیوں کے بابر نے اپنے لڑکوں کی تعلیم پر پوری توجہ کی۔ بڑا لڑکا ہمایوں بڑھ کر اعلےٰ درجہ کا ماہر طبیعیات و ریاضیات و نجوم و جغرافیہ ہوا۔ اُس نے شاعری میں بھی کمال حاصل کیا اور اعلےٰ درجہ کا ادبی ذوق پیدا کیا۔ اُس کے لڑکے کے درباری مورخ نے اُسے بہادری میں سکندر اور علم میں افلاطون کا مجموعہ کہا ہے۔ اسے بزرگوں اور اہل علم کی صحبت میں سب سے زیادہ خوشی ہوتی تھی جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ "اس سے دائمی خوش حالی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی فوجی مہموں میں اُس کا کتب خانہ اور کتب خانہ کا مہتمم ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ ایران میں اُس کے قابل رحم فرار کے وقت بھی۔ اس کے عہد حکومت میں جیسا کہ ابوالفضل نے لکھا ہے: قابل اور ذی استعداد لوگوں پر نوازشات کی بارش ہوئی۔[49]

اکبر اکبر نے اگر کبھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تو اس میں اُس کے والد کا قصور نہ تھا۔

"بیکار نہ بیٹھو۔ یہ کھیل کا وقت نہیں ہے

یہ کام اور عمل کا وقت ہے"

یہ وہ سنجیدہ تنبیہ تھی جو اکبر کے والد نے اپنے آوارہ گرد بیٹے کو کی تھی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ اکبر

---

۴۸ تاریخ رشیدی (الیاس وراس) صفحات ۱۷۳ و ۱۷۴۔ ارسکاین کی ہسٹری آف انڈیا جلد اول صفحہ ۵۲۱۔ توزک بابری خصوصاً صفحہ ۲۹۰، ارسکاین کے ترجمہ میں۔ بدایونی جلد اول (رینکنگ) صفحات ۴۴۹ تا ۴۵۱۔ دیوان شہنشاہ بابر ترتیب ڈینی سن راس۔ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ اکسٹرا نمبر ۱۹۱۰ صفحات ۱ تا ۴۴۔ وان نوایر کی دی امپرر اکبر جلد اول۔ باب پنجم صفحات ۱۲۴ تا ۱۴۱۔

۴۹ اکبر نامہ (بیوریج) جلد اول صفحات ۲۸۰ و ۳۰۹۔ ہمایوں نامہ گلبدن بیگم (ترجمہ اینیٹ ایس بیوریج) صفحات ۱۲۴ و ۱۲۵۔ ہمایوں نامہ خوندمیر (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۱۲۰ تا ۱۲۲۔ نظام الدین (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۲۴۰۔ بدایونی جلد اول (رینکنگ) صفحہ ۶۰۲۔ فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحات ۱۷۰۔ بلوکمین صفحہ ۵۳۸۔ وان نوایر کی اکبر جلد اول صفحہ ۱۲۶۔

Marfat.com

جیسے ہی پردہ سے باہر نکلا پورے انہماک کے ساتھ اپنی خاندانی روایات پر چل پڑا اور کانوں سے سن کر اُس نے مذہبی اور دنیاوی علوم میں حیرت انگیز ملکہ حاصل کر لیا۔ اُس کے سخت ترین دشمن بھی اُسکے بے پناہ حصولِ علم کے شوق اور تلاش و تحقیق کے جذبہ اور اُس کی لامحدود حقیقت کی تلاش، علمی مباحث میں اُس کی غیر معمولی دلچسپی اور اُس کی قابل لوگوں کی سرپرستی کی تعریف کرنے پر مجبور تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ تقابلی مذاہب کا مطالعہ کرنے والوں میں اوّلین اور عظیم ترین افراد میں تھا۔ تاریخ میں عبادت خانہ جیسی کوئی اور مثال نہیں ہے جو فتحپور سیکری میں مذہبی مباحثہ کا ایک ایوان تھا جس میں اکبر کی سربراہی میں راسخ العقیدہ اور غیر راسخ العقیدہ اسلام، ہندویت، مسیحیت، یہودیت اور پارسیت کے علما جمع ہو کر مذہب و اخلاق پر رات گئے تک بحث کرتے تھے۔ قدرت نے اکبر کو اعلیٰ ترین ذہانت عطا کی تھی اور غیر معمولی قوی اور صحیح حافظہ۔ محنت اور مسلسل مشق نے فطری قوتوں کو اور تیز کر دیا تھا جو انسانی علوم کے سارے دایرہ پر حاوی تھا۔ اُس کی مشینی ایجادوں نے اُسے ایک ممتاز فرد بنا دیا تھا۔ اُس کی تاریخی صحت سے خصوصی دلچسپی نے اُسے فنِ تاریخ میں امتیازی حیثیت دے دی تھی۔ اُس نے گلبدن بیگم کے دل کش ہمایوں نامہ کی اور جوہر و بایزید کے سوانح اور نظام الدین احمد کی طبقات اکبری اور تاریخ الفی کی تحریک کی تھی اور توزک بابری اور کلہنس کی راج ترنگنی کو فارسی میں کرنے کی اُسی کی ذمہ داری تھی۔ تہذیبی ادب کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ راماین، مہابھارت، ہری ونش پوران۔ پنچ تنتر اور راجہ نل کی کہانی کو فارسی روپ دیا گیا۔ مذہبی ادب پر بھی کافی توجہ کی گئی۔ سنٹ فرانسس اعظم کے بھتیجے زیویر کو حضرت مسیح کے حالات زندگی فارسی میں لکھنے پر آمادہ کیا گیا۔ کئی اور سنسکرت، ہندی، عربی اور یونانی زبان کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ سیکڑوں شعراء، علماء اور علوم و فنون کے ماہرین آگرہ اور فتحپور سیکری میں شاہی نوازشوں سے مستفید ہو رہے تھے۔ متعدد ہندی شعرا جو دربار شاہی سے وابستہ تھے اُن میں سے ایک کا حال قطعی طور پر معلوم ہے کہ اُس کی قابلیت کا بادشاہ کی طرف سے انعام ملا۔ ادبی قابلیت کے لوگوں پر اکبر کی فیاضانہ نوازش کے حالات زبان زد خلائق تھے اور اس کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔[۵]

---

[۵] یہاں صرف چند ہی حوالے دئے جا سکتے ہیں۔ آئین (بلوکمین) صفحات ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۷، ۲۷۵، ۲۷۹، ۶۵۷ وغیرہ۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۳۴۶ و ۳۴۷۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اکبر کی فطرت کی ہمہ گیری اور نیرنگی کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں ہے لیکن ایک بات کو واضح کردینا ضروری ہے کہ وہ غیر معمولی ذہانت اور قوی دماغ کا مالک تھا اور اُس کے سقراطی مزاج کے زیر سایہ سلیم کے دماغ کی ساخت ہوئی اور علوم وفنون کے ماحول کے سانچے میں وہ ڈھالا گیا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اکبر نے اپنی اولاد کو براہ راست اپنی داشت و پرداخت میں رکھا اور بچپن سے اُن کے دماغوں کو وہ ہدایت دی جس کی انھیں اہلیت تھی [51]۔ اکبر کے تعلیم کے تصور میں جیساکہ آئین میں واضح کیا گیا ہے اُس کی اولاد کی تربیت ہی کے زمانہ میں نشو ونما ہوئی تھی۔ ابوالفضل کا بیان ہے کہ: "ہر لڑکے کو اخلاقیات، ریاضی، ریاضی کی خصوصی علامات، مساحت، اقلیدس، نجوم، علم قیافہ، زراعت، امور خانگی، قوانین حکومت، طب، [illegible]، طبعیات، علوم ریاضی والٰہی اور تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، اور ان سب علوم کو رفتہ رفتہ حاصل کرنا چاہئے۔ ان علوم میں سے کسی کو نظر انداز نہ کرنے دینا چاہئے جنکی موجودہ زمانہ میں ضرورت ہے [52]۔ یہ اسکیم غیر مرتب مگر آزادانہ اور جامع ہے۔

مولانا میر کلان ہروی معلموں کے انتخاب میں اکبر نے اپنی فطری قوت فیصلہ کا اظہار کیا۔ مولانا میر کلان ہروی ملا خواجہ خراسانی کے پوتے اور میران شاہ ولد میر جلال الدین کے شاگرد تھے جو بہت بڑے محدث تھے اور بحیثیت زبردست عالم اور ماہر علوم دینیہ کے شروع ہی میں نام پیدا کرلیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ماں کی تربیت اور مثال کا اُن پر گہرا اثر ہوا تھا۔ وہ بڑی نیک طینت اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ ان کی عمر جب سو سال کی تھی تو ان کے اکلوتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔)

صفحہ ۲۲۔ مانسترات کی کنٹریس صفحات ۲۴۳، ۶۴۳ و ۶۴۴۔ نیز ترجمہ از فادر ہوسٹن جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۹۴۔ بحوالہ لینڈ اینڈ بنرجی صفحات ۵۶، ۵۷، ۱۲۶، ۱۳۴ تا ۱۳۶، ۱۳۸، ۲۰۱، ۲۰۲ و ۲۰۲۔ فادر جیروم زیویر انا پچ بیوریج جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۸ء صفحہ ۳۔ نیز بیوریج جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نیو سیریز ۱۴ ۱۹۱۸ء نمبر ۵ صفحہ ۳، ۷۔ نیز نمبر ۹، ڈو جارک باب ۱۲ صفحہ ۹۴، باب ۱۳ صفحہ ۱۲۱۔ نیز آشرالامرا۔ بندھو بنوبا، شیو سنگھ سروجا، میکلاگن جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۹۶ء۔

[51] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۱۰۵۔ مانسترات کی کنٹریس صفحہ ۶۴۳۔

[52] آئین (بلوکمین) صفحات ۲۷۸، ۲۷۹۔ طبعیات میں فزیکل سائنس، ریاضی، ریاضیات، نجوم، موسیقی، مشینی علوم اور الٰہیات شامل ہیں۔

Marfat.com

لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ جس وقت اُس کے انتقال کی خبر سنی تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھیں۔ اُنھوں نے ایک آہ بھی نہ کی اور نہ کوئی غم کے اظہار کا لفظ کہا بلکہ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر بدستور تلاوت میں مصروف رہیں۔ ماں کی خاطر سے میر کلاں نے شادی کا خیال ترک کر دیا اس اندیشہ سے کہ کہیں اُنکی بیوی اُن کی ماں کی نافرمان نہ ثابت ہو۔ مولانا اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کر کے ہرات سے ہندوستان آئے اور عالم حدیث کی حیثیت سے اُن کی شہرت سارے ملک میں پھیل چکی تھی چنانچہ اُنھیں اکبر کی سرپرستی حاصل ہوگئی۔ جب وہ شہزادہ سلیم کے معلم مقرر ہوئے تو اُن کی عمر اٹھتر برس کی تھی۔ رواج کے مطابق اُنھوں نے شہزادہ کو گود میں اٹھا لیا اور سب نے نعرہ مسرت بلند کیا۔ مولانا پر قیمتی جواہرات کی بارش ہوگئی۔ اُنھوں نے شہنشاہ کو ایک خوبصورت تحفہ دیا اور شہنشاہ نے اُنھیں ایک بیش قیمت تحفہ دیا۔ بسم اللہ اور کلمہ پڑھکر شہزادے نے الف بے پڑھی لیکن بدقسمتی سے اگلے ہی سال انکے ضعیف العمر استاد دنیا سے چل بسے۔[۵۳]

شیخ احمد شہزادے کے دینی باپ شیخ احمد جو ایک جوشیلے۔ خوش مزاج بہادر فوجی سالار اور زبردست عالم تھے وہ شہزادہ کے اتالیق مقرر ہوئے اور ۱۵۷۰ء میں اپنی وفات تک شہزادہ کی تربیت کرتے رہے۔[۵۴]

قطب الدین محمد خان شہزادہ کے بعد کے اتالیقوں میں قطب الدین محمد خان اتکہ کا نام لیا جا سکتا ہے جو بلند رتبہ کے امیر تھے اور بیگلار بیگی کے باعظمت خطاب سے ملقب تھے[۵۵] لیکن اکبر کے بعد شہزادہ کی ذہنیت کو جس نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ عبدالرحیم خان تھے

عبدالرحیم خان یہ ۱۷ دسمبر ۱۵۵۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور ابھی چار ہی برس کے تھے کہ ان کے والد بیرم خان اعظم گجرات میں پٹن کے مقام پر قتل کر دئے گئے۔

---

[۵۳] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۱۰۷۔ بدایونی جلد دوم (لو) صفحہ ۳۷۸ و جلد سوم (ہیگ) صفحات ۲۱۱ و ۲۱۲۔ نظام الدین (ایلیٹ ڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۳۷۰۔ بلوکمین صفحہ ۵۴۰۔ گلیڈون کی رین آف جہانگیر صفحہ ۱۱۱۔

[۵۴] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۲۰۹۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۱۷۰۔

[۵۵] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۱۰۴۰۔ نظام الدین، ایلیٹ ڈاوسن، جلد پنجم، صفحہ ۴۱۲۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۲۷۸۔

Marfat.com

ان کی والدہ اور ان کے ملازم محمد امین دیوانہ اور بابا زنبور بال بال بچ گئے۔ افغانوں نے ان کا سختی سے تعاقب کیا اور یہ بھاگ کر الہ آباد اور وہاں سے آگرہ پہونچے۔ شاہی فرمان کی تعمیل میں لڑکے کو ۱۵۶۲ء میں دربار میں پیش کیا گیا اور اسے شاہی نگرانی میں لے کر مختلف علوم کی اعلےٰ تعلیم دی گئی جس نے اُس کی فطری ذہانت سے مل کر اُسے اپنے عہد کا اولین صاحب فراست بنا دیا۔ وہ فارسی عربی ترکی سنسکرت اور ہندی زبانوں کا ماہر ہو گیا اور ہندوستان میں اُس کی شہرت سب سے بڑے ماہر السنہ کی حیثیت سے ہو گئی۔ بعد کے مصنفین نے اقبال کیا کہ وہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں آسانی سے گفتگو کر سکتا تھا۔ اُس کی نثر میں قوت اور نظم میں شستگی تھی اور اُس نے اپنے عہد کے ادب میں لافانی شہرت چھوڑی۔ اُس نے توزک بابری کا جو فارسی ترجمہ کیا وہ تاریخی مہارت کا ایک قابل یادگار کارنامہ ہے۔ اُس کی فارسی نظم میں قدرتی روانی اور لطافت و ظرافت کی چاشنی تھی۔ اُس کے ہندی دوہے اپنی پاکیزگی اور بندش، تخیل کے توازن اور جذبات کی بلندی کے لحاظ سے ہمیشہ قابل قدر سمجھے گئے اور جبتک یہ زبان زندہ ہے ذوق و شوق سے پڑھے جائیں گے۔ ادب کے سرپرست کی حیثیت سے مغل امرا میں اُس کا درجہ سب سے بلند ہے ماثر رحیمی میں تیس ایسے فارسی شاعروں کے حالات اور نمونہ کلام محفوظ ہیں جنھیں رحیم کی سرپرستی حاصل تھی۔

لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ عبد الرحیم ایک عملی انسان تھا۔ اُس نے گجرات میں ایک زبردست بغاوت کو فرو کیا اور دکھن کی سرحد پر جہاں کئی مغل سالاروں کی شہرت خاک میں مل گئی تھی اُسکی فوجی قابلیت پورے طور پر جلوہ گر ہوئی۔ اُسکی سفارتی مہارت حیرت انگیز تھی اور بہتوں کیلئے ناقابل فہم اور ششدر کرنے والی چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اُسے بے وفائی کے شبہ کے سنگین الزام سے دوچار ہونا پڑا۔

شہزادہ سلیم کی تعلیم اس صلاحیت کی شخصیت تھی جسے ۱۵۸۲ء میں شہزادہ کی اتالیقی پر مقرر کیا گیا عین اُس وقت جبکہ وہ اپنی عمر کے جذباتی دور میں داخل ہوا۔[۵۶] شہزادہ نے بہت کچھ فارسی ادب پڑھا اور فارسی میں گفتگو کی معقول مہارت حاصل کر لی۔ اُس نے ترکی زبان بھی سیکھی جو بعد کو اُس کی فان ہاکنس سے گفتگو میں بطور اظہار خیال کے

---

۵۵ اکبر نامہ (بیورِیج) جلد سوم صفحہ ۵۸۳، اقبال نامہ صفحات ۲۸۷، ۲۸۸، مآثر الامراء (بیورِیج) جلد اوّل صفحات ۵۰ تا ۶۵۔ بلوکمین صفحات ۳۳۴ تا ۳۳۹۔ بیلی کی اورینٹل بیاگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۱۱۔ سفرنامہ ہاکنس صفحہ ۵۶۹۔

Marfat.com

کام آئی اور جس زبان میں اُس نے اپنے ایک ملازم سے رازدارانہ گفتگو کی جبکہ وہ مہابت خاں کی حراست میں تھا۔ اُس نے ہندی سے بھی کچھ واقفیت حاصل کرلی اور ہندی گیتیں سنکر وہ خوش ہوتا تھا اُس کی طبیعت کچھ شاعری کی طرف مائل ہوگئی تھی اور اپنے دلی رجحان کو اکثر اشعار میں ظاہر کرتا تھا نیز گفتگو میں اشعار نقل کیا کرتا تھا۔ اُسے کہانیوں کا بڑا شوق تھا اور اپنی تحریر میں شوخی پیدا کرنے کا سلیقہ حاصل کرلیا تھا۔ اُس کا فارسی خط بہت خوش خط تھا جس کے نمونے آج بھی موجود ہیں۔ مشکل علوم کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا تھا اور اُس کا روزنامچہ جو اُس کی عمر کے آخری دنوں میں لکھا گیا تھا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُسے تاریخ اور جغرافیہ سے کافی واقفیت تھی نباتات وحیوانیات میں اُسے جو دلچسپی تھی وہ کسی باضابطہ سائنس داں کے لئے باعث افتخار ہوتی۔ اُس کے روزنامچہ کو پڑھنے والا یقیناً اُس کے جذبہ تحقیق، مشاہدہ کی صحت اور مختلف معلومات کے حصول کی کاوش سے متحیر ہو جائے گا۔ اُس کے اَدبی اور سائنسی ذوق نے اُسے تعلیم یافتہ صحبت کا شائق بنادیا تھا جو اُس کی آخر عمر تک قائم رہا۔

جمالیاتی تربیت

سلیم کی پرورش ایک ایسے دربار میں ہوئی تھی جو فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا اور ایک ایسے شہر میں جو بجائے خود فنکاری کا حیرت انگیز کارنامہ تھا اس لئے اُس کی جمالیاتی استعداد غیر معمولی طور پر ترقی کر گئی تھی۔ بعد کے دنوں میں وہ بیک نظر مختلف نقوش میں یا ایک ہی تختہ کے نقوش میں مختلف فنکاروں کے قلم کا امتیاز کرسکتا تھا۔ اُس کی سرپرستی میں ہندوستانی روغنی مصوری کو اعلےٰ ترین ترقی ہوئی۔ خوبصورت جواہرات اور مرصع تلواروں یا قبضوں کو دیکھ کر اُسے بیحد خوشی ہوتی تھی۔ قدرت کی رنگینیوں سے اُس کی دلچسپی اور ذوق بھی اتنا ہی غیر معمولی تھا۔ کشمیر کے پھولوں اور چشموں کی تعریف اُس نے شاعرانہ جوش سے کی۔ خوبصورت گلاب یا گل لالہ یا پہاڑ یا چشمہ کو وہ حیرت اور تحسین کے ساتھ محویت سے دیکھتا رہتا تھا۔[۵۶]

---

۵۶ "چونکہ میرا مزاج شاعرانہ ہے اس لئے میں اکثر ارادتاً یا بلا ارادہ شعر یا رباعی کہنے لگتا ہوں"۔ جہانگیر دراجرس وبویریج) جلد اوّل صفحہ ۳۲۸۔ کبھی کبھی وہ اللہ تعالےٰ سے اپنی دعاؤں کو نظم کرلیتا تھا۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۲۲ شاعری پر وہ نہایت اشتیاق سے گفتگو کرتا تھا۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۹۔ وہ اکثر ایسی مجلسیں منعقد کرتا تھا جس میں ہر مہمان کو ایک نظم پڑھنا ہوتا تھا۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۵۔ دوسرے مشہور مصنفین کے اشعار نقل کرنے کے متعلق دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۱۰۰ و ۱۳۳ و ۱۴۱ و ۱۶۹ و ۱۸۸ و جلد دوم صفحات ۹۵ و ۹۶ و ۱۰۳ و ۱۰۵ و ۱۱۵ و ۱۱۸۔ جہانگیر نے خود نو عمر خیام (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جسمانی ورزش تعلیم و تربیت نے شہزادہ سلیم کے ذہن کو سنوارا اور اُس کے ذوقِ سلیم کو درست کیا اور جسمانی ورزش نے اُس کے جسم کو تقویت دی۔ اکبر جس کے جسم کو فولادی ساخت ملی تھی اور جو اپنے وقت کا بہترین نشانہ باز اور سپاہی تھا شہزادہ سلیم کی پیدائش کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔)

سا مطالعہ نہیں کیا تھا مگر جب اُس نے مانڈو کے ایک سنگی ستون پر ایک رُباعی کھدی ہوئی دیکھی تو اُس کی دل سے تعریف کی (راجرس و بیورج جلد دوم صفحہ ۶۲)۔ اُس کے شاعرانہ رجحان کی دوسری مثالوں کے لئے دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۱۸، ۵۱، ۵۳، ۵۷، ۶۱، ۶۵، ۹۹، ۱۵۰، ۱۵۸، ۱۵۹، ۲۰۲ و جلد دوم صفحات ۳۶، ۳۷، ۴۴، ۱۳۴، ۱۷۶، ۱۸۳۔

جہانگیر کی زباندانی کی مہارت کے متعلق دیکھو تزکِ جہانگیری (راجرس و بیورج) جلد اوّل صفحات ۱۰۹ و ۱۴۱۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۵۷ (الیٹ و ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۴۲۲۔ سفرنامہ ہاکنس صفحہ ۱۰۰۔

اُس کی رقیق القلبی و عاشق مزاجی اُس عہد کے عجائبات میں ہے۔ ہندی اور فارسی کی نظمیں وہ ایسے لحن سے پڑھتا تھا کہ دل کے غبار دھل جاتے تھے۔ میں نے آنندن خاں، کا عنوان سنکر اُسے خوش کر دیا۔ ہندی زبان میں اس کے معنی مسرّت اور آرام" کے ہیں۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اوّل صفحہ ۴۴۳۔ ایک اور ہندی شاعر بوٹار برکھ رائے) جہانگیر کا پسندیدہ تھا۔ معرا بندھو بنود جلد اوّل صفحہ ۴۴۳۔

جہانگیر کے ہاتھ کے لکھے نوٹ دیوان حافظ کے ایک نسخہ میں دیکھے جا سکتے ہیں جو بانکی پور کی خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ نیز بلوکمین نے ایک دلچسپ مضمون میں جہانگیر، شاہجہان، شہزادہ دارا شکوہ وغیرہ کی تحریروں کے نمونے دیے ہیں (جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۷۰ء صفحات ۱۷۰ تا ۱۷۹)۔ ایجنسی آف سرلی مس رو کے ماسٹر ایڈیشن میں صفحہ ۱۴۳ کے مقابل جو تصویر ہے اُس کے نیچے کی تحریر جہانگیر کے خط میں ہے۔ نیز دیکھو جرنل آف ایشیاٹک رائل سوسائٹی ۱۹۰۹ء صفحات ۶۹ تا ۷۲۔

تاریخ اور کہانیوں سے جہانگیر کی دلچسپی کے متعلق دیکھو عموماً اُس کے خود نوشت سوانح خصوصاً جلد اوّل صفحات ۲۴ تا ۵۱، ۷۷، ۳۳، ۱۴۳ تا ۱۸۴، ۲۴۳ تا ۲۴۴۔ جلد دوم صفحات ۵۰ تا ۵۲، ۶۳، ۶۴۔

"جمعہ کی شام کو میں علما اور نیک لوگوں اور درویشوں اور تارک الدنیا لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہوں" جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اوّل صفحہ ۲۱۔ علم نباتات سے جہانگیر کی دلچسپی کے متعلق دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۸۳، ۸۴، ۱۴۱، ۱۴۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۵، ۲۴۸، ۲۷۲، ۳۲۲، ۳۴۳۔ ۳۰۰، ۳۱۰، ۳۱۰، ۳۳۶، ۳۴۷، ۴۴۳، ۴۴۴، جلد دوم صفحات ۱۹۷، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۲، ۲۹، ۳۲، ۳۴، ۴۲، ۸۸، ۸۹، ۱۳۰، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۶۔ (باقی اگلے صفحے پر)

Marfat.com

وقت اپنی صحت اور قوت کے پورے شباب پر تھا۔ راجپوتی ملکہ مریم الزمانی یقیناً مضبوط جسم اور قوی اعصاب کی ہوگی، ان دونوں سے سلیم نے مضبوط جسمانی ساخت، خوبصورت چہرہ اور متناسب اعضا ورثہ میں پائے تھے۔ بچپن میں اُس کی صحت برابر اچھی رہی اور وہ کبھی بیمار نہیں ہوا قرونِ وسطیٰ کے شہزادوں کے لئے جنگی مشق کی تربیت بہت ضروری تھی۔ سلیم نے دکھن کے مرتضیٰ خان سے نیزہ بازی سیکھی جسے بعد کو اُس نے ورزش خان کا خطاب دیا۔ وہ اعلےٰ درجہ کا نشانہ باز ہوگیا اور جلد ہی اُس نے کھلی ہوا میں ورزش کی مہارت حاصل کرلی۔ وہ خوش ہوکر دوڑتا اور چشموں پر چھلانگ لگاتا تھا۔[58] لیکن اُس کی سب سے بڑی تفریح اور سب سے زیادہ خوشی کی چیز شکار تھی جس کا شوق اُس نے اپنے باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ ابھی اُس کی عمر پندرہ سال کی بھی نہ تھی کہ وہ شکار کی مہم میں دور دور جانے لگا۔ وہ کبھی خطرہ سے پیچھے نہ ہٹا اور نہ کبھی خطرہ سے پس و پیش کیا۔ جبتک اُس کی صحت نے بالکل ہی جواب نہیں دے دیا وہ شکار سے کبھی نہیں تھکا۔[59]

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

حیوانیات سے اُس کی دلچسپی کے متعلق دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۸۰ و ۹۷، ۹۸/۳۵۳، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۸۳، ۳۸۷، ۲/۴۱۲، ۴۱۳، جلد دوم صفحہ ۱۳۴۔ کشمیر کی اُس نے جو تعریف کی ہے اُس کے لئے دیکھو ایضاً جلد دوم صفحات ۱۴۳ تا ۱۹۸۔ قدرتی حسن سے اُسکی پرجوش مسرت کی اور مثالوں کے متعلق دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۷، ۸، ۲۶۹، ۳۶۱، ۳۸۴، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۸۸، ۴۱۲، ۴۱۳۔ جلد دوم صفحات ۵۷ و ۵۸۔

جہانگیر کی شکاری سے دلچسپی اور مہارت کے متعلق دیکھو ایضاً جلد اوّل صفحات ۲۰۰، ۲۰۱، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۷۹، ۴۰۰، جلد دوم صفحات ۲۰ تا ۲۱، ۹۶، ۹۹، ۱۱۶ تا ۱۱۷۔ سفرنامہ سرطامس رو صفحات ۲۱۰ تا ۲۱۱، ۲۴۴، ۲۴۶ تا ۲۴۷، ٹیری صفحہ ۱۴۰،

[58] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحات ۵ تا ۱۰۶ و ۲۵۵ و ۳۰۷۔ ۱۵۷۷ء میں اُس کی مختصر علالت کا ذکر اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۲۸۸ میں ہے۔

[59] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحات ۸۳ و ۸۴ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۵ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۸۳ و ۱۸۵ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۳۴ و ۲۴۸ و ۲۵۱ و ۲۵۵ و ۲۵۷ و ۲۷۶ و ۲۸۶ و ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۶۳، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۸۲، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۴ جلد دوم صفحات ۴۰ و ۸۳ و ۱۰۹ و ۱۹۷ و ۲۳۶۔ نیز دیکھو اقبال نامہ، مآثر جہانگیری و خافی خان۔ سلیم کے شیر سے بہادرانہ مقابلہ کے لئے دیکھو میکلاگن، جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۹۶ء جلد اوّل صفحہ ۳۷، نیز دیکھو سفارت نامہ سرطامس رو صفحہ ۴۰۲، ٹیری صفحہ ۳۷۶۔ (پرچہ جات ۹، ۱۸۱) ہارڈین صفحہ ۱۶۱۔

Marfat.com

امور عامہ سے رابطہ مغلوں میں یہ ہوشمندانہ دستور تھا کہ شہزادوں کو شروع ہی سے امور عامہ میں قریبی رابطہ قائم کر دیتے تھے ۱۵۸۱ء میں کابل کی اہم مہم میں شہزادہ سلیم اور شہزادہ مراد کو بڑے بڑے فوجی دستوں کی رسمی کمان دے دی گئی تھی اور جن لوگوں نے اُن کے طرز عمل کو دیکھا اُنھوں نے اُن کے جوش اور بہادری کی بڑی تعریف کی۔[60] اگلے سال سلیم کو حرم شاہی کی مکہ معظمہ سے واپسی پر اُن کی پیشوائی پر تعینات کر دیا گیا۔[61] تقریباً اُسی زمانہ میں اُسے عدالت اور درباری تقریبات کے شعبوں کی رسمی سربراہی پر مقرر کر دیا گیا۔[62] سب سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ شہزادہ برابر اکبر سے ملتا اور نامہ و پیام کرتا رہا اور اکبر اپنے عہد کے ذہین ترین انسانوں میں تھا۔[63]

---

۶۰ اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحات ۵۲۹، ۵۳۰ و ۵۳۱۔ نظام الدین (ایلیٹ وڈاوسن جلد پنجم) صفحات ۴۲۳ تا ۴۲۵ مانسرایٹ کی کمنٹیریس صفحات ۵۷۸، ۶۰۴، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۵۔

۶۱ اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۵۶۹، نظام الدین (ایلیٹ وڈاوسن جلد پنجم) صفحہ ۴۲۷۔

۶۲ اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۵۹۸۔

۶۳ سلیم کی تعلیم و تربیت کے ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد جو یقیناً حسب معمول مغلوں کے دستور کے مطابق تھے ڈبلیو کرک (شمالی و مغربی صوبہ سرحد صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳) کا حسب ذیل بیان کس قدر بے بنیاد معلوم ہوتا ہے:

"اُس کی (اکبر کی) اولاد کی اگر کوئی تعلیم ہوئی تو وہ پرانے مسلمانوں کے طرز کی ہوئی، یعنی قرآن کی تلاوت، تھوڑی بہت مذہب کی واقفیت اور فقہ کی لفظی موشگافیاں اُن کی ساری ذہنی کائنات ہوتی تھی۔ شروع بچپن میں وہ حرم کی کینہ پرور عورتوں کی بے معنی بکواس اور ذلیل سازباز کے ماحول میں رہے۔ جب ذرا بڑھے تو ایک دوسرے کی رقیب ملکاؤں کے رشک و حسد نے اُنھیں دارالسلطنت کی سیاست میں اہم کردار ادا کرنے کا موقع دیا۔ ذلیل خوشامدیوں اور قسمت آزماؤں اور درباری سازباز نے اُنھیں نظم و نسق کی معقول معلومات حاصل کرنے سے باز رکھا۔ اگر کسی شہزادہ نے سلطنت کی مجلس شوریٰ میں مناسب حصہ لینے کی کوشش کی تو اس پر حکمران کے خلاف سازش کا الزام لگا دیا گیا اور دور دراز علاقہ میں بھیج دیا گیا جہاں اُسے اُنھیں اثرات سے سابقہ پڑا جو اس کی ابتدائی تربیت میں عامل ہوتے۔ صوبہ کا وائسرائے اُس کا لیڈر ہوتا اور وہ اس بات کی احتیاط رکھتا کہ اُس کا ملکی معاملات میں دخل نہ ہونے دیا جائے بلکہ اُسے زیادہ خوشی یہ ہوتی کہ شہزادہ بجائے امور مملکت میں تربیت حاصل کرنے کے عیاشی میں اپنا وقت ضائع کرتا رہے۔" اس قسم کے لاعلمی اور تعصب کے غیر ذمہ دارانہ بیانات مغلوں کی تاریخ کے متعلق غلط فہمیوں کے ذمہ دار ہیں۔

Marfat.com

اخلاقی کمزوری لیکن دولت و ثروت کے ماحول میں پیدا ہونے کی جو خامیاں ہوتی ہیں اُن کی تلافی کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔ بابر و اکبر کی ذہانت کی تربیت ذاتی تجربہ اور عسرت کی درسگاہ میں ہوئی تھی۔ سلیم کو بیس برس کی عمر سے پہلے کسی مشکل یا مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا خواہ خود اُس کی ہی غلطی کی وجہ سے ہو جس سے عہدہ برا ہونے کے لئے اُسے جد و جہد کی ضرورت ہوتی۔ متعدد دعاؤں، تمناؤں اور بادیہ پیمائیوں کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا ہو اور اپنے زمانے کے سب سے زیادہ دولت مند اور باشوکت حکمران کی اولاد ہو اور فتح پور سیکری کے بارونق محل میں چھوٹوں بڑوں کی آنکھ کا تارا ہو تو اُسے اپنے راستہ میں ہر طرف پھول ہی پھول ملیں گے۔ عسرت اور جد و جہد کے بادلوں میں جو روشنی کی شعاع ہوتی ہے اور اُس سے جو شاندار مواقع حاصل ہوتے ہیں، فطرت انسانی کی حقیقت معلوم کرنے، فراست اور تلاش وسایل اور استعداد اور جرأت حاصل کرنے کے مواقع اُسے نہ حاصل ہو سکیں گے اور مختصراً اُسے وہ جرأت نہ حاصل ہو گی جو اعلےٰ اخلاق کی بنیاد ہے۔ سلیم نے اپنی ساری عمر ارادے کی کمزوری اور عزم کے فقدان میں گذاری اور اعلےٰ قابلیت اور فن کے ماہرین کی سپردگی سے افسوسناک طور پر بے نیاز رہا۔

سخت شراب نوشی کی عادت مزاج کی اس خامی میں شراب نوشی کی اُس عادت نے اور اضافہ کر دیا جو اُسے شروع جوانی ہی میں پڑ گئی تھی اور جس نے اُس کی زندگی کا جلد خاتمہ کر دیا۔ شراب نوشی مغلیہ خاندان کی ایک مستقل کمزوری تھی۔ بابر نے بڑی صفائی سے اور مشرح طور پر اُن شراب نوشی کی پارٹیوں کا ذکر کیا ہے جو انکار و آلام کو ڈبو دیتی ہیں۔ ہمایوں نے شراب اور افیون سے اپنی صحت برباد کر لی۔ اُس کے لڑکے محمد حکیم نے شراب نوشی میں جان دی اور اکتیس سال کی جوان عمری میں مر گیا۔ اکبر بحیثیت مجموعی مستثنیٰ تھا۔ لیکن ابتدائی عمر میں وقتاً فوقتاً اور کبھی بکثرت بھی شراب نوشی اُس کے خلاف معمول نہ تھی۔[۶۴] اُس کے چھوٹے لڑکے مراد اور دانیال شراب سے بدمست

---

[۶۴] ایک مرتبہ اُس نے راجپوتوں کی طرح نیزہ سے لڑنے پر اصرار کیا اور مان سنگھ کو تقریباً گلا گھونٹ دیا لیکن مان سنگھ نے نیزہ توڑ کر پھینک دیا۔ اکبر نامہ (بیورج) جلد سوم صفحات ۲۰۰ و ۳۴۴ میں جہانگیر نے ذکر کیا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہو کر بری موت مرے۔ سلیم نے اپنی حسب معمول صاف گوئی سے بیان کیا ہے کہ اپنی شروع جوانی میں کس طرح وہ اس قسم کی موت سے بچ گیا۔ اپنی سترہ سال کی عمر تک اُس نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ بجز بچپن میں دوا کے طور پر۔ "۱۵۸۵ء میں ایک ملازم کے کہنے سے شکار کی تھکن دور کرنے کے لئے ایک جام نوش کیا۔" جس کے بعد میں شراب نوشی کا عادی ہو گیا اور جب شراب انگوری سے تسلی نہیں ہوئی تو میں نے اسپرٹ پینا شروع کر دی۔ میری شراب دو آتشہ اسپرٹ کے بیس جام تک پہونچ گئی۔ چودہ جام دن میں اور باقی رات میں۔ اس کا وزن ہندوستانی چھ سیر اور ایرانی ایک من ہوتا ہے۔ ان دنوں میری خوراک کی مقدار روٹی اور سبزی کے ساتھ ایک مرغ کی تھی۔" اس کا تباہ کن اثر جو اُسکے قویٰ پر ہوا وہ سب کو نظر آیا لیکن کسی نصیحت کا اُس پر اثر نہیں ہوا۔" اس صورت حال میں" جیسا کہ خود اُس کا بیان ہے حالت اتنی قابل رحم ہو گئی کہ" نشہ کی حالت میں میں اپنے ہاتھ سے جام نہیں سنبھال سکتا تھا۔ دوسرے لوگ مجھے پلاتے تھے۔" شاہی طبیب حکیم ہمام جن سے جہانگیر نے مشورہ کیا اُنھوں نے صاف صاف لفظوں میں آگاہ کیا کہ اگر اُس نے شراب ترک نہ کی تو چھ ماہ کے اندر وہ مایوسی کے ساتھ قبر کے کنارے پہنچ جائے گا۔" چونکہ خوبصورت زندگی مجھے عزیز تھی" اس لئے جہانگیر نے مقدار کم کر دی اور اسپرٹ میں دو نی انگوری شراب ملا کر پینے لگا۔ رفتہ رفتہ اُس نے مقدار اور بھی کم کی اور پھر شراب کی جگہ افیون کا استعمال شروع کیا۔ ۱۶۱۶ء تک اُس نے مقدار ۱/۲ ۸ اشقال فی پیالہ کے چھ پیالوں تک کم کر دی۔[۶۵] اور اپنی باقی زندگی اتنے ہی میں خوش رہا جسمانی قوت اور مصروفیت کی محنت نے خراب نتائج کو اُس کے بڑھاپے کی حد تک روکے رکھا لیکن زندگی کے آخری پانچ سال جسمانی قوت کے ازالہ اور سخت تکلیف میں گذرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔)

کہ اس نے اپنے والد کو اکثر شراب کا پیالہ لئے دیکھا۔ توزک (راجرس و بیورج) جلد اوّل صفحہ ۲۔ نیز صفحہ ۳۰، نیز دیکھو مانسراٹ کی کمنٹیریس صفحات ۸ د ۲۴۲ و ۲۔ ونسنٹ اے اسمتھ (اکبر صفحہ ۱۲) نے بھی یہی لکھا ہے۔ مرزا محمد حکیم کے انجام کے متعلق دیکھو اکبر نامہ (بیورج) جلد سوم صفحہ ۳۰۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۵۔

[۶۵] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۳۰۷ و ۳۰۹۔ سید احمد نے اپنے توزک جہانگیری کے ترجمہ میں پندرہ سال کی عمر لکھی ہے جب جہانگیر نے شراب شروع کی لیکن بیورج کا بیان ہے کہ انڈیا آفس اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے دو مخطوطات میں اٹھارہ سال (سنہ ہجری) لکھے ہیں جو یقیناً زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ یہ واقعہ شروع ۱۵۸۹ء ہوا۔ یہ ذہن نشین رہے کہ جیسا بیشتر کہا جاتا ہے جہانگیر کی جسمانی اصلاح نورجہاں کی وجہ سے نہیں ہوئی جس سے اُس کی شادی بہت بعد میں ہوئی۔

Marfat.com

دوسرا باب

عہدِ شباب

شہزادہ سلیم کی امبر کی شہزادی مان بائی سے شادی

ہندوستان کی تاریخ میں کوئی چیز اتنی جاذب نظر نہیں ہے جتنی ہنداسلامی تہذیب طور طریقہ اور رسم ورواج جسے ہم اب تک اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی مسلمان تارکان وطن ٹھیک طور سے آباد ہوگئے انہوں نے اپنے ہمسایوں پر اثر ڈالنا شروع کر دیا اور خود اپنے ہندوستانی ہمسایوں سے اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ متاثر ہوئے۔ صغر سنی کی شادی جس کی بنیاد کچھ ہندوستانی آب وہوا پر ہے اور کچھ عام سماجی حالات پر اُسے ہندو نومسلموں نے قائم رکھا اور مسلمان نوآبادکاروں کے بیشتر حصہ نے بھی اُسے قبول کرلیا۔ شاہی خاندان بھی راجپوتوں میں شادی بیاہ کرکے اس سے الگ نہ رہ سکا۔ سلیم ابھی مشکل سے پندرہ برس کا تھا کہ اُس کی منگنی اس کی ماموں زاد بہن امبر کے راجہ بھگوان داس کی لڑکی مان بائی سے ہوگئی۔ نکاح پر مہر دو کروڑ ٹنکہ مقرر ہوا۔ شہنشاہ خود اپنے امرا کے ساتھ ۱۳ فروری کو راجہ کے محل پر گیا اور مسلم قاضیوں کی موجودگی میں نکاح پڑھایا گیا اور بعض مخصوص ہندو رسمیں بھی ادا کی گئیں۔ بھگوان داس نے جو جہیز دیا اس میں ایک سو ہاتھی، قطار در قطار گھوڑے، بکثرت جواہرات، مختلف قسم کے برتن جواہرات جڑے ہوئے، سونے چاندی کے برتن اور قسم قسم کی دوسری چیزیں شامل تھیں جن کی تعداد کا شمار نہیں ہوسکتا تھا۔ شاہی امرا کو سنہری کاٹھیوں سے مزین ایرانی، ترکی اور عربی گھوڑے دیئے گئے۔ دلھن کے ساتھ متعدد ہندوستانی، افریقی اور سرکیشیائی نسل کے مرد اور عورت غلام کیے گئے۔ شاہی جلوس جب قیمتی کپڑے بچھے ہوئے راستہ پر روانہ ہوا تو شہنشاہ نے دلھن کے ڈولے پر بے شمار سونا اور جواہرات نچھاور کئے۔ ضیافتوں اور جلسے جلوس کی حد نہ رہی۔

Marfat.com

قصیدے اور قطعات تاریخ سیکڑوں کی تعداد میں آئے[1]

شادی بیاہ کے سیاسی رشتے اکثر انفرادی مسرت کو قربان کر کے سلطنت کے اعلیٰ مقاصد کے لئے کارآمد ثابت ہوئے ہیں لیکن اس موقع پر مان بائی کی دل کشی اور ذہانت اور دل موہ لینے والے اطوار نے شہزادہ سلیم کی پرجوش محبت حاصل کر لی۔ باوجود موروثی غمگینی کے جو شدید مصائب سے جنون کی حد تک پہنچا دیتی ہے مان بائی نے اپنے شوہر کو خوش اور مسرور رکھا۔ ۱۶۰۴ء میں اسکی خودکشی نے سلیم کو شدید غم میں مبتلا کر دیا۔ پورے چار دن تک اس کی حلق میں کھانے کا ایک لقمہ نہیں گیا۔ کچھ دنوں تک غم رسیدہ روح کو کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہی۔ دو سال بعد جب اُس نے مان بائی کی اعلیٰ ذہانت، شرافت اور نیکی کا ذکر کرنے کی کوشش کی تو اُس کی زبان سے الفاظ ادا نہ ہو سکے[2]۔

سلطان النساء بیگم کی پیدائش

اس شادی کا پہلا ثمرہ ایک لڑکی سلطان النسا بیگم تھی جس نے ۲۶ اپریل ۱۵۸۶ء میں دنیا کی روشنی دیکھی۔ وہ ساٹھ سال زندہ رہی مگر تاریخ میں کوئی نمایاں کردار نہیں ادا کیا[3]

شہزادہ خسرو کی پیدائش

دوسرا بچہ جو ۶ اگست ۱۵۸۷ء کو پیدا ہوا اور جس کا نام خسرو

---

[1] اکبر نامہ بیوریج، جلد سوم صفحات ۶۷۷ و ۶۷۸۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۵۲۔ نظام الدین (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۴۴۳ محمد ہادی صفحہ ۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد ۱ صفحہ ۲۸۷۔ گلبدن صفحہ ۳۔ ٹاڈ کی راجستھان (روٹلیج) جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔ سلیم کی صحیح عمر شادی کے وقت ۱۵ سال ۵ ماہ ۳ دن تھی۔ ابو الفضل (اصل کتاب جلد سوم صفحہ ۴۵۱) نے الٰہی ۳ ربیع ۵ اسفندارمذی ہے۔ فیضی نے ایک نظم لکھی جس کے ہر شعر سے تاریخ نکلتی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

سلطان سلیم کی موتیوں کی بارش کرنے والی شادی مبارک — جس نے پر امید سال کو خوشگوار بنا دیا

برج دلو کی سورج کی پرورش کرنے والی خلافت سے — چاند اور زہرہ کا اتصال ہو گیا۔

[2] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۵۵ و ۵۶

[3] جہانگیر (اصل کتاب۔ جلد سوم صفحہ ۴۹۳ میں اُس کی پیدائش کی الٰہی تاریخ (۲۶ اردی بہشت ۹۹۴ھ) دی ہے۔ محمد ہادی (صفحہ ۷) اس کا نام سلطان نسا بیگم لکھا ہے اور خافی خاں (جلد اول صفحہ ۲۴۰) نے اس کا نام سلطان بیگم لکھا ہے۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج، صفحہ ۵ جلد اول میں نسے صرف شاد کر لکھا ہے۔ پرائس (صفحہ ۲) کا بیان ہے کہ وہ اپنے بھائی خسرو سے ایک سال بڑی تھی۔ اس کا انتقال ۱۰۵۶ھ میں بمقام آگرہ ہوا اور اُسے سکندرہ میں دفن کیا گیا اگرچہ اس نے خود اپنے لئے خسرو باغ الہ آباد میں قبر بنوائی تھی (بیل کی اورینٹل بیاگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۳۹۲) بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ دوم صفحات ۴۰۳ تا ۴۰۶

Marfat.com

رکھا گیا اس کا مفسوم اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس کی زندگی شورش میں گذری اور اسے خون آلود قبر ملی۔ شہزادہ خسرو کی پیدائش پر مان بائی کو شاہ بیگم کا خطاب دیا گیا۔[۳۴]

سلیم کی دوسری شادیاں

اس دوران میں سلیم نے کافی بڑا حرم جمع کرلیا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں اس نے جودھا بائی یا جگت گوسائیں سے شادی کی جو اودے سنگھ موٹا راجہ کی لڑکی تھی۔[۳۵] پھر بیکانیر کے رائے رائے سنگھ کی لڑکی[۳۶] اور سعید خاں گھکر کی لڑکی[۳۷]۔ اگلے دس برسوں میں اس نے مختلف قوموں اور مذہبوں کی سولہ اور لڑکیوں سے شادی کی۔[۳۸] تخت نشین ہونے

---

[۳۴] نظام الدین (ایلیٹ و ڈاوسن جلد پنجم صفحہ ۴۵۰) نے خسرو کی پیدائش ۱۵۸۸ء (۹۹۶ھ) میں لکھی ہے اور خافی خان (حصہ اول صفحہ ۲۴۴) نے ۱۵۸۹ء (۹۹۷ھ) لیکن جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۹ میں صاف لکھا ہے کہ خسرو پرویز سے دو سال دو ماہ پہلے پیدا ہوا جس کے معنی ۱۵۸۷ء ہیں۔ اکبر کے تاریخ وار حال لکھنے والے ابوالفضل نے جہانگیر کی تاریخ سے اتفاق کیا ہے۔

[۳۵] محمد ہادی صفحہ ۶، جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۹۔ گلیڈون صفحہ ۳۔ بلوکمین صفحہ ۶۱۹

[۳۶] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۴۹، ۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۴۴۔ ٹاڈ جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔ اس کا نام کسی نے نہیں لکھا ہے۔ ابوالفضل (اصل کتاب جلد سوم صفحہ ۴۹۶) نے شادی کی تاریخ ۱۶ تیر ۲۶ جون ۱۵۸۶ء لکھی ہے۔

[۳۷] اکبرنامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۴۹۲۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۶۸۔

[۳۸] زوبیر (میکلاگنی صفحہ ۵۰) کا بیان ہے کہ ۱۵۹۰ء میں شہزادہ سلیم کی بیس باضابطہ شادی شدہ بیویاں تھیں۔ چار کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ پانچ کے نام ولدیت اور قومیت محفوظ نہیں ہیں۔ دوسری گیارہ بیویاں حسب ذیل ہیں:

(۱) صاحب جمال زین خاں کوکا کے چچازاد بھائی حسن خاں کی لڑکی۔ (۲) ملکہ جہاں جیسلمیر کے راجہ کلیان کی لڑکی۔ اسکا اصلی نام معلوم نہیں۔

(۳) نور النسا بیگم، ہمشیرہ مظفر حسین (۴) صالحہ بانو دختر قاسم خاں

(۵) کرم سی دختر راجہ کیشو داس راٹھور (۶) چھوٹے تبت کے راجہ علی رائے کی لڑکی جسے مغل سفیر حاجی مرزا بیگ کابلی لائے تھے۔

(۷) کشمیر کے مبارک چک کی لڑکی (۸) کشمیر کے حسین چک کی لڑکی

(۹) شاہ خاندیش کی لڑکی فوت ۱۵۹۹ء (۱۰) خواجہ جہاں کابلی کی لڑکی

(۱۱) خضر خاں ہزارہ کے لڑکے مرزا سنجر کی لڑکی

اکبرنامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحات ۲۶۱، ۵۶۹، ۶۰۷، ۶۳۹، ۶۵۹۔

بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۸۸ (باقی ص پر)

Marfat.com

کے بعد اُس نے چند اور شادیاں کیں۔ جگت سنگھ کی لڑکی[9]۔ رام چند بندیلہ کی لڑکی[10] اور سب سے آخری اور سب سے اہم مہرالنسا سے جو نور جہاں کے نام سے مشہور ہے[11] داشتہ عورتوں کو ملا کر حرم کی تعداد بے پناہ تین سو تک پہونچ جاتی ہے[12]

سلیم کی دوسری اولادیں ان بیویوں سے بہت سی اولادیں ہوئیں۔ شہزادہ پرویز ۲ اکتوبر ۱۵۸۹ء کو صاحب جمال کے بطن سے پیدا ہوا[13]

بہار بانو بیگم کئی بچے جو اس کے بعد پیدا ہوئے بچپن ہی میں فوت ہو گئے لیکن بہار بانو بیگم جو ستمبر ۱۵۹۰ء میں کرمسی کے بطن سے پیدا ہوئی بڑی عمر تک زندہ رہی[14]۔

شہزادہ خرم ۵ جنوری ۱۵۹۲ء کو جگت گوسائیں کے بطن سے لاہور میں ایک لڑکا پیدا

(بقیہ ص ---) محمد ہادی صفحہ ،

بلوکمین صفحات ۔ ۳۱۰، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۷، ۳۲۷ (نوٹ) ۶۱۹ ۔ گلیڈون صفحہ ۳

[8] باڈ جلد دوم صفحہ ۱۴۵) نے یہ غلط لکھا کہ رائے سنگھ کی لڑکی پرویز کی ماں تھی ۔

[9] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۴۴ و ۱۴۵ ۔ اس کا نام کہیں مذکور نہیں ہے۔ نکاح جہانگیر کی ماں مریم زمانی کے مکان پر ہوا ۔

[10] (جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۶۰ ۔ اس کی شادی ۱۶۰۹ء میں اس کے باپ کی درخواست پر ہوئی تھی جس کی بغاوت حال میں فرو کی گئی تھی ۔

[11] دیکھو آٹھواں باب آگے

[12] ہاکنس نے ۱۶۱۱ء میں لکھا ہے کہ جہانگیر کی بیویوں کی تعداد ۳۰۰ تھی جن میں چار خاص ملکہ تھیں (سفارت نامہ ہاکنس صفحہ ۱۰۲) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تعداد میں داشتہ عورتیں بھی شامل تھیں۔ ٹیری جو ۱۶۱۶ء و ۱۶۱۹ء میں مغل دربار میں رہا اس کا بیان ہے کہ بادشاہ کی ایک ہزار حسین بیویاں تھیں۔ اگرچہ ان کے رنگ گندمی تھے (ارلی انڈیا کی سفارت صفحات ۳۰۵ و ۳۰۶) لیکن یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ ۱۶۱۱ء میں نور جہاں سے شادی کے بعد حرم شاہی میں اتنی تیزی سے اضافہ ہوا ہوگا۔ بظاہر ٹیری نے سنی سنائی باتوں پر اعتبار کیا ہوگا اور یا اُس نے زنان خانہ کی ملازماؤں کو بھی اس میں شامل کر لیا ہوگا یہ ذہن نشین رہے کہ اٹھارہ خواتین جن کے والدین کا ہمیں علم ہے۔ ان میں سے سات ہندو تھیں اور گیارہ مسلمان ۔

[13] اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۵۶۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۰ تا ۱۹ ۔ محمد ہادی صفحہ ،

[14] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۹ ۔ محمد ہادی صفحہ ،

Marfat.com

پیدا ہوا جس کا نام خرم رکھا گیا[15] اور جس کی پیدائش پر سارے دربار میں بڑی خوشی منائی گئی اور جسے نشیب و فراز کی اور قابل یادگار زندگی نصیب ہوئی۔ اگلے بارہ سال میں جتنے بچے پیدا ہوئے وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ ۱۶۰۵ء میں داشتہ عورتوں کے بطن سے دو لڑکے جہاندار اور شہریار پیدا ہوئے جن کے مقسوم میں مختصر شرمناک زندگی تھی[16]

مسلم قانون وراثت کا ابہام

سن کہولت پر پہونچنے تک سلیم کئی عورتوں کا شوہر اور متعدد اولاد کا باپ بن چکا تھا۔ جوانی کے اُبھار کا پہلا جوش ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے مستقبل پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا یعنی اپنے سیاسی مفاد پر نظر رکھنا اور ہر اس خطرہ سے حفاظت کرنا جو اس کی تخت نشینی کی راہ میں حائل ہو۔ مسلم قانون نے قیادت کے لئے وراثت کی جگہ انتخاب کا قاعدہ رکھا مگر عملاً سیاسی اقتدار کی وراثت اکثر پچھلے حکمران کی وصیت پر منحصر رہی۔ اس قانون کی بنیاد ابتدائی عرب رواج میں ملے گی جو یقیناً قبائلی عرب جمہوریت کے لئے بالکل درست تھا لیکن اس اصول کا عرب کے باہر نفاذ تباہ کن نتائج کا حامل ہوا۔ یہ تو صحیح ہے کہ اس سے بقائے انسب کا مقصد حاصل ہوا لیکن زیادہ تر اس سے خانگی ناچاقی مسلسل سازشوں، خانہ جنگی اور بے رحمانہ قتل عام کا راستہ صاف ہوا۔ اس قانون کے ابہام نے ہر شہزادہ کو تاج کا حوصلہ کرنے کی ہمت دلائی۔ اپنے باپ کا منظور نظر بننے، پارٹیاں بنانے اور اپنے بھائیوں کو اگر قتل نہ کرتا تو اُن کے اثر کو توڑنا اور انتہائی کمینگی اور بیدردی کا مظاہرہ کرنا۔ ہندوستان کے مغلوں نے اس سیاسی خلفشار کو دور کرنے کی یہ کوشش کی کہ شروع ہی سے اپنے لڑکوں میں سے ایک کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور ولیعہد کو جھرکہ فیروز پور کی جاگیر دے دی جو ایک طرح سے انگلستان کے پرنس آف ویلز کی طرح ہے۔ اس کا بادشاہ سے قریبی ربط رہتا اور وہ عموماً دربار سے وابستہ رہتا۔ اُسے امرا میں سب سے اعلیٰ منصب دیا جاتا۔ اعلیٰ حکام اور امرا اور زیر پناہ حکمران اور عام لوگ اُسے اپنا مستقبل کا بادشاہ سمجھنے کے عادی ہو جاتے لیکن اس کے عزیزوں کی اُمیدوں کو

---

[15] اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۶۰۲ - محمد ہادی صفحہ ،
جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۱۹ میں خرم کی پیدائش کا سال غلطی سے ۱۰۰۰ھ ہجری کے بجائے ۹۹۹ھ ہجری دیا ہے۔ پادشاہ نامہ کا مصنف عبدالحمید لاہوری نے ابوالفضل سے اتفاق کیا ہے۔

[16] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰

Marfat.com

کسی طرح ختم نہ کیا جا سکتا۔ وہ ایک طے شدہ معاملے کو بگاڑنے کی کوشش کرتے اور سازشیں کرتے اور جنگ کرتے۔ اس جھگڑے میں جو دلوں میں غبار پیدا ہوتا وہ شہزادوں کے لئے تخت یا تختے کے درمیان کوئی راستہ نہ چھوڑتا۔ شکوک و شبہات، بے وفائی، بغاوت اور سازشوں کے ماحول میں اکثر بادشاہ اور ولیعہد کے درمیان کدورت پیدا ہو جاتی۔ خود غرضی، پارٹی بندی حتیٰ کہ حقیقی مفاد عامہ کا جذبہ کدورت کی اس خلیج کو اور وسیع کرنے کے لئے موجود ہوتے۔

ہندوستان کے مغل خاندان میں پھوٹ

اختلاف اور خونریزی کے مناظر قدرتی مظاہر کی طرح ہر مغل حکمراں کے عہد میں تواتر سے ظہور پذیر ہوئے۔ بابر نے واضح طور پر ہمایوں کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کر دیا تھا لیکن سازشوں نے اس کے مستقبل کو مبہم کر دیا اور اس کی ایک جلد بازی کی حرکت نے اس کے والد کو تقریباً اُسے محروم کر دینے پر آمادہ کر دیا تھا مگر عورتوں کی مداخلت نے اُسے روک دیا۔ البتہ تخت نشین ہونے پر ہمایوں نے اپنے بھائیوں کو اپنا سب سے زیادہ دشمن پایا۔ ہمایوں کے لڑکے اتنے چھوٹے تھے کہ اس کی زندگی میں اُنہیں جھگڑا کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن مرزا محمد حکیم جو افغانستان میں قلعہ بند تھا اُس نے اکبر کی بھی بالادستی کو کبھی بخوشی قبول نہ کیا۔ اس نے اپنے بھائی کے خلاف باغیوں کو پناہ دی اور ہندوستان میں اندرونی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کی اور ایک مرتبہ اس نے پنجاب پر حملہ بھی کر دیا اور اس کے انتقال کے بعد ہی اکبر کو کابل پر موثر حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ اولاد کی ناشناسی نے اکبر کی زندگی کے آخری دنوں کو غبار آلود کر دیا تھا اور اس کے خاتمہ کو قریب کر دیا جہانگیر نے اپنے عہد میں اپنی حکومت کے آغاز میں اپنے بڑے لڑکے کی بغاوت سے تنزل پایا۔ اس نے خرم کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر لیا تھا لیکن سازشوں کے اس جتھے نے جو اس کے دوسرے بھائیوں کے حامی تھے دربار کو مسلسل سازشوں کے طویل سلسلے نے پریشانیوں میں رکھا اور بالآخر خرم کو ملانیہ بغاوت پر اُبھار دیا۔ پرویز کی موت سے دوسری سنگین خانہ جنگی رک گئی۔ شاہجہاں نے اپنی تاجپوشی کو اپنے قریبی عزیزوں کے قتل عام سے داغدار کر دیا۔ انتقام نے خود اُسے بھی چین نہ لینے دیا۔ جبکہ اس کے تیسرے لڑکے اورنگ زیب نے طویل خونریز خانہ جنگی کے بعد ولیعہد دارا اور اپنے سب سے چھوٹے بھائی مراد کو ختم کر دیا۔ شجاع کو مشرقی پہاڑیوں میں آوارہ گرد ہو کر جان دینے پر مجبور کیا اور اپنے باپ کو قید میں ڈال دیا۔ اورنگ زیب کی حکومت کی مشکلات میں اس کے منحرف لڑکوں کی سرگرمیاں کچھ کم پریشان کن نہ تھیں جو شکوک و شبہات اور حب جاہ پر مبنی تھیں۔ ابھی وہ

Marfat.com

قبر میں بھی نہ پہنچا تھا کہ اس کی سلطنت میں تین طرفہ خانہ جنگی کی تباہ کاری پھیل گئی۔ مغل خاندان کی بعد کی تاریخ جافرے کے اس پیام کی یاد دلاتی ہے جو اُس نے اپنے باپ ہنری دوم کو جو انجو مین خاندان کا بارھویں صدی میں سربراہ تھا۔ گستاخ اور بیباک نوجوان نے ایک خانگی جھگڑا ابھرنے پر بھیجا تھا: "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہی ہماری اصل فطرت ہے جو ہمارے اجداد کی وراثت سے ہم میں جاگزیں کی ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے سے محبت نہ کرے اور ہمیشہ بھائی بھائی سے اور لڑکا باپ سے دست و گریباں ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ ہمیں اپنے اس موروثی حق سے محروم کریں یا ہماری فطرت ہم سے سلب کرنے کی بے نتیجہ کوشش کریں"۔ یہ دلچسپ بات قابل لحاظ ہے کہ جافرے نے جس بُرائی کی اس صفائی سے تفصیل کی ہے وہ اسی وراثت کے ابہام کی پیداوار ہے۔

اکبر کے سلیم سے تعلقات

اکبر کی حُسنِ تدبیر، حکمتِ عملی اور سب سے بڑھ کر اس کی گرم جوشانہ شفقت اور ضبط نے اس روگ میں تخفیف کر دی مگر اسے قطعی طور پر ختم کرنا اُس کے اختیار سے باہر تھا اُس نے اپنی حکومت میں واضح طور پر اعلان کر دیا کہ وہ سلیم کو اپنا جانشین کرنا چاہتا ہے۔ ۱۵۷۷ء میں سلیم کا منصب بڑھا کر دس ہزار کا کر دیا گیا۔ حالانکہ اس کے بھائی مراد اور دانیال کو سات سو اور چھ سو کے منصب دیئے گئے تھے[۱۷]۔ ۱۵۸۵ء میں تینوں شہزادوں کو الگ الگ خلعت، نشان پرچم اور نقارے دیئے گئے اور سب سے بڑے لڑکے کو بارہ ہزار کے منصب پر ترقی دی گئی حالانکہ اُس کے چھوٹے بھائیوں کو نو ہزار اور سات ہزار کے منصب پر قانع ہونا پڑا[۱۸]۔

اگلے تیرہ برسوں میں جبکہ شاہی دربار شمال مغرب میں رہا سلیم کا اکبر سے قریبی تعلق رہا۔ لیکن سیاسی سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا غبار جو پھیلا ہوا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ تعلقات کو غبار آلود کر دیا اور باپ بیٹے کے دل ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے اور بالآخر اُن میں سخت کشمکش شروع ہو گئی۔ ۱۵۹۱ء میں سلیم نے اقتدار پر قبضہ کرنے کا ناشائستہ شوق ظاہر کر دیا

---

[۱۷] اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۳۰۸

[۱۸] بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۳۵۳ تا ۳۵۴۔ تمن باغ۔ جو شہزادوں کو عطا ہوا وہ ایک علم تھا جو اعلیٰ ترین اعزاز تھا اور جو سب سے بڑے امرا اور شہزادوں کے لیے مخصوص تھا۔ دیکھو آئین اکبری (بلوکمن صفحہ ۵۰)

Marfat.com

اکبر کی اپنے لڑکے سے ناراضی کی ایک وجہ بھی تھی۔ ولیعہد کو جوانی کی حماقتوں سے باز رکھنے میں نہ اس کی تعلیم کارگر ہوئی اور نہ اس کا اعزاز جس سے اکبر کو سخت ناگواری ہوئی[1] شہزادہ جس طرح خود کو اور اپنے خاندان کو ذلیل کر رہا تھا اس کا بادشاہ کو شدید احساس ہوا اس میں شک نہیں کہ شہزادہ اپنی شراب کی کثرت سے جتنا حیرت انگیز طور پر بڑھتا جا رہا تھا اسے اکبر غصہ اور ملامت اور نفرت سے دیکھتا تھا۔ سلیم کے طرز عمل سے اکبر کو جو ناراضی تھی اُسے ابوالفضل نے جس کے اقتدار نے شہزادہ کی بدگمانی اور دشمنی کو اُبھارا تھا ہوشیاری کے ساتھ اور بھڑکا دیا۔

ابوالفضل مشہور اہل علم شیخ مبارک کا لڑکا تھا جو ۱۴ر جنوری ۱۵۵۱ء کو پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں وہ غیر معمولی طور پر ذکی تھا اور جوان ہو کر بڑی ذہانت کا مالک ہو گیا۔ ۱۵ سال کی عمر میں وہ فلسفہ اور علم حدیث کا اُستاد مان لیا گیا۔ بچپن ہی کی ذہانت اور علمی قابلیت سے اس نے ایک قدیم مخطوطہ کو جس کے ہر صفحہ کا نصف حصہ غائب تھا مکمل کر دیا۔ اس کی قوتِ بیان تحریر کا شکوہ اور اسلوب کی خوبصورتی فارسی کے دس نسلوں کے علماء اور نقادوں کے لئے باعثِ رشک تھی۔ اتنی ہی لاثانی تاریخی تصانیف میں اس کی ذہانت تھی۔ اس کی تصنیف آئین اکبری جغرافیہ، حیوانات، انتظامات ملکی اور تہذیبی حقائق کے ذخائر کا مجموعہ ہے جو ترتیب کی پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں جس میں انیسویں صدی کی مزید معلومات ہی سے اضافہ ہو سکتا ہے۔ اُس کا اکبر نامہ باوجودیکہ اس کا لہجہ خوشامدانہ اور لفاظانہ ہے اور مصنوعی اختراعات سے بھرا ہوا ہے تاہم وہ کثیر محنت اور تحقیق کا کارنامہ ہے اور انسانی فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار۔ اس کے مخطوط کی جب تک فارسی زبان زندہ ہے تعریف کی جائے گی۔ حق کی جستجو، آزادی خیال اور مذہبی بے تعصبی اس نے اپنے باپ سے ترکہ میں پائی تھی۔ سترھویں صدی میں یورپ اور ایشیا دونوں میں جو غیر مقلدانہ فضا پھیلی ہوئی تھی اسی کی رَو میں وہ بھی رواں ہو گیا تھا۔ اس کے دشمن جو اس کی ذہنی اور روحانی بلندی تک نہیں پہنچ سکتے تھے اُسے ہندو، پارسی لاادریہ اور دہریہ کہتے تھے درصل وہ اللہ پر خلوص کے ساتھ ایمان رکھتا تھا مگر کسی نپے تلے عقیدہ کی پیچیدگیوں کو قبول نہیں کرتا تھا۔ ہمدردانہ رویہ سے جو باریک بینی پیدا ہوئی تھی اُس سے اس نے ذہن میں

---

[1] تکمیل اکبر نامہ از الیٹ و ڈاوسن، جلد چہارم صفحہ ۷، ایجارس جلد دوم صفحہ ۴۰، (ان نوبر کی اکبر جلد دوم صفحہ ۲۸ سے منقول

Marfat.com

ہر مذہب کی کوئی نہ کوئی جا گزیں ہوگئی تھی۔ عیسائی مشنری جن سے اُسے سابقہ پڑا اُس کی فراخ دلانہ رواداری کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ سب سے مصالحت اس کے نقطۂ نظر کا امتیاز تھا مگر اس کا مذہب خود اس کا ذاتی معاملہ تھا۔

اس کی علمیت کی شہرت سے اکبر بھی متاثر ہوا تیئیس سال کی عمر میں وہ دربار میں طلب ہوا اور اس کا اعزاز کے ساتھ استقبال ہوا۔ ۱۵۸۵ء میں وہ ایک ہزار کے منصب پر فائز ہوگیا اور ۱۵۹۲ء میں دو ہزار کے منصب پر اور اس کے جلد ہی بعد اس کا منصب چار ہزار کا ہوگیا۔ دربار میں تو اس کا رتبہ بلند تھا ہی لیکن ساری قلمرو میں اس کا جو اثر تھا اس کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ اکبر نے اس میں اپنا ایک ہم جنس پایا اور قلبی، ذہنی اور روحانی ہمدردی بڑھ کر گرمجوشانہ دوستی ہوگئی۔ جزویٹ پادریوں نے بالکل ٹھیک ہی سمجھا جو اُسے اکبر کا مثالی ہموطن کہا۔ وہ سلطنت میں وکیل مملکت تھا اور دفتر شاہی سے جو فرامین جاری ہوتے تھے اُن میں سے اکثروں میں ابوالفضل کا ہاتھ صاف ظاہر ہوتا تھا۔ مجلس شوریٰ میں جو رازدارانہ مشورے ہوتے تھے اُن کی روئیداد اگر ہمیں معلوم ہوتی تو ہم دیکھتے کہ اس کی قابلیت بحیثیت مدبر کے اُس کے ادبی امتیاز سے بھی جو اس کا پورا حق ہے بہت بلند ہے۔ اُسکے دو سخت ترین دشمن بدایونی اور جہانگیر بھی بادل ناخواستہ اُس کی ملکی اور سیاسی معاملات میں ہوشمندی کے شاہد ہیں[۱]

جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں ابوالفضل کا اثر اپنے پورے عروج پر تھا اور سلیم نے

---

[۱] ابوالفضل کے زندگی کے حالات، معاصر تاریخوں میں منتشر ہیں۔ خود ابوالفضل کا بیان خصوصاً قابل قدر ہے دیکھو حالات جلد سوم صفحات ۱۴۷ تا ۱۴۵ ——— نیز دیکھو حوالے لینڈ و بنرجی) صفحات ۵۳ تا ۵۶ سب سے زیادہ تفصیلی حالاتِ زندگی شاہنواز خاں مآثر الامرا صفحات ۱۱۷ تا ۱۴۸۔ اور بلوکمین کے مقدمہ آئین اکبری صفحات ۱ تا ۳۴، اور دربار اکبری میں ہیں۔ ابوالفضل کے اسلوب پر بعد کے مورخین کی رائے کا خلاصہ مآثر الامرا کے مصنف نے حسب ذیل دیا ہے:۔

" شیخ کا ادبی اسلوب بڑا ہی دلکش تھا۔ اس میں دفتری لفاظی یا مکتوباتی طرز کی فریب کاری مطلق نہ تھی اور اسکے الفاظ کی قوت، علمی انداز بیان سادہ الفاظ کا استعمال اور انشا کا حیرت انگیز زور دار انداز ایسے ہیں کہ کوئی اور ان کی نقل نہیں کرسکتا۔ چونکہ اس نے فارسی الفاظ کے مخصوص استعمال کی کوشش کی اس لئے اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے نظامی کے پہلے ہی ان کو نثر میں منتقل کردیا۔

مخالف تنقید کے لئے دیکھو جارٹ کا مقدمہ ترجمہ آئین اکبری جلد دوم

Marfat.com

خود کو اقتدار کے مناسب حصے سے محروس کیا ابوالفضل کی اعلیٰ ذہانت نے اس کے والد کے ذہن پر جو غلبہ حاصل کر لیا تھا اُسے زائل کرنے کی خود میں قدرت نہ پاکر سلیم اس وزیر سے سخت متنفر ہوگیا اور اس پر کاری ضرب لگانے کا منصوبہ بنایا جیسا کہ قیاس کیا جاسکتا ہے سلیم نے اپنے ناپسندیدہ شخص کو ملعون کیا اور اس کے خلاف سازش کی۔ ابوالفضل نے اس کے جواب میں سلیم کی زندگی کی بے ضابطگیوں کو بادشاہ کے گوش گذار کر دیا ان دونوں کی شدید مخاصمت نے اکبر کو سخت روحانی اذیت دی۔ اس نے اپنے لڑکے کو فہمائش کی اور کچھ دنوں کے لئے ابوالفضل کا عہدہ کم کر دیا[؎] اگر اس نے دونوں میں مصالحت کرانے کی کوشش کی ہوگی تو وہ بے سود ثابت ہوئی۔ شہزادہ کے سینے میں جو آگ بھڑک رہی تھی اس کی تشفی خون ہی سے ہو سکتی تھی

اکبر اور سلیم میں مذہبی اختلاف نہ تھا

باپ بیٹوں میں کشیدگی کی توجیہ کے لئے یہ واقعات کافی ہیں کہ سلیم چاروں طرف سے سازشوں میں گھر گیا تھا۔ خود اس کا چال چلن خراب تھا اور وہ بُرے اثرات قبول کر لیتا تھا اور اکبر کے گہرے دوست سب سے زیادہ با اثر وزیر سے اس کی مخاصمت تھی لیکن یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ حال کے مصنفین نے ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے اور سلیم کے منحرفانہ طرزِ عمل کی بالکل قیاسی توجیہ کی ہے وان نویر یا اس کے مرتب کرنے والے نے سنجیدگی سے استدلال کیا ہے اگرچہ دوسروں نے محض خاموشی سے فرض کر لیا ہے کہ سلیم اسلامی راسخ العقیدگی کا علمبردار تھا جو اس کے باپ اور وزیر کے برخلاف تھا[؎]

اس وقت کی مذہبی لہریں

یہ ٹھیک ہے کہ مذہبی مباحث مختلف مذہب کے لوگوں سے ربط ضبط مبارک اور ابوالفضل کے اثرات اور سب سے بڑھ کر وقت کے ماحول اور گہرے غور و فکر نے اکبر کے دلی اعتقاد کو متاثر کیا تھا جب ہندوستان کی حقیقی تاریخ لکھی جائے گی تو معلوم ہوگا کہ پندرہویں اور سولھویں صدی کی بنیادی حقیقت ہر عقیدہ اور مذہب کے خلاف سرگرم احتجاج کا جذبہ تھا جس کے نتیجہ میں براہِ راست روحِ اعلیٰ سے رابطہ پیدا کرنے کا مذہب وجود میں آیا اور اس وقت یہ ہوا کہ اسلامی تصوف اور ہندو بھگتی نے مل کر ایک

[؎] تکمیل اکبر نامہ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم، ۱۰۷۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۲۳۔ چاہر جلد دوم (اسفور ڈمن نویر) جلد دوم) صفحہ ۲۰۴ جہانگیر (راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۴

[؎] سلیم کی فطرت اور حالات دونوں نے اُسے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی طرف مائل ہونے پر مجبور کیا جس کے ماننے والوں کو ہم آسانی بنا اعلیٰ امراء کے زمرہ میں جگہ مل سکتی تھی ابوالفضل کا عقیدہ سلیم کے عقیدہ کے بالکل متضاد تھا۔ وان نویر کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۰۲

Marfat.com

زبردست لہر پیدا کی جس نے پرانے سنسان راستوں کو آباد کیا اور ملک کا نقشہ بدل دیا۔ اکبر کی پیدائش سے پچاس سال پہلے ایک غریب جلاہے کبیر نے ہندو اور مسلمان دونوں کے مروجہ مذہب کو دلیل اور طعن و تشنیع اور تمسخر و مضحکہ سے جھنجھوڑا اور ایک بے شمار مقلدین کی جماعت جمع کر لی اور اپنے پیچھے نہ صرف ایک بڑی تعداد چیلوں کی بلکہ ایک طاقتور مذہبی لہر بھی چھوڑی[٣٣]۔ رائے داس ایک ہندو چمار، سائیں حجام، دھنا جاٹ اور پیپا ایک حکمران نے اس کی تقلید کی اور اس کے ایک حی و قیوم خدا پر مبنی شخصی عقیدہ کی تبلیغ کی[٣٤]۔ نانک نے سکھ قوم کو انہیں اصلاحی اصولوں پر منظم کیا۔ سولھویں صدی میں بھی اسی طرح مسلم درویش اور مصلح ہوئے جنھوں نے روایت اور روایاتی ذہنیت کو ترک کر دیا اور عقیدہ کی سب سے بڑی اہمیت پر زور دیا[٣٥]۔

اکبر کا مذہبی عقیدہ

سارے ملک میں جو فضا پھیلی ہوئی تھی اس نے جلد ہی دربار شاہی پر بھی حملہ کیا جو علم و ادب کی سرپرستی کی وجہ سے ہر جدید نقطۂ خیال سے قریبی تعلق رکھتا تھا۔ اکبر کی فطری فراخ دلی نے اس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ اس نے اکبر اور اس کے اکثر احباب پر مسحور کن اثر ڈالا۔ کافی ذہنی کشمکش کے بعد وہ صحیح مذہبی نقطۂ نظر کے اسلام سے منحرف ہو گئے[٣٦]۔ اکبر نے فراخ دلی سے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا اور جو عقیدہ اس کے ضمیر کو درست معلوم ہوا اُسے اختیار کر لیا۔ تین مسیحی مبلغین جو اس کے طلب پر گوا سے آئے اُن کے اثر نے بھی یہی رجحان پیدا کیا۔ بعض مسلم متعصبین کی تنگ نظری نے اکبر کے دل میں اسلام سے نفرت پیدا کر دی۔ اگر بدایونی اور جیسوئٹ پادریوں کا بیان صحیح ہے تو اس نے مسلمانوں پر بڑی سختیاں

---

٣٣ کبیر کی بیجک، کبیر کسوٹی، کبیر کی ساکھی، میکالیف کی کتاب سکھ ریلیجن جلد ششم، ویسٹکاٹ کی کتاب کبیر اینڈ کبیر پنتھ، بینی برشاد کی کتاب کبیر کے دن میں۔ ۱۹۲۳ء

٣٤ رائے داس کی بانی، رائے داس کی پرچی، دھنا جی کی پرچی، میکالیف کی سکھ ریلیجن۔

٣٥ بدایونی کی منتخب التواریخ جلد سوم، انجات الرشید۔ بلوکمین کی لائف آف ابوالفضل، آئین جلد اول صفحات ۱ تا ۲۶ داراشکوہ کی اپنشد مخطوطہ خدا بخش، مآثر الامرا، بیاگریفیز آف عبدالنبی و مخدوم الملک (بیوریج) جلد اول صفحات ۴۱ تا ۴۴ و ۹۳ تا ۹۷، دکھن کے درویشوں کے لئے دیکھو راناڈے کی رائز آف مرہٹا پاور صفحات ۱۴۳ تا ۱۷۲

٣٦ "... یہاں تک کہ شک پر شک بڑھتا رہا اور اس کا (اکبر کا) کوئی معین مقصد نہیں رہ گیا اور صحیح راہ اور حقیقی مذہب پامال کر دیئے گئے حتیٰ کہ پانچ چھ سال بعد اس میں اسلام کا مطلق کوئی اثر باقی نہ رہا۔" بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۲۶۳

Marfat.com

کیں۔ بہر نوع اس کا طرزِ عمل ایسا تھا کہ عام طور پر یہ خیال کیا جانے لگا کہ اس نے مسجدوں کے مینار گرا کر انہیں اصطبل یا گودام میں تبدیل کر دیا، قرآن کو جلا دیا اور جنگلی سوروں کی لڑائی اور ان کے قلمی شدہ سروں سے مسلمانوں کی تذلیل کی۔

سلیم کا مذہبی عقیدہ

یہ ٹھیک ہے کہ اکبر بہت دنوں سے اپنے ہم مذہبوں میں امتیازی حیثیت کا نہیں رہا تھا۔ لیکن سلیم کی حالت بھی اس سے بہتر نہ تھی بچپن میں اس پر اپنے باپ کی شخصیت کا اثر رہا اور پھر مختلف مذہب کے معلموں اور عیسائی پادریوں کا اور سب سے بڑھ کر اس فضا کا جو دربار پر چھا گئی تھی۔ بچپن میں اس نے کچھ سبق جزویٹ معلموں سے پڑھے جو اس زمانہ میں بہترین معلم تھے اور پادری روڈلفو اکوی وا سے جو اکبری دربار میں جزویٹ پادریوں کا سربراہ تھا، گہری دوستی پیدا کر لی۔ ۱۵۹۰ء میں ضعیف الاعتقاد نائب ڈیکن لیوگریان کو یہ یقین ہو گیا کہ سلیم خاص طور پر عیسائیت قبول کر چکا ہے۔ چند سال بعد زیویر نے دیکھا کہ وہ حضرت محمدؐ کی تضحیک کرتا ہے اور زیویر کی مشن کی ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہے۔ سلیم حضرت مسیح اور مریم عذرا کی عزت کرتا تھا مگر مسیحی مذہب کا کبھی معتقد نہ ہو سکا۔

بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۲۰۲ تا ۲۰۳۔ مانسرات کی کمنٹریس۔ جزویٹ پادریوں کا حال میکلاگن جنرل آف ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۸۹۶ء جلد اول صفحات ۳۸ تا ۱۱۳۔ وان نوئر کی اکبر جلد اول صفحہ ۳۲۹۔ وی اے اسمتھ کی اکبر صفحات ۲۵۳، ۲۶۳ و ۱۷۱، ۱۹۹۔ اکبر کی مذہبی حیثیت اور پبلک پر اس کا جو اثر ہوا اس کا خلاصہ پیروشی نے خوب کیا ہے۔

"شہنشاہ مسلمان تو نہیں ہے بلکہ ہر طریق مذہب مشتبہ ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ خدا کا خاص پسندیدہ کوئی مذہب نہیں ہے اسلئے کہ ہر مذہب میں اسے کوئی نہ کوئی بات معقولیت اور منطق کے خلاف معلوم ہوتی ہے ...... دربار میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ دہریہ ہے کچھ کہتے ہیں کہ وہ عیسائی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ وہ خود کوئی نیا مذہب ایجاد کرنے والا ہے لیکن زیادہ سمجھدار لوگوں کے نزدیک نہ عیسائی نہ دہریہ اور نہ مسلمان اور یہی بات سب سے زیادہ صحیح ہے۔ یا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہے تو مسلمان لیکن سب کو خوش کرنے کے لئے وہ بظاہر سب عقیدوں پر عمل کرتا ہے۔"

مانسرات، میکلاگن، ونسینٹ اے اسمتھ خصوصاً میکلاگن صفحات ۵۳، ۵۵، ۶۲، ۶۶، ۷۰ تا ۶۹۔

زیویر لکھتا ہے "شہزادہ ہم سے بہت الفت ظاہر کرتا اور جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ بادشاہ سے حاصل کر دیتا ہے پہلے ہی دن جب ہم نے بات چیت کی تو اس نے گرجا کی تعمیر کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان سب کا وعدہ کر لیا اور بادشاہ کو تعمیر کی تجویز کرنے پر آمادہ کرنے کا ذمہ دار بنا کر دیا۔ اس بات کے دوسرے دن ہم نے یاد دلانے کی جرأت کی اور کہا کہ وہ بادشاہ سے انتظام کرا دے کہ اس کام کے لئے آدمی مقرر کر دیئے جائیں۔"

Marfat.com

جزوبیٹ کا مذات سے سلیم کی جو وسیع المشربی ظاہر ہوتی ہے اس کی پوری پوری تائید خود سلیم کے روزنامچے سے ہوتی ہے۔ وہ اللہ سے تو اکثر دعا کرتا ہے مگر حضرت محمد کا کبھی نام نہیں لیتا۔ ایک طرف وہ آخر شب برات اور عید مناتا تھا تو دوسری طرف اسی التزام سے ہندو تقریبات دیوالی، دسہرہ، رکھشا بندھن اور شیوراتری بھی مناتا تھا جیسا ذوق اور اہتمام کسی ہندو دربار میں ہوتا۔[19] وہ پورے شوق اور مسرت کے ساتھ پارسی تقریب نوروز میں حصہ لیتا تھا جسے راسخ العقیدہ اورنگ زیب نے موقوف کر دیا۔ وہ اپنے روزنامچہ میں تاریخ عموماً شمسی سال کی لکھتا ہے اس نے پختہ عقیدہ کے مسلمانوں کی روایت کے برخلاف قرآن مجید کے ترجمہ کرانے کا حکم دیا۔[20] اس نے عیسائیوں کو سور کا تحفہ بھیجکر مسلمانوں کی تضحیک کی[21] اس کے دہریت کے خیالات سے یہ شہرت ہوگئی کہ وہ دل سے دہریہ ہے[22]

مختصر یہ کہ اس قیاس کی مطلق گنجائش نہیں ہے کہ سلیم راسخ العقیدہ مسلمان تھا یا اکبر کے مقابلہ میں وہ راسخ العقیدگی کا سورما بنتا۔ بادشاہ اور شہزادہ کے درمیان جو کشیدگی ہوئی اس میں مذہب کا کوئی حصہ نہ تھا اور سارا قصہ غیر مذہبی تھا، غیر مذہبی بنیاد پر لڑا گیا[23]

اکبر کا سلیم پر شبہ

جو کھچڑی اس سال پک رہی تھی اور ۱۵۹۹ء میں اُبھر پڑی وہ ۱۶۰۵ء میں ظاہر ہوئی تھی۔ اکبر کو درد قولنج کا دورہ پڑا اور غشی کی حالت میں اس نے سلیم پر شبہ ظاہر کیا کہ شاہی طبیب اور مہتمم باورچیخانہ حکیم ہمام کے ذریعہ سے اُسے زہر دیا گیا ہے[24]

---

[19] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۴۶، ۲۶۸، ۳۶۱۔ جلد دوم صفحات ۹۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۷۶، ۱۸۶، ۱۸۱۔ رو کا بیان ہے کہ وہ (جہانگیر) بعض اوقات مورد مسلم عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے مگر ہمیشہ کافروں کی تقریبات اور رسوم مناتا ہے۔ المبسی صفحہ ۳۱۴۔

[20] تورک جہانگیری۔ ترجمہ قرآن کے متعلق دیکھو۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۳۴ و ۳۵

[21] خطوط موصول ایسٹ انڈیا کمپنی جلد چہارم صفحہ ۱۰ مینوشی (جلد اول صفحات ۱۵۵ و ۱۵۹) نے جہانگیر کے روزہ رمضان کی تضحیک کی روایت نقل کی ہے اور مسلمانوں کی تذلیل کے لئے سور کے سیسہ کے بت ڈھالنے کی۔

[22] رو صفحات ۳۱۳ تا ۳۱۴

[23] برائس کی جہانگیر (صفحات ۳۲ تا ۳۳) نے بیشک ایک جملہ اس کے خلاف لکھا ہے مگر اس کی کسی اور نے تصدیق نہیں کی اس لئے ناقابل لحاظ ہے۔

[24] بدایونی (جلد دوم صفحہ ۴۰۶) اکبر کے اصل الفاظ درج کئے گئے: "بابا شیخو جی! چونکہ یہ ساری سلطنت تمہارے ہی پاس جائے گی، پھر تم نے میرے اوپر حملہ کیوں کیا کہ میری جان لے لو؟ اس زیادتی کی کوئی ضرورت نہ تھی (باقی ص پر)

Marfat.com

یہ شبہ تو بے بنیاد تھا مگر بیماری بہت سنگین تھی چونکہ تخت کے خالی ہونے کا امکان قریب نظر آیا اس لئے سلیم نے اپنے بھائی مراد کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے آدمی مقرر کر دیئے۔

شہزادہ مراد: مراد کی عمر اب اکیس سال کی ہو گئی تھی۔ اُس نے مختلف معلموں سے پڑھا تھا جن میں شریف خان بھی ۱۵۸۰ء تک رہا جس کے بعد وہ سب سے مشہور جزویٹ مدرسوں کو سپرد کر دیا گیا۔ شینجی اس کی اعلیٰ قابلیت کی بہت تعریف کرتا ہے اور اُس کے خوشگوار مزاج اور محنت کی عادت کی۔ اس کا معلم مانسراٹ اُسے معیاری طالبعلم کہتا ہے۔ ایکوی والوا جو مانسراٹ کے چلے جانے کے بعد مقرر ہوا اُس کی فطری ذہانت کی بڑی تعریف کرتا ہے اور پرتگالی اور دوسرے علوم میں اس کی رفتار ترقی کی تعریف کرتا ہے[۵۱]

لیکن جیسے ہی اس نے جوانی میں قدم رکھا اس نے وہ تمام بری عادتیں اختیار کر لیں جو کسی انسانی فطرت کے لیے باعث ذلت ہو سکتی ہیں۔ شراب اور عیاشی نے اس کی فطری قوت سلب کر لی اور اس کی زندگی کی تمام توقعات کو خاک میں ملا دیا۔ اُس کی نخوت اور گستاخانہ انداز نے شاہی حکام کو اس سے متنفر کر دیا اور اس سے تعاون قطعی ناممکن ہو گیا[۵۲]۔ سلیم کی خوش قسمتی تھی کہ اس کا رقیب انسانیت کا اتنا بے مصرف نمونہ تھا اور اس کے چھوٹے بھائی دانیال کا حال بھی اس سے بہتر نہ تھا۔ لیکن محض ان کی موجودگی سیاسی ماحول کو مختل کرنے کے کافی تھی۔

(بقیہ ص ۔۔) اگر تم نے مجھ سے مانگی ہوتی تو میں خود ہی تمہیں دے دیتا اور اس نے حکیم ہمام کو جس پر اکبر کو پورا بھروسہ تھا یہ الزام دیا کہ اُس نے کھانے میں کچھ ملا دیا ہے۔ حکیم ہمام ممتاز ماہر طعام اور حکیم، خطاط، شاعر اور مدبر تھا۔ اس کے متعلق کچھ مآثر الامراء (اصل کتاب) جلد اول صفحات ۵۶۲، ۵۶۵ پرانی تصویروں میں حکیم ہمام کو اکبر کے نورتنوں میں دکھایا گیا ہے۔

[۵۱] اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۸۰۵، بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۲۶۰۔ مانسراٹ کی کمنٹیریس صفحات ۵۰۱، ۵۰۵، ۵۰۹، ۵۹۲، ۶۲۲، ۶۲۵ تا ۶۲۹ میکلاگن (جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۹۶ء جلد اول صفحات ۵۰، ۵۱ وشنٹ اے اسمتھ کی اکبر صفحات ۱۰۵ و ۲۰۴

[۵۲] بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۵۰ و ۵۱ اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۴۴۳، (ایلیٹ و ڈوسن) جلد ششم ص شہزادہ کے انتقال کے بعد سلیم نے بڑی فیاضی سے لکھا کہ وقار اور رعب کا انداز اس کی نقل و حرکت سے ظاہر تھے اور شجاعت اور بہادری اُس کے انداز سے واضح تھی۔ (جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۴)

Marfat.com

اکبر اور سلیم کے تعلقات

اکبر اور سلیم کی ناچاقی کے بعد حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر بدایونی کی صحت اور طاقت کچھ دنوں اور برقرار رہتی اور وہ بدنام کن افواہوں کو لکھتا رہتا تو وہ شاہی خاندان کے پراسرار نغض کی رفتار پر کچھ روشنی ڈالتا لیکن اس کی تاریخ اب مختصر ہو گئی اور ۱۵۹۵ء بر جا کر رک گئی[۲۷] کسی اور مورخ میں اتنی غیر جانب داری اور جرأت یا اکبر سے کافی نفرت نہ تھی کہ وہ پس پردہ سازشوں کا حال بیان کرتا۔

اب پھر جب پردہ اٹھتا ہے تو اکبر تیزی سے دکھن کے میدان جنگ کی طرف جا رہا ہے اور سلیم کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ میواڑ کے رانا پر حملہ کرے۔ دکھن کے مغل سالاروں نے اس مہم کی نوعیت کو نہیں سمجھا جس میں وہ مصروف تھے اور اپنی شکست کی ایک دوسرے پر الزام رکھ کر اور طعن و تشنیع کر کے تلافی کرنے لگے۔ شہزادہ مراد کی موجودگی سے یہ توقع تھی کہ وہ کمان داروں میں اتحاد اور عملی تعاون پیدا کرے گا مگر وہ شراب خوری کی انتہائی ذلت میں گر گیا اور ہر ایک کو متنفر اور بیزار کر دیا اور حالات کو بد سے بدتر بنا دیا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

تمام مشوروں سے بے پرواہ ہو کر نا عاقبت اندیش نوجوان نے خود کو نشہ کے ہذیان میں مبتلا کر لیا اور ۲ مئی ۱۵۹۹ء کو فوت ہو گیا جس سے سلیم کو اطمینان حاصل ہوا اور اکبر مبتلائے غم ہو گیا[۲۸] حالات کی مزید پیچیدگی پر خود اکبر موقع پر پہنچ گیا۔ سلیم کو راضی کرنے کے لئے اس نے پورے شمالی ہند کا ذمہ دار کر دیا اور فساد سے باز رکھنے کے لئے آسے مان سنگھ اور شاہ قلی خاں جیسے زبردست سالاروں کے ساتھ میواڑ پر حملہ کرنے کی ہدایت کی گئی[۲۹]

---

[۲۷] اس کے حالاتِ زندگی کے لئے دیکھو بلوکمین زجرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۹ء جلد اول صفحہ ۱۱۸ رالیٹ وڈاوسن، جلد پنجم صفحہ ۴۷۷

[۲۸] اس کی موت برار کے جوار میں جالنا پور کے قریب اس کے بیماری کیمپ میں ہوئی۔ ابوالفضل جو اسے دربار واپس لانے کے لئے بھیجا گیا تھا اس کے پہنچنے سے چند گھنٹہ قبل۔ اکبرنامہ (اصل کتاب) جلد سوم ۷۰۰ رالیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحہ ۹۷۔ جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۳۴

[۲۹] اکبرنامہ اصل کتاب، جلد سوم صفحہ ۷۱۳ الیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحہ ۹۰ محمد باری صفحہ، خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۱۶ وی اسٹ ترجمہ بیٹھ برج کلکتہ ریویو، ۵ ۱۸۷۳ء نمبر ۱۱ صفحہ ۹۷

Marfat.com

سلیم کی بغاوت

سلیم نے اپنی فوج تورانا کے خلاف روانہ کردی مگر خود اجمیر میں شکار و تفریح اور عیش پرستانہ مشاغل میں وقت ضائع کرتا رہا۔ اکبر کی شخصیت سے دُور ہوکر وہ بری صحبت میں پڑ گیا جس میں اُسے اکسایا گیا کہ بادشاہ اور شاہی فوج کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھائے۔ ہر حکمران سے یقیناً کچھ لوگوں کو مایوسی اور کچھ کو ناراضی ہوتی ہوگی مایوسی سے یقیناً حالات کا غلط اندازہ ہوگا اور وہ اقتدار حاصل کرنے کے ہر موقع پر بادشاہ وقت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ ایک شہزادہ اور خصوصاً پسر کلاں باغیانہ سازش کا بہترین مرکز ہوسکتا ہے۔ سلیم کا دماغ جو حوصلہ مندی سے گرم اور ناسپاسی سے بگڑ گیا تھا اُس نے فوراً اس دلیل کو قبول کرلیا کہ شمال کے حصّہ کی حالت بے حفاظت ہے اور اُس وقت اچانک حملہ آسان ہے۔ اُس کا ذہن جو گرد و پیش کے ماحول کا آسانی سے اثر لے لیتا تھا اور بے جا جوش سے بھرا ہوا تھا اس بات کو نہ سوچ سکا کہ سلطنت میں کوئی ایسی وسیع پیمانہ پر بے چینی نہیں ہے جو بغاوت کی کامیابی کے لئے ضروری ہوتی ہے یا یہ کہ اگر اُس کی طرف سے کوئی بیجا حرکت ہوئی تو بادشاہ کو شمال کی طرف پہنچنے میں دیر نہ لگے گی۔ مان سنگھ سے بے شک اندیشہ تھا کہ وہ ایسی کارروائی میں حائل ہوگا لیکن عین اُس موقع پر مان سنگھ کے صوبہ بنگال سے زبردست شورش کی خبر ملی جو آخری مگر طاقت ور افغان نے برپا کی تھی اور اسے فوراً راجپوتانہ سے بنگال روانہ ہوجانا پڑا اور سلیم نے اُسے باعزت طور پر اور یقیناً دل میں خوش ہوکر رخصت کیا۔[1]

---

[1] اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۸۰۳ (ایلیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۹۸، ۹۹ مآثر جہانگیری۔ (مخطوطہ خدا بخش) صفحات ۱۰۲ (الف و ب) ۱۳ الف و ب، خافی خاں جلد اول صفحات ۲۱۰، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۳۔ مآثر الامرا (اصل کتاب) جلد دوم صفحات ۱۶۲ تا ۱۶۸، ریوریج۔ جلد اول صفحہ ۱۱۹۔ ڈورن کی ہسٹری آف دی افغانس صفحہ ۱۸۳ ڈی بعارک کی تھیائیں باب ۲ صفحات ۱۱۰، ۱۱۳۔ ٹیری (صفحہ ۴۰۸) کا بیان ہے کہ سلیم نے اپنی سوتیلی ماں انارکلی کی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور معاف کردیا گیا اور اپنے باپ کے عتاب کے خوف سے مشرق کی طرف بھاگ گیا اور بغاوت کردی۔ ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھ برج کلکتہ ریویو ۱۸۷۰ء صفحہ ۲۲) نے ٹیری کے بیان کی نقل کی ہے۔ سلیم کے اس قسم کے قصور پر اشارہ کیا ہے جس کے بعد وہ فوراً مشرق کی طرف بھاگ گیا اور الہ آباد پر قبضہ کرلیا لیکن سلیم کی بغاوت کے حالات سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ سلیم کی بغاوت کے افواہی حالات کے متعلق۔ دیکھو پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۱۰۲، ولیم فنچ (ارلی ٹریولز) صفحہ ۱۷۰، جلد اول صفحہ ۱۳۱)

Marfat.com

تیسرا باب

سلیم کی بغاوت

اکبر کی مضبوط حیثیت اس طرح وہ بغاوت شروع ہوئی جس نے سلطنت کو پانچ سال تک ہیجان میں رکھا اگرچہ حکومت کے استحکام کو خطرہ میں نہ ڈال سکی۔ اکبر کی شخصیت نے سلطنت کو مسخر کر رکھا تھا۔ اس کی شاندار کامیابی اور خوش قسمتی اس کی سب سے بالا تر شان اور اس کی فیاضی نے اس کی رعایا میں پرجوش، ہر دلعزیزی اور تشکرانہ عقیدت حاصل کر لی تھی۔ اس کے پرانے تجربہ کار جنرل اور اس کی فوج کے سپاہی اور اس کی دولت اور سامانِ جنگ کے زبردست وسائل ایسے تھے کہ کسی بڑی سی بڑی شورش کو سال بھر کے اندر ہی ختم کر سکتے تھے۔ یہ اس کی پدرانہ شفقت تھی کہ اس نے سلیم کی شورش کا فوراً قلع قمع نہیں کر دیا۔ خود سلیم کو بھی اپنی کمزوری کا احساس تھا جس کی وجہ سے وہ معاملہ کو آخری حد تک پہنچانے سے گریز کر رہا تھا۔ وہ پس و پیش کرتا ہے موقع محل دیکھتا ہے۔ گفت و شنید کرتا ہے۔ پشیمان ہوتا ہے اور جھک جاتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے پسندیدہ لوگوں کے اثر کو بھی اکھاڑ پھینکتا ہے۔

سلیم کے دوست اس زمانہ میں شہزادہ کے قریب ترین احباب میں اس کے دودھ شریک بھائی اور ساتھ کھیلے ہوئے شیخ سلیم چشتی کے پوتے خوبو تھے اور خلاف قیاس نہیں ہے کہ اس کی انا جس کی وہ اپنی ماں کے برابر عزت کرتا تھا[1] اس کے باغیانہ منصوبوں کو آگے بڑھانے میں شریک رہی ہو شہزادہ کے دوسرے باثر ساتھی سید عبداللہ[2] اور زمانہ بیگ تھے جو مہابت خاں کے نام سے مشہور ہوئے تھے[3]۔

---

[1] جہانگیر زر ،جرس و بیوریج ، جلد اول صفحہ ۱۰۵

[2] جہانگیر ،راجرس بیوریج ، جلد اول صفحہ ۲۲

[3] جہانگیر ،راجرس و بیوریج ، جلد اول صفحہ ۰

Marfat.com

سلیم آگرہ جاتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ شورش کا جو مواد پک رہا تھا اُس کی بھنک کچھ مان سنگھ کو لگ گئی اور اُسے توڑنے کے لئے مان سنگھ نے شہزادہ کو مشورہ دیا کہ وہ مشرقی صوبوں پر قبضہ کرے جس سے وہ افغانوں سے دست و گریباں ہو جائے[۷] مگر شہزادہ نے اسے نہ مانا بلکہ اپنی فوج کو میواڑ کی مہم سے واپس بلا لیا اور یہ سوچا کہ پنجاب کے جنگجو سرحدی صوبہ پر قبضہ کرلے۔ اس دوران میں وہ شہباز خاں کمبوہ کی جائداد ایک کروڑ نقد اور املاک حاصل کر کے مالدار ہو گیا تھا[۸] شہباز خاں کمبوہ کا حال ہی میں انتقال ہوا تھا لیکن پنجاب پر قبضہ کا منصوبہ شاید بہت خطرناک خیال کر کے ترک کر دیا اور وہ تیزی سے آگرہ کی طرف بڑھا جہاں بیس کروڑ روپے سے زیادہ کا خزانہ تھا[۹] قلعہ دار قطب خاں کو شہزادہ کے باغیانہ منصوبہ کا پتہ چل گیا اور اس نے نہایت ہوشیاری اور مضبوطی سے کام لیا۔ اُس نے سلیم کو قلعہ میں نہیں داخل ہونے دیا بلکہ خود ہی مناسب تحفے لے کر باہر آگیا اور انتہائی خوش اخلاقی اور ادب کا مظاہرہ کیا مگر اپنی ذمہ داری سے دست بردار ہونے سے قطعی انکار کر دیا۔ شہزادے کو اس کے سر پھرے دوستوں نے مشورہ دیا کہ بوڑھے قلعدار کو گرفتار کرے مگر اُس نے عقلمندی سے اس رائے پر عمل نہیں کیا ضرورت کی آڑ لے کر اُس نے قلیج خاں کو شہر کا پورا انتظام سپرد کر دیا اور مشرق کی طرف کوچ کی تیاری کی۔ یہ خبر سُن کر اس نے روانگی میں اور عجلت کی کہ اُس کی دادی مریم زمانی اُسے فہمائش کے لئے آرہی ہے۔ اُس کے مغویانہ طرزِ عمل نے محل شاہی میں سخت ہل چل پیدا کر دی تھی اور بیوہ ملکہ سے زیادہ کسی اور کو اتنا سخت صدمہ نہیں ہوا تھا اس لئے کہ اُسے سلیم سے محبت اس کی ماں سے زیادہ تھی شہزادے کی موجودہ ذہنیت میں اپنی دادی سے ملاقات اس پر سخت گراں گزری۔ اس نے جلدی سے الہ آباد کے لئے کشتی لے لی اور ملاحوں کو تیز چلانے کی تاکید کی اور فوج کو خشکی کے راستے سے

---

[۷] مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۱۲۔ مان سنگھ کی روانگی کی توجیہ کچھ معلوم ہوتی ہے۔

[۸] ڈی لائٹ صفحات ۱۹۲ تا ۲۰۴ ترجمہ لیتھ بریج صفحہ ۱۹ کا بیان ہے کہ خزانہ کی تعداد ایک کروڑ سے زیادہ تھی۔ کمبوہ کی زندگی کے حالات کے لئے دیکھو مآثر الامراء انگریزی ترجمہ بیورج صفحات ۴۰۹ تا ۴۱۲

[۹] جنوئیٹ پادریوں کے خیال کے مطابق آگرہ کے خزانہ میں اکبر کے انتقال کے وقت ۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم تھی۔ دیکھو وی اے اسمتھ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی نومبر ۱۹۱۶ء صفحات ۲۲۵ تا ۲۴۳

Marfat.com

پیچھے آنے کا حکم دیا[7]۔

سلیم الہ آباد میں

بارہ دن کے خوشگوار دریائی سفر نے شہزادہ کو الہ آباد[8] پہنچادیا جہاں اس نے اکبر کے بنائے ہوئے قلعہ میں خود کو قلعہ بند کر لیا اور اپنی حکومت بہار تک وسیع کر کے خود مختاری کا علم بلند کر دیا۔

خود مختاری کا علم

خوبو کو قطب الدین خاں کا خطاب دے کر بہار کا گورنر بنایا گیا اور کالپی پر یاسین بہادر کو مقرر کیا گیا۔ بہار کے خزانہ کے تیس لاکھ روپیہ حاصل کر کے شہزادے کی خدمت میں صرف کیا گیا۔ خاص خاص حمایتیوں کو جاگیریں اور خطابات دیئے گئے۔ اوروں کے ساتھ عبداللہ کو خاں کا خطاب ملا[9]۔

اکبر کی کوشش مصالحت

اکبر کو جس وقت ان واقعات کی خبر ملی تو وہ خاندیش کے ناقابل تسخیر قلعہ اسیر کے سامنے تھا[10]۔ اس کے مشیروں نے سخت کارروائی کی صلاح دی جسے اس نے رد کر دیا اور محض مہربانی شفقت اور پُروقار الفاظ میں شہزادہ کے طرزِ عمل کی بازپرس کی، صلح اور مفاہمت کے مقصد سے اُس نے خواجہ محمد شریف کو روانہ کیا جو بچپن میں شہزادہ کا کھیل کا ساتھی اور گہرا دوست تھا۔

---

[7] اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۸۰۳ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۹۹ محمد ہادی صفحہ ۸ تاثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش) صفحہ ۱۳ ب، گلیڈون جلد چہارم۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۱۸ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۱۶۷۔ مرات العالم صفحہ ۲۹ ب، ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھ برج) صفحہ ۱۹۲ عنایت اللہ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۰۴ کا بیان ہے کہ بادشاہ نے سلیم کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی فوجوں کو بنگال میں مان سنگھ کی فوجوں کے ساتھ شامل کر دے لیکن سلیم کی فوری روانگی کا یقیناً یہ سبب نہ تھا۔

[8] سولہویں اور سترہویں صدی میں الہ آباد کے حالات کے متعلق دیکھو آئین (جارت) جلد دوم صفحہ ۱۵۸۔ پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۱۰۸۔ شیور نیر جلد اوّل صفحات ۱۰۹ تا ۱۱۰۔ خلاصۃ التواریخ ترجمہ سرکار کی انڈیا آف اورنگزیب میں صفحات ۲۶ تا ۲۷

[9] مآثر جہانگیری صفحہ ۱۳ ب، و ۱۴ (الف) گلیڈون جلد چہارم و پنجم محمد ہادی صفحہ ۹۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۲۰ تا ۲۲۱

[10] اس قلعہ کی حالت اور ساز و سامان کے متعلق دیکھو شیخی سرہندی کا اکبر نامہ (ایلیٹ وڈاوسن) صفحات ۱۳۹ تا ۱۴۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۳ تا ۳۵ میں قلعہ کے محاصرہ اور بعد کو اکبر کی شمال کی طرف واپسی کا ذکر ہے۔ مگر خود اپنی بغاوت کا حال کچھ نہیں لکھا ہے۔

Marfat.com

مگر بزدل اور بے شعور شخص تھا۔ سلیم نے شاہی پیام کا پورے اعزاز و احترام سے استقبال کیا مگر اپنے دوستوں کے کہنے سننے پر پشیمانی کی کوئی علامت ظاہر نہیں کی اور جواب میں اپنی قطعی بے قصوری کا اظہار کیا۔ اس نے شریف کو آسانی سے پھسلا لیا اور اپنا خاص وزیر بنا لیا[1] اور پھر بہت بڑی فوج جمع کرنے لگا۔

اکبر کی آگرہ کو واپسی

۱۶۰۱ء کے وسط میں اکبر آگرہ پہنچ گیا[2] اور سلیم تیس ہزار کی فوج کے ساتھ اُس طرف بڑھ رہا تھا اور راستہ میں لوٹ مار اور غارت گری کرتا جاتا تھا۔ شہزادہ نے ظاہر یہ کیا کہ اُس کے کوچ کا مقصد محض اپنے والد کو آداب بجالانا ہے مگر کسی نے اس بہانہ کو قبول نہ کیا۔

تہدیدی فرمان

جب سارے مصالحت کے وسائل بے سود ثابت ہوئے تو اکبر نے اپنے لڑکے کے نام سخت فرمان جاری کیا کہ وہ اپنی فوج کو برطرف کر دے اور صرف چند منتخب ملازموں کے ساتھ آجائے یا خود الہ آباد واپس جائے۔

الہ آباد کو واپسی

اس اعلان جنگ سے جس کے پیچھے یقیناً فوجی تیاری بھی تھی سلیم خوف زدہ ہو کر اطاعت پر مجبور ہو گیا۔ اٹاوہ سے اس نے میر صدر جہاں کو روانہ کیا کہ وہ بادشاہ کو اس کی وفاداری اور غیر متزلزل اطاعت شعاری کا یقین دلائے اور خود الہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اُسے بنگال و اڑیسہ کی حکومت پر فائز کر دیا۔[3]

---

[1] اکبر نامہ (اصل کتاب) جلد سوم صفحہ ۷۹۳ (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۹۹۔ مآثر جہانگیری صفحہ ۲۴ ب۔ محمد ہادی صفحہ ۹ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۳۰ گلیڈون جلد چہارم و پنجم مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۲ شریف کے حالاتِ زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا جلد سوم صفحات ۲۵ تا ۲۹ بلوکمین صفحات ۵۱۷ تا ۵۱۸ مآثر الامرا کا بیان ہے کہ سلیم نے شریف سے وعدہ کیا کہ وہ تخت نشین ہونے پر سلطنت کو نصف نصف تقسیم کرے گا مگر شاید محض احتمالات کی تقسیم کے سوا اور کوئی بات نہ تھی۔

[2] تکمیل اکبر نامہ (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۰۵ مآثر جہانگیری صفحات ۱۵ تا ۱۷ محمد ہادی صفحہ ۱۔ انگلیڈون صفحہ ۷۰ خافی خان جلد اول صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۲ عنایت اللہ نے سلیم کی بغاوت کو کم کر کے دکھانے کی کوشش کی ہے اور آگرہ جانے جو کے اس نے جو اعلان کیا تھا اس کو قبول کیا ہے۔

ڈی لائٹ (ترجمہ ہندوستان صفحہ ۱۹۸) کا بیان اس سے مختلف ہے اور اس نے سلیم کی فوج کی تعداد ستر ہزار بتائی ہے

ذوجہانک (باب ۱۰ صفحہ ۲۰۰) کا بیان ہے کہ اکبر کے لیے سلیم بہت زیادہ طاقتور ثابت ہوا اور اکبر کو مجبوراً اسے راضی کرنا پڑا۔ یہ بیان بجائے خود ناقابل یقین ہونے کے علاوہ کسی دوسری معاصر تحریر سے اس کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

لیکن الہ آباد میں سلیم پھر برے اثرات سے متاثر ہو گیا۔

سلیم کا خود مختارانہ دربار

اس نے اپنے افسروں کو بنگال اور اڑیسہ کی حکومت پر بھیج کر خود کو کمزور نہیں کرنا چاہا۔ اُس نے شاہی لقب اختیار کر لیا۔ اگرچہ اب بھی وہ اپنے باپ کو شہنشاہ کہتا تھا۔ اس نے اپنا باضابطہ دربار قائم کر لیا اور گوا کے صوبائی حکمران سے استدعا کی کہ وہ اُس کے دربار میں اپنا نمائندہ مقرر کرے اگرچہ اس میں کامیابی نہیں ہوئی اُس نے گوا کے پورتگالی حکام سے کسی قسم کی فوجی مدد بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے فرامین جاری کئے اور خطابات اور جاگیریں دیں۔[35]

ابوالفضل کی واپسی

اس تشویش انگیز صورت حال میں اکبر نے اپنے سب سے زیادہ وفادار مشیر کو جسے دکھن کے چارج میں چھوڑ دیا گیا تھا واپس بلا لیا۔ سلیم نے خیال کیا کہ اس کا سخت ترین دشمن اُس کے باپ کو جو اب تک پدرانہ شفقت کی بردباری کا مظاہرہ کر رہا تھا اب قوت استعمال کرنے پر آمادہ کرے گا اور شاید اُسے وراثت سے بھی محروم کر دے۔ چنانچہ اُس نے طے کیا کہ اس باعظمت شخصیت کو قتل کرا دے اور اپنی حمایت پر ناعاقبت اندیش بندیلہ رئیس بیر سنگھ[36] کو آمادہ کر لیا۔

---

[35] عنایت اللہ، مآثر جہانگیری، خافی خان اور گلیڈون حسب سابق۔ ڈو جارک جلد سوم باب ۱۳ صفحات ۱۱۳ تا ۱۲۱۔ ڈی لائٹ ترجمہ لیتھبرج صفحہ ۱۹۸۔ میکلاگن صفحات ۸۸ تا ۸۹۔ وی۔ اے۔ اسمتھ کی اکبر صفحہ ۳۰۳۔ جزوبٹ سلیم سے معاملہ کرنے میں بہت محتاط تھے۔ جو کچھ کہ سلیم نے جو خط لکھا وہ اس نے اکبر کو دکھایا۔ ڈی لائٹ کا بیان ہے کہ اکبر سے گفت و شنید کے دوران میں سلیم نے اپنے باپ سے یہ اجازت چاہی کہ وہ ستر ہزار فوج کے ساتھ اس سے ملے، جتنی جاگیریں اُس نے دی ہیں وہ پختہ کر دی جائیں اور اس کے سارے حامیوں کو عام معافی دی جائے۔ چنانچہ گفت و شنید ناکام ہو گئی۔ دیکھو ڈی لائٹ صفحات ۱۹۹ تا ۲۰۸، ترجمہ لیتھبرج صفحہ ۱۹۷، وی اے اسمتھ صفحہ ۳۰۴

سلیم کے جاری کئے ہوئے فرامین میں سے ایک فرمان فیض آباد کی میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے۔

[36] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۲۴ تا ۲۵ مآثر جہانگیری (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۲۲ تا ۱۲۳ و ۴۴۳۔ پرایس کی جہانگیر (صفحات ۳۲ تا ۳۴) جہانگیر کے رویہ کو پارسائی مذہبی جذبہ پر محمول کرتا ہے جس کا مستند یادداشتوں میں کوئی ذکر نہیں ہے (باقی صفحہ)

Marfat.com

بندیلے ایک صدی پیشتر گہوار راجپوت کا ایک قبیلہ بندیلہ نقل وطن کر کے جنوب کی طرف آگیا اور دریائے جمنا کے جنوب میں آباد ہوگیا جو علاقہ اب تک بندیل کھنڈ کہلاتا ہے مضبوط جسم، قسمت آزمائی کا حوصلہ، ہمت، جرأت اور شجاعت کے جوش نے انھیں وہاں کے عام باشندوں سے ممتاز کر دیا تھا۔ وسط ہند کے گھنے جنگلوں، تیز بہتے ہوئے دریاؤں اور ڈھلوان پہاڑیوں نے انھیں مغلوں کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھا تھا۔ تقریباً دو صدیوں سے اُن لوگوں نے اُس علاقہ میں جو گونڈوانہ[ؒ] کو جمنا کے دوآبہ سے علیحدہ کرتا ہے۔ شورش، ابتری اور بدنظمی پھیلا رکھی تھی۔

بیر سنگھ کی آمادگی بیر سنگھ دیو بندیلوں کا سردار تھا[ؒ] اور اکبر کے خلاف کھلم کھلا برسرِ بغاوت تھا اور جب وسط ۱۶۰۲ء میں سلیم نے اس سے کہا کہ وہ گھات لگا کر ابوالفضل کو قتل کردے تو وہ فوراً آمادہ ہوگیا اور اپنی حسبِ معمول جسارت سے یہ انتظام کیا کہ جس راستے سے ابوالفضل گذرنے والا تھا اس پر گھات لگا دے۔

(بقیہ ص ۱۷) عجیب بات ہے کہ عنایت اللہ (تکمیل اکبر نامہ ۔ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۰۷) نے ابوالفضل کو واپس بلانے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ سلیم کی بے ضابطگیوں کی جو اطلاع اُس نے دی تھی اُس سے اکبر ناخوش ہوگیا تھا مآثر الامرا کا مصنف (بیوریج جلد اول صفحہ ۱۲۲) اور اس کی تقلید میں بلوکمین (مقدمہ آئین صفحہ ۳۲) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابوالفضل کو اس لئے واپس بلا لیا گیا کہ اکبر کے بہت سے بہترین افسر سلیم کے طرفدار ہوگئے تھے درحقیقت بہترین افسروں میں سے کسی نے بھی سلیم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ڈو جارک ابوالفضل کو سلیم کے ساتھیوں میں کہتا ہے

[ؒ] بندیلوں کی ابتدا اور ان کے نام کے متعلق مختلف روایات کے لئے دیکھو سر ایچ ایم ایلیٹ کی تاریخی یادداشت عوامی کہانیاں ہندوستان کی شمالی مغربی اقوام کی تقسیم، مرتبہ جان بیمس صفحات ۴۵ و ۴۶

بندیلوں کی تاریخ کے لئے دیکھو ہندی شاعر لال کی چھتر پرکاش پوگسن کی ہسٹری آف بندیلاز خصوصاً صفحہ ۲ تا ۴۴ بندیلوں کی خاندانی مخطوطہ چھتر پور نیز وی اے اسمتھ کی ہسٹری آف بندیل کھنڈ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اشتہ کننگھم کی آرکیالوجیکل سروے رپورٹیں جلد ۲، ۷ و ۲۱۔ امپیریل گزیٹیر جلد ۹ صفحات ۲۰ تا ۲۶، نیز دیکھو مآثر الامرا جلد دوم صفحات ۱۲۱ تا ۱۲۳ و ۲۱۷ تا ۲۲۲

[ؒ] بیر سنگھ کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول ۴۰۵ مع مصور تذکرہ کالڈ کا نتخاد مآثر الامرا جلد دوم صفحات ۱۳ تا ۱۳۶) بیشتر فارسی مورخین نے غلطی سے بیر سنگھ کا نام نر سنگھ لکھا ہے۔

سیاسی تاریخ کی حیثیت سے مشہور ہندی شاعر کیشو داس کی بیر سنگھ دیو چرتر زیادہ قابل وقعت نہیں ہے۔

Marfat.com

ابوالفضل کی شمال کی طرف روانگی

اگست ۱۶۰۲ء

اس سازش کا حال کھل گیا اور ابوالفضل کے دوستوں نے اُسے صلاح دی اور اصرار کیا کہ وہ اپنا راستہ بدل دے مگر اس نے سختی سے جواب دیا "ڈاکوؤں میں کیا طاقت ہے کہ وہ میرا راستہ روکیں" سرونج میں اسے سمجھایا گیا کہ وہ اپنی فوج کو اس فوج سے تبدیل کرے جو ایک شاہی افسر گوپال داس نکشہ نے نئی بھرتی کی ہے، اور باتوں کے علاوہ اس سے یہ بھی کہا گیا وہ اپنے وفادار نائب اسد بیگ کو برطرف کر دے جسے وہ ساتھ لے جانے پر مصر ہے سرائے برار پر اُسے ایک فقیر نے صاف صاف الفاظ میں آگاہ کیا کہ اگلے دن ایک مسلح گروہ اس کا راستہ روکے گا۔ ابوالفضل نے اس اطلاع دینے والے کو انعام دے کر رخصت کر دیا مگر اس کے انتباہ پر مطلق دھیان نہ دیا

بندیلوں کا حملہ

جمعہ کو سورج نکلتے ہی کوچ کا بگل بجا مگر جیسے ہی فوج کی حرکت شروع ہوئی بندیلوں کے ہراول دستہ نے حملہ کر دیا مگر یہ حملہ پسپا کر دیا گیا۔ مرزا محسن جو پٹرول پر گیا تھا اس نے اطلاع دی کہ بندیلوں کی ایک بہت بڑی فوج پورے طور پر مسلح قریب ہی لڑائی کے لئے صف بستہ کھڑی ہے۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے باصرار کہا کہ وہ رفتار تیز کر دیں لیکن موت نے ابوالفضل کے قدم روک لئے اور اس نے جھڑک کر کہا "کیا تمہارا مطلب ہے کہ ہم بھاگ جائیں؟" مرزا نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر جواب دیا "یہ بھاگنا نہیں ہے۔ ہم اس طرح چلیں جیسے میں چل رہا ہوں ویسے ہی گوالیار تک آپ چلیں۔"

لیکن اس نازک موقع پر ابوالفضل کی عقل میں کوئی بات نہ آئی جب قریب آتے ہوئے دشمن کی کثیر تعداد نظر آئی اور صاف ظاہر ہو گیا کہ اُن سے مقابلہ ممکن نہیں تو ابوالفضل کو مشورہ دیا گیا کہ وہ راجہ رائے سنگھ اور رائے رایان کے یہاں پناہ لے جو چار میل کے فاصلہ پر دو ہزار فوج کے ساتھ خیمہ زن ہیں لیکن ابوالفضل نے اس تجویز کو حقارت سے رد کر دیا۔ فوراً ہی اُس کی مختصر جماعت پر پانچ سو زرہ بکتر سے مسلح سواروں نے حملہ کر دیا۔ انھوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

زخمی

ابوالفضل کے ایک جاں نثار خادم گدائی خان افغان نے اپنے آقا کے گھوڑے کی راس پکڑ لی اور چلا کر کہا "آپ کا یہاں کیا کام ہے؟ آپ چلے جائیں یہ ہمارا کام ہے"۔ لیکن ابوالفضل بزدل نہ تھا وہ ہمت اور شجاعت سے لڑا ایک دوسرے

Marfat.com

خادم نے اُس کے گھوڑے کی راس پکڑ کر دوسری طرف گھمادی لیکن عین اُس موقع پر ایک راجپوت کا نیزہ ابوالفضل کے سینہ کے آر پار ہوگیا وہ سامنے کے ایک چشمہ پر کودنا چاہتا تھا مگر اس کوشش میں زمین پر آرہا۔ اس کے ایک ساتھی جبار خاں نے بیہوشی کی حالت میں اُسے گھوڑے کے نیچے سے نکالا اور ایک درخت کے سائے میں لے گیا۔ بندیلے رنگروٹوں کے بیچ سے راستہ کاٹتے ہوئے وہیں پہنچ گئے۔ ایک قیدی فیلبان نے ابوالفضل کا نشان دیا۔ بیر سنگھ فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور زخمی کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اپنے کپڑوں سے اُس کا خون پونچھنے لگا۔ اس کی یہ ظاہری مہربانی دیکھ کر جبار وہاں سے ہٹ کر درخت کے پیچھے چلا گیا۔ عین اس وقت ابوالفضل کو ہوش آگیا اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ بیر سنگھ نے اُسے سلام کیا اور کہا: "فاتح عالم نے عزت کے ساتھ آپ کو بلایا ہے"۔ ابوالفضل نے خشمگیں نظر سے اُسے دیکھا۔ بیر سنگھ نے قسم کھائی کہ وہ پوری حفاظت کے ساتھ اُسے لے جائے گا ابوالفضل نے غصہ سے اسے گالی دی۔ بیر سنگھ کے ساتھیوں نے اُس سے کہا کہ ابوالفضل کا زخم مہلک ہے اور وہ لے جانے کے قابل نہیں ہے۔ اس موقع پر جبار نے تلوار نکال لی اور کئی بندیلوں کو ختم کر دیا اور قریب قریب بیر سنگھ کے پاس پہنچ گیا تھا کہ اتنے میں اُسے گھائل کر کے روند ڈالا گیا۔

قتل بیر سنگھ ابوالفضل کے سر کے پاس سے اٹھا اور اپنے آدمیوں سے اشارہ کیا کہ اُسے بیکسی میں ختم کر دیں۔ سر کو لے کر بیر سنگھ تیزی سے روانہ ہوگیا اور کسی اور سے تعرض نہیں کیا بلکہ جو قیدی اُس نے گرفتار کئے تھے انہیں بھی چھوڑ دیا۔ سر کو ذلیل کرنے کے لئے الہ آباد بھیج دیا گیا اور جسم زیادہ اعزاز کے ساتھ موضع انتاری میں دفن کر دیا گیا۔[1]

اکبر کا غم اس بے رحمانہ قتل نے آگرہ میں سخت ہلچل پیدا کر دی۔ بادشاہ کو اطلاع

---

[1] اسد بیگ وقائع (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۵۶ تا ۱۶۰ تکمیل اکبر نامہ (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد چہارم صفحہ ۱۰۷۔ مآثر جہانگیری (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۴۴۲ تا ۴۴۳ جہانگیر (راجرس بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۵ محمد ہادی صفحہ ۱۰ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۳ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۲۳ و ۲۲۳ گلیڈون صفحہ ۰۔
ابوالفضل کی قبر اب بھی ریاست گوالیار کے موضع انتاری میں موجود ہے۔ ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو صفحہ ۲۰۔

Marfat.com

کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی چغتائیوں میں دستور تھا کہ کسی شہزادے کی موت کی اطلاع اس طرح کی جاتی تھی کہ اس کا سرکاری نمائندہ بازو پر نیلا رومال باندھ کر سامنے آجاتا۔ ابوالفضل کا وکیل اسی نشان کے ساتھ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس صدمہ سے اکبر کا حال ابتر ہو گیا۔ چوبیس گھنٹے تک وہ تلملاتا اور بچوں کی طرح روتا رہا۔ اس نے کہا "اگر شہزادے کو سلطنت کی خواہش تھی تو وہ مجھے مارتا اور میرے دوست کو نہ مارتا"۔[ط]

بیر سنگھ کا سختی سے تعاقب

اکبر نے بیر سنگھ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا اور رائے رایان کو متعین کیا کہ اس کا خاتمہ کر دے۔ بندیلوں نے چھاپہ مار جنگ کا طریقہ اختیار کیا جس سے ان شعلہ خو پہاڑیوں نے اکثر اعلیٰ تربیت یافتہ فوجوں کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں تعاقب کرنے والوں سے بچتا ہوا بالآخر اس نے ایرج کے قلعہ میں پناہ لی۔ رائے رایان نے اس کا سختی سے محاصرہ کیا لیکن بندیلے ہر طرح کی نگرانی سے بچ نکلے اور رات کی تاریکی میں جنگل کی طرف نکل بھاگے۔ بادشاہ کو افسران کی لاپروائی پر سخت غصہ آیا اور اس نے اسد بیگ کو تعینات کیا کہ موقع پر جا کر سارے معاملے کی تحقیقات کرے۔ اسد بیگ نے کامل تحقیقات کے بعد رپورٹ کی کہ اگرچہ کوئی بھی غداری کا مرتکب نہیں ہوا مگر سب نے انتہائی غفلت برتی۔ بادشاہ نے سب کو معطل کر دیا اور تعذیبی مہم کی سربراہی پر ابوالفضل کے لڑکے عبدالرحمٰن کو مقرر کیا لیکن مغلوں کی انتہائی کوشش کے باوجود بیر سنگھ کو گرفتار نہ کیا جا سکا۔ ایک مرتبہ وہ زخمی بھی ہوا مگر چھالے پڑے ہوئے پیروں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ بندیلوں نے کنوؤں میں زہر ڈلوا دیا، مغلوں کی رسد روک دی، مقابلے کی جنگ سے بچتے رہے اور اپنے دشمنوں کو سخت مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ مگر بادشاہ کے عزم میں کسی بات سے کمی نہ ہوئی اور وہ اپنے دوست کے قاتل کو جہاں بھی ملے پکڑ لانے

[ط] وقائع اسد بیگ (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد ششم ۱۵۵۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۲۳، ۱۲۴۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر نے برجستہ ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا "ہمارا شیخ ذوق و شوق سے ہماری طرف آیا مگر ہمارے قدم چومنے کی خواہش نے اُسے سر پیر سے ختم کر دیا"۔ کہا جاتا ہے کہ سلیم نے ابوالفضل کے سر کو ایک گندی جگہ پھینکوا دیا۔

Marfat.com

کے لئے اپنی حکومت کے آخری دن تک فوجی کمک بھیجتا رہا۔[۵]

سلطان سلیمہ بیگم کی کوشش مصالحت

لیکن سب سے بڑا مجرم پدرانہ محبت، حرم شاہی کے اثرات اور سلطنت کے مصالح کی آڑ لے کر انصاف کی زد سے بچتا رہا۔ سلیم قطعی طور پر سنگین سزا کا مستحق تھا لیکن اکبر کی پدرانہ شفقت اور تدبر انصاف کے فیصلہ پر غالب آیا۔ کوئی اور مغل شہزادہ ایسا نہ تھا جو عمر اور اہلیت کے لحاظ سے جانشینی کے لئے نامزد کیا جا سکتا۔ دانیال بدچلن شرابی نوجوان تھا اور تیزی سے قبر کی طرف جا رہا تھا۔ سلیم کے لڑکے بہت کم عمر تھے اور ان میں سے کوئی جانشین کیا جاتا تو خانہ جنگی کی ہولناکی اور ولایت کو دقتوں سے دوچار ہونا پڑتا۔ مزید براں سلیم کی سزائے موت سے حرم شاہی میں سخت طوفان برپا ہو جاتا۔ اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود وہ اپنی دادی اور اپنی لائق و فائق سوتیلی ماں بیگم سلیمہ سلطان کا نور نظر تھا۔ سلیمہ سلطان بیگم اپنی علمیت، دانشمندی اور ہوشیاری کی وجہ سے خدیجہ عصر کے امتیاز سے سرفراز تھیں۔[۶] ابوالفضل کے قتل کے چند ہی ماہ بعد اس نے پیش کش کی کہ صلح صفائی کی کوشش کے لئے وہ الہ آباد آ جائے۔ شہزادہ نے دو منزل آگے بڑھ کر اس کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ سلیمہ سلطان نے اسے فرض شناسی اور اطاعت شعاری کی راہ پر لانے کے لئے آمادہ کرنے میں اپنی انتہائی قابلیت اور اثر کو استعمال کیا اور وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ سے اس کا قصور معاف کرانے کے لئے پیروی کرے گی۔

سلیم کی آگرہ چلنے پر آمادگی سلیم کے نوجوان دوستوں نے اس سے اصرار

---

[۵] وقائع اسد بیگ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم ۱۷۰ تا ۱۶۲ تکمیل اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۰۸ تا ۱۱۴۔ مآثر الامرا (بیورج)، جلد اول صفحات ۱۱۳ تا ۴۱۲، ۴۲۳ تا ۴۲۵۔ جہانگیر (راجرس بیوریج) جلد اول صفحات ۲۴ و ۲۵۔ اسد بیگ کے تحقیقاتی مشن ہی سے ابوالفضل کے قتل کے مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں

[۶] سلیمہ سلطان بیگم کے حالات کے متعلق دیکھو گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ مرتبہ آئی ایس بیوریج صفحات ۲۷۶ تا ۲۸۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحہ ۲۳۲۔ قانی خان جلد اول صفحہ ۲۷۱۔ دربار اکبری صفحہ ۲۳۰۔ وہ بیرم خاں کی بیوہ تھی۔

Marfat.com

کہا کہ وہ اپنی خود مختاری کے منصوبہ پر قائم رہے لیکن بیگم کا نیک مشورہ غالب رہا۔ وہ اپنے نور نظر کے ساتھ آگرہ روانہ ہوئی اور مریم مکانی کی شرکت سے یہ انتظام کیا کہ باپ بیٹوں میں جہاں تک ممکن ہو پوری طرح سے صلح صفائی ہو جائے۔ اٹاوہ سے سلیم نے اکبر کو خط لکھا کہ وہ اپنے حال کے طرز عمل پر معافی کا خواستگار ہے اور یہ امید ظاہر کی کہ وہ عنقریب حاضر ہو کر قدم بوسی کرے گا۔ مریم مکانی نے ایک منزل آگے آکر اس کا استقبال کیا۔ بزرگ خاتون نے جب اپنے شاہ خرچ پوتے کو گلے لگایا جس نے تین سال پہلے نافرض شناسی سے اس سے بے رُخی برتی تھی تو وہ بُرا پُر اثر منظر تھا۔ شہزادہ کو اس نے خود اپنے ایوان میں ٹھہرایا اور شہزادہ نے درباری منجموں سے خواہش کی کہ وہ اپنے باپ سے ملنے کا سعید وقت بتائیں لیکن اکبر نے کہا کہ میل ملاپ کی ملاقات کے لئے ہر وقت سعید ہے

باپ بیٹے میں مصالحت۔ اپریل ۱۶۰۳ء

جب اکبر اپنی ماں کے ایوان میں داخل ہوا تو وہ اور سلیمہ سلطان کھڑی ہو گئیں اور سلیم کو باپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ چاہنے والے باپ نے اُسے گود میں اٹھا لیا[1]۔

شہزادہ نے اپنے ۳۵۴ ہاتھی نذر کر دیئے اور اس طرح جزوی طور پر مصالحت ہو گیا۔ اُس نے باپ کو ایک ہزار مہر نذر کئے جس کے بدلے میں خلعت مرصع تلوار اور نادر ہاتھیوں سے نوازا گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بادشاہ نے اپنی پگڑی اُتار کر

---

[1] مآثر جہانگیری قلمی نسخہ خدا بخش صفحات ۱۸ و ۱۹۔ محمد ہادی صفحات ۱۱ و ۱۲۔ تکمیل اکبر نامہ ایلیٹ ڈاؤسن: جلد ششم صفحات ۱۰۸ و ۱۰۹ میں سلیم کی بغاوت کو نرم کر کے دکھایا گیا ہے۔ خافی خان (جلد اول صفحات ۲۲۳ تا ۲۲۵) نے تمام واقعات مآثر جہانگیری کے لئے ہیں۔ گلیڈون صفحہ ۔ بعد کو جہانگیر نے اس پر فخر کا اظہار کیا کہ اس نے اپنے دوستوں کے مشورہ پر سلطان سلیمہ بیگم کی رائے کو ترجیح دی اور اپنے باپ کے خلاف بغاوت سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی خسرو کی بغاوت کی مذمت کرتے ہوئے اُس نے کہا: "الہ آباد میں تنگ نظر لوگوں نے مجھ سے بھی اپنے باپ سے بغاوت کے لئے کہا۔ ان کا مشورہ ناقابل قبول تھا جسے میں نے رد کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ جس سلطنت کی بنیاد باپ سے دشمنی پر ہو وہ کتنے دن چلے گی۔۔۔ معقولیت اور علم کے اصول پر عمل کرتے ہوئے میں اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو میرے مغفور اور میرے دنیاوی خدا تھے اس نیک مقصد میں مجھ کو فلاح حاصل ہوئی۔ جہانگیر راجرس و بیورج، جلد اول صفحہ ۶۵ نیز دیکھو صفحہ ۹۸

Marfat.com

اُس کے سر پر رکھدی اور اس کے پھر ولیعہد ہونے کا اعلان عام کیا گیا بمصالحت کی ضیافتوں نے آگرہ شہر کو مسرتوں سے بھر دیا[۲۲]

میواڑ کی مہم پھر سے شروع کرنے کا حکم ۱۶۰۳ء

بادشاہ نے شہزادہ کو بری صحبت اور مفسد عناصر سے دور رکھنے کے لئے اُسے میواڑ کی مہم پر دوبارہ مقرر کر دیا جسے ۱۵۹۹ء میں اُس نے نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ جس روز دربار میں ہندو تقریب فتح[۲۳] منائی جا رہی تھی اُسی دن شہزادہ بہت بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنی جائے پیدائش فتحپور سیکری تک گیا لیکن وہاں سے آگے بڑھنے میں سخت پس و پیش کیا۔ جس مہم نے اکبر اور بھگوانداس اور مان سنگھ کو ہرا دیا تھا اس کو انجام دینے میں خود کو ناقابل محسوس کیا ہوگا۔ اس میں فوجی جوش عمل کا جذبہ، فوجی قیادت کی قابلیت۔ سربراہی کی ذہانت، نظم کی استعداد اور اس خوش تدبیری کا فقدان تھا جو راجپوتوں کی تسخیر اور میواڑ کے بھیل اور پہاڑیوں اور وادیوں پر قابو حاصل کرنے کے لئے ضروری تھی۔ وہ یقیناً فوج اور عوام کی نگاہ میں ذلیل ہو جائے گا اور دشمنوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنے گا۔ وہ برسوں مرکز سے دُور رہے گا اور اتنے برسوں میں اس کی جانشینی اور اس کی زندگی اور مقسوم کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فتحپور سیکری سے آگے جانے میں پس و پیش

اگر وہ ان تمام خطرات کو انگیز بھی کرے تو اُسے مرکز سے پوری مدد ملنے میں شبہہ ہے۔ چنانچہ فتحپور سیکری میں اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ آگے نہ جائے گا۔ چونکہ کھلی ہوئی نافرمانی کا مطلب بغاوت ہوتا اس لئے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس نے حیلے بہانوں کا طریقہ اختیار کیا۔ اُس نے بار بار شکایت کی کہ شاہی افسران مہم کے لئے سوار، توپخانہ اور سامان جنگ مہیا کرنے میں دریغ کر رہے ہیں اور کمک کے لئے وہ انتظار ہی کرتا رہ گیا اور یہ کہ ناکافی فوج سے وہ اپنی شہرت کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا۔ پھر اُس نے فوج اور روپیہ کے مبالغہ آمیز مطالبات کرنا شروع کئے اور جب یہ نہیں پہنچے تو اس نے

---

[۲۲] تکمیل اکبرنامہ۔ وان نوئیر جلد دوم صفحہ ۱۸۰۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۰

[۲۳] دسہرہ یا وجے لکشمی

Marfat.com

بڑبڑانا شروع کر دیا۔ اس نے عرض کیا کہ مسلسل طلب خود اس کے لئے شرمناک ہے اور بادشاہ سلامت کے لئے پریشان کن ہے اس لئے اُسے خود اپنی جاگیر پر جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ خود اپنے وسائل سے مہم کے لئے پورا بندوبست کرے۔

الہ آباد واپسی کی اجازت

سلیم کا ذہنی رجحان بالکل واضح تھا۔ اکبر نے شہزادے کی ایک پھوپھی بخت النساء کو اُسے سمجھانے کے لئے بھیجا مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ اکبر کا خیال نرم تدابیر پر مائل تھا اور اس نے اپنے مشیروں کے بہتر فیصلہ کے برخلاف سلیم کو اجازت دے دی کہ وہ الہ آباد واپس جائے اور پھر جب جی چاہے حاضر دربار ہو جائے۔[۲۴]

پھر خود مختاری کا اعلان

۱۰ نومبر ۱۶۰۳ء کو سلیم متھرا ہوتا ہوا الہ آباد پہنچا۔[۲۵] اپنے باپ کی مصالحت کی خوشی میں اُس نے جشن منانے کا حکم دیا مگر الہ آباد کے ماحول نے جلد ہی پھر اُس پر اپنا اثر ڈالا اور آزادی کا دربار پھر سجایا گیا۔ غیر معمولی فیاضی سے پسندیدہ لوگوں اور کاسہ لیسوں کو خطابات اور جاگیریں دی گئیں۔

یکہ وتنہا اکبر

حالات جس طرح ابتر ہو رہے تھے اُس سے اکبر کو بڑا دکھ تھا۔ اُس کی صحت کچھ دنوں سے تیزی کے ساتھ گرتی جا رہی تھی۔ چالیس سال کی مسلسل

---

[۲۴] تکمیل اکبر نامہ ایلیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحہ ۱۱۔ محمد ہادی صفحات ۱۲ تا ۱۳۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۲۵ تا ۲۲۶۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحات ۲۰ تا ۲۱۔

فتحپور سیکری کے دوران قیام میں زویر دو مرتبہ اس سے ملنے آیا اور اس کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ شہزادہ ہمیشہ کی طرح عیسائیوں کا بڑا دوست اور تثلیث کا احترام کرنے والا تھا۔ سخت شراب نوشی کا وہ اب بھی عادی تھا۔ زویر کا بیان ہے کہ جب میں اس سے رخصت ہوا تو شہزادہ نے گرجا کے لئے مجھے پانچ سو روپے دیے۔ شہزادہ کی نشست ذرا اونچی تھی اور جب میں اس کی قدم بوسی کے لئے بڑھا تو اس نے مجھے ایک عزیزہ بھائی کی طرح گود میں اٹھا لیا۔ اور مجھ سے التجا کی کہ حضرت مسیح سے اس کے حق میں پرزور سفارش کروں۔" دیکھو میکلاگن صفحات ۹۱ تا ۹۲

ان ملاقاتوں کا ذکر ۶ ستمبر ۱۶۰۳ء کے ایک خط میں ہے مگر چونکہ مورخین نے سلیم کے دوبارہ فتحپور سیکری کے قیام کا ذکر نہیں کیا ہے اس لئے یہ ملاقاتیں ۱۶۰۳ء میں ہوئی ہوں گی۔

[۲۵] زویر (میکلاگن صفحات ۹۱ تا ۹۲) کا بیان ہے کہ شہزادہ نے آگرہ سے اس لئے گریز کیا کہ وہ دوبارہ جال میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ نہیں معلوم کہ پہلے وہ کس جال میں پھنسا تھا۔

Marfat.com

سرگرمیوں نے اب اُس کی کمر توڑ دی تھی۔ اُس کے اکثر قریبی دوست اور ہم صحبت گذر گئے تھے۔ اُس کی بھرپور زندگی میں یکے بعد دیگرے خلا ہوتا گیا۔ راجہ بیربل پیدائشی مزاحیہ قصہ گو سنہ ۱۵۸۶ء میں یوسف زئی قبیلہ کے مقابلہ میں کام آگیا۔ تین سال بعد ہندوستانی مالیہ کا تاجدار راجہ ٹوڈرمل اور بہادر فیاض جنرل راجہ بھگوانداس چالیس دن کے اندر ہی دونوں فوت ہوگئے۔ ۴ ۔ اگست سنہ ۱۵۹۳ء کو مذہبی نقطۂ خیال کا زبردست علمبردار اور ابوالفضل اور فیضی کا باپ شیخ مبارک نوّے سال کی طویل عمر پاکر فوت ہوگیا۔ خود فیضی دربار کا شاعرِ اعظم اور زبردست اہلِ علم بھر اکتوبر سنہ ۱۵۹۵ء کو اپنے باپ کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ کرگیا۔ سب سے آخر میں سب سے عظیم سانحہ سنہ ۱۶۰۲ء میں پیش آگیا کہ ابوالفضل وسطِ ہند کے جنگل میں بے دردی سے قتل ہوا۔[لہ] اور اس سے بھی زیادہ دردانگیز وہ حالات تھے جن میں اس کی موت واقع ہوئی۔ سلیم سارے خاندان کا منظورِ نظر عیاشی، شراب خواری اور بغاوت میں مبتلا تھا اور ناعاقبت اندیش ہم صحبتوں کے کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ مراد پہلے ہی بحالتِ زار ذلت کی قبر میں دفن ہوچکا تھا۔ دانیال تیزی سے تعرِ مذلت کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا۔ یہ نوجوان جن کے باپ کو ضعیف العقیدہ عوام الناس نے خداوندی کے درجہ تک پہنچادیا تھا۔ اُس کے لڑکوں کا چال چلن ایسا شرمناک تھا۔ اس بے یارو مددگار حالت میں اکبر کے ذہن میں اُن مایوسیوں کی کسک تھی جن سے اُسے سابقہ پڑا تھا اور وہ ناسپاسی اور بے وفائی جس سے وہ دوچار تھا۔ اس کی ذہنی اذیت نے واضح طور پر اُس کے قوائے جسمانی کو متاثر کیا۔ جب اُس کا آخری وقت نظر آنے لگا تو اس کی جانشینی کے سوال نے سخت اہمیت حاصل کرلی۔

سلیم کو محروم کرنے کی سازش

مغلوں کی تاریخ میں ایک مرتبہ اولادِ اکبر کو ہنسی خوشی اور میل جول سے تختِ سلطنت پر بیٹھنے کا موقع مل گیا ہوتا مگر خود سلیم کی بدچلنی کی عادات اور ناعاقبت اندیشی نے اُن سب کے دلوں میں جو سلطنت کے جاں نثار تھے سخت اندیشے پیدا کردیئے۔ جو شخص عیاشی اور شراب خوری میں غرق ہو، اخلاقی کمزوریوں میں مجرمانہ حد تک مبتلا ہو، خود غرضانہ

لہ ان سب کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامراء، دربارِ اکبری، بلوکمین روبیل۔

Marfat.com

اور تنگ نظرانہ مشوروں کا غلام ہو، قابلِ نفرت، بے وفائی کا رجحان رکھتا ہو، حکومت کے لئے بے قرار ہو، فوجی قیادت اور تدبر سے بالکل ناآشنا ہو، ایک شفیق اور محبت کرنے والے باپ کا ناشکرا ہو اور ایک دل وجان سے محبت کرنے والی ماں اور دادی کی التجاؤں کی پروا نہ کرے اُس سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اکبر نے سلطنت کو عظمت اور خوش حالی کے اعلیٰ ترین عروج پر پہنچا دیا تھا۔ کیا اُسے ایک ایسے شخص کی خاطر جو عوام کی شکرگزاری کا بالکل مستحق نہ ہو، مصیبت اور انتشار میں مبتلا ہو جانے دیا جائے؟ پرانے امرا میں جو باقی رہ گئے تھے انھیں سلیم کی جانشینی پر اپنے منصب سے گرجانے کا اندیشہ نظر آیا جس منصب کو انہوں نے عزت کے ساتھ اور سلطنت کی شان بڑھا کر انجام دیا اُسے خودغرض کم عقل لوگ حاصل کر کے رسوا کریں گے۔ مفادِ عامہ کا جذبہ اور ذاتی مفاد دونوں نے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ سلیم کو محروم کر کے کسی ایسے شخص کو جانشین کریں جو سلطنت کی روایات کو برقرار رکھے اور بڑے بوڑھے تجربہ کار دانشمندوں کا جو شاہی خدمت گزار ہیں احترام کرے۔ دانیال کا سوال نہ تھا۔ اس لئے نظرِ انتخاب سب سے بڑے لڑکے خسرو پر پڑی جو اب سترہ سال کا ہو چکا تھا اور خون کے رشتہ سے سلطنت کے عظیم ترین امرا سے وابستہ تھا۔ وہ راجہ مان سنگھ کا بھانجا اور مرزا عزیز کوکا کا داماد تھا۔

راجہ مان سنگھ

۱۵۶۲ء میں اکبر کی مریم الزمانی سے شادی نے کچھواہہ خاندان کو امرائے شاہی میں بلند ترین درجہ اور رسوخ پر پہنچا دیا تھا۔ کسی امیر یا راجہ کی اکبر نے راجہ بھارمل سے زیادہ عزت افزائی نہیں کی۔ اس کے لڑکے بھگوان داس نے قابلیت اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی اور ۱۵۶۹ء میں اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے گجرات، میواڑ، کشمیر اور افغانستان کی کئی مہموں میں امتیاز حاصل کیا تھا۔ شجاعت اور فوجی قیادت کے ساتھ اس میں صحیح راجپوتی خودداری اور اپنی بات کا پاس بھی تھا اور ٹھیک راجپوتی جذبہ خطرہ اور موت سے بے خوفی کا رکھتا تھا۔ اس نے مغل خاندان سے پھر اپنا رشتہ استوار کیا اور اپنی لڑکی کی شادی اتنے شان وشکوہ سے کی جس نے دنیا کے سب سے زیادہ دولت مند حکمراں کے دولت مند ترین امرا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ اُسے پانچ ہزار کے منصب تک ترقی حاصل ہوئی جو قریب ترین عزیز شہزادوں کے علاوہ کسی کو نہیں حاصل ہوا تھا۔ ۱۵۸۹ء میں اس کی دولت، ریاست اور

Marfat.com

رسوخ اور منصب اس کے لیے پالک لڑکے کنور مان سنگھ کو ملا جس نے بچپن ہی سے اپنے گہرے سپاہیانہ رجحان کا اظہار کر دیا۔ اس کی دلیرانہ جرأت، رستمانہ شجاعت اور مدبرانہ ہوشمندی گجرات، میواڑ، افغانستان اور بنگال کی جنگوں میں یادگار ہو گئی تھی۔ اکبر سے اُسے بے پناہ عقیدت تھی اور اس کے لئے وہ انتہائی مصیبت اور ہر طرح کے ضرر کو جھیل سکتا تھا۔ پچھلے چند برسوں سے وہ شورہ پشت بنگال کا گورنر تھا۔ عثمان کی شورش فرو کرنے کے بعد وہ دربار میں حاضر ہوا اور اُسے سات ہزار کے منصب پر ترقی دے دی گئی[۲۶]۔ بنگال سے واپسی سے پہلے ہی اُس نے خان اعظم مرزا عزیز کوکا سے جو سلطنت کا سب سے امیر تھا رشتۂ اتحاد استوار کر لیا تھا۔

مرزا عزیز کوکا

عزیز اکبر کا دودھ شریک بھائی ساتھ کا کھیلا ہوا اور گہرا دوست تھا۔ اُسے حسن اتفاق سے جو عظمت حاصل ہو گئی تھی اُسے وہ باعزت طور پر نباہ نہ سکا۔ اس کا ذوق نفس پرستانہ تھا۔ مزاج تشدد پسند، حاضر جوابی میں تیز اور زبان زہریلی اور بے باک۔ جب اُس کے جذبات بھڑکتے تھے تو وہ نہ صرف سخت کلامی اور تشدد پر اُتر آتا تھا بلکہ قطعی چالاکی اور غداری پر بھی۔ اکثر موقعوں پر اُس نے اکبر کو سخت ناراض کیا مگر اکبر کی عظیم المرتبت شخصیت نے سب کچھ برداشت کیا۔ اکبر کہتا تھا کہ "میرے اور عزیز کے درمیان دودھ کا رشتہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا" جب عزیز نے اکبر کو اس کی مذہبی بدعنوانیوں پر بُرا بھلا کہا اور ناراض ہو کر مکہ معظمہ چلا گیا تو اکبر نے اس کے عزیزوں اور متعلقین کی پورے طور پر سرپرستی کی۔ لیکن عزیز کا مذہبی جوش اس وقت ٹھنڈا پڑ گیا جب اس مقدس مقام کے دیوتاؤں نے اس کا خون چوسنا شروع کر دیا۔ جب وہ ہندوستان واپس آیا تو اس کے آقا نے محبت کے پورے جوش کے ساتھ

---

۲۶ مان سنگھ کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا جلد دوم صفحات ۱۶۰ تا ۱۷۰۔ بلوکمین صفحات ۵۲۹ تا ۵۳۱۔ اس کے کارناموں کے لئے دیکھو اکبر کے عہد حکومت کی کوئی تاریخ۔ نیز ٹاڈ کی اینلس اینڈ انٹی کوئی ٹیز آف راجستھان۔ اکبر کے گویوں اور شاعروں نے مان سنگھ کے کارناموں کو اس طرح بیان کیا ہے جیسے کسی خود مختار حکمران نے انجام دیئے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی ڈیڑھ ہزار بیویاں تھیں اور چار ہزار لڑکے لڑکیاں لیکن ان میں سے بیشتر بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

Marfat.com

اس کا استقبال کیا۔ اب اس نے اس جماعت میں شامل ہونے سے مطلق تامل نہ کیا جس کے ممبروں نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی جان اور مال اور عزت حتیٰ کہ مذہب تک اکبر پر قربان کر دیں گے اس میں استعداد کی بھی کمی نہ تھی۔ فوجی کمانڈر کی حیثیت سے اس کی ہوشمندی کا ہر ایک کو اعتراف تھا۔ وہ ممتاز مصنف اور خوش تقریر تھا جو وسیع جاگیر اور مشاہرہ اُسے ملتا تھا اُس کا ایک حصہ وہ قابل ادیبوں کی سرپرستی میں صرف کرتا تھا۔ اس نے اپنی لڑکی کی شادی سلطان خسرو سے کی تھی اور اُسے خسرو کے تخت نشین ہونے کی جو تمنا تھی وہ بالکل حق بجانب تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اکثر کہتا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ قسمت میرے داہنے کان میں اُس کے حکمراں ہونے کی خوشخبری دے اور بائیں کان سے میری روح نکال لے"[۱۸]

سلطان خسرو

خسرو اب سترہ سال کا جوان تھا۔ بہت خوبصورت اور خوشگوار اطوار کا بے داغ چال چلن کا۔ اس تربیت کی نگرانی خود اکبر نے کی تھی۔ اس کی تعلیم ابوالفضل جیسے فاضل اجل کے ماتحت شروع ہوئی تھی جس کی مدد پر اُس کا عالم و فاضل بھائی ابوالخیر تھا۔ کچھ دنوں راجہ مان سنگھ اس کا سرپرست رہا تھا۔ ایک ذی علم برہمن شیو بھٹ عرف بھٹا چارجی نے اُسے ہندو علوم سے آشنا کر دیا تھا۔ دربار کے ماحول نے اس میں غیر معمولی ذہانت اور آزاد خیالی پیدا کر دی تھی۔ اپنے باپ اور چچاؤں کے بدنام کن اطوار کے برخلاف خسرو کی عام خوبیاں غیر معمولی طور پر بڑی قابلِ قدر تھیں جو سیاسی جھگڑے اس کے گرد پیش ہو رہے تھے اُن سے اس میں حصول اقتدار کے وہ بخوشی اپنے چچا اور خسر کی جماعت میں شامل ہو گیا جو اُسے تخت نشین کرنے کی کوشش کر رہے تھے[۱۹]

---

[۱۸] عزیز کوکا کے حالات زندگی کے لئے دیکھو اقبال نامہ صفحہ ۲۳۰ جس سے خافی خان نے کافی استفادہ کیا ہے۔ جلد اول صفحہ ۲۰۱، مآثر الامرا بیوریج، جلد اول صفحات ۳۱۹ تا ۳۲۵۔ بلوکمین صفحات ۳۲۵ تا ۳۲۸۔ دربار اکبری صفحہ ۶۳۹، نیز دیکھو منتشر حالات کے لئے ابوالفضل نظام الدین و بدایونی ۱۵۸۱ء میں عزیز کوکا نے اکبر اور اس کے ہمراہیوں کی شاندار ضیافت کی صغیر سن شہزادہ سلیم بھی اکبر کے ساتھ تھا جسے خسرو نے قیمتی جواہرات تحفہ میں دیئے۔

[۱۹] خسرو کے حالات زندگی کے لئے دیکھو اکبر نامہ جلد سوم صفحات ۵۲۳، ۷۴۰، ۷۴۲، ۸۲۹، عمل صالح ٹیری کا سفر نامہ وغیرہ ماخذ ہے۔

Marfat.com

شاہ بیگم کی خودکشی ۱۶ مئی ۱۶۰۴ء

خسرو پورے جوش و خروش کے ساتھ اس سازش میں شریک ہوگیا اور اکثر اپنے باپ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس کے لڑکے اور شوہر میں جو تنازعہ تھا اس سے اُس کی ماں کو انتہائی خلش ہوئی اس نے بار بار خسرو کو لکھا کہ وہ سلیم کا ساتھ دے اور اس کے دشمنوں سے قطع تعلق کرلے لیکن خسرو کے دماغ پر حکومت کا جو نشہ چڑھا تھا اُسے وہ کسی طرح اُتار نہ سکی۔ اس کی دلی اذیت اس وقت اور بڑھ گئی جب اُس نے یہ سُنا کہ اس کا بھائی مادھوسنگھ بھی اس جماعت میں شامل ہوگیا جو اس کے شوہر کے خلاف ہے۔ اُسے مزاج کی مخزونیت ترکہ میں ملی تھی جس میں دماغی عدم توازن بھی شامل تھا اور جسے اس کے شوہر کی بدچلنی اور کثرت ازدواج کے گھرانے کے جھگڑوں نے اور تلخ کردیا تھا۔ چنانچہ یہ دوہری اذیت شاہ بیگم کے دماغ کی برداشت سے باہر تھی۔ اکثر اوقات وہ خلل دماغ کے دورے میں مبتلا ہوجاتی تھی۔ آخر کار حالات کو سدھارنے اس کی ناکامی اور اس کی ناقابلِ برداشت اذیت اور صعوبت نے اُسے خودکشی کرنے پر آمادہ کردیا۔ ۱۶ مئی ۱۶۰۴ء کو صبح کے وقت سلیم کو یہ پیام بھیج کر شکار سے واپس بلایا گیا کہ اس کی چہیتی بیگم نے بڑی مقدار میں افیون کھالی ہے اور تشنج کے دورے میں تڑپ رہی ہے لیکن سلیم کے پہنچنے سے پہلے ہی سب کچھ ختم ہوچکا تھا۔[۱] اُسے اسی تفریحی باغ میں دفن کیا گیا جس میں چند سال بعد اس کے لڑکے خسرو

(بقیہ صفحہ ۱۱۳) بن ہیرو جو اکبر کے دربار میں جزوٹ مشن کا تیسرا رکن تھا (۱۵۹۵ء) کا ایک خوش کن مگر غیر اہم واقعہ بیان کرتا ہے کہ بن ہیرو نے بادشاہ کو حضرت مسیح اور مریم عذرا کی ایک تصویر دکھائی۔ وہ کہتا ہے کہ "جب ہم نے یہ متبرک تصویر دیکھی تو ہم گھٹنوں کے بل جھک گئے اور یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کا دس سالہ پوتا شہزادہ کا لڑکا بھی جھک گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ لئے جس پر بادشاہ بہت خوش ہوا اور شہزادہ سے کہا "ذرا اپنے لڑکے کو دیکھو۔ میکلاگن صفحہ ۱۰ خسرو کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی

[۱] تکمیل اکبرنامہ، الیٹ وڈاؤسن، جلد ششم صفحات ۱۱۲ نے غلطی سے اس خودکشی کو اس کی ایک سوت کے جھگڑے سے منسوب کیا ہے۔ جہانگیر، راجرس و بیورج، جلد اول صفحات ۵۵ تا ۵۶۔ خافی خاں، جلد اول صفحہ ۲۴۹ نے اس کی موت غلطی سے ۱۰۱۲ھ میں لکھی ہے۔ ماثرالامرا، بیورج، جلد اول صفحہ ۳۰۰۔ بیورج، جنرل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۶۷۔ عجیب بات ہے کہ سوبلی ڈسٹرکٹ گزیٹیر جلد ۲۳ مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۱۰۶ کا بیان ہے کہ خسرو کی حمایت پر اس کی ماں تھی۔

Marfat.com

کی قبر بنی اور جو اب بھی خسرو باغ کے نام سے مشہور ہے [۲۵]

اکبر کا تعزیت کا خط خانگی رنجشوں کی اس سب سے بڑی مصیبت نے کچھ دنوں کے لئے سلیم کے حواس معطل کر دیئے اور اکبر نے اسے ہمدردانہ تعزیت کا خط لکھا۔[۲۶]

سلیم کا ظلم لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلیم کے مزاج کی درشتی ہمیشہ سے زیادہ بڑھ گئی اس چھوٹے دربار کے جھگڑوں سے تنگ آکر بہادر سعد اللہ خاں نے کنارہ کشی اختیار کی[۲۷] اور سلیم کا غصہ بے پناہ بڑھ گیا۔ اس نے اپنی پریشانیوں کو شراب اور افیون میں غرق کر دینے کی کوشش کی مگر علاج مرض سے بھی بدتر ثابت ہوا۔ اس کی اس زمانہ کی حرکات اس کی شہرت پر سب سے زیادہ بدنما داغ ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر وہ آپے سے باہر ہو جاتا اور فوراً وحشیانہ ظلم پر اتر آتا۔[۲۸] ایک نہایت قابلِ نفرت واقعہ نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ اس کا فطرتاً نرم دل اس بے رحمی کی حد تک پہنچ گیا تھا جو انتہائی ظلم کی قسم تھی۔

ایک شرمناک واقعہ ایک وقائع نگار جس پر پہلے ہی سے سلیم کے قتل کی سازش میں شرکت کا شبہ تھا۔ شہزادے کے ایک مقرب خواجہ سرا

---

[۲۵] یہ باغ الہ آباد ریلوے اسٹیشن سے ذرا فاصلہ پر آج بھی ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ البتہ قبروں کی معقول حفاظت نہیں ہوئی۔ شاہ بیگم کی قبر مغرب کی طرف تیسری عمارت میں ہے جس میں علاوہ شاہ بیگم کی قبر کے کئی اور چھوٹی چھوٹی قبریں ہیں۔ شاہ بیگم کی قبر تو ویسی خوبصورت اور شاندار نہیں لیکن اس کے اوپر ایک بہت خوبصورت چھوٹی سی عمارت ہے۔ اس کے کتبے اور ترجمہ کے لئے دیکھو بیورج (جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحہ ۹۰۹)۔ نیز بیل کی مفتاح التواریخ صفحہ ۲۳۳۔ نیز جلد دوم صفحہ ۴۴۳ جرے کی ہینڈ بک غازیگال صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۴ میں کئی غلطیاں ہیں۔

[۲۶] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۵۵ تا ۵۹ تکمیل اکبر نامہ (الیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۱۱۱ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۷

[۲۷] محمد ہادی صفحہ ۱۳ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۷۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۷۸

[۲۸] تکمیل اکبر نامہ (الیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۱۲ تا ۱۱۳ خافی خان جلد اول صفحات ۲۲۷ تا ۲۲۸۔

Marfat.com

پر عاشق ہو گیا اور اُسے لے کر بھاگ گیا۔ اس نے جنوب کا راستہ اختیار کیا شاید شہزادہ دانیال کی پناہ میں جانے کے خیال سے۔ جیسے ہی اس کے فرار کی اطلاع ملی ایک جماعت تیز رفتار سواروں کی اس کے تعاقب میں روانہ کر دی گئی۔ اپنی روانگی کے چھٹے دن وہ پکڑا گیا اور الہ آباد لایا گیا۔ ایک اور شخص بھی اس سازش میں شریک پایا گیا۔ شہزادہ نے غصّہ کی حالت میں یہ حکم دیا کہ تین میں سے ایک کو سختی سے پیٹا جائے، ایک کو آختہ کر دیا جائے اور ایک کی کھال کھینچ لی جائے۔

اکبر کو یہ سُن کر کہ شہزادہ اتنی وحشیانہ حرکت کا مرتکب ہوا، سخت صدمہ ہوا اور سخت فہمائش کے خط میں اُس نے لکھا کہ وہ خود تو مردہ بکرے کی کھال کھینچتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ شہزادہ نے زندہ آدمی کی اپنے سامنے کھال کھینچتے ہوئے دیکھنا کیسے گوارا کیا۔[۴۳]

سلیم کی یہ حرکت یقیناً ناقابل دفاع تھی مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ ملزمین نہایت کریہہ اصلاحی جرم اور بدترین غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔ قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ شہزادہ نے کھال کھینچنے کی وحشیانہ سزا جس کی اکبر نے سخت مذمت کی صرف اسی موقعہ پر دی تھی ورنہ اور کبھی اس سے ایسی قابلِ نفرت حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی جو انسانیت کو ذلیل کرنے والی ہو یعنی دوسرے کی اذیت دیکھ کر خوش ہو۔

سلطان دانیال

اگر سلیم کے غیظ و غضب کے مستحق تعاقب کرنے والوں کے ہاتھ نہ آتے تو بھی وہ زیادہ دن محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ سلطان دانیال ذلت کے انجام کے آخری دوروں میں مبتلا تھا۔ اُس کے بچپن سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کی جوانی خوشگوار اور شاندار ہوگی۔ اُسے مضبوط جسم و دماغ ملا تھا۔ خوبصورت ناک نقشہ، پسندیدہ اطوار اور بات چیت کا دلکش انداز، ورزش نے اس کی صحت بہتر کر دی تھی وہ بہت اچھا شکاری تھا اور گھوڑے ہاتھیوں کا شائق۔ اس کی تعلیم رائیگاں نہیں گئی تھی۔ وہ ہندی گانوں سے خوش ہوتا تھا اور ہندی شاعری کی کسی قدر مہارت حاصل کر لی تھی۔ اس کی شادی عبدالرحیم خان خاناں کی لڑکی سے ہوئی تھی اور یہ توقع تھی کہ شہزادہ پر اس کا خوشگوار اثر ہوگا۔

---

[۴۳] محمد ہادی صفحہ ۳۰ خافی خان جلد اول صفحات ۲۲۷ و ۲۲۸۔ گلیڈون صفحہ ۹

Marfat.com

دانیال کی شراب نوشی لیکن جوانی کے قریب پہنچ کر وہ شراب نوشی اور عیاشی میں مبتلا ہو گیا۔ اکبر نے اُسے ایک ذمہ داری کے منصب پر مقرر کیا مگر حُسن اور شراب کی کشمکش نے کام کو بھی پس پشت ڈال دیا جب اُسے دکھن کا کام سپرد کیا گیا تو وہ شراب نوشی میں بالکل غرق ہو گیا۔ عبدالرحیم کی سمجھانے بجھانے کی ساری کوششیں بیکار گئیں۔ اکبر نے دُور بیٹھے ہوئے نصیحتیں کیں مگر بے کار ہوئیں۔ اکبر نے اُسے دربار میں طلب کیا مگر شہزادے نے فرمان کی تعمیل نہ کی۔ اکبر نے عبدالرحیم پر بھی بے پروائی کا الزام لگایا اور اُسے فہمائش کی کہ شہزادے کی اصلاح کی پھر سے کوشش کرے لیکن نوجوان شہزادہ سدھرنے کی حد سے گذر چکا تھا۔ ۱۶۰۴ء میں اکبر کے بھائی ابوالخیر کو بھی بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو دانیال کو دربار میں لے آئے مگر اب وہ حرکت کرنے سے بھی معذور ہو چکا تھا۔ عبدالرحیم نے اُس کی شراب کی رسد بند کر دی اور ممانعت کے لئے سخت پہرہ بٹھا دیا مگر شہزادہ رونے اور واویلا کرنے لگا اور محافظوں سے التجا اور منت سماجت کی اور رشوت بھی دی کہ کسی نہ کسی طرح شراب لا دیں۔ بعض محافظ اتنے ضعیف الاخلاق یا ذلیل تھے کہ وہ اپنی پگڑیوں میں چھپا کر شراب کی بوتل لائے اور سب سے بدتر یہ کہ بندوق کی نال میں بھر کر لائے خصوصاً مرشد علی خاں دو آتشہ پرانی شراب دونالی بندوق کی نال میں بھر کر لاتا اور بارود کی نلکی میں بھر کر جس کے اثر کو مذاق میں جنازے کی طرح کا کہا گیا تھا۔

موت اس شراب کی تیزی نے زنگ کو کھلا دیا اور شہزادے کی یقینی موت کو اور قریب کر دیا۔ چالیس دن کی مزمن بیماری میں وہ اپریل ۱۶۰۵ء میں فوت ہو گیا۔[۳۶]

اکبر کی الہ آباد کو روانگی اس رنج دہ واقعہ نے سلیم کے راستہ سے ایک اور رقیب کو ہٹا دیا مگر سلیم برابر اپنی بدچلنی اور غداری کی راہ پر

---

[۳۶] جہانگیر راجرس وبیوریج، جلد اول صفحات ۳۴ تا ۳۶ فیضی سرہندی کا اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۹۴ تکمیل اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۴ خلاصۃ التواریخ و دہلی امپیریل (؟) صفحہ ۴۲۸

کہا جاتا ہے کہ دانیال نے اپنی مرغوب بندوق پر ایک شعر کندہ کر دیا تھا۔

تیرے ساتھ شکار کی مسرت میں زندگی نئی اور تازہ دم ہو جاتی ہے
جس کسی پر بھی تیرے تیر کا نشانہ لگے وہ جنازہ کے مانند ہے

Marfat.com

چلتا رہا اور آخر کار اکبر کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اگست ۱۶۰۴ئ میں بادشاہ نے اپنی بیماریاں اور حرم کے جذبات کو نظر انداز کر کے یہ تہیہ کر لیا کہ شہزادہ کو بزور قوت اطاعت شعاری کی راہ پر لایا جائے اور آگرہ میں رکھا جائے تاکہ وہ الہ آباد کے بُرے اثرات سے دُور رہے سلیم گھبرا گیا مگر قسمت نے اُسے پبلک میں ذلیل ہونے سے بچا لیا۔ اکبر کی کشتی دریائے جمنا میں زیادہ دُور نہیں گئی تھی کہ وہ ایک ٹیلے سے ٹکرا گئی اور بُری طرح اس میں دھنس گئی۔ دوسری کشتی منگا کر سفر جاری رکھا گیا مگر عین اس وقت موسلا دھار بارش ہو گئی جس سے سارا قرب وجوار ایک وسیع جھیل بن گیا اور فوج کی نقل و حرکت ناممکن ہو گئی۔

مریم مکانی کا انتقال

اسی اثنا میں یہ خبر آئی کہ بیوہ ملکہ کی علالت نے تشویش ناک صورت اختیار کر لی ہے۔ بادشاہ نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا جس نے واپس آکر یہ خبر دی کہ ملکہ کی نزع کی حالت ہے۔ اکبر تیزی سے آگرہ کی طرف واپس ہوا مگر جب وہ پہنچا تو معزز ملکہ کی زبان بند ہو چکی تھی۔ چند گھنٹہ بعد سب کچھ ختم تھا۔

سلیم کی معذرت

اکبر کو سخت صدمہ ہوا اور سارا دربار سوگ میں مبتلا ہو گیا۔ الہ آباد کی مہم کا کچھ دنوں کے لئے کوئی سوال نہ رہا مگر خوش قسمتی سے اب اس کی ضرورت بھی نہ رہی۔ فوجی قوت کے مظاہرہ نے سلیم کو خوفزدہ کر دیا تھا اور مریم مکانی کی موت نے اُسے اس کے سب سے بڑے سفارشی سے محروم کر دیا تھا اور

فارسی مورخین نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اکبر کی مہم محض نصیحت اور فہمائش کے لئے تھی۔ مگر معاصر حالات اور جزویٹ مصنفین کی واضح شہادت سے اس مہم کی فوجی نوعیت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ خاصکر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اصلاح کے لئے پر امن کوشش کی مریم مکانی کبھی مخالفت نہ کرتی۔ دیکھئے تکمیل اکبر نامہ ایلیٹ و ڈاوسن، جلد ششم صفحہ ۱۱۲۔ محمد ہادی صفحات ۳ و ۱۰۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۲ ب، خافی خاں جلد اول صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۰۔ روایات (ترجمہ کیتھ ہیج) کلکتہ ریویو ۱۸۷۳ء نمبر ۱۱۳ صفحہ ۱۹۹ میکلگن صفحہ ۶۶۔

بادشاہ اور اس کے درباریوں نے اپنے سر اور داڑھی مونچھ منڈوا دیئے اور کئی قدم تک جنازے کو لے جانے میں مدد کی۔ مریم مکانی کو دہلی میں اپنے شوہر کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ تکمیل اکبر نامہ ایلیٹ و ڈاوسن جلد ششم صفحہ ۱۱۳

Marfat.com

رہائی

سلیم نے یہ دس دن ذلت و رسوائی میں بسر کیے لیکن جن اُمرا نے اب تک اسکی حفاظت کی تھی وہ پھر برسرکار ہو گئے۔ شہزادہ کی سوتیلی مائیں اور بہنیں اس سے ملیں اور اُسے تسلی دی اور اس کی حمایت میں اکبر پر پورا زور ڈالا چنانچہ شہزادہ نہ صرف قید سے رہا کیا گیا بلکہ اسکے اعزاز و منصب میں بھی اضافہ کیا گیا اور اس کی درخواست پر اس کے حمایتی بھی چھوڑ دیئے گئے اکبر نے کوشش کر کے اُس کے جذبات کو مجروح نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ ایسا سلوک کیا جیسے دونوں کے درمیان کبھی کوئی خلش نہ تھی[۱۶۰]

سلیم سے قطعی مصالحت پر اکبر کے زخمی دل کو بڑی تسکین ہوئی لیکن چین اسکی قسمت میں نہ تھا مسلسل جسمانی سرگرمی اور ذہنی کوفت میں اس نے تریسٹھ سال کی زندگی گذار دی تھی۔ پچھلے چند برسوں کے صدمات نے اس کی صحت کو مہلک طور پر متاثر کر دیا تھا۔ اسکی تیزی سے گرتی ہوئی صحت نے جانشینی کے امیدواروں کی رقابت اور تیز کر دی اور سلیم اور خسرو کی کشیدگی کو بدنامی کی حد تک پہنچا دیا ۲۰ ستمبر ۱۶۰۵ء کو ہاتھیوں کی لڑائی کے سلسلہ میں اتنا جھگڑا ہوا کہ فریقین نے وقار اور تہذیب کے سارے احساسات گم کر دیئے اور اکبر کی زندگی کے دن اور گھٹا دیئے

ہاتھیوں کی لڑائی

قرونِ وسطیٰ کے ہندوستان میں ہاتھیوں کی لڑائی بہت مقبول اگرچہ بڑی بے رحمانہ تفریح تھی[۱۶۱] اکبر کی بیمار ذہنیت نے اس سے شگون لینا چاہا اس نے یہ انتظام کیا کہ دریائے جمنا کے کنارے سلیم کے ہاتھی گیرن بار اور خسرو کے ہاتھی اُپروالے لڑائی ۱۶۲ء بلد شاہی ہاتھی رن تھمبن ہارے ہوئے ہاتھی کی مدد کے لئے محفوظ ہے۔

---

[۱۶۰] تمیلم [illegible] اکبر جلد دوم صفحات ۴۱۵ و ۴۱۶ - خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۸۰ ڈی لائٹ (لیتھ برج صفحات ۱۹۹ و ۲۰۰) ڈوبرک کا بیان ہے اس نے (اکبر نے) اُسے رہا کر دیا اور مزید براں اُسے ایک محل اس کے منصب کے مطابق دیا۔ آخر میں اس نے ایسا سلوک کیا کہ جیسے دونوں کے مابین کبھی کوئی رنجش نہ تھی۔

[۱۶۱] ہاتھیوں کی لڑائی کے متعلق دیکھو سر طامس رو کا سفرنامہ (مرتبہ فاسٹر) صفحہ ۱۰۶ و ۱۱۲ پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۱۲۷ تا ۱۲۸۔ پرچہ جات چہارم ۳۲۷، ۳۳۹ و ۴۷۵ برنیر (مرتبہ کانسٹیبل) صفحہ ۲۷۷۔ ہاتھی کو محفوظ کرنے کے متعلق جسے طپنچہ کہتے تھے اسے اکبر کی اختراعی ذہانت کا نتیجہ کہا جاتا ہے۔ (مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۵۷)

Marfat.com

لڑائی دیکھنے کے لئے بڑا ہجوم جمع ہوا۔ آگرہ کے سارے شرفا نفیس لباس میں موجود تھے۔ سلیم اور خسرو اپنے اپنے حامیتوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھے۔ اکبر اپنے چہیتے پوتے خرم کے ساتھ جھروکہ درشن میں بیٹھا تھا۔

درمیان کی مٹی کی دیوار گرا دینے پر دونوں ہاتھی زور دار ٹکر کے ساتھ لڑنے لگے۔ فریقین کی چند شدید ٹکروں کے بعد گیرن بار کا پلّہ واضح طور پر بھاری ہوگیا۔ محفوظ ہاتھی رن تھمین اُپرا کی مدد کے لئے آگے بڑھا مگر سلیم کے حامیتوں نے لڑائی کے جوش میں آکر چیخنا شروع کیا "کوئی مدد نہیں، کوئی مدد نہیں"۔ اور فیلبان کو گالیاں دینا شروع کیا اور پتھراؤ کر کے اُسے زخمی کر دیا مگر بہادر فیلبان اپنا فرض انجام دینے کے لئے آگے بڑھتا رہا لیکن گیرن بار رن تھمین سے بھی زیادہ طاقتور ثابت ہوا۔

سلیم اور خسرو میں جھگڑا خسرو دوڑتا ہوا بادشاہ کے جھروکہ میں گیا اور اور اپنے باپ اور اُس کے ساتھیوں کو سخت بُرا بھلا کہا۔ اکبر جس نے فیلبان کی پیشانی سے خون بہتا ہوا دیکھا تھا۔ اس نے خرم کے ہاتھ سلیم کو پیام بھیجا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو روکے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ سارے ہاتھی اُسی کے ہو جائیں گے۔ سلیم نے قسم کھا کر جواب دیا کہ اپنے ہمراہیوں کی ہمت افزائی کرنا تو درکنار اُس نے درحقیقت ہنگامہ کو فرو کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ خرم نے یہ جواب جا کر اپنے دادا کو سُنا دیا۔

اس دوران میں آتشبازی چھوڑ کر ہاتھیوں کو الگ کرنے کی ساری کوششیں بیکار گئیں۔ اپروا بھاگ کھڑا ہوا لیکن رن تھمین گیرن بار نے جمنا تک پیچھا کیا جہاں کشتیوں کے بیچ میں آجانے سے جھگڑا فرو ہو سکا۔

سلے وقائع اسد بیگ (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۶۸ و ۱۶۹ نے خسرو کے ہاتھی کا نام اعلیٰ سے جھپل لکھا ہے۔ محمد ہادی صفحات ۱۶ تا ۱۷۔ خافی خان جلد اول صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۲۔ آخر الامرا (اصل کتاب) جلد اول صفحات ۵۰۲ تا ۵۰۴۔ بیوریج جلد اول صفحات ۱۸۳ تا ۱۸۴۔ گلیڈون ۱۱ تا ۷ بلوکمین صفحہ ۲۶۷۔ مآثر جہانگیری میں جو بیان دیا ہے اور جس کا خلاصہ گلیڈون نے کیا ہے چند تفصیلات میں اس سے مختلف ہے۔

Marfat.com

مان سنگھ اور عزیز کوکا کی سازشوں نے اس کا آگرہ میں موجود رہنا بہت ضروری کر دیا تھا۔ اس صورت میں مصالحت کی ضرورت اُسے شدت سے محسوس ہوئی اور حال کے خانگی صدمات نے جو صورت حال پیدا کر دی تھی اس سے فائدہ اٹھانے اس نے تہیہ کر لیا۔ اُس نے اپنی دادی کا سوگ منایا۔ ظاہراً بھی اور یقیناً دل سے بھی۔ اُس نے اپنے باپ سے تعزیت کرنے اور اپنے قصوروں کی معافی خود حاضر ہو کر مانگنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

آگرہ میں آمد الٰہ آباد کا انتظام شریف کو سپرد کر کے شہزادہ اپنے لڑکے پرویز اور اپنے چند ہمراہیوں کو لے کر آگرہ کے لئے روانہ ہو گیا اور ۹ نومبر ۱۵۰۴ء کو وہاں پہنچ گیا۔

باعزّت استقبال عام دربار میں اس کا استقبال عزّت اور شفقت سے کیا گیا۔ اس نے دو سو اشرفیاں ایک لاکھ روپیہ کی قیمت کا ایک ہزار دو سو ہاتھی نذر کئے۔

سرزنش لیکن جیسے ہی دربار برخاست ہوا اکبر اُسے اپنے خاص کمرے میں لے گیا اور سخت سرزنش کی۔

قید شراب نے شہزادہ کا دماغ مختل کر دیا تھا۔ اس لئے اسے حراست میں رکھنے اور طبیبوں کی سپردگی میں دینے کی ضرورت تھی۔ ان تہدیدی کارروائیوں پر عمل کیا گیا۔ پورے دس دن شہزادہ ایک کمرہ میں مقید رہا اور راجہ شالیمار ایک ممتاز درباری طبیب ارجن اور ایک حجام اور ایک اور ملازم اس پر مقرر کیا گیا۔ کچھ دن اُسے شراب اور افیون نہیں دی گئی۔ اس کے خاص خاص حامی گرفتار کر لئے گئے۔ البتہ راجہ باسو جسے جمنا سے اُس پار چھوڑ دیا گیا تھا بچ کر نکل بھاگا۔[49]

---

[49] محمد ہادی صفحات ۱۵ و ۱۶۔ انتخاب الاخبار (الیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۰۷ تا ۱۰۸ ۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش) صفحہ ۲۰ ب۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۳۰۔ تکمیل اکبر نامہ (ان نویسی اکبر) جلد دوم صفحات ۵۱۵ و ۵۱۶۔ مآثر الامراء (بیورج) جلد اول صفحات ۳۹۲ تا ۳۹۳ سلیم کی حراست کی میعاد کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے ڈی لائٹ دو دن لکھتا ہے جلد وچارک تین، محمد ہادی تین دن، عنایت اللہ اور کامگار دس دن، انتخاب الاخبار بارہ دن مآثر الامرا بارہ دن۔ چنانچہ مستند ترین تاریخوں میں دس دن ہیں۔ ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھ برج) صفحہ ۱۶۰ (حاشیہ نوٹ سے پہ)

Marfat.com

اکبر کی مہلک بیماری

سلیم اور خسرو کی بر سر عام بد مزاجی اور دشمنی کا مظاہرہ اور مستقبل میں اُس کے عواقب کے تصور نے اکبر کے پریشان دماغ کو سخت اذیت دی۔ ایک رات اُس کی بے چینی میں گذری جس کے بعد بخار ہو گیا جس میں دستوں سے اور پیچیدگی پیدا ہو گئی۔ شاہی طبیب حکیم علی گیلانی[1] نے آٹھ دن تک اس امید میں کوئی دوا نہیں دی کہ مریض کی طبعی قوت خود مرض کو قابو میں کر لے گی لیکن جب تشویش انگیز علامتیں ظاہر ہونے سے یہ توقع پوری نہ ہوئی تو اس نے دوا دی جس سے پیشاب رُک گیا جس کے بعد جُلاب دیئے گئے جن سے مریض بہت کمزور

(بقیہ صـ) کا بیان ہے کہ سلیم کا دربارِ عام میں پرجوش استقبال ہوا مگر جب وہ قدم بوسی کے لئے جھکا تو تو اکبر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور اندر کمرے میں لے جا کر اُس نے کئی تھپڑ مارے اور اس کی غداری پر اُسے سخت سرزنش کی اور نیز اس کی بزدلی پر کہ باوجود ستر ہزار سوار کے ساتھ موجود ہونے کے اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وی اے اسمتھ (اکبر صفحہ ۳۲۹) اس بیان کو تسلیم کرتا ہے لیکن راقم سطور ہذا کو یہ اکبر کے رجحان مزاج کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ مآثر جہانگیری کا بیان ہے کہ سلیم پورے دس دن افیون اور شراب سے محروم رکھا گیا لیکن ڈی لائٹ کا بیان ہے اُسے صرف چوبیس گھنٹے حراست میں افیون اور شراب سے محروم رکھا گیا اور پھر اکبر نے خود افیون لا کر اپنے ہاتھ سے اُسے دی۔

[1] علی گیلانی اکبر کی حکومت کے ابتدائی دنوں وسط ایشیا سے نقل وطن کر کے ہندوستان آیا۔ اُس وقت وہ محض دواساز تھا لیکن اس کی فنی مہارت اور طبعی استعداد نے بہت جلد اُسے ترقی دے دی۔ ۹۸۸ھ میں اس نے ایک ایسا کمرہ بنوایا جس کا راستہ ایک (حوض کے نیچے) تالاب سے ہو کر تھا مگر جسے پانی بالکل نہیں چھوتا تھا۔ ۹۹۵ھ میں سات سو کا منصب ملا۔ اگرچہ دربار میں اُسے جو اعزاز حاصل تھا اس کے برابر نہ تھا۔ اُس نے کئی حیرت انگیز علاج کئے اور اس کی شہرت بجا طور پر اس عہد کے عظیم ترین طبیب کی تھی۔ بعد کی نسلوں میں اس کی یہ شہرت ہوئی کہ اس نے ساٹھ ہزار کی قیمتی دوائیں مفت تقسیم کیں جس میں مالی امداد یقیناً بادشاہ کی بھی تھی۔ اس کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا جلد اول صفحات ۵۵ تا ۵۰۔ بیوریج جلد اول صفحات ۶۰، ۱۲۴، ۱۵۲ و ۱۵۳۔ بلوکمین صفحات ۴۶۶ و ۶۰۷، جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۸، ۱۲۴، ۱۵۲ و ۱۵۳ میں اس کے متعلق ناموافق رائے ظاہر کی گئی ہے! "ہوشیار سے زیادہ محنتی تھا جیسے اس کی ظاہری صورت اس کے مزاج سے مختلف تھی اور اس کی کامیابیاں اس کی قابلیت سے زیادہ تھیں۔ بحیثیت مجموعی وہ دل کا خراب اور بد طینت تھا۔"

Marfat.com

ہوگیا۔ کوئی دوا اُس کے شدید جسمانی درد کو کم نہ کر سکی اور نہ کسی تدبیر سے اس کی رات دن کی بےچینی میں سکون ہوا۔ ساری تدبیریں ناکام ہونے پر علاج کرنے والے بالکل مایوس ہو گئے۔[۱۱]

سلیم کو گرفتار کرنے کی سازش

اکبر کے بستر مرگ کے گرد سازشوں، غداریوں ساز باز سازش اور جوابی سازش گفتگو اور منصوبہ بازی کا ایک طوفان بپا تھا۔ خان اعظم عزیز کوکا جو نائب سلطنت تھا اس نے سارے عہدے اپنے حامیوں سے بھر دیئے تھے اور حکومت پر اچانک قبضہ کرنے کی فکر میں تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ آئندہ جب سلیم اپنے باپ سے ملنے آئے تو اسے پکڑ کر قید کر لیا جائے۔

سازش کی ناکامی

لیکن عین اس وقت جبکہ شہزادہ برجی کے نیچے کشتی سے اتر رہا تھا میر ضیاء الملک قزوینی نے سازش کا انکشاف کر دیا۔ سلیم اپنی جائے قیام پر واپس آگیا اور باہر نکلنا بالکل بند کر دیا لیکن خرم کو اپنے دادا سے الگ کرنے پر نہ وہ خود اور نہ اس کی ماں آمادہ کر سکی۔

جانشینی کے لئے مشورے

عزیز کوکا اور مان سنگھ کی سازش کا قبل از وقت انکشاف ہو جانے پر ان دونوں نے کھلے خزانے اور بے خوفی سے اپنا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے امرا اور اعلیٰ افسران کو جمع کیا اور سلیم کو ہٹا کر خسرو کو تخت نشین کرنے کی مستعدی سے وکالت کی۔ سلیم کا چال چلن کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ اکبر کا خیال اس کے متعلق اچھا نہ تھا اور وہ اُسے اپنا جانشین بنانا نہیں چاہتا تھا اس لیے سب کو متفق ہو کر خسرو کو تخت نشین کر دینا چاہیئے۔ مخالف فریق کی سربراہی سید خاں بارہہ[۱۲]

---

[۱۱] محمد ہادی صفحہ ۱۷۔ وقائع اسد بیگ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۶۹ تکمیل اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۱۵ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۲۳۔ ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۷۱۔ بیوریج جلد اول صفحات ۱۸۲ تا ۱۸۳

ماثر الامرا (جلد اول صفحہ ۵۷۱) کا بیان ہے کہ جب دوا سے اُس کے دستوں میں فائدہ نہ ہوا تو وہ حکیم علی پر سخت غضب ناک ہوا اور اُسے اُس کی حقیر ابتدا اور اس کی ناشکری اور اُس کی نااہلیت کا طعنہ دیا اور اُسے کند تیرے مارا بھی لیکن حکیم نے کہا کہ اس کی ناکامی میں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اور اپنی دوا کی تاثیر کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ ایک برتن میں پانی جوش کر کے اس میں کچھ دوائیں ڈالیں۔ اکبر نے اس کے پینے پر اصرار کیا جس کے نتیجے میں اس کا پیشاب رک گیا

[۱۲] بارہہ غلط ہے صرف سید خان ہونا چاہیئے۔ (مترجم)

Marfat.com

کر رہا تھا جو قدیم مغل خاندان کا ایک ممتاز رکن اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس نے یہ دلیل دی کہ سلیم کی برطرفی چغتائی ضابطہ اور دستور سے انحراف ہوگا سخت بحثا بحثی کے بعد وہ ملک خبر اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُٹھ کر چلا گیا۔ خان اعظم غصّہ میں آپے سے باہر ہوگیا مگر اُس نے اپنے غصّہ کو ضبط کر لیا اور مجلس برخاست ہوگئی۔

اختلاف اس طویل نزاع کے سلسلہ میں مجلس شوریٰ میں ایک فیصلہ کن عنصر تھا مان سنگھ اور عزیز کبھی سلیم کو برطرف کرنے پر اکبر کی تائید نہ حاصل نہ کر سکے تھے اور امرائ کی اکثریت کی تائید حاصل کرنے میں ناکامی نے سازش کی قسمت پر مہر لگا دی تھی۔[۲۶]

سلیم کی پریشانی سلیم کی جانشینی تو مستحکم ہوگئی تھی مگر جو افواہیں اُڑ رہی تھیں اُن سے وہ سخت پریشان تھا۔ اُسے یہ اطلاع ملی کہ خسرو کو تخت نشین کیا جا چکا ہے اور قلعہ کی بھاری توپوں کا رُخ اُس کے محل کی طرف کر دیا گیا۔ اُسے ہر وقت اپنی جان کا خطرہ تھا۔ چنانچہ اس نے دریا کے راستے الہ آباد جانے کی پوری تیاری کر لی تھی اور کشتی پر سوار ہونے ہی کو تھا کہ رکن الدین روہیلہ نے اس سے اصرار کیا کہ وہ اہم مجلس کے فیصلہ کا انتظار کرے۔ عین اس موقعہ پر مرزا شریف یہ خبر لے کر آیا کہ سازش ناکام ہوگئی اور یہ کہ مرتضیٰ خاں سادات بارہہ کی ایک جماعت کے ساتھ اُس کا ساتھ دینے آرہا ہے اور راستہ ہی میں ہے۔

---

[۲۶] وقائع اسد بیگ (ایلیٹ ڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۶۹ تا ۱۷۰، محمد ہادی صفحہ ۱۰، خافی خان جلد اول صفحات ۲۳۳ تا ۲۳۴، مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۲۷۔ ٹاڈ (اینلس اینڈ انٹی کوی ٹیز آف راجستھان) نے اس معاملہ کو اس سے مختلف بیان کیا ہے۔ پرایس کی جہانگیر صفحہ ۳۲ بنگباسی پریس کلکتہ ایڈیشن صفحہ ۵۶) اور ڈی لائٹ (ترجمہ بیتھ برن کلکتہ رویو اول تا دوم ۱۸۳۱ء صفحہ ۱۱) کا بیان ہے کہ اکبر نے جانشینی کے لئے خسرو کو نامزد کیا تھا۔ مگر دوسرے مورخین اس کی تائید نہیں کرتے۔ اکبر اتنا احمق نہ تھا جو ایسا کرتا۔ مآثر الامرا اور ڈی لائٹ (ترجمہ بیتھ برج) صفحات ۱۹۹ تا ۲۰۰ کا بھی بیان ہے کہ اکبر نے سلیم کو اس شورش کی کوشش کے بعد محل کے اندر ہی رہنے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

سادات بارہہ اس مشہور برادری کا نام ان بارہ گاؤں کی بنا پر ہوا جو موجودہ ضلع مظفر نگر میں ان کی جاگیر تھے۔ اس فرقہ کا نشان امتیاز ان کا مذہبی جوش اور سپاہیانہ شجاعت تھا۔ میدان جنگ میں پیش پیش رہنا ان کا موروثی حق تھا۔ خان اعظم اگرچہ ان کا دوست نہ تھا لیکن اس نے یہ اعتراف کیا کہ سلطنت کی حفاظت کے لئے وہ ایک سپر ہیں۔ اٹھارویں صدی میں وہ بادشاہ گر تھے۔ اور تخت سے اتارتے اور چڑھاتے تھے مگر سترھویں صدی میں بھی وہ ہندوستانی سیاست کا ایک اہم عنصر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی تائید کے بدلے میں انہوں نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ لیا۔

سازش کی ناکامی جب اس یادگار دن میں شہزادے کے ساتھ ہوئے تو انہوں نے خوشی میں نقارے بجوائے لیکن بادشاہ کی نازک حالت کی وجہ سے باجہ کو روک دیا گیا۔ دن ڈھلنے سے پہلے پہلے سلیم کے بیشتر ساتھی بھی آکر اس سے مل گئے اور وہ فوراً سب کا قصور معاف کرنے اور بھول جانے پر آمادہ ہو گیا اور کسی کی ذات یا جائداد سے انتقام لینے کا احساس ترک کر دیا۔ زیادہ دن نہیں گذرے کہ خود خان اعظم نے بھی اپنی حمایت کا اعلان کر دیا اور اس کا بڑی عزت اور احترام کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ راجہ مان سنگھ جس کی طاقت کا انحصار خاصکر اُس کے راجپوتوں پر تھا زیادہ دن الگ رہا لیکن اُس نے بھی یہ محسوس کیا کہ اُس کی سازش بری طرح ناکام ہو گئی۔ اس نے سلطان خسرو کو اپنی حفاظت میں لیا اور اگلے دن بنگال روانہ ہونے کی تیاری کر دی[۱۴]

---

[۱۴] وقائع اسد بیگ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم۔ مآ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۴۴۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۲۲۔ اسلام کی حفاظت کا حلف لینے اور خسرو کے حمایتیوں کو معاف کرنے کا ذکر صرف ڈو جارک (جلد سوم باب ۱۶ صفحات ۱۳۸ و ۱۳۹) نے کیا ہے۔ اسکے مان کی تائید جہانگیر کے تخت نشین ہونے پر طرز عمل سے ہوتی ہے۔ پرلیس کی جہانگیر (صفحات ۷۰ تا ۱۷) جنگباسی ایڈیشن کلکتہ صفحہ ۱۲۲ تا ۱۴۰) نے اکبر کی بیماری اور سلیم کے خلاف کا حال غلط سلط بیان کیا ہے مگر ہے پڑھنے کے قابل۔ سادات بارہہ کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۶۹۔ بلوکمین صفحات ۳۹۰ تا ۳۹۳۔ ایلیٹ وبیم کی گلاسری جلد اول صفحات ۱۱ و ۲۹۷۔ مرتضیٰ خاں کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۲۱ تا ۵۲۷۔

Marfat.com

اکبر کا انتقال ہر طرف سے مطمئن ہو کر سلیم اپنے باپ کے آخری دیدار کے لئے روانہ ہوگیا۔ بادشاہ نزع کی حالت میں تھا لیکن جیسے ہی سلیم نے اس کی قدم بوسی کی اُس نے آنکھیں کھول دیں اور ملازموں کو اشارہ کیا کہ سلیم کے سر پر دستار رکھ دیں اور خلعت پہنا کر خود اس کا خنجر سلیم کی کمر میں حمائل کر دیں۔ ملازمین نے تعمیل کی اور آخری بار اظہار عقیدت کے لئے اس کی قدم بوسی کی۔ بادشاہ نے سر جھکایا اور اپنی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند کر لیں۔[۱۷]

---

[۱۷] وقائع اسد بیگ (الیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحات ۱۰۰ تا ۱۷۲) تکمیل اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحہ ۱۱۵۔ اسد بیگ کے بیان کی تقریباً ہر تفصیل میں ڈوجارک نے جلد سوم باب ۱۴ صفحات ۳۱ و ۳۳ میں تائید کی ہے۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش، صفحہ ۲۹ (الف) گلیڈون صفحہ ۱۴ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۴۳ خلاصۃ التواریخ (دہلی ایڈیشن)، صفحہ ۴۲۹

اکبر کے انتقال کی ہجری تاریخ ۱۲ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ ہے جو ۱۷ اکتوبر ۱۶۰۵ء کے مطابق ہے۔

زہر خوارنی کا شبہہ: ڈوجارک (جلد سوم باب ۱۰، صفحہ ۱۴۲) کا بیان ہے کہ شہزادہ پر اکبر کو زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ برنولی جس کی وی اے اسمتھ نے اپنی کتاب اکبر نے صفحات ۳۲۶ و ۳۲۴ میں نقل کی ہے۔ کہتا ہے کہ اکبر کا انتقال زہر خوارنی سے ہوا۔ لیکن انتقال کے فوراً ہی پہلے کے حالات میں اس کا موقع نہ تھا اور نہ سلیم کی یہ نیت ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے باپ کو جلد ختم کر دے۔ غالباً اسی پر قیاس کر کے ایک اور قصہ گھڑا گیا جو ٹونڈی کے کاغذات میں محفوظ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر نے راجہ مان سنگھ کو زہر دینے کی کوشش کی مگر غلطی سے زہر کی گولیاں جو مان سنگھ کے لئے تھیں خود ہی نگل گیا۔ اس کوشش کی وجہ یہ تھی کہ مان سنگھ نے جانشینی میں خلل ڈالنا چاہا تھا (دیکھو ٹاڈ، جلد اول صفحہ ۲۷۹ و جلد دوم صفحہ ۳۸۵، پریسیڈنٹ وان ڈن ورڈیک ڈی لائٹ صفحات ۲۰۴ و ۲۱۳۔ وی اے اسمتھ کی اکبر صفحات ۳۲۵ تا ۳۲۹ نے اکبر کی غداری کا نشانہ نقطہ کے مرزا غازی کو لکھا ہے۔ دیکھو ڈی لائٹ، ترجمہ لیتھ برج صفحہ ۲۰۰) یہی بے بنیاد قصہ خفیف تغیر کے ساتھ میری نے صفحات ۱۸۰ تا ۱۸۰۹، ہربرٹ (صفحہ ۷۲)، پیٹر منڈی (جلد دوم صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۳)، الفنسٹن، وہیلر کی ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم باب اول صفحات ۱۷۴ و ۱۸۰

نیز دیکھو اورن کا نوٹ ضوشی جلد چہارم، صفحہ ۴۲۰ میں اور کرکار ما جرنل آف بمبئی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر ۲۴ صفحات ۱۹۷ تا ۲۰۸۔

(بقیہ نوٹ صہر)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ ص ۔) پرائس کی جہانگیر (صفحات ۵، تا ۶) حسب ذیل غلط بیان ہے جس نے کئی مورخوں کو گمراہ کیا ہے۔

"اس تشویش موقعہ کے تعلق میں (متعلق کتاب کے مضمون میں) میرے والد نے مجھے اپنا لباس بھیجا اور اپنے سر سے اُتاری ہوئی پگڑی اور ایک پیام جس کا مطلب یہ تھا کہ جب میں نہ ہوں اور تم اپنے باپ کی صورت دیکھے بغیر مطمئن رہ سکو ایسا باپ جو موجود نہ ہونے پر نہ آرام پائے نہ سکون۔ جیسے ہی مجھے یہ پیام ملا۔ میں نے اپنے کپڑے پہنے او عاجزی کے ساتھ ادائے فرض کے لئے قلعہ میں حاضر ہوگیا۔ ۸ تاریخ سہ شنبہ کے دن میرے والد کی سانس مشکل سے آرہی تھی اور ان کا خاتمہ تقریباً بالکل قریب تھا۔ انہوں نے یہ خواہش کی کہ میں کسی کو بھیج کر سارے امرا کو بلا استثنا ان کی خدمت میں بلالوں۔ انھوں نے کہا کہ "اس لئے کہ میں گوارا نہیں کر سکتا کہ تمہارے اور ان کے درمیان جنھوں نے اتنے دنوں تک میری سرگرمیوں میں ساتھ دیا ہے اور سلطنت کی عظمت بڑھانے میں شریک رہے ہیں کوئی غلط فہمی رہ جائے۔" اپنے والد کی خواہش کی تعمیل کے لئے بیقرار ہو کر میں نے خواجہ عبدالواسع کو بھیجا کہ اُن سب کو قریب المرگ بادشاہ کے بیماری کے کمرہ میں بلالائے۔ میرے والد نے ان سب کو حسرت آمیز نظر سے دیکھا اور کہا کہ اس سے واجبی طور پر جو غلطیاں ہوئی ہوں انھیں فراموش کردیا جائے اور پھر منظوم الفاظ میں اُن سے خطاب کیا

میرے عہد حکومت میں جو امن و سکون ملا ہے اُسے یاد رکھنا

اور وہ شکوہ اور نظم جس سے ہمارے دربار کی زینت رہی ہے

میری پشیمانی کے ہیجان اور میری ہمیشہ گردش کرتی ہوئی تسبیح کو یاد رکھنا

اور وہ شامیانہ جو میں نے مکۂ معظمہ کے لئے تیار کیا ہے

اس وقت میں نے محسوس کیا کہ شاید اس طاقتور حکمران کی یہ آخری سانس ہو اور یہ کہ وہ لمحہ آگیا ہے جبکہ مجھے اپنا آخری فرض بحیثیت اولاد کے انجام دینا ہے۔ بیقراری کے آنسو بہاتا ہوا ان کے پلنگ کے پاس گیا اور اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھدیا۔ جب میں نے غمگین سنجیدگی کے ساتھ تین مرتبہ ان کے گرد چکر لگایا تو مرتے ہوئے بادشاہ نے میرے مستقبل پر شبہ کرتے ہوئے مجھے اشارہ کیا کہ ان کی تلوار لے کر ان کے سامنے اپنے کمر میں حمائل کرلوں۔ اس کی تعمیل کے بعد سے میں نے پھر اُن کی قدمبوسی کی اور اپنی عقیدت کیشی کے حلف کی تجدید کی۔

انھوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میران صدر جہاں کو بلاؤں تاکہ ان کے ساتھ وہ کلمۂ شہادت پڑھیں
(باقی حاشیہ ص ۔)

Marfat.com

سے چھ میل دور سکندرہ میں لے جایا گیا۔ سلیم نے چند قدم تک جنازہ کو پیری کی طرف کاندھوں پر اٹھایا۔ بڑے امرا، اہل دربار، ملازمین اور فوج نے دور دور تک باعظمت مرنے والے کا اسی طرح احترام کیا[۵۹]

اکبر کی قبر سکندرہ میں

اکبر کی میت اُسی قبر میں دفن کی گئی جسے اس نے اپنے عہد میں مغل طرز پر بنوانا شروع کر دیا تھا۔ جہانگیر نے

(بقیہ حاشیہ ص) اور کہا کہ اسے انھوں نے آخری وقت تک ملتوی رکھا۔ اس امید میں شاید زندگی بخشنے والا اُن کی زندگی میں اضافہ کر دے۔ صدر جہاں کے آنے پر میں نے انہیں اپنے والد کے پاس اپنے زانو پر بٹھایا اور انہوں نے بلند آواز سے اور صاف صاف کلمہ پڑھا۔ اس نازک موقع پر میرے والد نے مجھے اپنے قریب بلایا اور اپنے بازو میری گردن میں حمائل کر کے کہا

"میرے پیارے بچے (بابا) میرا آخری پیام سن لو ۔ ۔ ۔ یاد رکھو کہ میری پردہ نشین اہل حرم کی حفاظت سے کبھی منہ نہ موڑنا ۔ ۔ ۔ اگرچہ میری موت کا تمہارے دل پر بہت اثر ہو گا لیکن جو باتیں میں کہہ چکا ہوں انہیں فوراً نہ بھلا دینا۔ ہم دونوں میں بہت سے قول و قرار اور وعدے ہوئے ہیں۔ لیکن تم نے جو اقرار مجھ سے کیا ہے اس سے کبھی انحراف نہ کرنا خبردار میرے بعد میرے ملازمین اور متعلقین کو نہ بھول جانا اور نہ مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت کے وقت نظر انداز کرنا۔" یہ کہنے کے بعد انہوں نے صدر جہاں سے پھر کلمہ پڑھنے کو کہا اور خود ویسی ہی بلند اور صاف الفاظ میں پڑھا اور صدر جہاں سے کہا کہ برابر پڑھتے رہیں۔ ان کی تکیہ کے پاس سورۂ ناس اور ایک سورت اور سورۂ یسین رکھدی گئی تاکہ اُن کی روح جس قدر آسانی سے ہو سکے نکلے چنانچہ صدر جہاں نے سورۂ یسین پڑھ کر ختم کی اور جب سورہ کے آخری الفاظ ان کی زبان پر تھے تو میرے بزرگ باپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور بجز گوشۂ چشم پر ایک قطرۂ اشک کے کوئی اور علامت ظاہر نہیں ہوئی۔

عام شہرت یہ تھی کہ اکبر کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ چنانچہ وہ اپنے مذہب کے باضابطہ اقرار کے ساتھ فوت ہوا۔ سر طامس رو ایمبسی مرتبہ فاسٹر صفحہ ۳۱۲۔ میکلاگن صفحہ ۷۰ میں پادری گولیمو کا بیان ہے کہ آخر میں اس کا انتقال اس مذہب پر ہوا جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔ لیکن اسد بیگ کے بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا حق بجانب ہوگا کہ اس کا انتقال اسلام پر نہیں ہوا بلکہ اسی حالت میں ہوا جیسی اس کی زندگی تھی۔

[۵۹] وقائع اسد بیگ (الیٹ ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۱۔ تکملہ اکبر نامہ (الیٹ ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۱۱۔ دی بارک (جلد سوم صفحہ ۱۲۰) کا بیان ہے کہ جنازے کے ساتھ آدمی بہت کم تھے۔

Marfat.com

عمارت کو آگے بڑھانے میں بہت گہری دلچسپی لی اور ایک مرتبہ اس نے سامنے نقشہ کو بدل دیا۔ تین ہزار سے زیادہ کارکنوں نے پندرہ لاکھ روپے کے خرچ سے ۱۶۱۲ء میں اسے مکمل کیا[۴۹]۔ جیساکہ ہونا ہی چاہیئے تھا۔ اس عمارت کا نقشہ ہندو عمارتوں کے نمونہ سے لیا گیا تھا۔ یہ عمارت آج بھی ہندوستانی تعمیرات کے سلسلہ میں لاجواب ہے[۵۰]۔ اس کی ہمیشہ سے چھوٹے بڑوں میں عزت اور محبت ہوتی چلی آئی اگرچہ ۱۶۹۱ء میں جاٹ باغیوں نے اس کی بُری طرح بے حرمتی کی تھی[۵۱]۔

بشپ ہیبر کا بیان

بشپ ہیبر نے جنوری ۱۸۲۵ء میں اس عمارت کو دیکھ کر جو شگفتہ اور پڑھنے کے قابل اس کی تفصیل بیان کی ہے اُسے یہاں نقل کر دینا مناسب ہوگا۔

"یہ تقریباً انگریزی چالیس ایکڑ کے رقبہ میں چوکور بنی ہے جسے ایک قلعہ نما دیوار سوا دو گز بلند گھیرے ہوئے ہے جس کے زاویوں پر ہشت پہل مینار ہیں اور اوپر چھوٹی چھوٹی خوبصورت شہ نشین ہیں اور چار شاندار سنگ سرخ کے پھاٹک ہیں۔ سامنے کے پھاٹک میں سنگ مرمر کی پچی کاری ہے۔ چار بلند مینار ہیں۔ اندر کے احاطہ میں درخت لگے ہیں جن کو سبز روشوں سے تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ روشیں اصل عمارت کی طرف گئی ہیں جو ایک طرح سے ٹھوس مصری اہرام ہے جس کے چاروں طرف حجرے، غلام گردش اور گنبد ہیں۔ عمارت بلند ہوتے ہوتے رفتہ رفتہ مختصر ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک سفید سنگ مرمر کے چوکور چبوترے

۴۹؎ جہانگیر دراجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۱۵۲ ہاکنس صفحہ ۱۴۲۔ پرچہ جات جلد سوم صفحہ ۱۵۔ ولیم فنچ (پرچہ جات چہارم۔ صفحات ۷۵ تا ۷۷) نے ۱۶۱۱ء میں نصف تعمیر شدہ عمارت کا بہت خوبصورت حال لکھا ہے۔

۵۰؎ ڈبلو اسمتھ کی ٹومب آف اکبر صفحہ ۷، ژگوسن۔ جلد دوم صفحات ۳۰۰ تا ۳۰۱۔ ای بی ہاول دانڈین آرکی ٹیکچر صفحہ ۱۷۶۔ وی اے اسمتھ کی ہسٹری آف آرٹ ان انڈیا اینڈ سیلون صفحہ ۴۱۱)

۵۱؎ سنوشی (مرتبہ اردن) جلد اول صفحہ ۱۵۹ و جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔ نیز نوٹ جس میں ایشر داس ناگر کی فتوحات عالمگیری کی عبارت نقل کی ہے۔ میں سنوشی کی اس روایت پر یقین نہیں کرسکتا کہ اکبر کی ہڈیاں کھود کر نکالی گئیں اور جاٹوں نے انہیں جلا دیں

Marfat.com

پر ختم ہو جاتی ہے جس کے گرد سنگ مرمر کی نہایت کاریگری سے بنی ہوئی جالیاں ہیں جن کے وسط میں ایک چھوٹی سی چڑھاوے کی قبر ہے اور وہ بھی سفید سنگ مرمر کی ہے جس پر نہایت باریک اور خوبصورت نقاشی ہے اور عربی کی عبارتیں جو اس کی اصل آرائش ہیں اور بخوبی زیب دیتی ہیں عمارت کی تہہ میں ایک بہت بلند مگر چھوٹی سی محراب کے اندر اس عظیم فرمانروا کی اصل قبر ہے جو بالکل سادی اور بلا نقش و نگار کے ہے مگر یہ بھی سفید سنگ مرمر کی ہے۔ اس کے آس پاس کئی اور شکستہ عمارتیں ہیں جن میں بعض بظاہر خوبصورت ہیں مگر ایک اجنبی کے لئے اکبر کی قبر دیکھنے کے بعد نہ وقت ہوتا ہے نہ خواہش[۵۲]

---

[۵۲] بیبر کا سفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۲۶ و ۲۲۷

عمارت کے اس حصہ کی پوری تفصیل اور تصویروں اور کتبوں کی نقل اور ترجمہ کے لئے دیکھو ای ڈبلو اسمتھ کی "ٹومب آف اکبر" جو آرکیالوجیکل آف انڈیا کی جلد ۳۵ مطبوعہ گورنمنٹ پریس یو۔پی الہ آباد ۱۹۰۹ء کا حصہ ہے۔

نیز عبداللطیف کی آگرہ صفحات ۱۶۷ تا ۱۸۲

فرگوسن جلد دوم صفحات ۲۵۸ تا ۳۰۲۔ ہاول کی انڈین آرکیٹیکچر ۱۷۶۔ ہاول کی آگرہ اینڈ دی تاج صفحہ ۹۰ تا ۹۵ کی سنڈ نمک فار نگار۔ نذنارتھ ویسٹ پراونس صفحات ۲۹۵ تا ۲۹۷۔ کین کی ہینڈبک گائڈ ٹو آگرہ ۶۰ تا ۶۴

اس عمارت میں اکبر کی بکہ دولت شاہ سے دو لڑکیوں شکر النسا بیگم و آرام بانو بیگم کی بھی قبریں ہیں دیکھو جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۳۶ و ۳۷۔ نیز رسمی بادشاہ محمد شاہ عالم کے لڑکے سلیمان شکوہ کی ان کی بیگم کی ایک اور قبر کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کی ہے۔

Marfat.com

چوتھا باب

مغل حکومت

خصوصاً جہانگیر کے عہد سلطنت میں

مغل سلطنت ۱۶۰۵ء میں اکبر نے جو سلطنت اپنے لڑکے کے لئے ورثہ میں چھوڑی وہ وسعت، آبادی اور نظام حکومت کے اعتبار سے دنیا کی اولین سلطنتوں میں تھی۔ ۱۵۵۶ء میں جب اکبر تخت نشین ہوا تو شمالی ہند بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں میں بٹا ہوا تھا اکبر کی حکومت کے آخر تک تقریباً یہ سب سلطنت مغلیہ میں شامل ہوگئی تھیں۔ گجرات ۷۳-۱۵۷۲ء میں فتح کیا گیا۔ زرخیز بنگال ۸۰-۱۵۷۹ء میں، کشمیر کی سرد وادی ۱۵۸۶ء میں، گرم ریگستانی سندھ ۱۵۹۲ء میں، غیر آباد بلوچستان ۱۵۹۵ء میں۔ مرزا محمد حکیم کے انتقال پر ۱۵۸۵ء میں کابل بلا کسی خونریزی کے مغل سلطنت میں شامل ہوگیا، اگلے سال دریا کے شورہ پشت قبائل کو جزوی طور پر تسخیر کیا گیا۔ قندھار کو اُس کے غیر مطمئن اور متواتر حملوں سے پریشان ایرانی گورنر نے بخوشی حوالہ کر دیا، دکھن کی طرف خاندیش اور برار اور احمد نگر کا کچھ حصہ اکبر کی عہد حکومت کے آخری دنوں میں فتح کر کے سلطنت میں شامل کر لیا گیا[1]۔ اب تقریباً سارا ملک ایران کی مشرقی سرحد سے لے کر موجودہ آسام کی مغربی

---

[1] گجرات کے حالات کے لئے دیکھو نظام الدین (ایلیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۳۲۹ تا ۳۵۶۔ برڈ کی ہسٹری آف گجرات (صفحات ۳۰۱ تا ۳۴۸)، اکبر نامہ (بیورنج) جلد سوم صفحہ ۸۷۔ فرشتہ (برگس) جلد دوم صفحہ ۲۲۵ و مابعد جلد چہارم صفحہ ۱۵ و مابعد، بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۲۴۴ تا ۲۴۵۔ کشمیر کے حالات کے لئے دیکھو اکبر نامہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سرحد تک اور ہمالیہ سے لے کر مہاندی اور گوداوری کے درمیان سیدھے خط تک شہنشاہ کی حکومت کو تسلیم کرتا تھا۔

آبادی

سلطنت کی آبادی کا قطعی طور پر صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے لیکن آئین اکبری کے زمانہ میں کاشت کی وسعت کا موجودہ زمانہ سے مقابلہ کرنے اور معاصر یوروپین تاریخوں کا بغور مطالعہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ شمال اور وسط ہند کی آبادی بشمول افغانستان کے نو کروڑ اور دس کروڑ کے درمیان ہوگی۔[2]

اس باب کا دائرہ بحث

جی پی گوچ کا قول ہے کہ تاریخ کا کوئی بیان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا اگر اس میں مذہبی شعور کے ارتقا لٹریچر ذہنی اور جسمانی علوم اور سماجی زندگی کی رفتار ترقی کو نظرانداز کر دیا جائے۔ زندگی کے ان پہلوؤں کی تفصیل جن سے بقول ایکٹس تاریخ اپنا حسن حاصل کرتی ہے بعد کی جلدوں میں پیش کی جائے گی لیکن بعد کے مندرجہ واقعات کی وضاحت کے لئے یہاں جس قدر اختصار سے ممکن ہو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اب سے تین سو برس پہلے ہمارے اجداد حکومت کے جس نظام کے ماتحت رہتے تھے اس کی شکل و صورت کیا تھی۔ جو بیان ناکافی اور منتشر مواد پر مبنی ہوگا وہ لازماً سطحی ہوگا لیکن آئین اکبری فارسی تاریخوں اور معاصر غیر ملکیوں کے بیانات اور دیسی زبان کے لٹریچر سے جو روشنی ملتی ہے وہ مل جل کر تخیل کی مدد سے جسے مام سین تاریخ اور شعر کی تخلیق کا عنصر بتاتا ہے مغل سلطنت کی تشکیل اور بنیادی اصول کی واضح شکل پیش کی جا سکتی ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ مغل سلطنت کی بعض حیثیتوں کا دوسری بڑی سلطنتوں سے مثلاً روسی سلطنت، فرانسیسی سلطنت اور برطانوی سلطنت سے مقابلہ

---

۲ (بیورج) جلد سوم صفحات ۲۵، تا ۲۷۰۔ نظام الدین (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۴۵۲ تا ۴۵۴۔ بدایونی (لو) صفحات ۳۶۴ تا ۳۶۶۔ سرحدی قبائل کے بارے میں دیکھو اکبرنامہ جلد سوم باب ۶۹ تا ۷۰، ۶ ۹ ۹ را ۹ ۔ نظام الدین (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحات ۴۵۱ تا ۴۵۲ - بدایونی (لو جلد دوم صفحات ۳۶۱ تا ۳۶۲ - راورٹی کے نوٹس آن افغانستان صفحات ۲۵۹ تا ۲۶۵۔ سندھ کے متعلق اکبرنامہ (بیورج جلد سوم باب ۱۱۸ صفحات ۹۲۲ تا ۹۳۲ و تاریخ معصومی (الیٹ وڈاوسن) جلد اوّل صفحات ۲۴۷ تا ۲۵۲۔ راورٹی صفحہ ۶۰۱۔ قندھار کے لئے راورٹی صفحہ ۶۰۰ جنوبی فتوحات کے متعلق دیکھو باب ۱۱ مابعد۔

۲ ڈبلیو ایچ مورلینڈ نے انڈیا ایٹ دی ڈیتھ آف اکبر صفحات ۹ تا ۲۲) نے آبادی کا تخمینہ بہت کم کیا ہے یعنی افغانستان کو چھوڑ کر تقریباً پچاس لاکھ۔ اس تخمینہ پر میری تنقید کے لئے دیکھو میرا مضمون (الدیان ۱۹۶۰ء تا اسلامک ریویو جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶۔

Marfat.com

کیا جائے۔

ہندوستانی سیاسی نظام کے ترکیبی عناصر

ہر نظام سیاست کی روح اور شکل وصورت کا عمومی حیثیت سے تعین جغرافیائی، معاشی سماجی اور ذہنی ماحول سے طے کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کے میدانوں کی وسعت قطعی طور پر یہ تعین کر دیتی ہے کہ یہاں سماج کی تنظیم یونانی شہری ریاست کے طور پر نہ ہوگی بلکہ ملکی سلطنت کی بنیاد پر ہوگی۔ ملک کی غالب زرعی حیثیت سے یہ بات بھی طے ہو جاتی ہے کہ وحدت گاؤں کی ہوگی ان دونوں سے مل کر یہ تعین ہو جاتا ہے کہ جبتک سائنس کی ترقی فاصلہ کو ختم نہ کر دے اس وقت تک یہاں کے لوگوں میں زندگی کی وہ ہماہمی، شہری جذبہ اور گہرا سیاسی رجحان نہ پیدا ہوگا جس سے قدیم یونان اور حال کی یورپین جمہوریت کی تشکیل ہوئی۔ ہندوستان کے سیاسی نظام کی قدیم میں اور حال میں بھی میدان کے ملک میں صرف حکومت خواص یا شاہی نمونہ کی حکومت کی تشکیل ہو سکتی تھی۔ مختلف اثرات مل کر یہ تعین کرتے ہیں کہ شاہی طرز کی حکومت تو بالالتزام ہوگی اور حکومت خواص شاذونادر۔ حکومت خواص کا انحصار عموماً اعلےٰ اور دولتمند خاندان، جنگی فن کی صلاحیت یا سیاسی تجربہ پر ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے ذات پات کے نظام میں یہ خصوصیات منقسم ہو جاتی ہیں اور کسی ایک طبقہ کو مستقل فوقیت نہیں حاصل رہتی۔ سب سے غریب اور سب سے جاہل برہمن کا طبقہ خود کو مغرور ترین صاحب جائداد یا دولتمند تاجر سے اعلےٰ تر نسل کا سمجھتا تھا۔ یہ طبقہ بحیثیت مجموعی سماج کے دوسرے طبقوں کے مقابلہ میں ہیچ پیچ ہو سکتا۔ ویش کو دولت اور تجارتی تجربے سے جو فایدہ ہوتا تھا اُس کا اثر ہونا لازمی تھا۔ جنگجو چھتری کو اپنے زور بازو اور سیاسی تجربہ کی بنا پر فوقیت حاصل تھی مگر وہ اُس طبقہ پر تفوق نہیں حاصل کر سکتا تھا جس کا ذہنی رہنمائی اور مالی امداد پر انحصار تھا۔ مزید براں اس طبقہ کی تعداد اتنی زیادہ اور اتنی منتشر تھی کہ ایک مخصوص جماعت یا چند افراد سا کام چلانے والا نظام حکومت نہیں بنا سکتا تھا مسلمانوں میں طاقتور جمہوری جذبہ کسی طبقہ کے تفوق کو گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

شاہیت کا رواج اور نوعیت

ایک اور اثر جو شاہیت کی تائید میں کام کر رہا تھا وہ عام طور پر جنگ کا رواج تھا جس کا تقاضا قوت کی فراہمی اور اپنی استعداد اور طرز عمل تھا۔ ایک نقطۂ نظر سے ہندوستان کی ساری تاریخ

Marfat.com

اجتماعی اور منقسم قوتوں میں مسلسل کشمکش پر مشتمل ہے۔ ملک کی بنیادی جغرافیائی اور تہذیبی وحدت کا تقاضا تھا کہ ہر ریاست اپنی حکومت کو سارے ملک پر مسلط کرنے کی کوشش کرے لیکن آمد و رفت کی دشواری جو قرون وسطیٰ کی حکومتوں کی خاص دقت تھی اُس سے اس عمل میں رکاوٹ پڑی اور ہر بڑی سلطنت کے دور افتادہ صوبوں کو یہ ترغیب ہوتی کہ وہ مرکز سے قطع تعلق کرے۔ اس کا نتیجہ دو صورتوں میں ظاہر ہوا یعنی ریاستوں کی تعداد اور ان کے آپس میں مسلسل جنگ و جدل۔ خطرے کی موجودگی یا اندیشہ نے حکومت کو واضح طور پر شاہیت کی شکل اختیار کرنے اور عوام کو مضبوط نظام حکومت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ صورت یہ ہوئی کہ بجز چند مستثنیات کے جن کی توجیہ غیر معمولی حالات سے بہ آسانی ہو سکتی ہے ہندوستانی سماج نے میدانی علاقوں میں جہاں مرکزی نظام کی ذرا بھی ضرورت تھی خود کو شاہیت کے ماتحت منظم کیا۔ مغل حکومت اپنی فطرت کے لحاظ سے مطلق شاہیت پسند تھی لیکن اسے محض من مانی استبدادیت سمجھ لینا حماقت ہوگی جس کے مزید تجربہ کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ارسطو کا خیال تھا شاہیت کی کئی قسمیں، خالص مطلق العنانی جس میں حکمراں اپنے ماتحت ہر چیز کو اچھی یا بری طرح اپنی مرضی سے استعمال کرے۔ وہ ایک ایسی عجیب الخلقت چیز ہوگی جس کا فطرت یا سنجیدہ فلسفہ میں موجود نہیں ہے۔ خواہ کوئی کتنا ہی طاقت ور یا ہمہ صفت موصوف ہو بلا کسی طاقتور جماعت کی کم از کم جزوی رضامندی کے اپنی قوت کو کثیر التعداد افراد پر زیادہ دنوں تک مسلط نہیں کر سکتا۔ اُسے اپنے اقتدار کے لئے کسی طاقتور جماعت کی رضاکارانہ تائید کا سہارا لینا پڑے گا۔ اسٹوارٹ مل نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ حکومت یا تو سماج کے طاقتور ترین طبقہ کے ہاتھوں میں ہوتی ہے یا اُن کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اور یہ ضابطہ شاہی کے لئے بھی اُتنا ہی صحیح ہے خواہ مشرقی استبدادیت ہو یا چند افراد کی یا خصوصی طبقہ کی حکومت ہو یا جمہوریت۔ حکومت کا مطالعہ کرنے میں سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ سماج کا کون طبقہ اُس کا حمایتی ہے اور کون مؤثر طور پر اُس کی مزاحمت کر سکتا ہے (اس لئے کہ تائید کے مفہوم میں مزاحمت کی استعداد بھی شامل ہے) جس طبقہ کو اُسے راضی رکھنا ہے اور جس کے فرائض، استعداد اور انسانیت پر اسے اپنے طریق عمل کو ڈھالنا ہے۔

مغل کوئی ذات نہیں ہے مغل خاندان یا مغل نظام حکومت سے ایک مغل ذات کا تصور ہوتا ہے جو بالکل غلط ہے۔ ہمارے موجودہ مقصد کے لئے

Marfat.com

یقیناً یہ امر قابل لحاظ نہیں ہے کہ چغتائی ترک زیادہ صحیح نام ہے اس لئے کہ اس سے بھی ذات کا تصور ہوتا ہے۔ درحقیقت سترھویں صدی میں کوئی حکمران طبقہ نہ تھا جس سے حکمران متعلق ہو اور جس کی تائید کا اُسے سہارا ہو۔ معاصر مورخین مغل کے لفظ سے چکرا گئے اور اُنھوں نے اس کے خیالی مفہوم پیدا کئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک ملازم سال بینک جو جہانگیر کے عہد حکومت میں کئی سال اس ملک میں رہا تھا وہ کہتا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق ایرانیوں، ترکوں اور تاتاریوں پر ہوتا ہے اور وہاں[1] اکثر لوگ عیسائیوں کو بھی مغل کہتے ہیں۔" وہ اور نیز طامس رو کہتے ہیں کہ اس لفظ کا مفہوم "ختنہ شدہ" ہے[2]، گویا اس کا اطلاق تمام مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ برنیر کا قول ہے کہ مغل کہلانے کے لئے صاف رنگ اور مسلمان ہونا کافی ہے[3]۔ بولایل گوز اور جان فرایر صرف صاف رنگ ہونا اس لفظ کا مفہوم بتاتے ہیں۔

سیاہ مغلوں کا بادل جو تیرھویں اور چودھویں صدیوں میں شمال مغربی سرحد پر چھا گیا تھا اُنھوں نے اس لفظ کو لوگوں میں رائج کیا۔ بعد کی صدیوں میں یہ لفظ آزادی کے ساتھ ان سب لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو ۱۵۲۶ء میں بابر کے ساتھ آئے۔ خود بابر آدھا چغتائی اور آدھا مغل تھا۔ اکبر آدھا ایرانی تھا۔ جہانگیر آدھا راجپوت تھا اور شاہجہاں ترک سے زیادہ راجپوت تھا۔ مغلوں کے فوجی افسر مختلف قومیتوں کے تھے جن میں کسی ایک قومیت کا غلبہ نہ تھا۔ ترک۔ تاتاری۔ ایرانی، افغانی، ہندی مسلم اور ہر ذات کے راجپوت[4]۔

امرا کی نوعیت امرا کی ملی جلی حیثیت کی بنیادی حقیقت اُن کی خالص سرکاری حیثیت تھی۔ وراثت کا کوئی عنصر اس میں مطلق نہ تھا۔ نہ تو عہدہ اور نہ خطاب باپ سے بیٹے[5] کو منتقل ہوتا تھا۔ امیر کے انتقال کے بعد اُس کی جائداد کا بیشتر حصہ بحق سرکار ضبط ہو جاتا تھا۔ اولاد کے لئے صرف اسی قدر چھوڑا جاتا تھا جس سے وہ اپنی زندگی کا کاروبار شروع کر سکیں۔ اور آگے۔ تو وہ اپنی صلاحیت کے مطابق بڑھ سکیں یا گر سکیں۔ امارت کی نشو و نما وقت کے ساتھ

---

۱ مشرق سے اپنے ملازموں کے ایسٹ انڈیا کو موصول ہوئے خطوط۔ جلد ششم صفحات ۳۰ تا ۱۰۶۔ سفارت سر طامس رو (مرتبہ فاسٹر) ۲ د ۳۔ ۳ سفرنامہ برنیر مرتبہ کانسٹبل صفحہ ۲۔ ۴ دیکھو مآثر الامرا جسے صمصام الدولہ شاہنواز خاں نے اٹھارھویں صدی میں معاصر دستاویزات سے مرتب کیا۔ ۵ جہانگیر نے بھی اپنی تزوک میں اپنے کئی افسروں کا مختصر حال لکھا ہے۔

Marfat.com

میں تھی اور ضبطی کے قانون میں اس کی کوئی گنجایش نہ تھی۔ یوروپین مبصرین جو موروثی امارت دیکھنے کے عادی ہیں وہ ضبطی کے قانون کو ناانصافی کہتے ہیں اور ملک کے مفروضہ انحطاط کا سبب اسی کو بتاتے ہیں۔ مگر درحقیقت اس ضابطہ کے سختی سے نفاذ نے ملک کو ایسے طاقتور خود غرض افراد کے عذاب سے محفوظ رکھا جیسے پولینڈ کو امرانے خانہ جنگی اور تباہی کی حد تک پہونچا دیا تھا یا جیسے فرانس کے امرا جو اٹھارہویں صدی میں غریبوں کی محنت پر پھلتے پھولتے تھے۔ اگر ایک طرف اس نے عیش و عشرت اور نمایش کی ہمت افزائی کی تو دوسری طرف اس نے استحصال بالجبر کو کم کر دیا۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جو بھاری رقمیں تنخواہوں میں صرف ہوتی تھیں ان کا ایک حصہ سرکاری خزانہ میں واپس ہو جاتا تھا[۱۶]۔ رات کی رات امرا کی ایک ذات نشو و نما پا جانے کی ایک وراحتیاط تھی کہ روسی سلطنت کی طرح امرا کو اس کی ممانعت تھی کہ وہ بادشاہ کی مرضی کے کوئی شادی کا رشتہ قایم کریں۔

زمینداری نہ تھی مغل سلطنت کے بیشتر حصہ میں آجکل کی طرح زمینداری کا رواج نہ تھا۔ سلطنت کے اندر زیر حفاظت راجپوتانہ کے اہل ریاست ہندو رئیس یا پہاڑی یا دور افتادہ علاقوں میں تھے۔

مغل سلطنت قوت کے زور پر نہ تھی چنانچہ جس چیز پر مغل سلطنت کی بنیاد تھی وہ ذات نہ تھی۔ سلطنت کے لفظ سے قوت کا تصور ہوتا ہے۔ یہ تو یقیناً فوراً تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ہر سلطنت کا جزوی طور پر دار و مدار قوت پر ہے لیکن اوّل تو قوت کا مطلب ایک رضامند فوج کا وسیلہ ہے جو کسی قوم کے افراد پر مشتمل ہو

---

۱۶ امرا کی دافرآمدنی کا ذکر کرتے ہوئے سر طامس رو لکھتا ہے: جیسے ہی وہ فوت ہوتے ہیں اور دفن ہو جاتے ہیں ویسے ہی وہ بادشاہ کو واپس ہو جاتی ہے جیسے دریاؤں کا پانی سمندر میں چلا جاتا ہے.... بیوی بچوں کے لئے (وہ) گھوڑے اور ان کا ساز اور کچھ اور املاک چھوڑ دیتے ہیں اور انھیں اس حال میں چھوڑا جاتا ہے کہ وہ از سر نو زندگی شروع کریں۔ ایمبسی صفحات ۱۱۰ اور ۱۱۱۔ نیز دیکھو سال بنک (خطوط موصولہ جلد ششم صفحہ ۱۸۷) سفرنامہ ہاکنس صفحات ۴۲۴ تا ۴۲۴۔ منوشی (مرتبہ اردن) جلد اوّل صفحہ ۲۰۵۔ نیز دیکھو برنیر۔ ڈبلیو ایچ مورلینڈ (انڈیا ایٹ دی ڈیتھ آف اکبر) کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ تاجروں کی املاک بھی بحق سرکار ضبط ہو جاتی تھی۔

Marfat.com

یا عام طور پر بھرتی کی جائے۔ دوسرے یہ کہ قوت ریاست کے سہارے کا صرف ایک جزو ہے لیکن خالص یہی یا خصوصاً یہی سہارا نہیں ہے۔ سنگین سے سب کام لیا جا سکتا ہے مگر اُس پر بیٹھا نہیں جا سکتا۔

یہ بات قدرتاً ناممکن تھی کہ ایک وسیع ملک میں آبادی کی کثیر تعداد لاکھوں دیہاتوں اور قصبوں میں پھیلی ہوئی محض قوت کے زور پر زیادہ دنوں تک قابو میں رکھی جا سکے۔ مزید براں قرونِ وسطیٰ کی ساری تاریخ کے مطالعہ میں یہ بات برابر ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اُس زمانہ میں ریاست کی باضابطہ فوج اور غیر تربیت یافتہ مسلح مجمع میں بہت کم فرق تھا۔ قوت کے استعمال سے قوت کو اشتعال ہوگا اور سلطنت بہت جلد خطرہ سے دوچار ہو جائے گی۔ میکالے نے ایک فقرہ میں جو لفظی تغیر کے ساتھ انگلستان کی تاریخ کی طرح ہندوستان کی تاریخ پر بھی منطبق ہوتا ہے اور جس کی اہمیت وقت گزرنے سے اور زیادہ ہوگئی ہے اس خیال کو بڑے اچھے الفاظ میں ظاہر کیا ہے اُس نے لکھا ہے کہ "ایک انیسویں صدی کے انگریز کے لئے یہ تصور کرنا بہت مشکل ہے کہ چار سو برس پہلے یہ روک (مادی قوت) کس طرح بروئے کار لائی جاتی تھی۔ مدت سے لوگ اسلحہ کا استعمال بھول گئے۔ لڑائی کا فن اب اتنا مکمل ہوگیا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس کا وجود نہ تھا اور اس فن کا علم صرف ایک طبقہ میں محدود ہے۔ اچھے تربیت یافتہ اور معقول قیادت کے ماتحت ایک لاکھ سپاہی کاشتکاروں اور اہلِ حرفہ کے دس لاکھ کے مجمع کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ حفاظتی فوج کے چند دستے ایک بڑے دارالسلطنت کی غیر مطمئن آبادی کو مرعوب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ (سماج کی موجودہ حالت میں) مزاحمت کو ایسا علاج سمجھنا چاہئے جو سلطنت پر آئی ہوئی ہر مصیبت سے زیادہ جان لیوا ہے۔ اس کے برعکس قرونِ وسطیٰ میں سیاسی بے چینی کے لئے مزاحمت ایک معمولی تدبیر تھی اور ایسی تدبیر جو بر وقت موجود تھی اور اگرچہ اُس وقت وہ شدید تھی مگر اُس کے مابعد برے نتائج نہیں ہوتے تھے۔ اگر کوئی مقبول عام رئیس مفاد عامہ میں علم بغاوت بلند کرتا تو ایک بے ضابطہ فوج ہر وقت جمع کی جا سکتی تھی۔ باضابطہ فوج کا اُس وقت وجود نہ تھا۔ ہر شخص میں ذرا سا سپاہیانہ جذبہ تھا اور ایسے شاذ و نادر ہی لوگ تھے جو اس سے زیادہ سپاہیانہ جذبہ رکھتے ہوں"۔ کسی آبادی کو محض فوجی قوت سے دبائے رکھنا جیسا آج مشکل ہے اُس سے زیادہ اُس وقت مشکل تھا۔ مغل حکومت کو ڈیڑھ صدی سے زیادہ قائم رہنے کے لئے اس سے زیادہ ٹھوس بنیاد کی ضرورت تھی۔[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مغل حکومت مذہبی نہ تھی لیکن اس بنیاد کو مذہب میں تلاش کرنا چاہئے۔ یہ تو صحیح ہے کہ حکومت کا سیاسی تصور مذہبی ہی ہے موسوی ضابطہ میں دشاہ کو محض خلیفۃ اللہ سمجھا جاتا تھا جو الہامی قانون کا پابند تھا۔ اسلام خلیفہ یا امیر المومنین و یہ حکم دیتا ہے (اور مغلوں نے خود ہی خلافت کے اختیارات اپنا لئے تھے) کہ وہ قرآن کے طابق حکومت کرے۔ علما اور فاضل دینیات اور فقہا نے باوجود اسلام کے خلاف ہونے کے خود ہبی پیشوایان دین کی جماعت بنالی تھی، وہ اس کے مدعی تھے کہ انھیں قرآن کی تفسیر کا حق ہے س لئے وہ سلطنت کی پالیسی کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔

رپ اور ہندوستان میں مذہبی جماعت رحکومت کے مابین کشمکش ہندوستان میں اسلامی حکومت نے ابتدائی زمانہ میں مذہبی جماعت سے رابطہ کو بخوشی قبول کرلیا۔ یورپ کی طرح ہندوستان ں بھی مذہبی جماعت تربیت دینے والی دایہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن جیسے ہی حکومت سن شعور کو پہونچی س نے اس دایہ کو برطرف کردیا اور جس اقتدار کو اس نے اتنے دنوں تک اپنایا تھا اس سے دست بردار نے سے انکار کردیا۔ جس کا نتیجہ شدید کشمکش کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مقدس سلطنت رومہ ر پاپائیت کے مابین اور انگریزی پلان ٹی جنٹ اور کنٹربری کے آرچ بشپ کے مابین اور اہان فرانس اور پوپ کے مابین طویل کشمکش تاریخ یورپ کا ایک دلچسپ باب ہے۔ ہندوستان تاریخ میں بھی اس کا نمونہ مفقود نہیں۔ یہ عجیب مطابقت ہے کہ جس وقت فریڈرک دوم جو ن وسطیٰ میں ایک واضح طور پر جدید قسم کا حکمران تھا پوپ اینوسنٹ سوم اور ہنوریس سے دگی اور موت کی جدوجہد میں پھنسا ہوا تھا ہندوستان میں علاؤالدین خلجی جو کئی حیثیت سے دوستان کی تاریخ کے تاریک ترین دور میں انوکھا جدید طرز کا حکمران تھا اسلام کی ہبی جماعت سے برسرپیکار تھا۔ فرانس کے فلپ چہارم کی پاپائیت سے کشمکش کا وہی مانہ ہے جس زمانہ میں محمد تغلق علما سے برسرپیکار تھا۔ سولھویں صدی تک ہندوستان میں ر نیز یورپ میں حکومت مذہبی غلبہ سے آزاد ہوگئی تھی۔ اس آزادی میں یورپ کی طرح

حکومت کی اخلاقی بنیاد کے لئے دیکھو ٹی ایچ گرین کے خطبات پرنسپلز آف پولٹیکل آبلی گیشن پر صفحات ۱۲۱ تا
۔ نیز بوسانکے کی فلاسوفیکل تھیوری آف اسٹیٹ۔

Marfat.com

ہندوستان میں بھی احیائے جدید یا اصلاحی تحریکات کا بعض صورتوں میں یکساں اور بعض صورتوں میں مختلف انداز کا بڑا حصہ تھا۔ ہندوستان میں اکبر نے اور انگلستان میں الزبتھ نے سولھویں صدی کے نصف آخر میں اس عمل کی تکمیل کر دی۔ ہندوستان میں اکبر کے سامنے ذرا مشکل کام تھا مگر جو تابڑ توڑ ضربیں اُس نے لگائیں وہ مہلک ثابت ہوئیں۔ مذہبی جماعت کو مجبوراً سماج میں اپنے فطری مقام پر چلا جانا پڑا۔ اب حکومت کو اُن کی سربراہی گوارا نہیں رہی تھی۔ انھوں نے عوام الناس میں اپنا بیشتر اثر کھو دیا تھا، اس لئے کہ انھوں نے زمانہ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ان کی تنگ نظرانہ، متعصب اور رجعت پسند پالیسی لازمی طور پر آبادی کے طاقتور حصہ کو اُن سے برسرِ عناد کر دیتی۔ خاص کر ہندوستان میں مذہبی جنون یا نظام سے ہندوستان کی کروڑ ہا آبادی اُن سے برافروختہ ہو جاتی اور سلطنت کی چولیں ہلا دیتی۔ سترھویں صدی کی آخری چوتھائی میں اورنگ زیب نے اس تجربہ کی کوشش کی مگر جلد ہی مشکلات میں گھر گیا۔ جہانگیر اپنی ہوشمندی اور تدبر سے اپنے والد کی واضح طور پر بنائی ہوئی پالیسی پر ٹھیک ٹھیک عامل رہا۔

عوام الناس نے بخوشی قبول کیا

چنانچہ سترھویں صدی کی مغل حکومت کی بنیاد میں ہمیں نہ مذہب کا سہارا نظر آئے گا نہ قوت کا اور نہ ذات کا۔ یہ سہارا ہمیں عام طور پر لوگوں کی سرگرم یا جامد رضامندی میں نظر آئے گا۔ جمہوری شکل میں استبدادیت کبھی نمودار نہیں ہو سکتی مگر جس حد تک یہ عوام کی مرضی کی نمائندہ ہو اس میں جمہوری اصول کی روح پائی جائے گی۔ اس طرح ایتھنس میں پی ستافس کی استبدادیت روما میں آغطس کی استبدادیت اور جرمنی میں شارلیمان کی استبدادیت تھی۔ قرون وسطیٰ کے انگلستان میں نارمن انجیوین استبدادیت حریص جاگیردار امرا کے خلاف بادشاہیت کے عوام سے غیر رسمی اتحاد پر مبنی تھی۔ پروفیسر پولرڈ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ٹیوڈر بادشاہی لازمی طور پر قومی بادشاہت تھی۔ تھیئرس نے نہایت شوخ رنگ آمیزی سے اُس جوش و خروش کی تصویر کھینچی ہے جس سے فرانسیسی قوم نے ۱۷۹۹ء میں خود کو نپولین بونا پارٹ کے بازوؤں میں ڈال دیا تھا۔ اگر ہم ظاہری شکل و صورت سے بالکل دھوکہ نہ کھائیں تو ہم دیکھیں گے کہ شاہیت حکومت خواص اور جمہوریت کے اصول حکومت کی شکل سے بے تعلق ہے اور یہ کہ کسی طبقہ کے ادارے میں ایک دوسرے سے مخلوط نظر آئیں گے۔ مغل حکومت کو منتخب مجالس کا کوئی علم نہ تھا اور نہ

Marfat.com

آئینی حقوق کا مگر اس میں اس قدر جمہوری عنصر تھا کہ اس کی عام پالیسی عوام کی خواہشات اور جذبات سے ہم آہنگ تھی۔

عام رضامندی کی شرط۔ مذہبی آزادی عام رضامندی کی ایک شکل ہندوستان میں یقیناً مذہبی عقیدہ اور طریق عبادت کی آزادی تھی۔ مسلم حملہ آوروں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ مذہبی آزادی کی کتنی اہمیت ہے اور اسی کے مطابق اپنی پالیسی کی تشکیل کی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم کی سندھ میں حکومت اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے۔ تیرہویں صدی میں شمالی ہند کے حملہ آوروں نے ایک دوسری پالیسی کا تجربہ کرنا چاہا اور اسے مایوس کن پایا۔ پندرہویں صدی عیسوی تک منضبط جبر کا زمانہ ختم ہو گیا سولہویں اور سترہویں صدیوں میں ہندوستان بحیثیت مجموعی مذہبی آزادی کے معاملہ میں اُس عہد کے یورپ کے بالکل ضد تھا۔ اکبر سے جس غلط طور پر رواداری کی ساری پالیسی منسوب کی جاتی ہے اُس نے دراصل اپنے عہد کی روح کو اپنا لیا تھا اُس نے اس پالیسی کو عقلی حد تک پہونچا دیا لیکن خود یہ پالیسی محض ضرورت وقت کا نتیجہ تھی۔ یہ حکومت کے قیام ہی کے لئے لازمی شرط تھی۔ خود اورنگ زیب نے اسے بالکل بدل دینے سے احتراز کیا۔ جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں جن یوروپین سیاحوں نے یہاں کا دورہ کیا وہ سارے ملک میں بحیثیت مجموعی کامل مذہبی رواداری کی پرزور شہادت دیتے ہیں۔

سماجی آزادی مغل حکومت کے سہارے کی ایک اور اخلاقی صورت سماجی زندگی کی آزادی تھی۔ کوئی حکومت جو لوگوں کے سماجی رسم و رواج اور طور طریقے بدلنے کی

---

[1] ریورینڈ ایڈورڈ ٹیری کا بیان ہے کہ تمام مذاہب سے رواداری برتی جاتی تھی اور اُن کے پادری خوش و خرم ... ہیں خود مغل اعظم نے انھیں اکثر فادر سے مخاطب کیا ...... پرچہ جات ۹ صفحہ ۷۲۔ وہ (جہانگیر) تمام مذاہب سے راضی ہے۔ البتہ وہ تبدیلی مذہب کو پسند نہیں کرتا۔[2] ٹامس روایبسی صفحہ ۲۱۴۔ [3] ڈیلا ویل نے یہ دیکھا کہ ہندو مسلمان سب مل جل کر رہتے ہیں اس لئے کہ مغل اعظم اگرچہ وہ خود مسلمان ہے (مگر ایسا خالص نہیں جیسا لوگ کہتے ہیں) تاہم وہ اپنی سلطنت میں ایک دوسرے سے امتیاز نہیں کرتا اور اس کے دربار (اور فوج میں بھی) اعلیٰ ترین عہدوں پر بھی سب کا برابر لحاظ اور احترام کیا جاتا ہے۔ سفرنامہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۔ [4] ڈیلا ویل کے ایک ذاتی ملازم کے دلچسپ واقعہ کے متعلق جسے مغل پالیسی کا علم نہ تھا اس لئے اُس نے جلد ہی سے اپنا مذہب بدل دیا دیکھو سفرنامہ جلد اوّل صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۲۔ [5] جہانگیر نے خود اپنی توزک میں اپنے والد کی مذہبی پالیسی کی اہمیت کا اعتراف کیا

Marfat.com

کوشش کرتی وہ ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی تھی۔ اندر سے اصلاح ہو سکتی تھی اور ہوئی بھی لیکن اس میں حکومت کی مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی تھی۔ اکبر نے بیوہ کو زندہ جلانے کی ظالمانہ رسم ختم کرنے اور اتنی ہی ظالمانہ رسم جبری بیوگی کو ختم کرنے اور بچپن کی شادی اور کثرت ازدواج کو روکنے کی کوشش کی۔ یہ قوانین اگرچہ مقبولیت اور انسانی ہمدردی پر مبنی تھے۔ مگر انھیں کبھی تلوار کے زور پر مسلط نہیں کیا گیا۔ ستی کی ایک اور ہولناک شکل جو غیر مسلم ہندوؤں میں رائج تھی کہ بیوہ کو اُس کے شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ دفن کر دیتے تھے[۹] جہانگیر نے اس کی سختی سے ممانعت کی مگر محض فہمائش پر اکتفا کی اور ہندوؤں کی رسم ستی کے متعلق بھی[۱۰]۔ ذات پات کے متعلق ہندوؤں کے غیر معقول احساسات کا بھی برابر احترام کیا جاتا تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کے رواج کو فروغ دینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ بعض پہاڑی قبائل میں[۱۱] جو ایسی مابین فرقی شادیاں رائج تھیں اُن کی جہانگیر نے ممانعت کی جو یقیناً ہندو اور مسلمان دونوں کی خوشی کی بات تھی۔

گاؤں کی خود اختیاری کا احترام مغلوں سے وفاداری کی ایک تیسری فطری بنیاد گاؤں کی اُس بہت ہی قدیم خود اختیاری کا احترام تھا جو اٹھارہویں صدی عیسوی تک ہندوستان کے معاشی اور سماجی نظام کی مرکزی خصوصیت تھی۔ دیہی پنچایت جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اُس میں پانچ یا زیادہ آدمی ہوتے تھے جیسا کہ عموماً ہوتا تھا قدیم رسم و رواج کی خلاف ورزی پر کڑی نظر رکھتی تھی، نظم اور باہمی تعاون برقرار رکھتی تھی اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے فیصل کرتی تھی۔ جس زمانہ میں حکومت کا بازو اتنا وسیع نہ تھا جتنا آج ہے اور بڑے بڑے زمینداروں کا وجود نہ تھا اُس وقت دیہی نظام ملک میں حقیقی قوت تھا۔

۹؎ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۳۶۷۔

۱۰؎ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۸۱۔

۱۱؎ آخر الذکر ستی کے بارے میں دیکھو پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۳۴، ۳۶، ۱۷۹ تا ۱۸۰ ٹیورنیر (مرتبہ بال) جلد اول صفحہ ۲۱۹ و جلد دوم صفحات ۲۰۷ تا ۲۱۴۔ سرکار کی ہسٹری آف اورنگ زیب جلد سوم صفحہ ۱۰۴۔

۱۲؎ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۸۱۔

Marfat.com

حکومت کی سرگرمیوں کا دائرہ مذہبی اور سماجی زندگی اور دیہی زندگی میں مداخلت سے حکومت کے احتراز کا عموماً یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ اُسکی سرگرمیوں کا دائرہ بہت محدود ہو جائے گا لیکن اُس وقت کے حالات میں یہ ناگزیر تھا۔ جیسا کہ ارسطو نے کہا ہے انسان ایک سیاسی ہستی ہے اور جیسا برک نے کہا ہے سماج یا سلطنت کوئی مصنوعی پیداوار نہیں ہے۔ فرد کو اپنی حقیقت کا احساس کرنے اور اپنے مقسوم کو حاصل کرنے کے لئے اُسے سلطنت کا رکن ہونا چاہئے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہو سکتا کہ بلا قید و شرط کسی کا پابند ہو جائے۔ ضابطہ کے بموجب کوئی حکومت جبتک وہ براہ راست یا نمائندہ جمہوریت نہ ہو عام مذہب یا نظام کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ ان شعبوں میں اُسے سماج کو خود اپنی تنظیم کرنے کے آزاد چھوڑ دینا چاہئے۔

مغل حکومت کے فرائض۔ آئینی اور عملی باوجود اس کے مغل حکومت کا دائرہ عمل بہت وسیع تھا۔ اُسے بیرونی خطرہ سے ملک کی حفاظت کرنا تھا اور خارجہ پالیسی کو منظم کرنا تھا اور جرائم کی سزا دینا اور افراد کے مابین معاہدوں کے حقوق کا تعین کرنا ان آئینی فرائض کے علاوہ اُس نے بہت سے عاملانہ فرائض بھی اختیار کر لئے تھے۔ اُس نے سکّہ کی قیمت مقرر کی، تجارت اور حرفت کو منظم کیا۔ شاہراہوں کو درست رکھا، کچھ شفاخانے کھولے اور علم وفن کی بڑے پیمانہ پر ہمت افزائی کی۔ چنانچہ جہانگیر نے تخت نشین ہونے پر اُن محاصل اور ٹیکسوں کو منسوخ کیا جو جاگیرداروں نے اپنے فائدہ کے لئے عاید کئے تھے[13] اُس نے یہ حکم دیا کہ تاجروں کی گٹھریاں جو راستہ میں شاید جنگی کے محصول کے لئے کھولی جایا کرتی تھیں وہ نہ کھولی جایا کریں۔[14] اُس نے مسافروں کے لئے آرام گاہیں، مسجدیں، مدرسے اور ہسپتال تمام بڑے شہروں میں تعمیر کرنے اور سرکاری خرچ پر طبیب مقرر کرنے کا حکم دیا۔[15] اگر کسی شخص کے مرنے پر اُس کے وارثوں

---

[13] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۷۔ جہانگیر کی تخت نشینی پر جو بارہ دستور العمل نافذ کئے گئے تھے اُن میں یہ پہلا ضابطہ ہے۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۸۔ [14] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحہ ۸ ضابطہ نمبر ۲۔ [15] مرات احمدی از علی محمد خان جلد اوّل صفحہ ۲۰۹۔ خافی خان جلد اوّل صفحہ ۲۴۹۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحات ۸ و ۹ ضابطہ نمبر ۲، ۱۰۔ تاریخ جالی جہاں از جالی جہاں خان۔ مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جسکی این این لا نے اپنی کتاب پروموشن آف لرننگ ڈیورنگ محمڈن ٹائمز کے صفحہ ۱۷ پر نقل کی ہے۔

Marfat.com

کا پتہ نہ چلتا تو اُس کی املاک کو مدرسے سرائے، تالاب اور کنوؤں کی تعمیر اور پلوں کی مرمت میں صرف کی جائے[16]۔ بعد کو گجرات کے نمونہ پر حمالوں کے ستانے کے لئے دیواریں تعمیر کی گئیں[17]۔ اس نے شراب اور تمباکو کی ممانعت کی اور مشرقی بنگال میں آختہ کرنے کی مروجہ رسم کو موقوف کرنے کے لئے ایک فرمان جاری کیا۔ اورنگ زیب نے سترھویں صدی کے نصف آخر میں باضابطہ طور پر اخلاقی اصلاح کی تدبیر شروع۔ محتسب اخلاق عامہ کی مدد کے لئے منصبداروں اور احدیوں کا عملہ مقرر کیا گیا۔ صوبائی گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس اہم کام میں مدد دیں اور اس میں غفلت بادشاہ کی ناراضی کا موجب ہوگی۔ اس کی حکومت کے سارے زمانہ میں فرمان پر فرمان جاری ہوتے رہے کہ شرع شریف کے مطابق اوامر و نواہی کا نفاذ کریں۔ پرانی مسجدوں کے علاوہ خانقاہوں کی بھی مرمت کی گئی۔ طالب علموں کے لئے وظیفے مقرر کئے گئے کہ وہ اطمینان کے ساتھ علم دین حاصل کر سکیں۔

دربار میں موسیقی اور دوسرے تفریحی مشاغل کی ممانعت کر دی گئی اور جب موسیقاروں نے موسیقی کا جنازہ نکالا تو ان سے سکون کے ساتھ کہا گیا کہ وہ اسے گہرے میں دفن کریں۔ بھنگ اور چرس کی کاشت ممنوع کر دی گئی۔ طوائفوں اور پیشہ ور عورتوں کو اورنگ زیب نے حکم دیا کہ وہ یا تو نکاح کر لیں ورنہ ملک سے نکل جائیں۔ ستی کی بھی سختی سے ممانعت کی گئی۔ محرم کے جلوس بند کر دئے گئے۔ ہندوؤں کے ہولی کے تیوہار میں اب فحش گانے نہیں گائے جا سکتے تھے[18]۔

یہ تو صحیح ہے کہ ان احکام کی ہمیشہ پورے طور پر تعمیل نہیں ہوئی مگر اس کی وجہ انکی نیت میں نقص نہ تھی بلکہ آمد و رفت کی دشواریاں بہرحال ان سے حکومت کے مزاج کی زبردست شہادت ملتی ہے۔ لیکن حکومت کی فیاضانہ خصوصیت سب سے زیادہ علوم و فنون کے سلسلہ میں ظاہر

---

[16] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اوّل صفحہ ۸ ضابطہ نمبر ۴۔

[17] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اوّل صفحہ ۴۲۰۔ ان تعمیرات کا حکم سنہ ۱۶۱۹ء میں دیا گیا تھا۔

[18] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اوّل صفحہ ۸ ضابطہ نمبر ۵۔ نیز جلد اوّل صفحات ۲۷۰ - تا ۲۷۱ - و جلد دوم صفحات ۱۵۱ اور ۹۸ - لیکن دیکھو شیری (صفحہ ۹۶) و فرایہ (صفحہ ۵۲) تمباکو نوشی پر۔ خطوط موصولہ جلد اوّل صفحہ ۳۰۰ - بادری صفحہ ۹۷ - تمباکو نوشی کے رواج کے بارے میں دیکھو اسد بیگ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۶۵ تا ۱۶۷ - منوشی مرتبا ارون جلد دوم صفحات ۵ تا ۹ و ۹۷ سرکار کی اورنگ زیب جلد سوم صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۴ -

Marfat.com

ہوتی ہے۔ فارسی مورخین نے ایسے اہل علم کی طویل فہرست دی ہے جنہیں مغلوں کی فیاضی نے حاجتمندی سے بے نیاز کر دیا بلکہ مالا مال بھی کر دیا۔[19] اگر ہم فارسی اور ہندی شعرا کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوگی کہ کتنے کثیر التعداد لوگوں نے دربار کی سرپرستی کی خواہش کی اور حاصل کی۔[20] اُس زمانہ میں دنیا کی کسی سلطنت میں تعلیم عامہ کا کوئی مستقل محکمہ نہ تھا۔ مغلوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے علمی قابلیت کی وسیع پیمانہ پر سرپرستی کی۔ ہندوستان کے فن مصوری سے جہانگیر کی دلچسپی اور کوشش نے اس فن کو بہت بلند درجہ تک پہونچا دیا۔ رو اور ٹیری درباری مصوروں کی اعلےٰ صناعی دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے۔[21] لاہور میں تصویروں کا کمرہ جس میں شاہی خاندان اور امرا کی تصویریں ہیں دنیا کے خوبصورت ترین تصویر خانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔[22] فن موسیقی کو مالا مال کر دیا گیا اور خوش نویسی کی تربیت بطور فنون لطیفہ کے حاصل کی گئی۔[23]

مغل سلطنت۔ ایک تہذیب

یہ واضح ہے کہ سلطنت مغلیہ ایک قانونی یا تعزیری حکومت سے ترقی کر کے ایک تہذیبی سلطنت بن گئی۔

---

۱۹ مثلاً اکبر کے عہد کے لئے آئین اکبری اور شاہجہاں کے عہد کے لئے عبد الحمید لاہوری۔ اقبال نامہ صفحہ ۳۰۔ محمد بادی صفحہ ۲۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۶ و جلد دوم صفحات ۲۳ و ۲۵ وغیرہ جہانگیر کے عہد کے لئے۔

۲۰ مصرا برادرس کی مصرا بندھو ونود جلد اول و دوم، شیو سنگھ سروجا، نول کشور پریس، لکھنؤ۔ کاشی ناگری پرچارنی سبھا وارانسی کے ہندی مخطوطات پر ریسرچ رپورٹ۔ بینی پرشاد کی اے فیو اسپکٹس آف ایجوکیشن اینڈ لٹریچر انڈر دی گریٹ مغلس، انڈین ہسٹاریکل کمیشن کے پانچویں اجلاس کی روئیداد۔ کہا جاتا ہے جہانگیر نے سورداس کی نظموں کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کا حکم دیا اور ہر نیا بھجن جو دستیاب ہوا اُس پر ایک مہر کا انعام مقرر کیا۔ اور یہی وجہ سور ساگر کے اتنے ضخیم ہونے کا ہے لیکن یہ روایت غالباً صحیح نہیں ہے تاہم یہ قابل لحاظ ہے۔

۲۱ ایک درباری فنکار نے اصل تصویر کی جو نقل اتاری تو سر طامس رو کو اصل اور نقل میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ جہانگیر نے انھیں اجازت دی کہ وہ جو تصویر چاہیں انگلستان لے جا کر دکھائیں کہ ہم اتنے برے فنکار نہیں جیسا وہ سمجھے ہیں۔ ایمبسی صفحات ۲۱۰ و ۱۱۔ ٹیری صفحہ ۱۳۵۔ نیز دیکھو کمار سوامی کا مضمون جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۸ —

۲۲ اس کی تفصیل کے لئے دیکھو ولیم فنچ (پرچہ جات جلد چہارم صفحات ۵۳ تا ۵۵)

۲۳ فنکاری کے اعلےٰ نمونے خدا بخش لائبریری بانکی پور پٹنہ اور نیز پرائیوٹ لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔

Marfat.com

نظام حکومت

مغل حکومت کے سترہویں صدی میں یہ مقاصد اور یہ سرگرمیاں تھیں۔ یہ وہ حکومت نہ تھی جسے سرجان سیلے نے غیر منظم قسم کی حکومت کہا ہے۔ تقابلی سیاست کے طریقوں کی روشنی میں اس کے نظام حکومت کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کی مرکزی اور صوبائی دونوں حیثیتوں پر نظر ڈالنا مناسب ہوگا۔

بادشاہ اور اُسکی مجلس

حلقہ کا مرکزی نقطہ یقیناً بادشاہ تھا۔ آجکل کے مفہوم میں آئین کا کوئی وجود نہ تھا لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ ذہنیت کا انسان حتیٰ کہ جولیس سیزر اور نپولین بھی ایک وسیع سلطنت کے گوناگوں مسائل کو بلا دوسرے دماغوں کی مدد کے حل نہیں کر سکتا تھا۔ ایک پرانے تجربہ کار مدبر نے جو انتظامی امور کی مہارت رکھتا تھا کہا تھا کہ مجھے کوئی تجویز ایسی نہیں معلوم جس میں کم از کم ادنیٰ ذہانتوں کی مدد کے بغیر سدھار ہوا ہو۔ حکومت جو تمام عملی فنون میں سب سے مشکل ہے متعدد دماغوں کی امداد کی متقاضی ہے۔ ہر استبدادی حکومت لازمی طور پر ایک کونسل کے اقتدار کے تابع ہوتی ہے۔ بادشاہ اور مشیروں کے متعلقہ اثر کا تعین شخصی معاوات سے ہوگا لیکن مجلس مشاورت شاہی کا لازمی جزو ہے قدیم ہندو حکمرانوں کی مجلس وزرا تقریباً آٹھ افراد کی ہوتی تھی جسے مرہٹہ حکمراں شیواجی نے سترھویں صدی کے آخر میں پھر سے قائم کیا۔ رومن شہنشاہوں کی اپنی مشیر جماعت تھی۔ نارمن انجوین استبدادیت کیورا ریجس کی مدد سے چلتی تھی۔ ٹیوڈور استبدادیت کو پریوی کونسل کا عہد زرین کہا جاتا ہے۔ نپولین کی کونسل آف اسٹیٹ تھی جس کا برابر اجلاس ہوتا تھا۔ ہونزلرون کی اسٹاٹراتھ جسے جوشم فریڈرک نے ۱۶۰۴ء میں قائم کر دیا تھا اور جیسا کہ وڈراوسن نے کہا ہے بحیثیت مجموعی انگلستان کی پریوی کونسل کی ہم جنس تھی۔ اسٹین نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے از سر نو منظم کرنے کی کوشش کی۔ قیاسی ملحوظات کا اس قطعی تاریخی شہادت سے اتفاق ہے۔ کہ مغل شہنشاہ کی ایک نامزد کردہ مجلس تھی جس کا اکثر اجلاس ہوتا تھا اور اس میں تمام اہم معاملات پر غور و خوض ہوتا تھا۔ اس میں اعلیٰ حکام ہوتے تھے جنہیں خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا اور جسے دیوان خاص کہتے تھے۔ جس کمرے میں اس کا اجلاس ہوتا تھا اس کا نام غسل خانہ ہوگیا اس لئے کہ شیر شاہ نے اس کا اجلاس یہیں طلب کیا تھا جب کہ وہ بالوں کی لٹیں غسل خانہ میں سکھا رہا تھا۔ اس مجلس کی روداد بے ضائع

Marfat.com

ہو گئیں لیکن فارسی تاریخوں میں موقعہ بہ موقعہ اندراجات اور یورپین سفر ناموں سے ہم اس کے طریقۂ کار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بادشاہ اس کا صدر ہوتا تھا اور جو تجویز پیش ہوتی تھی اس پر باری باری ہر مشیر اپنی رائے ظاہر کرتا تھا۔ یہیں امور خارجہ پر بحث ہوتی تھی بیرونی سفراء سے ملاقات ہوتی تھی۔ مہموں کا نقشہ بنایا جاتا تھا اور کمانڈر نامزد کئے جاتے تھے۔ یہاں اعلیٰ شخصیتوں کے قصوروں کی تحقیقات ہوتی تھی اور یا تو کمیٹی کے سپرد کر دی جاتی تھی اور یا وہیں فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔[26]

خاص خاص حکام۔ وکیل سب سے اونچا عہدہ دار وکیل یا نائب شاہ یا چانسلر یا سلطنت کا وزیر اعظم ہوتا تھا۔ اس کے مقابل ترکی کا وزیر اعظم یا جرمن سلطنت کا چانسلر یا اگلے رومن کا جسٹس سیر ہو سکتا تھا۔ اس کے اختیارات کا تعین اس کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ خلافت عباسیہ میں یہ اکثر خلیفہ کا ہمزاد یا دلی دوست ہوتا تھا۔ بعض اوقات وزیر اعظم کی جگہ خالی رہتی تھی یا اُسے خاص کوئی کام تفویض ہو جاتا تھا۔

دیوان اس کے بعد کا عہدہ دیوان یا چانسلر آف اکس چیکر کا تھا جو مالی امور کا سربراہ تھا۔ اس عہدہ کا نام نظام خلافت سے لیا گیا ہے اور جیسا کہ عباسیوں کی حکومت میں ہوتا تھا اسے کوئی خاص کام تفویض ہو جاتا تھا۔

بخشی بخشی کے ذمہ بہت سے جنگی فرائض تھے اور کبھی وہ معتمد جنگ اور تنخواہ تقسیم کرنے والے دوہرے فرائض پر مامور کر دیا جاتا تھا

صدر الصدور قاضی القضاۃ یا صدر الصدور سلطنت کے عدالتی امور کا سربراہ تھا وہ وزیر امور مذہبی و امور خیر و عطیات تھا مگر اکبر نے اس کے اختیارات بہت کم کر دیئے تھے

میر عرض میر عرض کے ذمہ وہ ہزاروں درخواستیں ہوتی تھیں بادشاہ کے پاس آتی تھیں اس کا مقابلہ رومن ایمپائر کے اس عہدہ سے کیا جا سکتا ہے جسے سیرینیا کہتے تھے۔

---

[26] سفارت سر طامس رو صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۸، ۱۱۰ اور ۱۱۲۔ مآثر الامراء (بیورج) جلد اول صفحہ ۳۔ بلوکمین جنرل آف ایشیا ٹک سوسائٹی بمبئی جلد ۴۴ حصہ اول صفحہ ۲۹۰۔ مانسٹریٹ رہوائے لینڈ و بنرجی صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۴

Marfat.com

اور جو مراتب اعزاز کا تعین کرتا تھا۔

چھوٹے بخشی اور دیگر عہدہ دار چھوٹے بخشیوں کے ذمہ شاہی فرامین کا مسودہ بنانا مہر کرنا اور جاری کرنا تھا۔ دوسرے خاص خاص عہدہ دار، میر مال، قور بیگ، میر بحر، میر بر، میر منزل، منشی اور میر توزک اور آختہ بیگ تھے۔ اورنگ زیب کے عہد میں عوام کے اخلاق منظم کرنے کے لئے ایک محتسب کا عہدہ قائم کیا گیا۔ مرکزی حکام، صوبائی حکام، تمام سرکارات و اضلاع کے حکام اور سب سے بڑھ کر مالیہ شعبہ کے ملازمین کے لئے ضوابط عمل بنائے گئے۔ ان کے دائرۂ عمل کا تعین کیا گیا۔ ان کے فرائض مفصل طور پر مقرر کئے گئے اور طریقۂ عمل کے دستور بنائے گئے۔

محل شاہی کے حکام رومن شہنشاہوں، میرو ونجیں، بادشاہوں اور نارمن بادشاہوں کی طرح مغلوں کے محل میں بھی اعلیٰ حکام تھے جن کے وسیع اختیارات تھے۔ خانساماں یا محل شاہی کا منتظم یا قرون وسطیٰ کی یورپین اصطلاح میں میئر آف دی پیلس جو محل کے نظم ضابطہ اور شاہی ملازمین اور کارخانوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

سکرٹیریٹ ہر بڑے حاکم کے گرد ایک سکرٹیریٹ یا دفتر خانہ، کلرکوں کا عملہ اور دفتر شاہی حکومت کا سازو سامان جمع ہوگیا تھا[۵۴]

حکومت کے آداب کا عملہ ان کارکن عملوں کے علاوہ ایک اور عملہ جسے بج ہاٹ نے حکومت کے آداب کا عملہ کہا ہے مقرر تھا جس سے آبادی پر رعب قائم ہوتا۔ وفاداری اور اعتماد پیدا ہوتا۔ اور کارکن عملہ کی نوعیت ظاہر ہوتی۔

جھروکہ ہر شام کو بادشاہ دریا کی طرف قلعہ کی ایک کھڑکی میں بیٹھ کر نیچے ہزاروں کے مجمع کو درشن دیتا تھا۔ بادی النظر میں یہ رسم طفلانہ معلوم ہوتی تھی مگر اس سے عوام کا حکومت سے ربط قائم ہوجاتا تھا جس کی اشد ضرورت تھی۔ جہانگیر کو اس کی اہمیت کا احساس تھا۔ اس لئے اس نے اپنی بیماری میں بھی کبھی اس میں ناغہ نہیں کیا یہیں

---

[۵۴] آئین جلد اول صفحات ۱۵ و ۸۔

Marfat.com

وہ ہر منگل کو مقدمے فیصل کرتا تھا اور غریب سے غریب آدمی کی بھی شکایت سنتا تھا اور کسی کو منع نہیں کرتا تھا بلکہ ہمیشہ دونوں فریق مقدمہ کی بات سنتا تھا۔ یہیں ہر روز دوپہر کو اکبر ہاتھیوں اور جنگلی جانوروں کی لڑائی دیکھتا تھا۔ اس لئے کہ انسان ہمیشہ طاقت کا سر نہ جھکتا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ ہر شام کو بہت بڑا دربار منعقد ہوتا تھا جس کی شان وشکوہ ہر نظر کو خیرہ کردیتی تھی۔ اوپر ایک شہ نشین میں بادشاہ نہایت بیش قیمت لباس پہنے بیٹھا ہوتا تھا جس کے گرد اس کا دفتری عملہ ہوتا تھا۔ اس کے نیچے ایک بلند چبوترہ تھا جس پر خوبصورت قالین اور اوپر ریشم اور مخمل بچھا ہوتا تھا۔ یہاں بڑے امرا، سفیر اور معزز غیر ملکی مہمان ہوتے تھے۔ اگلا کٹہرا عام شرفا کے لئے تھا اور احاطہ پورا عوام الناس سے بھرا ہوتا تھا۔ اسے دیوان عام کہتے تھے جہاں اکثر اہم ملکی معاملات پیش ہوتے تھے لیکن اس کا اصل مقصد عوام کو مرعوب کرنا تھا۔[۲۸]

لیکن سب سے زیادہ شاندار منظر دربار کا تقریبات کے موقع پر ہوتا تھا۔

نوروز موسم بہار کا سالِ نو جسے نوروز کہتے تھے اور جسے اکبر نے پارسیوں سے لیا تھا جہانگیر ہر سال اُنیس دن مناتا تھا۔ دیوان عام میں ایک ساٹھ قدم لمبا اور چالیس قدم چوڑا شامیانہ نصب کیا جاتا تھا جس کے چاروں طرف نہایت قیمتی مخمل، ریشم اور زربفت کی نہایت خوبصورت کڑھی ہوئی جھولداریاں ہوتی تھیں جن میں سونے موتی جواہرات، سونے کے پھلوں نقرئی تصویروں اور رنگین تصویروں کی جھالریں لٹکتی تھیں اور اس میں ریشمی اور زرکار قالینوں کا سا فرش ہوتا تھا۔ چار پایوں کا چوکور شاہی تخت جس میں سیپ کی پچی کاری ہوئی تھی بیچ میں رکھا جاتا تھا جس کے گرد نرم گدّوں کی چند کرسیاں ہوتی تھیں۔ بادشاہ موتیوں اور جواہرات سے لدا ہوا اس پر بیٹھتا تھا۔ حرمِ شاہی کے لئے گوشہ کے کمرے ہوتے تھے بادشاہ کے خیمے کے گرد تقریباً پانچ ایکڑ کے رقبہ میں امرا کی کرسیاں ہوتی تھیں اور ہر امیر شان وشوکت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ عجائبات میں چاندی کی دوکانیں لگی ہوتی تھیں۔

---

[۲۸] جہانگیر راجرس وبیورج، جلد اول صفحات ۲۲ و ۷۶، جلد اول صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۸، ۱۱۰ و ۱۱۲، ٹیری صفحہ ۲۰۹۔ کمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۳۴

Marfat.com

بادشاہ ہر حجرے میں جاتا تھا اور عموماً جھک کر کچھ تحفے قبول کر لیتا تھا جس کے عوض میں وہ خطابات، اعزازات، جاگیریں اور ترقیاں دیتا تھا۔ شراب کے دریا بہتے تھے اور نظموں اور قصیدوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ موسم بہار کی اس تقریب کے اُنیس دنوں میں ہر چیز پر شادمانی اور مسرت کا غلبہ ہوتا تھا۔ ایک مینا بازار لگتا تھا جس میں امرا کے خاندانوں کی عورتیں دوکانیں لگاتی تھیں۔ بادشاہ اور حرم شاہی حسین دوکانداروں سے ہنسی مذاق کے ساتھ بھاؤ تاؤ کرتی تھیں۔ رقص اور موسیقی کے جلسے دن رات منعقد ہوتے تھے[۷۵]

بادشاہ کا تولا جانا

نوروز کے بعد اور شان و شکوہ میں نوروز سے دوسرے ہی درجہ پر بادشاہ کی شمسی اور قمری تاریخ پیدائش پر اس کے تولے جانے کی رسم ہوتی تھی۔ قمری تاریخ پیدائش پر اُسے آٹھ مرتبہ اور شمسی تاریخ پیدائش پر

---

۷۵ سر طامس رو (ایمبیسی جلد اول صفحہ ۱۴۲، منڈل سلوہ صفحہ ۱۴) اور خود شیری نے بھی غلطی سے نوروز سے نو دن مراد لئے ہیں لیکن تھیوناٹ (جلد سوم باب ۲۷، صفحات ۴۹ تا ۹۰) نے اس کا صحیح مفہوم سمجھا ہے۔ یہ تقریب فارسی سال کے فروردین مہینہ کی پہلی تاریخ کو شروع ہوتی تھی جبکہ سورج برج حمل میں داخل ہوتا تھا۔ اکبر کے عہد میں اس تقریب کے جشن کے لئے دیکھو آئین جلد اول صفحات ۲۷۶ و ۲۷۷۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحات ۳۲ و ۲۰۰ تا ۲۰۱ و ۲۳۷ و ۲۸ تا ۳۴ و ۲۰۳ صفحات ۴۵ تا ۴۶ وغیرہ (بیورج) ۵۰۶ تا ۵۰۵ و ۳۴۷ و ۲۹۵ و ۲۶۵ و ۲۲۷ تا ۲۳۶ صفحات ۴۲، (بنرجی و لینڈ رے ہوا) صفحہ ۶۲۹ مانسیرات کی ۸۹۰ وغیرہ ۸۰ تا ۸۹ و ۵۱۰ و ۳۴۴ و ۳۴۶ و ۳۸۹ تا ۳۸۵

۱۷۶۔ جہانگیر کے عہد کی تقریبات کے بارے میں دیکھو جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۴۷ تا ۴۹ اور اس کے بعد کے ہر سال کے روزنامچہ کے شروع میں۔ اقبال نامہ اور مآثر جہانگیری نے بادشاہ کی بیان کردہ تفصیل کی نقل کی ہے۔ نیز دیکھو سفرنامہ ہاکنس صفحہ ۴۳۹، پرچاس جلد سوم صفحہ ۴۸۔ کوریات کی کروڈیز تیران ہچیپہ پرچاس ۹ صفحہ ۱۰۴، رو کا سفارت نامہ صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۴

بعد کی تقریبات کے بارے میں دیکھو شاہجہاں کے عہد کی فارسی تاریخیں خصوصاً عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ، پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۲۳۷ تا ۲۳۸، تھیوناٹ جلد سوم باب ۲۷، صفحات ۴۹ و ۵۰، برنیر (ایڈیشن کانسٹبل) صفحات ۲۷۰ تا ۲۷۳، منوچی (مرتبہ اروِن) جلد اول صفحہ ۱۹۵

کٹر مذہبی اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند سال بعد اس تقریب کو بند کر دیا۔

Marfat.com

بارہ مرتبہ تولا جاتا تھا۔ جن قیمتی اشیا سے تولا جاتا تھا وہ درباریوں اور غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ شان و شکوہ اور طمطراق کی کوئی حد نہ تھی ؎

؎ یہ رسم اکبر نے جاری کی تھی شہزادوں کی عمر جب دو سال کی ہوتی تھی تو انہیں بھی تولا جاتا تھا مگر اس وقت صرف ایک چیز سے اور ہر سال کے اضافے پر ایک چیز بڑھائی جاتی تھی یہاں تک کہ ان کی تعداد سات یا آٹھ تک پہنچ جاتی تھی مگر بارہ سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھی۔ یہ سب چیزیں محتاجوں اور فقیروں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں اور اکبر کے عہد میں اکثر برہمنوں میں بھی اس طرح کے حساب کتاب کے لئے الگ خزانچی اور محاسب مقرر ہوتے تھے۔ جن چیزوں سے وہ تولا جاتا وہ سونا، پارہ، ریشم، عطریات، تانبہ، روح توتیا، گھی، چاول، دودھ، سات قسم کا اناج اور نمک تھیں۔ ان چیزوں کی ترتیب ان کی قیمت کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ بادشاہ کی عمر جتنے سال کی ہوتی تھی اتنی ہی بھیڑیں، بکریاں اور مرغیاں ان لوگوں کو دی جاتی تھیں جو ان کی پرورش کرتے تھے بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور بھی چھوڑے جاتے تھے۔ آئین جلد اول صفحہ ۲۶۶۔ اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۵۰ آٹھ چیزیں جن سے بادشاہ اپنی قمری تاریخ کی سالگرہ میں تولا جاتا تھا۔ چاندی، ٹین، کپڑے، سیسہ، پھل، سرسوں کا تیل اور سبزیاں ہوتی تھیں۔ آئین جلد اول صفحہ ۲۶۶ نیز دیکھو آئین صفحات ۲۶۶، ۲۶۷۔ نوٹ پہلا اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۵۸۱۔ بدایونی جلد دوم صفحہ ۸۴ و ۸۵۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) صفحات ۷۷، ۸۱، ۲۳۲، ۲۳۳۔ بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۳

سر طامس رو نے شمسی سال ۱۶۱۷ء میں تولنے کا حال بڑی وضاحت سے اس طرح بیان کیا ہے

یکم ستمبر بادشاہ کی پیدائش کی تاریخ تھی اور اس کے تولنے کی تقریب میں میں شریک ہوا اور ایک خوبصورت باغ میں لے جایا گیا جس کے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا اور کنارے کنارے پھول اور درخت لگے تھے۔ بیچ میں ایک برجی تھی جس میں بادشاہ کے تولنے کا سامان رکھا تھا۔ ترازو ایک قیمتی دار کانٹے پر لٹکا تھا اور ترچھا تھا جس پر سونے کا ملمع تھا۔ ترازو ٹھوس سونے کا تھا جس کے کناروں پر جواہرات عقیق اور فیروزے جڑے تھے۔ زنجیر لمبی اور ٹھوس سونے کی تھی جسے ریشم کی ڈوریوں سے کس دیا گیا تھا۔ یہاں قالینوں پر امرا بیٹھے تھے یہاں تک کہ بادشاہ آئے جو ہیرے، عقیق، موتی اور دیگر بیش قیمت زیوروں سے لدے ہوئے تھے اتنے عظیم اتنے شاندار، ان کی تلوار، ڈھال اور تاج اتنے ہی بیش قیمت تھے ان کے سر، گلے سینے اور کہنیوں پر، بازو اور کلائی جواہرات تھے اور ہر انگلی میں دو تین انگوٹھیاں زنجیر دار، یا ترشے ہوئے ہیرے تھے۔ از روئے کبار اور بعض اس سے بھی بڑے عقیق ہوں گے اتنے بڑے کہ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ دفعۃً

داتی سے پہا

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ) ... بادشاہ اکبر عورتوں کی طرح اکڑوں ترازو پر بیٹھ گئے اور اُن کے مقابل دوسرے پلڑے پر وزن کے لئے تھیلے رکھ دیئے گئے جو چھ مرتبہ بدلے گئے اور کہتے ہیں کہ وہ سب چاندی کے تھے اور میرا خیال ہے کہ اُن کا وزن نو ہزار روپیہ ہوگا جو یقیناً ایک ہزار پونڈ کے برابر ہے۔ اس کے بعد سونا اور جواہرات رکھے گئے۔ لیکن میں نے انہیں نہیں دیکھا اس لئے کہ یہ سب تھیلوں میں تھے ممکن ہے کہ محض پتھر ہی ہوں۔ اس کے بعد زربفت ریشم وغیرہ، لینن مسالے اور تمام قسم کی چیزیں لیکن میں محض یقین کرتا ہوں اس لئے کہ یہ سب چیزیں تھیلوں میں تھیں۔ آخر میں کھانا گھی وغیرہ رکھا گیا جو کہا جاتا ہے کہ سب بنیوں کو دیا گیا مگر میں نے دیکھا کہ یہ سب یکجا کر لیا گیا اور کوئی چیز تقسیم نہیں کی گئی صرف چاندی غریبوں کے لئے محفوظ کر لی گئی۔ اگلے سال کے استعمال کے لئے۔ بادشاہ رات کے وقت کچھ غربا کو بلاتا تھا اور بڑی شفقت اور عاجزی سے انہیں روپیہ تقسیم کرتا تھا جس ترازو پر وہ ایک طرف بیٹھا تھا وہ اس نے مجھے عنایت کر دی اور مجھے جواہرات اور دولت عطا کی اور مسکرایا مگر کوئی بات نہیں کی اس لئے کہ ہمارے ترجمان نہیں بلائے گئے تھے۔ تولے جانے کے بعد بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا۔ اس کے سامنے اخروٹ۔ بادام پھلوں اور ہر قسم کے مسالے تسلوں میں رکھے تھے جو اس نے لٹا دیئے اور اس کے امرا چھیننے کے لئے پیٹ کے بل لیٹ گئے اور جب بادشاہ نے دیکھا کہ میں نے ایسا نہیں کیا تو اس نے ایک تسلہ بھر کر میری طرف بڑھایا اور میرے دامن میں انڈیل دیا۔ بادشاہ کے امرا اتنے شوخ تھے کہ انھوں نے اس میں سے مٹھیاں بھر لیں اور میرے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف جتنا دامن میں لگا رہ گیا تھا وہ بچ رہا۔ میں نے سنا کہ میرے آنے کے وقت تک سونا بکھیرتے رہے اور جب میں پہنچا تو صرف چاندی رہ گئی تھی اور مجھے کئی سکے صرف ایک ہزار سکے جن کا وزن بیس روپیہ ہوگا۔ میں نے تقریباً بیس روپے بچائے جو ایک تشتری بھر تھے جو میں نے دکھانے کے لئے رکھ لئے۔ اس لئے کہ بادشاہ نے اس روز ایک سو پونڈ لٹائے ہوں گے۔ رات کے وقت وہ اپنے امرا کے ساتھ قیمتی پیالوں میں شراب پیتا تھا

(۵) صفحات ۱۱۳ تا ۴۱۳۔ نیز دیکھئے ٹیری صفحات ۳۷۶ تا ۴۰۰۔ کوربات کی کروڈی نیز ان بیچڈ پرچاج جلد چہارم صفحہ ۱۱۷ نیز نامہ آئینس صفحہ ۴۴ توزک جہانگیری ہر نئی سال کی تقریب کا حال۔ اقبال نامہ۔ مآثر جہانگیری منتخب اللباب۔ جہانگیر کے جشن سالگرہ کی تقریب کے لئے دیکھو بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۲۴۳ وغیرہ مانڈسلو صفحہ ۴۲۔ ہزیرو مرتبہ کانسٹیبل صفحہ ۲۷۰ اتھور نیر جلد اول صفحہ ۳۰۲۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے چند سال بعد تورنے اور تولنے کی دونوں رسمیں ختم کر دی گئیں سرکار کی تاریخ اورنگ زیب جلد سوم صفحات ۹۲ تا ۹۳ و ۹۷ تا ۹۹۔

Marfat.com

منائے جاتے تھے۔ دسہرہ کے دن یعنی رام کی راکششوں پر فتح کی سالگرہ پر شاہی گھوڑے اور ہاتھی، مرصّع سازو سامان کے ساتھ قطار در قطار بادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ رکشا بندھن کے دن ہندو امرا اور برہمن بادشاہ کی کلائی پر راکھی باندھتے تھے۔ دیوالی میں محل شاہی میں جوا کھیلا جاتا تھا۔ شبورائری کا تیوہار بھی منایا جاتا تھا اور مسلمانوں کے تیوہار عید اور شبرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔[۵۹]

درباری آداب

بادشاہ اور اس کے دربار کی شان و شوکت کا کہیں جواب نہ تھا مطلق العنان اختیارات میں ہمیشہ عیش وعشرت کی ترغیب ہوتی ہے۔[۶۰] دولت و ثروت کے مظاہرہ سے یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ عوام الناس کے جذبات دبے رہتے ہیں۔ مگر یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا خمیازہ بہت بھاری ہوتا ہے۔ غریبوں کی محنت کا سرمایہ چند بڑے لوگوں کی لذت کوشی اور کام رانی اور خواہشات اور ترنگوں اور رنگ رلیوں میں پانی کی طرح بہتا ہے۔ اس بے لطف اور کھوکھلے شان و شکوہ کا جسے مام سین نے بجا طور پر دربار کا لازمہ کہا ہے۔ مغل حکومت کے دامن پر بہت بڑا دھبہ ہے۔ دربار کے آداب ایک طرف تو بے جا نمود تھے اور دوسری طرف غلامانہ انداز تھا۔ یہاں بھی نظر آئے گا کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں یکساں حالات، یکساں نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ ایرانی، چینی، رومن اور بازنطینی سلطنتوں کی تواریخ پر نظر کرنے سے بعض اوقات ہر جگہ مغل دربار کا نمونہ نظر آتا ہے۔ دیاکلیشین اور اس کے جانشینوں کے بارے میں گبن نے لکھا ہے کہ "جب کوئی محکوم بالآخر بادشاہ کے حضور میں بار پاجاتا تو اُسے مجبوراً سربسجود ہونا اور اپنے آقا اور مالک کی مشرقی دیوتا کی طرح پرستش کرنا ہوتا تھا۔" اکبر جس نے سخت مخالفت کے باوجود دیاکلیشین کی طرح ایرانی آداب اختیار کیا۔ رومن شہنشاہوں کی طرح اُس نے یہ خیال کیا ہو گا کہ عبودیت کی عادات سے احترام کے جذبات لاشعوری طور پر پیدا ہوتے ہیں لیکن انسانی وقار کا جو نقصان ہوتا تھا وہ ہولناک تھا

---

[۵۹] جہانگیر راجرس ریوریج، جلد اول صفحات ۲۴۶، ۲۰۹ و ۳۶۱ - جلد دوم صفحات ۹۴، ۹۰، ۱۰۰ اور ۱۷۵ سفارت سر طامس رو صفحہ ۲۱۲۔

[۶۰] دیکھو آئین جلد اول مختلف شاہی عملوں اور اُن کے اخراجات کے متعلق

Marfat.com

جہانگیر نے اس ذلیل کرنے والی ڈرامائیت کو پورے طور پر قائم رکھا، اگرچہ اسلامی تعصب کے لحاظ سے اس نے عدالتی حکام میر عدل اور قاضیوں کو اس تذلیل سے مستثنیٰ کر دیا[۱۶۱] غیر ملکی سفرا کو حتیٰ کہ عالم اسلامی کی عظمت و رعنائی کے نمائندہ ایران کے ایلچیوں کو اس دستور پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ البتہ سر طامس رو کی تعریف کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے ملک کے وقار کو قائم رکھا اور انسانوں کی طرح آداب بجالایا[۱۶۲] یہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ دربار میں اہل دربار بادشاہ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ جہانگیر نے جب شاہجہاں کو بیٹھنے کی اجازت دی تو اسے غیر معمولی اعزاز سمجھا گیا۔ بادشاہ کو لمبے چوڑے القاب اور عاجزانہ لہجہ اور دبی زبان سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ امرا باری باری شاہی محل کا پہرا دیتے تھے اور جو حکم دیا جاتا تھا وہ بجالاتے تھے۔

مرکزی حکومت کی مشکلات

لیکن باوجود تمام شان وشکوہ کے مظاہرے کے مغل حکومت کو اپنے صوبوں میں موثر اقتدار قائم کرنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی۔ آج تو ہم جہازوں، ریلوں، تار برقی، ٹیلیفون، سستی ڈاک اور سستے اخبارات کے دور میں رہتے ہیں ہمارے لئے یہ قیاس کرنا مشکل ہے کہ قرون وسطیٰ میں اہل سیاست کو فاصلوں کے مسائل نے کس قدر سنگین بنا دیا تھا۔ سماج کا ہمیشہ یہ رجحان رہا ہے کہ خود کو مقامی بنیاد پر منظم کرے۔ وفادار گورنر بھی جن کے اختیارات وسیع ہوتے تھے ان اختیارات کو اور وسیع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ نافرمان گورنروں کو عملاً آزادی یا پوری خود مختاری اختیار کرنے کی رغبت ہوتی تھی۔ لامرکزیت کے رجحان پر کڑی نگرانی، دیکھ بھال اور قابو رکھنے کی ضرورت تھی۔

صوبے

مغل اہل سیاست نے رومن مدبروں کی طرح اس مشکل کو صوبوں کی تقسیم اور مدتِ حکومت میں کمی کر کے حل کیا۔ اکبر نے اپنی سلطنت کو پندرہ صوبوں

---

[۱۶۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۳۔ اس تقریب کی تفصیل کے لئے دیکھو آئین جلد اول صفحات ۱۵۸ تا ۱۵۹۔ جورڈین کا جرنل صفحات ۱۶۵ تا ۱۶۶

[۱۶۲] رو جلد اول صفحات ۱۳۵۔ ۲۹۵ تا ۲۹۶۔ اس رسم کو شاہجہاں نے ختم کر دیا تھا۔ دیکھو عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۱۱۰

Marfat.com

میں تقسیم کیا۔ جہانگیر کے زمانہ میں کشمیر، قندھار، اوڑیسہ اور ٹھٹھ اگرچہ نام کو سرکار تھے مگر عملی حیثیت سے الگ الگ صوبے تھے اور دکھن کے تین حصے خاندیش، برار اور احمد نگر در اصل مل کر ایک صوبہ تھے۔ اس طرح سلطنت در اصل سترہ صوبوں میں تقسیم تھی[1] اگر ہم کابل کو نظر انداز کر دیں جو اب خود مختار تھا اور کشمیر جو ملک محروسہ تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سرسری طور پر ایک مغل صوبہ آج کل کے شمالی ہند کے صوبہ کا نصف ہوتا تھا۔

صوبائی گورنر کے انتظامی اور فوجی اختیارات

صوبائی گورنر کا لقب سپہ سالار اور صاحب صوبہ یا صرف صوبہ دار ہوتا تھا اور بعد کو صرف صوبہ۔ بادشاہ شاذ و نادر ہی کسی گورنر کو اس کی اجازت دیتا تھا کہ وہ خود دربار میں حاضر رہے اور صوبہ کا انتظام اپنے نمائندہ یا نائب کو سپرد کر دے

---

[1] مسلمہ پندرہ صوبے: (۱) کابل، (۲) لاہور، (۳) ملتان، (۴) دہلی، (۵) آگرہ، (۶) الٰہ آباد، (۷) اودھ، (۸) بہار، (۹) بنگال (۱۰) مالوہ، (۱۱) گجرات، (۱۲) اجمیر، (۱۳) خاندیش، (۱۴) برار اور (۱۵) احمد نگر تھے۔ قندھار ۱۶۵۲ء میں آخری طور پر سلطنت سے نکل گیا لیکن اوڑیسہ، کشمیر اور ٹھٹھ شاہجہاں کے عہد میں الگ الگ صوبے بنا دیئے گئے دیکھو محمد شریف حنفی و بختاور خاں (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ہفتم صفحات ۱۳۷، ۱۳۰، ۱۶۴ تا ۱۶۵۔ یوروپین سیاحوں نے صوبوں کی جو فہرست دی ہے وہ حیرت انگیز طور پر نادرست ہے چنانچہ سر طامس رو نے ۳۰ سلطنتوں اور صوبوں کا شمار کیا ہے جو مغل اعظم جہانگیر کے ماتحت تھے جن کے نام وہ کہتا ہے کہ اس نے شاہی رجسٹر سے لئے ہیں اس نے میوات، سنبھل، جونپور وغیرہ کو الگ الگ صوبے بتائے ہیں اور گور اور بنگال کو بھی الگ الگ صوبے بتایا ہے (ایمبسی صفحات ۴۳۰ تا ۴۴۱) ٹیری (وایجز ٹو ایسٹ انڈیا صفحات ۴، ۸۴) میں بقول خود ٹھیک وہی نام دیئے ہیں جو اس نے خود بادشاہ کے رجسٹر سے لئے ہیں" ڈی لائٹ (مرتبہ لیتھو برج کلکتہ ریو جلد ۱۵ صفحات ۴ ۲ تا ۲۴۷) نے وہی ۴۰ صوبے نقل کئے ہیں۔ جان جرمن ڈین (جرنل صفحہ ۱۸۹) نے چودہ صوبے گنائے ہیں جن میں چند واقعی ہیں اور کئی اس نے اپنے دماغ سے گھڑ لئے ہیں۔ مثلاً (۱) کابل (۲) کشمیر (۳) قندھار (۴) بلخ (۵) دہلی (۶) کھمبایت (۷) سندھ (۸) بنگال (۹) پٹنہ (۱۰) مانڈو (۱۱) گوالیار (۱۲) حصار (۱۳) دکھن کا ایک حصہ اور (۱۴) پورب ہاکنس (سفر نامہ ہاکنس صفحہ ۱۴۰) صرف یہ کہہ کر قانع ہو جاتا ہے کہ سلطنت چار بڑی سلطنتوں میں تقسیم ہے۔ یعنی پورب، بنگال، مالوہ، دکھن اور گجرات۔

Marfat.com

یہ طریقہ خلفائے بنی امیہ کے زمانے میں وسیع پیمانے پر رائج تھا جس کے نتیجہ میں بہت کچھ تغلب اور ظلم ہوتا تھا اور خلافت کے زوال میں اس کا بڑا حصہ تھا۔ مغلوں نے اسے اعلیٰ سیاست کے شدید دباؤ میں اختیار کیا۔ صوبائی گورنروں کو وسیع انتظامی اور فوجی اختیارات حاصل تھے یہاں مغل دستور بحیثیت مجموعی کانسٹن ٹائن اور اس کے جانشینوں سے مختلف اور بہتر تھا۔ گبن کا بیان ہے کہ متضاد مزاجوں اور بے میل طور طریقوں کی وجہ سے جو ایک دوسرے کی نقل اور بعض اوقات مخالفت جو دو پیشوں میں رائج تھی اس سے مفید اور مضر نتائج ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اس کی توقع بعید تھی کہ صوبہ کے عام یا انتظامی گورنر شورش کی سازش کریں گے یا اپنے ملک کی خدمت کے لئے متحد ہو سکیں گے جبکہ ایک طرف مدد دینے میں تساہل ہوتا تھا تو دوسری طرف مدد مانگنے میں تردد ہوتا تھا جس سے فوج کو عموماً احکام نہیں ملتے تھے یا رسد نہیں پہنچتی تھی حفظ عامہ بے وفائی کے نذر ہو جاتا تھا اور پبلک وحشیوں کے غیظ و غضب کا شکار ہو جاتی تھی۔ کانسٹن ٹائن نے جو منقسم نظام حکومت قائم کیا تھا اس سے سلطنت کی قوت گھٹ جاتی تھی۔ گو بادشاہ خود محفوظ ہو جاتا تھا۔

مختصر مدت حکومت مغلوں نے بادشاہ کی سلامتی کا مقصد حاصل کرنے کے لئے جس میں سلطنت کی قوت میں کمی نہ آئے گورنر کے اختیارات پر کچھ روک لگانے کا طریقہ رائج کیا۔ اول تو وہ صرف دو یا تین سال کے لئے عہدہ پر رہتا تھا۔ قابل منتظموں کی صلاحیت کو ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں منتقل کر کے کام میں لایا جاتا تھا اور عموماً کسی گورنر کو اس کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ کسی علاقہ میں اپنا مستقل قدم جما سکے۔

تمثیلی جدولیں حسب ذیل جدولیں جو بیشتر تزک جہانگیری، اقبال نامہ معتمد خان منتخب اللباب، خافی خاں اور شاہنواز کی مآثر الامرا سے لی گئی ہیں اس کی وضاحت کریں گی[۱]

---

[۱] میں نے جو دوسرے صوبوں کی فہرست مرتب کی ہے اور جس کے درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے اس سے صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے بنیز دیکھو ٹیری صفحات ۳۶۴، ۳۶۵۔ یہ ذہن نشین رہے کہ سترھویں صدی میں پرتگالی ہند کے وائسرائے کی بھی مدت عہدہ اوسطاً تین سال ہوتی تھی۔ زایر جلد اول صفحہ ۱۸۹ جلد دوم صفحہ ۱۱۴

Marfat.com

بنگال

نمبر شمار	تاریخ تقرر: سنہ ہجری	تاریخ تقرر: سنہ عیسوی	نام گورنر	کیفیت
۱	۱۰۱۵ھ	۱۶۰۵ء	راجہ مان سنگھ	
۲	۱۰۱۵ھ	۱۶۰۶ء	قطب الدین خاں کوکا	نور جہاں کے پہلے شوہر شیر افگن سے مقابلہ میں قتل ہوا
۳	۱۰۱۶ھ	۱۶۰۷ء	جہانگیر قلی خاں	
	۱۰۱۷ھ	۱۶۰۸ء	اسلام خاں	
۵	۱۰۲۲ھ	۱۶۱۳ء	قاسم خاں	
۶	۱۰۲۶ھ	۱۶۱۷ء	قلیچ خاں	گلیڈون صفحہ ۱۱۵، نے بنگال کے گورنروں میں اس نام کو شامل نہیں کیا ہے لیکن دیکھو جہانگیر راجرس، بیوریج، جلد اول صفحات ۳۵۲ و ۳۰۳
۷	۱۰۲۶ھ	۱۶۱۷ء		ابراہیم خاں فتح جنگ برادر نور جہاں بیگم
۸	۱۰۳۲ھ	۱۶۲۳ء	آصف خاں	انہوں نے در اصل صوبہ کے انتظام کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ ۱۶۲۳ء میں باغی شہزادہ شاہجہاں کے مقابلہ میں ابراہیم خاں فتح جنگ کے فوت ہونے کے کچھ دنوں بعد تک یہ صوبہ شاہجہاں کے قبضہ میں رہا جسکی طرف سے داراب خاں کو انتظام سپرد تھا۔
۹	۱۰۳۴ھ	۱۶۲۵ء	مہابت خاں	واپس بلا لیا گیا
۱۰	۱۰۳۴ھ	۱۶۲۵ء	خانہ زاد خاں	واپس بلا لیا گیا
۱۱	۱۰۳۵ھ	۱۶۲۶ء	مقرب خاں	
۱۲	۱۰۳۶ھ	۱۶۲۷ء	فدائی خاں	

Marfat.com

بہار

نمبر شمار	تاریخ تقرر		نام گورنر	کیفیت
	سنہ ہجری	سنہ عیسوی		
۱	سنہ ۱۰۱۳ھ	سنہ ۱۶۰۴ء	آصف خاں	
۲	سنہ ۱۰۱۴ھ	سنہ ۱۶۰۵ء	باز بہادر	
۳	سنہ ۱۰۱۶ھ	سنہ ۱۶۰۶ء	جہانگیر قلی خاں	
۴	سنہ ۱۰۱۶ھ	سنہ ۱۶۰۷ء	اسلام خاں	
۵	سنہ ۱۰۱۷ھ	سنہ ۱۶۰۸ء	افضل خاں	
۶	سنہ ۱۰۲۱ھ	سنہ ۱۶۱۲ء	ظفر خاں	
۷	سنہ ۱۰۲۴ھ	سنہ ۱۶۱۵ء	ابراہیم خاں	
۸	سنہ ۱۰۲۶ھ	سنہ ۱۶۱۷ء	جہانگیر قلی خاں	
۹	سنہ ۱۰۲۰ھ	سنہ ۱۶۱۸ء	مقرب خاں	
۱۰	سنہ ۱۰۳۶ھ	سنہ ۱۶۲۶ء	مرزا رستم صفوی	

Marfat.com

گجرات

نمبر شمار	تاریخ تقرر سنہ ہجری	سنہ عیسوی	نام گورنر	کیفیت
۱	۱۰۱۴ھ	۱۶۰۵ء	محمد قلی خاں	راجہ بکرماجیت جن کا نام لیا جاتا ہے انہوں نے بظاہر انتظام ہاتھ میں نہیں لیا۔
۲	۱۰۱۷ھ	۱۶۰۸ء	مرتضیٰ خاں	
۳	۱۰۱۷ھ	۱۶۰۸ء	مرزا عزیز کوکا خان اعظم	انھوں نے اپنے لڑکے جہانگیر قلی خاں کو اپنے نائب کے طور پر مقرر کیا۔
۴	۱۰۲۰ھ	۱۶۱۱ء	عبداللہ خاں	
۵	۱۰۲۵ھ	۱۶۱۶ء	مقرب خاں	
۶	۱۰۲۷ھ	۱۶۱۸ء	شہزادہ شاہجہاں	انھوں نے اپنے کارندوں کے ذریعہ سے حکومت کی خاص کر برہمن سندر عرف راجہ بکرماجیت کے ذریعہ سے
۷	۱۰۳۲ھ	۱۶۲۳ء	شہزادہ داور بخش	خان اعظم اس کے گارجین تھے
۸	۱۰۳۳ھ	۱۶۲۴ء	مرزا صفی (نواب صفی خاں جہانگیر شاہی)	

Marfat.com

دیوان دوسرے درجہ پر صوبائی گورنر کا دیوان یا مہتمم مالیہ کا تقرر، ترقی اور برطرفی مرکز کی ذمہ داری تھی اور مرکز ہی کو وہ جواب دہ ہوتا تھا۔ مالی معاملات میں اسکی حیثیت عہد خلافت کے صاحب الخراج جیسی تھی اور گورنر کے ہم پلہ۔ مالیہ شعبہ کی سیاسی نظم ونسق سے علیحدگی ہندوستان اور مغربی ایشیا میں بحیثیت مجموعی ٹھیک چلتی رہی۔

وقائع نویس اس کی ہم پلہ حیثیت وقائع نویس کی تھی جسے فرانس میں وزیر ریاست کہا جاتا تھا اور جس کا مقابلہ تھیونا ٹ نے ذرا سرسری طور پر فرانس کے منتظم صوبہ سے کیا ہے[45]۔ زیادہ قریبی طور پر اس کی مشابہت عام وقائع نگار کی ہے جسے خلافت عباسیہ میں غلط طور پر صاحب البرید یا پوسٹ ماسٹر کا لقب دیا گیا تھا۔ وقائع نویس کا یہ فرض تھا کہ وہ صوبائی حکام کے تمام کاموں کی اور ہر اس بات کی جس سے دلچسپی یا حیرت پیدا ہو خواہ فوجی ہو یا سماجی یا تجارتی یا زراعتی یا حیاتیاتی یا کیمیائی یا نفسیاتی اس سے برابر صدر کو مطلع کرتا رہے۔ ان کی رپورٹیں اگر محفوظ ہوتیں تو اُن سے مغلیہ تاریخ کا بہت ہی وافر مواد ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ بقول برنیر اکثر گورنر اور وقائع نویس کے درمیان ذلت آمیز سازباز کی صورتیں پیدا ہوتیں[46]۔ حال کی ترکی میں مفتیہ اور بعد کو گرناجی کی ناکامی اسی قبیل کی تھی۔ اکثر صدر کی عنایت کے مقابلہ میں گورنر کی دوستی زیادہ سودمند ہوتی تھی لیکن اس کی بھی مثالیں ہیں کہ وقائع نویس کی رپورٹ میں اکثر بدانتظامی کی شکایتیں دیکھی گئیں جن کا انسداد کیا گیا۔ زیادہ تر اس شعبہ کی موجودگی انسداد کا کام دیتی تھی۔

سرکار ہر صوبہ کی کئی سرکاروں میں تقسیم کی جاتی تھی جو آج کل کے ضلع کے مماثل ہے۔

فوجدار جس حاکم کا سرکار پر انتظامی اور فوجی اختیار ہوتا تھا اُسے فوجدار کہتے تھے اور وہ گویا آج کل کے کلکٹر و مجسٹریٹ و فوجی کمانڈر کا مجموعہ تھا۔

---

[45] تھیونا ٹ جلد سوم باب ۲ صفحہ ۱۹

[46] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۴۷ میں اس ادارہ کی افادیت کا واضح طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔

[47] برنیر (مرتبہ کانسٹبل) جلد اول صفحہ ۲۳۱۔ وقائع نویس کو جو ہدایات دی جاتی تھیں ان کی تفصیل سرکار کی مغل ایڈمنسٹریشن صفحات ۹۰ تا ۱۰۰ میں ہے۔

Marfat.com

روز مرہ کے انتظامات کی بنیاد اس پر تھی[98] ماتحت تو دراصل وہ گورنر کا تھا لیکن اس کا تقرر، تبادلہ اور برخاستگی کا اختیار صدر ہی کو تھا جو گورنر پر ایک دوسری روک تھی[99]

پرگنے

سرکار کو پھر پرگنوں یا محال میں تقسیم کیا جاتا تھا جو ہماری آج کل کی تحصیل کے مماثل ہے اور جو مالی یا پولیس کی وحدت کا کام دیتا تھا۔ اس حصّہ کا حاکم کون ہوتا تھا اُس کا آئین میں ذکر نہیں ہے مگر جہانگیر، معتمد خاں اور خانگی کاغذات سے بہ آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا لقب چودھری ہوتا تھا[100]

کوتوالی

قصبات اور شہروں کو کوتوالی کے انتظام میں رکھا گیا تھا جس کے اختیارات آج کل کے کوتوال سے بہت زیادہ تھے۔ اس سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ ان تمام فرائض کو انجام دے گا جو آج کل کے میونسپل بورڈ کے ذمہ ہیں اور وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس مجسٹریٹ اور بہت کچھ اور بھی ہوتا تھا۔ وہ بازار اور بازار کے بھاؤ کو منظم کرتا تھا، ناپ تول کی نگرانی کرتا تھا۔ سڑکوں اور مکانوں کی فہرست رکھتا تھا۔ اجنبی لوگوں کی نقل و حرکت پر نگراں رہتا تھا۔ بعض مقدمات بھی فیصل کرتا تھا اور سزائیں دیتا تھا۔ صدر کو اُس سے یہ توقع بھی تھی کہ وہ اُس کے احکام اور فیصلوں کی تعمیل کرائے گا۔ اپنے حلقہ میں چوری اور ڈاکہ زنی کی ذمہ داری اسی کی تھی۔ چنانچہ وہ رات کے وقت لوگوں کو شہر کے اندر آنے یا باہر جانے سے منع کرتا تھا۔ اہل حرفہ کی پنچایتوں پر وہ کڑی نظر رکھتا تھا اور مناسب انتظام کے لئے وہ شہر کو محلوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ محلہ کے عمال سے وہ باضابطہ رپورٹیں لیتا رہتا تھا اور اس کے علاوہ ایک جرائم کی اطلاع کا بھی شعبہ رکھتا تھا[101]

---

[98] آئین (جارٹ) جلد دوم صفحات ۴۰ و ۴۱۔ فوجدار کو جو ہدایتیں دی جاتی تھیں اُن کی تفصیل سرکار کی مغل ایڈمنسٹریشن کے صفحات ۹۱ تا ۹۳ میں ہے۔

[99] جہانگیر اکثر فوجداروں کے تقرر کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً توزک (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۲۶ و جلد دوم صفحہ ۱۰۲۔

[100] مثلاً جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۶۶ تا ۶۷۔ اکثر خاندانوں میں آج بھی وہ سندیں موجود ہیں جو ان کے اجداد کو چودھری کے عہدہ کے لئے دی گئی تھیں۔

[101] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۴ و ۲۶۵۔

Marfat.com

اس کا لقب کوتوال خاں ہوتا تھا۔[42] اور وہ پرتگال کے مانسٹریٹ[43] یا صدر قرق امین یا جیسا کہ ٹیری نے لکھا ہے انگلستان کے قرق امین کے مماثل تھا۔[44]

نظام عدلیہ۔ قاضی و میر عدل صوبائی اور شاہی عدالتیں

کوتوال کے فرائض ہی پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغلوں کا عقیدہ تقسیم فرائض پر نہ تھا اگرچہ تمام متمدن نظام حکومت میں کسی حد تک مہارت خصوصی لازمی ہے۔ عدلیہ کا انتظام بالکل الگ تھا اور اُس کے خود اپنے حکام تھے۔ بجز سنگین مقدمات کے دیہی اور فرقی پنچایتیں ایک قسم کا حلقہ اختیار رکھنے کے لیے آزاد تھیں۔ لیکن ہر شہر میں حتیٰ کہ چھوٹے شہروں میں بھی ایک قاضی اور ایک میر عدل ضرور ہوتا تھا جو باہم مل کر عدالتی اجلاس کرتے تھے۔ قاضی مقدمہ کی تحقیقات کرتا تھا اور میر عدل فیصلہ سناتا تھا۔ بعض اوقات یہ دونوں عہدے ایک ہی میں شامل کر دیئے جاتے تھے۔ اکثر مقامات میں اپیل کی سماعت یا نظر ثانی کے لئے ایک صدر قاضی ہوتا تھا۔ تمام اہم مقدمات میں صوبہ کے دیوان یا قاضی یا گورنر کے اجلاس میں اپیل ہو سکتی تھی اور مستقر کے آس پاس کے مقدمات کی براہِ راست سماعت بھی اسی اجلاس میں ہوتی تھی۔ صوبائی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اہم مقدمات میں اپیل شاہی دیوان یا قاضی کے اجلاس میں یا خود بادشاہ کے حضور میں پیش ہو سکتی تھی اور مستقر کے آس پاس کے مقدمات کی براہ سماعت بھی یہاں ہوتی تھی جب بادشاہ جھروکہ میں ہوتا تھا تو کوئی شخص براہ راست بھی اُسے عرضی دے سکتا تھا جس کی سماعت ہوتی تھی اور فیصلہ ہوتا تھا۔ جھروکہ سے بادشاہ تقریباً آٹھ بجے صبح دیوان خاص میں آتا تھا اور دوپہر تک تخت شاہی پر بیٹھ کر مقدمات کی سماعت کرتا تھا۔ اس کمرہ میں شاہی حکام عدالت، قاضی، مفتی، علماء، فقہا، داروغہ عدالت اور کوتوال شہر جمع ہوتے تھے۔ کسی اور اہل دربار کو آنے کی اجازت نہ تھی جب تک اس کی موجودگی

---

٤٢ پیر منڈی صفحات ۲۳۲ و ۲۸۲ تھیونات جلد سوم باب ۹ صفحہ ۲۰

٤٣ مانسپراٹ (موسٹن جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، جلد ہشتم ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۰۰)

٤٤ ٹیری وائج ٹو ایسٹ انڈیا صفحہ ۳۶۵

Marfat.com

کی خاص ضرورت نہ ہو حکام عدالت مستغیثوں کو باری باری پیش کرتے تھے اور ان کی شکایتیں بیان کرتے تھے۔ بادشاہ پورے سکون کے ساتھ تحقیق سے معلوم شدہ واقعات سنتا تھا اور علما سے مشورہ کر کے فیصلہ صادر کرتا تھا۔ اکثر ملک کے اقتدار اعلیٰ سے انصاف حاصل کرنے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ ان کی شکایتوں کی تحقیقات اپنے مقام پر ہی ہو سکتی تھی۔ اس لئے بادشاہ ان مقامات کے گورنروں کے نام فرمان جاری کرتا تھا اور ہدایت کرتا تھا کہ حقیقت حال معلوم کر کے یا خود انصاف کریں یا اپنی رپورٹ کے ساتھ فریقین کو سپر صدر روانہ کریں[۵۵]

جہانگیر کی زنجیر عدل

اس خیال سے کہ ملازمین شاہی عام لوگوں کو نہ روکیں جہانگیر نے اپنے کمرے اور دریائے جمنا کے کنارے کے درمیان ایک زنجیر لٹکائی تھی جسے ہر شخص ہلا سکتا تھا اور اس کے سرے پر گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں[۵۶]

---

[۵۵] آئین (جارٹ) جلد دوم صفحہ ۴۱ نیز جلد اول صفحہ ۲۵۸۔ مانسریٹ (ترجمہ ہوسٹن، جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۸ ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۰۰) کنشیر بس (اسلینڈ اور بنرجی) صفحہ ۲۰۹، ۲۲۰، ۲۱۱۔ رائے بہاری مل کی لب التواریخ ہند (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۷۲ تا ۱۷۳۔ کوریات کرودی ٹیزان بیچڈ پرچہ جات جلد چہارم صفحہ ۴۷۵ جورڈین کا جرنل صفحہ ۱۵۹۔ جے این سرکار اسٹڈیز ان مغل انڈیا صفحات ۱۴، ۱۰، ۲۶۔

[۵۶] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۷۔ اس نے زنجیر کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے: "میں نے انہیں حکم دیا کہ ایک خاص سونے کی زنجیر تیس گز لمبی بنائیں جس میں سات گھنٹیاں ہوں۔ اس کا وزن چھ ہندوستانی من ہو جو بیالیس عراقی من کے برابر ہے۔ اس کا ایک سرا قلعہ آگرہ کے شاہ برج کی فصیل سے مضبوط جڑ دیں اور دوسرا سرا پتھر کے اس ستون سے جو دریا کے کنارے نصب ہے۔" یقین نہیں آتا کہ جہانگیر اتنا بے وقوف تھا کہ وہ ساری زنجیر کو حتیٰ کہ جو حصہ قلعہ کے باہر لٹکا ہو سونے کی بنانے کا حکم دیتا۔ اس میں بھی شک ہے کہ آیا یہ زنجیر کبھی استعمال ہوئی۔ لیکن خواہ وہ استعمال ہوئی ہو یا نہ استعمال ہوئی ہو اس کے لٹکانے کا لوگوں پر رعب پڑا ہوگا۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۴۸) نے سو سال کے بعد لکھتے ہوئے اس کا ذکر تعریف کے ساتھ کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جہانگیر نے یہ اعلان کیا کہ جس شخص پر کوئی ظلم ہوا ہو وہ ان گھنٹیوں کے ذریعے سے اس کے گوش گذار کرے۔ ایک فارسی مخطوطہ دار الملک صفحہ ۱۴ الف ہے نے لکھا ہے کہ ایک گدھے نے دریا کے کنارے چرتے ہوئے زنجیر ہلا دی تو اس کی تحقیقات ہوئی کہ اسے کیا شکایت ہے تو (باقی صفحہ ۱۱۸)

تحریری ضابطہ قانون کا وجود نہ تھا

مستقل قانون یا ضابطہ عدالت کا کوئی ضابطہ نہ تھا جیسا سر طامس رو نے لکھا "وہاں کوئی تحریری قوانین نہیں ہیں۔"[۴۳]

دیوانی مقدمات

دیوانی مقدمات از روئے رواج فیصل کئے جاتے تھے اگرچہ فریقین کے رواج میں اختلاف پر دشواریاں پیدا ہوئی ہوں گی۔ قدیم روم کے پریٹر پرلی رگنیش کی طرح ایسی صورتوں میں ججوں نے اپنے اختیارات تمیزی سے کام لیا ہوگا۔ دیوانی قانون کا تحریری ضابطہ نہ ہونے سے ایک تو خرابی تھی لیکن ہر خرابی میں ایک بھلائی بھی ہوتی ہے کہ اس سے رواجی قانون کی نشوونما اور ترمیم کا موقع ملتا ہے ایک سے زیادہ ممتاز ماہرین قانون نے یہ شکایت کی کہ آج کل کی ہائی کورٹوں نے ہندو رواج کو غیر فطری طور پر بالکل بے لوچ کر دیا ہے۔

فوجداری مقدمات

فوجداری کے مقدمات ایک سخت گیر بے لکھے ہوئے ضابطہ کے بموجب فیصل ہوتے تھے جو قرانی احکام، مسلم روایات ہندوستانی رسم و رواج اور شاہی احکام کے بموجب بنا تھا۔ قتل، ڈاکہ زنی، چوری، زنا اور غداری کی سزا موت تھی یا ناک کاٹ ڈالنا، مقروض کو فروخت کر کے غلام بنایا جا سکتا تھا[۴۴]

ضابطہ عدالت

عدالتوں کا طریق عمل سادہ اور سرسری تھا۔ ملزم گرفتار ہوتے ہی عدالت میں پیش کر دیا جاتا تھا۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا کہ کسی کو مقدمہ پیش ہونے کے لئے چوبیس گھنٹہ سے زیادہ انتظار کرنا پڑے۔ ہر دیوانی

(بقیہ حاشیہ ص) معلوم ہوا کہ اس کا کنجوس مالک اسکی نگہداشت اچھی طرح نہیں کرتا ہے تو اسے تنبیہ کی گئی۔ اسی طرح ایک زنجیر عدل ایک ایرانی بادشاہ نے لگائی تھی۔ طلوع مبارک جلد سوم باب ۷، ا میں لکھا ہے کہ زنجیر سونے کی نہیں بلکہ چاندی کی تھی۔ لیکن فنچ (پرچاس جلد چہارم صفحہ ۴۰) لکھتا ہے کہ زنجیر میں سونے کی گھنٹیاں تھیں۔ محمد شاہ نے اسے پھر رائج کیا تھا اور ثمن برج جس کا رخ دریا کی طرف تھا ایک زنجیر لگائی تھی۔ (سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۳۲۰)

[۴۳] سفارت سر طامس رو صفحہ ۱۲۰

[۴۴] ٹیری صفحہ ۳۲۵۔ تھیونات جلد سوم باب ۱۰ صفحہ ۱۹

Marfat.com

یا فوجداری مقدمہ کی قاضی تحقیق کرتے تھے۔ گواہ طلب کئے جاتے تھے اوران سے سختی سے جرح کی جاتی تھی۔ ہندوؤں کو گائے کی قسم کھانا ہوتی تھی۔ مسلمانوں کو قرآن پر ہاتھ رکھ کر اور عیسائیوں کو انجیل پر ہاتھ رکھ کر۔ مغل حکومت کی روشن خیالی اس لحاظ سے قابلِ تعریف ہے کہ عدالتی تحقیقات میں جسمانی اذیت کی آزمائش کا طریقہ نہیں رکھا گیا تھا۔ مشکل مقدمات میں قاضی متعدد بار روئیداد کا معائنہ کرتے تھے۔ مانسٹریٹ نے یہ تحریر یادگار چھوڑی ہے کہ بادشاہ کی عدالت میں مختلف قسم کی اذیتوں کی دھمکی تو دی جاتی تھی مگر شاذونادر ہی ان پر عمل کیا جاتا تھا۔ جیسے ہی فیصلہ سنایا جاتا تھا اس کی تعمیل کر دی جاتی تھی۔ بجز اس صورت کے کہ مقدمہ میں اپیل ہونے والی ہو یا منظوری کا انتظار ہو[۵۹] ٹیری کا بیان ہے کہ "سادہ اور فوری" انصاف سے لوگوں پر قابو اور رعب رہتا تھا اور موت کی سزائیں بہت نہیں ہوتی تھیں[۶۰]

سزا جہانگیر نے ناک، کان کاٹنے کی سزا موقوف کر دی تھی مگر اور طرح کی قطع و برید کی سزا کو بدستور رکھا تھا[۶۱] جہانگیر نے اپنے عہد میں کھال کھینچنے کی ہولناک سزا کو گوارا نہیں کیا۔ لیکن اس نے اکثر سنگین سماجی اور سیاسی جرائم کی سزا جسم میں میخ ٹھنکوا کر یا درندوں کے آگے ڈال کر یا ہاتھی کے پیروں سے کچلوا کر ہولناک موت کی سزائیں دیں[۶۲]

---

[۵۹] ٹیری کتاب مذکور صفحات ۳۵۲ و ۳۵۳۔ تھیونات کا بیان ہے (جلد سوم باب ۱۰ صفحہ ۱۹) کہ ہندو کی قسم یہ تھی کہ گائے کے اوپر ہاتھ رکھکر یہ کہے کہ اگر اس کا بیان غلط ہو تو وہ اسی کا گوشت کھائے۔ لیکن اکثر لوگ ایسی قسم کھانے کی بجائے مقدمہ میں ہار جانے کو ترجیح دیتے تھے اس لئے کہ بت پرستوں میں ایسی قسم کھانے والے ملعون سمجھے جاتے ہیں۔ مانسٹریٹ د حوالہ لینڈو بنرجی صفحہ ۲۱۱۔

[۶۰] ٹیری صفحہ ۳۵۴ [۶۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۹

[۶۲] ٹیری صفحات ۳۵۴ و ۳۵۵۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۵۲۔ فیلبان کی ہدایت کے مطابق ہاتھی یا تو مجرم کو ایک دم کچل دیتا تھا یا ایک ایک عضو الگ کچلتا تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں سزا کے طریقے ایک ہی تھے۔ دیکھو مانسٹریٹ کی کمنٹریس نیز ترجمہ ہاسٹن جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی جلد ۵ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۹۲ مد حوالہ لینڈ بنرجی صفحات ۲۱۰ و ۲۱۱۔ مانسٹریٹ نے صاف کہا ہے کہ غیر فطری جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو اکثر چمڑے کے کوڑے سے مارنے کی سزا دی جاتی تھی۔

Marfat.com

جیل کی سزا شاذ تھی اور عموماً ایسے ملزموں کے لئے مخصوص تھی جو سماجی یا سیاسی نظام کے لئے خطرناک ثابت ہوں۔ گوالیار کا قلعہ جس کا کمانڈار بہادر انل رلے ولان تھا۔ جہانگیر کے عہد میں بہت بڑا جیل خانہ تھا۔ عام جیلوں کے فقدان پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ انیسویں صدی کے آغاز تک وہ بالکل جہنم کا نمونہ تھے۔

یہ بات پورے طور پر واضح نہیں ہے کہ ہر حاکم کو کتنی سزا دینے کا اختیار تھا۔ آئین کے بموجب صوبائی گورنروں کو قید کی سزا دینے یا جسمانی سزا دینے کا اختیار تھا مگر انہیں سختی سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ موت کی سزا دینے سے پہلے کافی غور کر لیا کریں[53]۔ مانسریٹ کا بیان ہے کہ جب کبھی بادشاہ موجود ہوتا تھا تو اس کی اجازت کے بغیر موت کی سزا کی تعمیل نہیں ہو سکتی تھی[54]۔ تھیوناٹ نے ۱۶۶۷ء میں لکھا ہے کہ دیوانی یا فوجداری کے موت کے فیصلوں کی تعمیل کے لئے بادشاہ کی منظوری ضروری تھی[55]۔ ٹیری اور رو کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہانگیر کے عہد میں صوبائی گورنر موت کی سزا کا حکم سناتے تھے اور اس کی تعمیل کرتے تھے[56]۔ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ صوبائی گورنر سے نیچے کسی حاکم کو موت کی سزا دینے کا اختیار نہ تھا۔

وکیل نہیں ہوتے تھے عدالت کی کارروائی میں شروع سے آخر تک وکیل بالکل نہیں ہوتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے مسلم اور ہندو خاتون کو تربیت یافتہ قانون والوں کے اس طبقہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا جس نے رومن قانون کو منظم کر کے سائنس کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیا اور جن میں بہتوں نے بلند مرتبہ حاصل کر کے اپنے فرائض خالص دیانتداری اور اعلیٰ ہوشمندی سے انجام دیا۔ انہی عظیم قانونی نمائندوں کے وسیلہ سے روم نے آنے والی نسلوں کو

---

[53] آئین (جارٹ) جلد دوم صفحہ ۳۷

[54] مانسریٹ ترجمہ ہاسٹن جرنل ایشاٹک سوسائٹی بمبئی جلد ۸ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۹۴

[55] تھیوناٹ جلد سوم باب ۱۰ صفحہ ۱۹

[56] سفارت سر طامس رو صفحہ ۱۲۰۔ ٹیری صفحہ ۳۶۴۔ نیز سزاؤں کے لئے پٹر منڈی جلد دوم صفحات ۲، ۳، بر چہ جات ۹ صفحہ ۴ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۸

Marfat.com

بہت بڑا تحفہ دیا لیکن قانونی پیشہ کا اقتدار کبھی بے میل فیض نہیں رہا ہے۔ گبن نے بڑی خوبی سے ان خرابیوں کی تفصیل بیان کی ہے جو قدیم رومہ میں اس باعزت پیشہ کے اندر داخل ہو گئی تھیں اور آج بھی ہر اُس شخص کو صاف نظر آتی ہیں جسے اس وقت کے طریق عدالت سے کچھ بھی واسطہ پڑا ہو۔ انہوں (وکلا) نے قانون کی تشریح شخصی مفاد کے مطابق کی اور اُن کی یہی مضرت رساں خصوصیت سلطنت کے عام انتظامی امور میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ رومہ کے اصول قانون کے زمانہ میں وکلا کی ترقی عموماً فساد اور رسوائی سے بھری ہوئی تھی یہ شریفانہ فن جو کبھی رومہ کے طبقہ امرا نے بطور ایک متبرک ورثہ کے محفوظ کر رکھا تھا۔ آزاد شدہ اور ادنیٰ درجہ کے افراد کے ہاتھوں میں چلا گیا، جنھوں نے ہوشیاری سے نہیں بلکہ چالاکی سے اس لثیف اور مضرت رساں تجارت کو جاری رکھا۔ ان میں سے بعضوں نے اپنی اور اپنی برادری کے منافع کثیر کی خاطر اونچے خاندانوں میں رسائی حاصل کر کے مقدمہ بازی اور باہمی مخالفت کی ہمت افزائی کی اور بعضوں نے تخلیہ میں بیٹھ کر اپنے دولت مند موکلوں کو سارے حقائق توڑ موڑ کر قانونی باریکیاں بتانا شروع کر دیں اور قطعی دعاوی کے دلائل سے رنگ آمیزی کرنے لگے۔ اس اعلیٰ اور ہر دلعزیز طبقہ میں ایسے وکلا بھر گئے جو لفاظانہ بلاغت سے ایوان پر چھا گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں شہرت اور انصاف کی پروا نہ تھی اور بیشتر جاہل اور بیحد حریص رہنما تھے جو اپنے موکلوں کو کثیر اخراجات، تاخیر اور مایوسیوں کی راہ سے لے جاتے تھے جس سے کئی سال کی مسلسل دشواریوں کے بعد بالآخر انہیں رہائی ملتی تھی جبکہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہوتا تھا اور جب اُن کی دولت تقریباً ختم ہو چکی ہوتی تھی۔

وقائع نویس و خبر رساں انتظامی، عدالتی اور مالی حکام کے وسیع پھیلاؤ کی نگرانی بادشاہ کثیر التعداد وقائع نویسوں اور خفیہ خبر رسانوں سے کرتا تھا۔ خفیہ خبر رسانی سے گندگی کی بو آتی ہے لیکن کوئی حکومت خصوصاً خطرے کے وقت اور قرون وسطیٰ کی حکومتوں کو ہر وقت کسی نہ کسی طرف سے خطرہ رہتا تھا ان کی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی تیرھویں صدی میں علاؤ الدین خلجی نے اسے فن لطیف کے درجہ تک پہنچا دیا یا گرا دیا تھا۔ مغلوں نے اسی نظام کو قبول کیا اور

Marfat.com

اسے ترقی دی۔ مغلوں کے دو طرح کے ایجنٹ تھے۔ ایک تو اعلانیہ جنھیں وقائع نویس کہتے تھے اور دوسرے خفیہ۔ خفیہ ایجنٹ عموماً سرکاری افسروں کے پیچھے لگے رہتے تھے اور اعلانیہ ایجنٹ ہر قسم کی خبریں پہنچاتے تھے۔ اُن کی تحریریں اگر عناصر کی دست و برد سے محفوظ رہ گئی ہوتیں تو قرون وسطیٰ کی تاریخ اتنی تفصیل اور وضاحت سے لکھی جا سکتی تھی کہ کسی ملک یا عہد کی تاریخ اس کا مقابلہ نہ کر سکتی۔ جہانگیر معتمد خان وغیرہ نے جو خلاصے اور اقتباسات محفوظ کئے ہیں اُن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو کچھ بھی دیکھتے یا سنتے تھے اُس کی مقررہ اوقات پر اطلاع دیتے تھے۔ محکمہ اطلاعات کی مستعدی کا یہ قابل تعریف کارنامہ ہے کہ جب ہاکنس سورت میں اپنے ساتھ بدسلوکی کی شکایت کرنے آیا تو اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ شہنشاہ جہانگیر کو سارے واقعہ کی پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی اور اس نے تلافی کی تدابیر شروع کر دی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے ہرکاروں کا بہت بڑا عملہ رکھا جاتا ہوگا۔ ہرکاروں کو سائنٹیفک طریقہ پر تربیت دی جاتی تھی۔ سارا دن "وہ پیدل اس طرح دوڑتے تھے جتنا کہ ایک پوری تیز رفتار سے سوار جا سکتا"۔ عام طور پر حکومت کی ڈاک کا انتظام خلافت کے شاندار عہد کی طرح شاہراہوں پر بدلی چوکی کے گھوڑوں کے ذریعہ سے کیا جاتا تھا[۵۴]

بادشاہ کے دورے مقامی نگرانی کی تکمیل بادشاہ کے دوروں سے ہوتی تھی۔

۱۶۱۶ء کے ضوابط پھر بھی مقامی حکام وقتاً فوقتاً اپنے اختیارات کی حد سے آگے بڑھ جاتے تھے اور شاہی اختیارات میں مداخلت کر بیٹھتے تھے۔ ۱۶۱۶ء میں جہانگیر نے کئی فرمان جاری کئے جن کے بموجب سرحدی حکام کو لوگوں کے سجدہ کرانے یا اپنے ماتحتوں سے پہرہ کا کام لینے یا جھروکہ میں بیٹھنے یا خطابات دینے یا دورہ پر نقارہ بجانے یا سفر میں شاہی ملازمین کو پیدل لے جانے یا شاہی حکام کے مراسلہ مہر لگانے یا جبریہ ختنہ کرنے یا آنکھیں نکالنے یا ناک کان کاٹنے کی سزا دینے کی ممانعت کی گئی۔ اسی طرح ہاتھیوں کی لڑائی کرانے یا جو گھوڑے اپنے ماتحتوں کو دیتے انہیں لگام یا مہمیز لگانے کی ممانعت کی[۵۵]

---

[۵۴] سفرنامہ ہاکنس صفحات ۲۰۰ و ۲۰۱۔ سانسٹریٹ (بحوالہ لینڈ و بنرجی) صفحہ ۲۱۲

[۵۵] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۵ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۳۲۵۔ اقبال نامہ صفحہ ۵۹ ولقیہ ص۔ ۱۴

Marfat.com

ظلم کرنے والے گورنروں کی سزا

جن گورنروں کے متعلق وقائع نویس کی رپورٹ یا خفیہ ایجنٹوں کی اطلاع سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے اقتدار یا اختیار کا غلط استعمال کرتے تھے انہیں فوراً واپس بلالیا جاتا یا تنبیہ کی جاتی یا عہدہ گھٹا دیا جاتا یا سخت سزا دی جاتی۔ ملک میں بہت سے ایسے مظالم ہوتے ہوں گے جن کی اطلاع بادشاہ تک نہ پہنچتی ہوگی لیکن اکبر یا جہانگیر نے کبھی اپنی رعایا پر ظلم کو گوارا نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے افسروں کے حریصانہ یا ظالمانہ طرز عمل کا فوراً تدارک کیا اور سزا دی۔ سعید خاں جسے جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد پنجاب کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اسے واضح طور پر تنبیہ کی گئی کہ اگر اس کے بدکردار خواجہ سراؤں نے لوگوں پر ظلم کیا تو میرا انصاف کسی شخص کے ظلم کو برداشت نہ کرے گا اور انصاف کے ترازو میں چھوٹے یا بڑے کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد بھی اس کے لوگوں کی طرف سے اگر کوئی ظلم یا سختی دیکھی گئی تو بلا رو رعایت سزا دی جائے گی[۵۹] شہنشاہ کے مقرب خاص مقرب خاں کو صرف ایک ظالمانہ فعل پر اس کا منصب نصف کم کر دیا گیا[۶۰] مرزا رستم گورنر ٹھٹھہ جس نے لوگوں پر ظلم کرنا شروع کیا تھا ا سے فوراً واپس بلالیا گیا اور عہدہ گھٹا کر شاہی قیدیوں کے نامی محافظ انی رائے سنگھ کو حوالے کر دیا گیا کہ تحقیقات کے بعد اسے عبرت انگیز سزا دی جائے۔ لیکن کچھ دنوں بعد مرزا نے پشیمانی کا اظہار کیا اور معافی مانگی چنانچہ کافی ذلیل کرنے کے بعد اسے معاف کر دیا گیا[۶۱] اسی طرح جونپور کے ظالم گورنر چین قلیچ خاں کو واپس بلالیا گیا اور اگر وہ راستہ میں فوت نہ ہو گیا ہوتا ہے تو معقول سزا دی جاتی[۶۲] راجہ کلیان سنگھ کے بارے میں ناگوار واقعات سنے گئے تھے جن کی تحقیقات

(بقیہ حاشیہ ص) خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۲ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحات ۸، ب و ۹، الف

۵۹ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۳۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۴۰۵۔ اس میں یہ بھی ہے کہ سعید خاں نے یہ ضمانت دی تھی کہ اگر اس کا کوئی ملازم ظلم کرے تو خود اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ بلوکمین صفحہ ۳۳۱

۶۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۶۲

۶۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۰۹ تا ۳۹۰

۶۲ جہانگیر (راجرس و بیوریج) صفحات ۳۰۱ تا ۳۱۲۔ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۵۱

Marfat.com

کی گئی مگر وہ بالکل بے قصور ثابت ہوا[۶۶] سلطنت کے بہادر سپہ سالار اور طاقتور شاہجہاں کے مقرب خاص عبداللہ خاں فیروز جنگ گورنر گجرات کو واپس بلا لیا گیا۔[۶۷] اور بُری طرح ذلیل کیا گیا اور اپنے سرپرست شاہجہاں کی سفارش پر معافی مل سکی۔ شاہجہاں کو جبکہ وہ اپنے اثرات کے پورے عروج پر تھا سخت تنبیہ کی گئی۔ اس لئے کہ اس کے ماتحت سورت کے گورنر نے انگریز تاجروں پر ظلم کیا تھا۔[۶۸] ایسے ہی اور بہت سے واقعات پیش آئے۔ ہاکنس نے لکھا ہے "اگر ان کے (صوبائی گورنروں کے) ظلم کی شکایت بادشاہ کے گوش گذار ہوتی تو اُن کے حق میں یہی بہتر ہوتا کہ وہ محض اپنی جائداد کی ضبطی پر صبر کر لیں۔[۶۹] انصاف جہانگیر کی سب سے بڑی صفت تھی۔ اس نے لکھا ہے "خدا کی پناہ اگر ایسے معاملات میں شہزادوں کا لحاظ کروں۔ امیروں کا لحاظ تو الگ رہا۔[۷۰]

منصب دار یا انتظامی اور فوجی حکام

یہ صورت تھی مغل حکومت کی اور یہ جہانگیر کے عہد میں اس کا طریق عمل تھا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار مشترک فوجی اور انتظامی عہدوں میں منقسم تھے اور منصب دار کہلاتے تھے۔ ہر منصب دار کا یہ فرض تھا کہ وہ مقررہ تعداد پیادہ اور سوار سپاہ کی تیار کر کے مہیا کرے اور مقررہ تعداد کا عملہ رکھے۔ درجہ بندی اُس تعداد کے حساب سے ہوتی تھی جس کی ہر منصب دار سے رکھنے کی توقع کی جاتی تھی۔ اگرچہ وہ اصلی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہوتی تھی۔ زیادہ مقرب حکام کو سلطنت کے لئے خاص کر فوجی دستے رکھنا پڑتے تھے اور اس کا انھیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔ مشاہرے نامزد شدہ تعداد کے حساب سے دیئے جاتے تھے اور سالانہ فرق لکھو کھا کا ہوتا تھا۔ لیکن یہ تسلیم کر لینا حق بجانب ہوگا کہ تنخواہیں سال میں صرف چند مہینے کی دی جاتی تھیں جس کا کچھ حصہ علاوہ

۶۶؎ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۸۹ تا ۳۹۰

۶۷؎ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۲۱

۶۸؎ رو صفحات ۱۱۶ تا ۱۱۷

۶۹؎ سفرنامہ ہاکنس پرچہ جات جلد سوم صفحہ ۴۳

۷۰؎ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۱۱

Marfat.com

صرف ہوتا تھا اور کچھ حصہ تحفوں اور ضبطی جائداد کے سلسلہ میں سرکاری خزانہ کو واپس چلا جاتا تھا۔ اکبر کے عہد میں خونی رشتہ کے شہزادوں کا سب سے اونچا منصب بارہ ہزار کا تھا اور دوسروں کے لئے پانچ ہزار کا اور بعد کو سات ہزار کا۔[1] جہانگیر کے عہد میں شہزادہ خرم کو تیس ہزار ذات اور بیس ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی گئی مگر جب اس نے بغاوت کی تو شہزادہ پرویز کو اس سے اونچا منصب چالیس ہزار ذات اور تیس ہزار سوار کا دے دیا گیا۔ اعتماد الدولہ کو نو ہزار ذات و سوار کا منصب حاصل ہوگیا اور جہانگیر کے عہد میں سات ہزار کے منصب پر کئی امرا تھے اور پانچ ہزار کے منصب پر امرا کی تعداد اُن سے بھی زیادہ تھی لیکن منصب دار جیسے ترقی کرتے تھے ویسے اُن کے اعزازات میں اور اغلباً مشاہرہ میں بھی کمی ہو جاتی تھی اکبر کے عہد میں منصب داروں کی تعداد پندرہ سو تھی اور جہانگیر کے عہد میں تقریباً دوگنی ہوگئی تھی۔

خطابات

خان کے خطاب کا مدعی تقریباً ہر بڑا عہدہ دار تھا اور بہت زیادہ مقرب حکام نیز اس کے ساتھ ایک لقب بھی لگا ہوتا تھا جس سے اس خطاب والے کی خصوصیت ظاہر کرنا مقصود تھی۔ یہ اس قسم کے تھے جیسے "امیرورزش" "امیر الصدق" "امیر فیضان" "امیر الامرا" "عماد الملک" "امیر عدل" "امیر اعلیٰ" تھے۔

اظہارِ خصوصیات

اکثر نام بدل کر اس طرح کر دیئے جاتے تھے جیسے "امیر بشارت" جس سے خطاب پانے والے کی مستعدی اور اس کے فرائض کی خصوصیت ظاہر ہوتی تھی۔ خطابات کی شکل حیرت انگیز طور پر کانسٹن ٹائن اور اس کے جانشینوں کے خطابات سے ملتی ہوئی ہے

سلطنت رومہ کی طرح

گبن نے سلطنت رومہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ لفظ بہ لفظ مغل سلطنت پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ "سلطنت کے اعلیٰ حکام کو خود بادشاہ بھی اُن کے فرضی نام سے مخاطب کرتا تھا جیسے صاحبِ اخلاص، صاحبِ متانت، صاحبِ اعزاز، صاحبِ امارت، صاحبِ اعلیٰ جسامت اور امیرِ شکوہ۔

---

[1] راجہ مان سنگھ، مرزا شاہ رُخ اور عزیز کوکا خان اعظم یہ تین امرا تھے جو سات ہزار کے منصب پر فائز تھے

Marfat.com

مغل بادشاہ عموماً ایک ہی خطاب دو زندہ افراد کو نہیں دیتے تھے

اعلیٰ ترین اعزاز اور خطاب پانے والے کو اس بات پر فخر کرنے کا موقعہ دیتے تھے۔ کہ جو خطاب اس کا ہے وہ کسی اور کا نہیں ہے۔ تین خطاب یافتہ امرا اور دوسرے امراء برتر تھے۔ یعنی خان اعظم، خان خاناں اور امیر الامرا[۶۹]

فوج ہر منصب دار جو فوج فراہم کرتا تھا وہ جاگیر کے عوض میں تھی۔ یا رضا کارانہ فوج۔

۶۹؎ بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۱۹۳ و ۱۹۴۔ آئین جلد اول صفحات ۲۲۰ تا ۲۲۵۔ اردن صفحات ۱ تا ۱۱۔ میں نے جو فہرست منصب داروں اور ان کے عہدوں اور ترقیوں کی فارسی تواریخ سے تیار کی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہانگیر کے عہد کا پانچ ہزار کا منصب دار اعزاز میں اسی درجے اکبر کے عہد کے منصب دار سے کمتر تھا اور اکثر اختیارات میں اور بھی کمتر۔ منصب داری نظام کے متعلق دیکھو آئین جلد اول صفحات ۲۳۵ تا ۲۴۵ ہر بلوکمین) صفحات ۵۲۵ و ۵۳۶۔ ٹیری صفحات ۵۹۰ و ۵۹۱۔ برنیر (مرتبہ کانسٹیبل) صفحات ۲۱۲ تا ۲۱۴۔ اردن کی آرمی آف دی انڈین مغلس جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۵ء صفحہ ۴۴۸

ہاکنس کی دلچسپ درجہ بندی ہمعصر ہاکنس نے اونچے درجہ کے منصب داروں کی جو فہرست دی ہے اور حالات لکھے ہیں" اگرچہ بعض ذاتی مشاہدہ اور تحقیق پر مبنی ہیں لیکن غلط اور ناقص ہیں البتہ منصب داروں کی عام درجہ بندی جو اس نے انگلستان کے تجربہ کی روشنی میں دی ہے وہ بہت ہی دلچسپ ہے مثلاً

نو ہزار کے منصب دار کے مقابلہ میں ڈیوک	پانچ ہزار کے منصب دار کے مقابلہ میں مارکوس	تین ہزار کے منصب دار کے مقابلہ میں ارل
دو " " وائیکاونٹ	ایک " " بیرن	چارسو " " نائٹ
سو " " اسکوائر	پچاس " " جنٹلمین	بیس " " یومین

سفرنامہ ہاکنس صفحات ۲۱۹ و ۲۲۰۔ پرچہ جات جلد سوم صفحات ۲۹ و ۳۰۔ ہاکنس نے منصب داروں کی مجموعی تعداد تین ہزار بتائی ہے خطابوں کے متعلق ٹیری کا بیان (سفرنامہ صفحہ ۳۹۶) بہت ہی الجھا ہوا ہے۔ بلوکمین نے اکبر جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد کے منصب داروں کی تعداد کے مقابلہ میں جہانگیر کے عہد کا تخمینہ دی لائٹ کے تخمینہ سے لیا ہے لیکن دی لائٹ کے تخمینہ میں بہت کمی کی ہے۔ مانسٹریٹ (بحوالے لینڈ بنرجی) صفحات ۱۳۹ و ۱۴۰ مانسٹریٹ (بحوالے لینڈ بنرجی) صفحہ ۵۵ (بحوالے لینڈ بنرجی) صفحہ ۷۹۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۳۲۔ پیٹر منڈی کا سفرنامہ مرتبہ ٹمپل جلد دوم صفحات ۵۴ و ۵۵ و ۹۵ و ۹۸۔ ٹیور نیر مرتبہ بال صفحات ۳۹ تا ۴۵۔ اردن کی آرمی آف دی انڈین مغلس۔ وان کریمر ترجمہ خدا بخش۔ اورینٹ انڈر دی کیلفس صفحہ ۳۳۵

Marfat.com

کسی جنگ کے چھڑ جانے یا کسی بغاوت کے وقت انہیں جلد سے جلد حاضر ہوکر شاہی دستہ کے مرکزی حصہ سے مل جانا چاہیئے۔ اکبر کی مستقل فوج میں پینتالیس ہزار سوار پانچ ہزار ہاتھی اور کئی ہزار پیادہ فوج تھی۔ ان میں سپاہیانہ استعداد خفیف سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ یہ قدیم طرز کی دستی بندوق سے مسلح ہوتے تھے۔ اگرچہ وہ اس نظم و ضبط سے ناآشنا تھے جو سترھویں صدی میں تورین، کانڈے اور لکسمبرگ میں تھی۔ ہاتھی البتہ انتہائی استعداد کے درجہ تک تربیت یافتہ ہوتے تھے۔ منگولی، ایرانی، ترکی اور وسط ایشیائی پوری رفتار سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے دفعۃً پھر کر اپنا نیزہ ایسی کارگر انداز سے پھینکتے تھے کہ دشمن کی آنکھ میں گھس جاتا تھا۔ ۱۵۲۶ء میں بابر کے توپ خانہ نے پانی پت کے میدان میں پٹھانوں کا پانسہ پلٹ دیا تھا۔ بعد کی صدی میں مغلوں کی متعدد اصلاحیں دشمن کی فوجوں کے خلاف کارگر ثابت ہوئی تھیں لیکن سائنٹیفک پریڈ اور تربیت تقریباً ابتدائی نوعیت کی تھی۔ اس معاملہ میں رومن سپاہیوں کے مقابلے میں مغل افسوسناک طور پر مختلف تھے۔ رومن سپاہیوں کی نقل و حرکت امن کی حالت میں اس سے دوگنے وزن کے اسلحہ کے ساتھ ہوتی تھی جتنے وزن کی میدان جنگ میں ضرورت ہوتی تھی اور ان کی پریڈ کا میدان محض خون کی فراوانی میں میدان جنگ سے مختلف ہوتا تھا۔ توپ خانہ کے بدھنگے کیمپ، ہاتھی، اونٹ اور شاندار گھوڑے اور رنگ برنگی بندوقیں اور توپیں مغل فوج اور مسلح ہجوم میں بحیثیت مجموعی بڑے فرق کا نمونہ ہوتی تھیں۔

بحریہ کا فقدان بحریہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ مغل جنگی مقاصد کے لئے بیڑہ رکھتے ہی نہ تھے۔ نوارہ یا کشتیوں کا بیڑہ جو بنگال کے دریاؤں میں رکھا جاتا تھا وہ سمندر پر چلنے والے جہازوں سے بالکل مختلف تھا۔ بحریہ کی اہمیت اور فوجی نااہلیت مغل سلطنت کے کمزور ترین پہلو تھے۔

رسد رسانی رسد رسانی کا کام بنجاروں کے قبائل سے لیا جاتا تھا۔ جو اپنے ہزاروں بیلوں کے ذریعہ سے رسد ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں لے جاتے تھے۔ مارچ کرتی ہوئی فوج کو رسد پہنچانے کے لئے تاجروں کی برآمد اور دیگر محصولات کی معافی سے بہت افزائی ہوتی تھی۔ خزانہ عموماً ہاتھیوں یا اونٹوں کے ذریعہ سے منتقل کیا جاتا تھا اور سامانِ جنگ اور اسباب دو پہیہ کی بیل گاڑیوں پر اور

Marfat.com

بادشاہ کا آرائشی سامان اور دیگر سامان خچروں پر بار کیا جاتا تھا۔

خیمہ گاہ بالکل رومن اور عرب خیمہ گاہوں کی طرح مغل خیمہ گاہ بھی شہر کی ترتیب سے قائم کیا جاتا تھا اور بادشاہ یا گورنر کا خیمہ وسط میں سب سے اونچا ہوتا تھا۔[^9]

مالیہ فوج کے اخراجات، حکام کی بھاری تنخواہیں، دربار کے مسرفانہ اخراجات، ادب و فن کی فیاضانہ سرپرستی، دفتری خانہ کا خرچ، تعمیرات عامہ اور دیگر سارے اخراجات اُس آمدنی سے ادا ہوتے تھے جو دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ تھی۔

صرف خاص صرف خاص سے معقول رقم حاصل ہوتی تھی۔ مختلف تجارت پر جو محصول لگائے جاتے تھے اور کانوں سے بھی کچھ آمدنی ہوتی تھی۔ خراج تحائف اور ضبطی جائداد سے اور زیادہ آمدنی ہوتی تھی لیکن اہم ترین آمدنی کی مد محصول اراضی تھی۔

مالگذاری کا نظام اکبر کے نظام مالگذاری کی بجا طور پر تعریف کی جاتی ہے لیکن بظاہر اس کی نوعیت کو غلط سمجھا گیا ہے۔ بنگال، کابل، دکن اور بعض دور افتادہ علاقے بڑے بڑے زمینداروں کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے جو مقررہ رقم ادا کرتے تھے۔ باقی سلطنت کی احتیاط کے ساتھ پیمائش کی گئی اور زمین کی پیداوار کے لحاظ سے چار قسمیں کی گئیں یعنی پورج، پولچ، چاچر و بنجر پیداوار کا تہائی حصہ اوسطاً سرکاری قرار دیا گیا اور جہاں لگان جنس میں نہیں ادا ہوتا وہاں پچھلے دس سال کے نرخ کے حساب سے نقدی میں منتقل کر دیا جاتا۔ بعض مورخوں نے جو لکھا ہے کہ دس سالہ بندوبست ہوتا تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے اس نظام کی اصل خوبی قطعیت اور زمینداروں کا درمیان نہ ہونا تھی۔ بعض اوقات دیہات لگان دینے سے انکار کر دیتے تھے تو ان کے خلاف قوت کا استعمال ہوتا تھا۔

حکام مالیہ نظام مالیہ کی سربراہی مرکزی اور صوبائی دیوانوں کے ذمہ تھی اور نیچے درجہ کے حکام مالگذار، تکپچی کروڑی اور پٹواری تھے[^10] جہانگیر نے

---

[^9]: آئین جلد اوّل صفحات ۴۳ و ۴۸، مانسریٹ (ہوالے لینڈ و بنرجی) صفحات ۵، تا ۷۔

[^10]: آئین (دوم) جارٹ صفحات ۸، تا ۹۶، ۱۱۵ و ۱۰۳۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۱۹۲ و ۱۹۳ سرطامس کی ریونیو ریسورسز آف دی مغل ایمپائر۔ مورلینڈ و یوسف علی۔ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۰ء صفحات
(باقی صہ پہ)

Marfat.com

اکبر کے نظام کو برقرار رکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔ یہ تو ہمیں تاریخوں میں ملتا ہے کہ اپنی تخت نشینی کے جلد ہی بعد بنگال کے دیوان وزیر خان کو اُس علاقہ کے مالی بندوبست پر تعینات کیا مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا، اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ نظام مالیہ میں مرکزی اور صوبائی مدات کو الگ الگ رکھا گیا تھا۔ مرکزی مد میں خراج، اجارہ داری، مالگذاری، محاصل، دارالضرب، ضبطی جائداد آمدنی کی مدیں تھیں [۱]

رعایتیں زراعت کی ہمت افزائی اور خاص کر بنجر اور کم پیداوار کی زمینوں کو کارآمد بنانے کے لئے بڑی بڑی رعایتیں دی گئی تھیں۔ قحط یا قلت کے زمانہ میں فیاضی کے ساتھ لگان کی چھوٹ دی جاتی تھی۔

قحط نقل وحمل کی دشواریوں کی وجہ سے قرون وسطیٰ کے قحط مخصوص علاقوں میں محدود رہتے تھے اگرچہ مصائب کی شدت ہوتی تھی۔ ہندوستانی مورخین اور غیر ملکی سیاحوں نے قحط زدہ علاقہ میں فاقہ کشی اور اموات کی دردانگیز تصویر کشی کی ہے۔

سرکاری امداد حکومت نے مصیبت گھٹانے کی کوشش کی اور علاوہ مالگزاری کی چھوٹ کے کثیر رقوم خرچ کیں امدادی کام کھولے۔ فوج میں بھرتی کی ترغیب دی اور مفت کھانا تقسیم کرنے اور خیرات بانٹنے کے مقامات قائم کئے [۲]

زیرِ حفاظت ریاستیں یہ تھے مغل حکومت کے اصول اور ارادے۔ سب سے بڑی خدمت جو انہوں نے ملک کی انجام دی وہ اس کا وہ اثر تھا جو زیر حفاظت ریاستوں میں کام کرتا تھا۔ آج کی طرح پہلے بھی راجپوت ریاستیں اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بالادست ہندوستانی حکومت کے زیر اقتدار تھیں۔ آج بھی جو ریاستیں موجود ہیں اُن میں حکومت مغلیہ کی چند ناقابل فہم اصطلاحیں رائج ہیں۔ آج کی طرح سترھویں صدی میں بھی زیر حفاظت ریاستوں کا اندرونی

(بقیہ حاشیہ) ۱ تا ۴۲۔ وی اے اسمتھ کی اکبر صفحات ۱ تا ۱۲۸ و ۱۳۱ و ۳۴۹ تا ۳۷۹ وان نوئر کی اکبر جلد اول صفحات ۱۰۱ تا ۱۷۵۔

[۱] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۔ مورلینڈ کی فرام اکبر ٹو اورنگ زیب صفحہ ۲۷۹۔

[۲] شیخ نورالحق کی زبدۃ التواریخ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۱۹۲۔ عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۲۴ تا ۲۵۔

Marfat.com

خود مختاری حاصل تھی۔ ان میں سے بعض خراج دیتی تھیں اور سب نے اپنی خارجہ پالیسی کی رہنمائی اقتدار اعلیٰ کو سپرد کردی تھی۔

مغلوں کی خارجہ پالیسی

مغلوں کی خارجہ پالیسی کے خاص خاص اصول چند سادہ جغرافیائی حقائق اور چند سادہ تاریخی روابط کے بموجب متعین ہوتے تھے۔ ماوراء البحر کا آبائی ورثہ جو بابر اور ہمایوں کا اصلی وطن تھا خاصکر باعث کشش تھا اور انہیں کئی خونریز مہموں اور شکستوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اکبر اور جہانگیر کے دماغوں میں برابر اس علاقہ کو اپنی سلطنت میں ملانے کا خیال چکر اتار رہا مگر بڑی معقول پسندی سے اس واہمہ کو ترک کر دیا گیا۔ شاہجہاں اپنے عروج اور شکوہ کے زمانہ میں اس ترغیب کو دبا نہ سکا اور اس کی بے نتیجہ کوشش میں ہزاروں جانیں اور لاکھوں روپے ضائع ہوئے[4] جہانگیر کے عہد میں مغل سیاست کا دائرہ دریائے جیحوں کے جنوبی علاقوں تک محدود رہا۔ جہانگیر خلوص کے ساتھ ایران کی ملحقہ مملکت سے دوستانہ تعلقات کا شائق تھا مگر قندھار کو قبضہ میں رکھنے پر مصر تھا جو ڈیڑھ سو برس سے دو عظیم ہمسایوں کے مابین مابہ النزاع رہا تھا۔ پچھم کی طرف[5] اکبر نے یورپ میں ہسپانیہ کے فرمانروا فلپ دوم کے لئے سفارت تیار کی مگر یہ طمطراق کا مراسلہ عالمگیر امن و صلح کا میڈرڈ تک کبھی نہ پہنچ سکا[6] جہانگیر نے ایک مرتبہ بادشاہ ہسپانیہ اور پاپائے روم کے درباروں میں شاندار سفارتیں بھیجنے کا خیال کیا۔ اس نے انگریز سفرا ولیم ہاکنس اور

---

[4] توزک بابری۔ ارسکن کی ہسٹری آف انڈیا بابر اینڈ ہمایوں۔ غیر این اینڈراس کی ہارٹ آف ایشیا تاریخ رشیدی، الیاس وداس۔ آئین جلد اول۔ جہانگیر (راجرس دبیوریج) جلد اول صفحہ ۸۹۔ عبدالحمید لاہوری کا بادشاہ نامہ جلد دوم صفحات ۴۸۲، ۶۲۷، ۶۳۷ (الیٹ وڈاؤسن) جلد ہفتم صفحات ۷۰ تا ۷۲۔ عنایت خاں کا شاہجہاں نامہ (الیٹ وڈاؤسن) جلد ہفتم صفحات ۷۰ تا ۸۵۔ سرطاس بلڈج کی گیٹس آف انڈیا باب ۱۲ تا ۱۴، صفحات ۱۱۴ تا ۱۴۶ سرکار کی ہسٹری آف اورنگزیب جلد اول باب ۵ تا ۶ صفحات ۹۳ تا ۱۱۴۔ ماورائے جیحوں کی لڑائیوں سے عام دلچسپی کے بارے میں دیکھو انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۴۲ء صفحات ۵۱ تا ۵۲ و ۱۴۰ بنوسی مرتبہ ارون جلد اول صفحہ ۱۸۵

[5] دوجارک باب ۲۲ [6] مانسٹریٹ (حوالہ لینڈ بنری) صفحات ۱۶۳ تا ۱۶۴۔ ۱۸۴ تا ۱۸۵ کے لئے ترجمہ خط انڈین اینٹی کویری اپریل ۱۹۱۰ء صفحات ۱۳۵ و مابعد

Marfat.com

سرطامس رو کا گرمجوشانہ استقبال کیا مگر انگلستان سے تجارتی معاہدہ کرنے پر وہ بالکل راضی نہ ہوسکا۔ گھر کے پاس ہی جہانگیر نے اپنے باپ کی تقلید میں گوا کے جزویٹ مشنوں کی حفاظت اور ہمت افزائی کی اور غیر ملکیوں کو مغربی ساحل سے مار بھگایا اور پرتگالیوں کو سمندر کی طرف دھکیل دیا۔[۶۶] شاہجہاں کے عہد میں پرتگالیوں کی بحری ڈاکہ زنی اور اراکان کے ساحل پر شیطانی حرکتوں نے واقعی جنگ کی آگ بھڑکا دی۔[۶۷] شاہجہاں کے برخلاف جہانگیر کا تبت سے کوئی سابقہ نہیں ہوا اور نہ اُسے مشرق بعید کی فکر کی ضرورت ہوئی۔

کانگڑہ سترھویں صدی کی مغل سیاست کا سب سے سرگرم حصہ خود ہندوستان کی سرحد کے اندر رہی تھا۔ نشیبی ہمالیہ کا ناقابل تسخیر گڈھ جس نے یکے بعد دیگرے دلّی کے فرماں رواؤں کا مقابلہ کیا۔ ۱۶۲۱ء میں بھوکوں مار کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا۔[۶۸]

میواڑ راجپوت خود مختاری کی تنہا یادگار میواڑ جس نے اکبر کی زبردست سے زبردست کوششوں کا پامردی سے مقابلہ کیا تھا ۱۶۱۴ء میں زیر کر لیا گیا۔[۶۹]

دکھن کی سرحد پر جہانگیر کو جو پالیسی اکبر اور علاؤ الدین خلجی اور چوتھی اور تیسری صدی قبل مسیح کے موریا شہنشاہوں۔ ہرش وردھن اور سمدر گپت سے ورثہ میں ملی تھی اس پر

---

[۶۶] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۱۵، ۲۵۵، ۲۷۴۔ ڈو جارک جلد ۲۲ گلیڈون صفحہ ۲۸۔ سرطامس رو کی سفارت پر فاسٹر کا مقدمہ صفحات ۱۰ تا ۲۲۔ ہاسٹن کی لسٹ آف جزویٹ مشنریز ان موگور ۱۵۸۰ء تا ۱۸۰۳ء جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۱۰ء صفحات ۵۲۷ تا ۵۴۲۔

[۶۷] عبدالحمید جلد اول صفحہ ۵۳۴۔ (الیٹ وڈاوسن) جلد ہفتم صفحات ۳۱ تا ۳۵، ۴۲ خافی خاں جلد اول صفحہ ۴۶۸ (الیٹ وڈاوسن) جلد ہفتم صفحات ۲۱۱ تا ۲۱۲ برنیر (مرتبہ کانسٹبل) صفحات ۱۷۴ تا ۱۸۲۔ موچی (مرتبہ ارون) جلد اول صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۳ و ۱۰۵۔ ہاسٹن کی بنگال پاسٹ اینڈ پرزنٹ جلد ۱۰ ۱۹۱۵ء صفحات ۴۳ تا ۵۴ و ۵۱ و ۸۱ و ۸۹ تا ۹۱ و ۹۴ و ۹۹۔ کمپنی ٹریڈرز ان انڈیا ۱۹۲۴ء صفحات ۱۵۴، ۲۲۶ تا ۲۲۹، ۳۳۵، ۳۶۷۔

[۶۸] دیکھو باب ۱۳ مابعد۔

[۶۹] دیکھو باب ۱۰ مابعد۔

Marfat.com

سرگرمِ عمل رہا اگرچہ ناکامی کے ساتھ۔ اگر بندھیاچل مغربی گھاٹ کے مشابہ ہوتا تو ہندوستان ایک طاقت ور متحدہ قدم بن گیا ہوتا اور اگر وہ ہمالیہ جیسا ہوتا تو ہندوستان دو حصّوں میں منقسم ہو گیا ہوتا اور دونوں اپنی اپنی جگہ آزاد اور خود مختار حکومتیں ہوتیں لیکن موجودہ صورت میں شمال اور جنوب الگ الگ تو ہو گئے۔ مگر حال کی نقل و حمل کی سہولتوں کے پیشتر ہی ایک کو دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی ہمت افزائی ہوتی رہی اور اس کوشش میں مغلوں اور مرہٹوں دونوں نے خود کو تھکا کر اپنی قوتیں ضائع کر دیں۔

مغلوں پر اپنے پیشروؤں کا قرضہ

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہندوستان میں ملک کے اندر خارجہ پالیسی کے دائرہ میں مغلوں نے اپنے پیشروؤں ہی کے منصوبہ کو ترقی دی۔ داخلی پالیسی میں مغلوں پر اپنے پیشروؤں کا قرض اگرچہ اتنا واضح نہیں ہے تاہم کچھ کم حقیقی نہیں ہے۔

شیر شاہ

اکبر نے انہیں اصولوں کو قبول کیا جن پر شیر شاہ کا عمل تھا اور شیر شاہ اگرچہ ہوشمند حکمراں اور عاقل مدبر تھا مگر اس میں تخلیقی مادہ اتنا نہیں تھا جتنا اس سے منسوب کیا جاتا ہے۔

پہلے کے پٹھان

شیر شاہ نے انہیں بنیادوں پر تعمیر کی جو اس کے پیشروؤں نے رکھدی تھی۔ فارسی مورخین میں سے صرف دو پٹھان مورخین ضیاء الدین برنی اور شمس سراج کا بغور مطالعہ کرنے سے ہر شخص پر واضح ہو جائے گا کہ محض انتظامی اداروں کے جراثیم ہی نہیں بلکہ اُن کی غیر ترقی یافتہ شکل بھی وہی نظر آئے گی جو مغلوں سے منسوب کی جاتی ہے۔

ہندو پٹھانوں نے اپنی باری میں وہی اصول اور طریقے اختیار کر لئے تھے جو اُن کے پیشروں کے تھے [۱۵]

برطانوی حکومت پر مغلوں کا قرض

اس طرح اداری زندگی کا دھارا اسی قدیم ترین عہدِ پارینہ سے بہتا ہوا اٹھارویں

---

[۱۵] ہندو اداروں اور حکومت کے تصور کے متعلق دیکھو سر میری کتاب "تھیوری آف گورنمنٹ ان اینشنٹ انڈیا" (پوسٹ ویدک)، اینڈ اسٹیٹ اینشنٹ انڈیا۔

Marfat.com

صدی تک آیا جبکہ اُس نے مغرب سے نیا پانی حاصل کیا۔ مگر اپنی خصوصیت کو بدستور قائم رکھا۔

نتیجہ آج جس نظام کے ماتحت ہم رہتے ہیں وہ مغلیہ حکومت کے ترقی یافتہ اصول ہیں، اگرچہ نمائندہ اداروں کے رواج، ذمہ دار حکومت کی قسط اول اور رائے عامہ کی ترقی اور تنظیم اور سب سے بڑھ کر عوامی شعور کی بیداری ہے یقیناً ایک نئے دَور کے آغاز کی نشاندہی ہوتی ہے۔

Marfat.com

پانچواں باب

جہانگیر کی تخت نشینی

سلیم کا کیرکٹر

سلیم جب آگرہ کے تخت سلطنت پر بیٹھا تو وہ چھتیس برس کا ہو چکا تھا۔ وہ بلند قامت تشکیل اور خوبصورت جوان مرد تھا جس کی تیز آنکھیں، گھنی بل دار بھنویں اور لہراتی ہوئی مونچھیں تھیں۔ اس کا سینہ چوڑا اور بازو لمبے تھے جس سے اس کی قوت اور مردانگی ظاہر ہوتی تھی[1]۔ اپنے اطوار میں محبت پسند، خوش اخلاق اور پسندیدہ طرز عمل کا تھا۔ بات چیت میں خوش گو، طبیعت کا بشاش اور خوش خوراک اور خوش پوش تھا۔ یارانہ صحبت، ہلکی پھلکی تفریحات اور رقص و سرود اور علم و فن کا شائق تھا[2]۔ باوجود وقتاً فوقتاً جذبات کی برانگیختگی کے

---

[1] اس کا رنگ نہ گورا ہے نہ کالا بلکہ دونوں کے درمیان میری سمجھ میں نہیں آتا کہ زیتون کے سوا میں اسکی ٹھیک مثال کس چیز سے دوں۔ اس کا جسم دیکھنے میں سڈول ہے۔ کوریات کی کروڑی میز ان پیجز پرچہ جات چہارم صفحہ ۲۰۲

[2] ہاکنس کا استقبال نہایت ہی مشفقانہ اور ہنستے ہوئے انداز سے کیا گیا تھا اور اسے گرمجوشی سے خوش آمدید کہا گیا تھا۔ پرچہ جات سوم صفحہ ا۔ ٹیری (صفحہ ۲۴۰) کا بھی اسی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا اور خوش اخلاقی اور اعزاز کی کئی علامتوں کے ساتھ۔ طامس ملفورڈ (خطوط موصولہ سوم صفحات ۵ و ۶) نے بھی اعتراف کیا ہے کہ شہنشاہ نے اس سے بڑے اخلاق کا سلوک کیا۔ رو (صفحات ۱۰۷ و ۱۱۲) کا بیان ہے کہ جہانگیر بہت ہی خلیق اور منس مکھ تھا اور مغرور بالکل نہ تھا۔

جمعرات جو اس کی تخت نشینی کا دن تھا اور اتوار جو اس کی پیدائش کا دن تھا۔ ان دونوں دنوں میں وہ گوشت بالکل نہیں کھاتا تھا۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۲۰۹ و ۲۱۰۔ کھانے کا وقت اس نے کوئی مقرر نہیں کیا تھا لیکن اس کے لئے کھانا بروقت تیار رہتا اور عبدالطلب خواجہ سرا سونے کے برتنوں میں لگاتے تھے۔ میوے انگور، انجیر، سنترہ انار اور خربوزے پسند تھے اور سب سے بڑھ کر آم جو وہ نزدیک و دور سے منگاتا تھا۔ ۱۶۱۸ء میں اس نے

(باقی صفحہ ۱۲۵)

Marfat.com

وہ دل کا غنی اور فیاض تھا۔ اہل خاندان سے اُسے بڑا اُنس تھا۔ اپنی ماں اور

(باقی حاشیہ ص ۔) گجرات کی باجرہ کی کھچڑی کا شوق ظاہر کیا۔ دیکھو جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۷۰ و ۱۷، ۳۰۹ و ۳۰۹ تا ۳۱۰ و ۳۵۰ و ۳۷۷ و ۳۹۸ و ۴۱۳۔ ٹیری صفحات ۱۹۵ تا ۱۹۸ و ۲۷۰ پرچہ جات نہم صفحہ ۲۰

"اس عاجز بندہ خدا کی زبان ادائے شکر سے قاصر ہے کہ باوجود تین ماہ کے طویل راستہ کے کابل سے انگور بالکل تازی حالت میں آجاتے ہیں۔" (جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۰۴ ۱۶۱۶ء) میں وہ احمد آباد میں خیمہ زن تھا اُس نے وہاں سے لکھا: "کچھ خربوزے کاریز (خراسان) سے آئے اور اگرچہ اس کا فاصلہ چودہ سو میل ہے اور کارواں پانچ ماہ میں یہ فاصلہ طے کرتا ہے لیکن وہ بالکل تازی حالت میں پہنچے۔ چونکہ یہ پھل بہت مزے دار ہوتا ہے اس لئے ہرکارے ڈاک سے لاتے ہیں اور اتنی کافی مقدار میں جو اپنے لئے اور دست بدست دینے کے لئے کفایت کرتے ہیں اس کے لئے میری زبان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے۔ ایضاً صفحات ۴۲۲ و ۴۲۳۔ اسی طرح کی ایک اور تحریر کے لئے جو بنگش سے مہابت خاں کے بھیجے ہوئے سیب سے متعلق ہے۔ دیکھو ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۰۱

گنگا جل دوسرے مغل شہنشاہوں کی طرح جہانگیر عموماً گنگا کا پانی پیتا تھا اس لئے کہ جیسا ٹیری کا بیان ہے۔ یہ دوسرے پانی سے ہلکا ہوتا ہے۔ مغلوں کے عہد میں کھانے اور پینے کا ایک الگ محکمہ ہوتا تھا۔ پرچہ جات نہم صفحہ ۲۰۔ سفر میں گنگا کا پانی مشکوں میں بھرا ہوا اونٹوں پر چلتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ ہوتے تھے۔ دیکھو برنیر کا بیان اورنگ زیب کے مارچ کے بارے میں صفحہ ۳۵۶ و ۳۶۴

لباس جہانگیر کو اپنی بیگم نورجہاں کی طرح لباس کا بڑا خیال تھا۔ اُس نے اپنے لئے خاص قسم کا لباس اور خاص قسم کا کپڑا مقرر رکھا تھا اور اس کا استعمال صرف اُن لوگوں کے لئے مخصوص تھا جسے بادشاہ عطا کرے۔ ایک کپڑا نادری کوٹ تھا جسے لوگ قبا کے اوپر پہنتے تھے۔ اس کی لمبائی کمر کے نیچے سے ران کے نیچے تک ہوتی تھی اور اس میں آستین نہیں ہوتی تھی۔ اس میں آگے کی طرف بٹن ہوتے تھے اور ایران کے لوگ اسے کردی کہتے تھے (اس لئے کہ یہ کردستان سے آتا تھا) میں نے اس کا نام نادری رکھ دیا۔ ایک اور لباس طوسی سال تھا جسے میرے والد ماجد نے بطور لباس اختیار کر لیا تھا جس کا گریبان دوہرا ہوتا تھا (یا تو گریبان) آستین کے سرے زرکار ہوتے تھے۔ اسے بھی انہوں نے اپنے لئے اختیار کر لیا تھا۔ ایک اور قبا ہوتی تھی جس میں حاشیہ ہوتا تھا اور اس کے کنارے کاٹ کر دامن اور آستین کے سرے سے سی دیئے جاتے تھے۔ ایک اور قبا گجراتی ساٹن کی تھی اور ایک اور چیرہ وا سکٹ ریشم سے بنی ہوئی ہوتی تھی جس کے بیچ بیچ میں کلابتو بنا
(باقی حاشیہ ص ۔۔)

Marfat.com

دایہ کا وہ بڑا ادب کرتا تھا اور اپنے والد کی یاد کو بہت عزیز رکھتا تھا بلکہ
اُس کے دماغ کی ساخت ہندوستان کے مہذب ترین دربار میں بہترین تہذیب یافتہ

(بقیہ صـــ) ہوتا تھا۔ جہانگیر دراجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۳۸۴

جہانگیر کے سر پر ایک قیمتی دستار ہوتی تھی جس کے اوپر کوئی راج ہنس کے پر ہوتے تھے جس کے کناروں سے عقیق ہیرے اور زمرد لٹکتے ہوتے تھے یا بیچ میں جڑے ہوتے تھے۔ گلے میں بڑے خوبصورت اعلیٰ درجہ کے موتیوں اور زمرد اور عقیق کا ہار ہوتا تھا۔ ہیروں سے جڑا ہوا بازو بند اور کلائی بند قیمتی کڑے۔ انگلیوں میں انگوٹھیاں، پیروں میں موتیوں سے جڑے ہوئے جوتے جنکی نوک تپلی ہوکر اوپر کو لوٹ گئی تھی۔ یہ سب مل کر یگانگاہٹ کا منظر پیدا کرتے تھے۔ دستانے وہ اکثر انگریزی پہنتا تھا۔ تلوار اور ڈھال جو وہ اکثر لٹکا لیتا تھا قیمتی ہیروں اور یاقوت سے مرصع ہوتی تھیں اور پیٹی پوری سونے کی ہوتی تھی۔ ہاکنس کا بیان ہے کہ بادشاہ ہیرے باری باری پہنتا تھا۔ (صفحات ۴۲۱ و ۴۲۲۔ نیز دیکھو ہاکنس۔ ۱۶۱۴ء میں جہانگیر نے اپنے کان چھدوائے تاکہ ان میں شیخ سلیم چشتی کی سنت کی بالیاں پہن سکے جن کی دعا سے حال میں اُسے ایک بیماری سے شفا ہوئی تھی۔ جہانگیر دراجرس وبیوریج) جلد اول صفحات ۲۶۷ و ۲۶۸۔ جہانگیر کی بار باشانہ صحبتیں جو پنجشنبہ کی شام کو جمع ہوتی تھیں اُن کا حال توزک جہانگیری دراجرس وبیوریج) جلد اول صفحات ۴۹، ۱۰۵، ۳۰۶، ۲۰۴، ۳۱۹، ۳۴۲، ۳۸۵، ۴۱۱، ۴۲۰، ۴۳۱ و ۴۳۵ اور جلد دوم صفحات ۱، ۲۲، ۴۰، ۴۲، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۷، ۱۰۰، ۱۷۲، ۲۱۲ و ۲۱۴ میں ہے۔ فنچ نے (پرچہ جات سوم صفحہ ۴۷) یہ غلط لکھا ہے کہ جہانگیر دن میں تیس جام یا اس سے بھی زیادہ شراب پیتا تھا۔ (ہاکنس پرچہ جات سوم صفحہ ۴۷) رو کی سفارت صفحات ۱۱۹، ۲۷۶، ۳۱۲، ۳۶۲، ۳۱۳، ۳۸۲ و ۴۴۶ جہانگیر کی علوم وفنون سے دلچسپی کے لیے دیکھو باب اول وچہارم

سلہ جہانگیر دراجرس وبیوریج) جلد اول صفحات ۴۴۲ وغیرہ۔ ٹیری صفحہ ۳۸۹۔ جہانگیر جہاں کہیں بھی ہوتا وہ اپنی داد ودہش میں غریبوں اور قابل افراد کے حق کو کبھی فراموش نہ کرتا۔ کوئی بادشاہ کسی زمانہ میں جہانگیر سے زیادہ غریبوں کیلئے فیاض نہ تھا۔ انتخاب جہانگیری (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۲۴۸۔

سلہ اُسے اس بات کا افسوس رہا کہ اس کا والد عطر جہانگیر اور یزد کے انار کا لطف اٹھانے کے لئے موجود نہیں ہے وہ اپنے والد کے مزار کو شہر فردوس کہتا تھا۔ دیکھو جہانگیر صفحات ۲۳ تا ۴۵۔ ۲۴۹، ۲۷۰، ۲۷۱ و ۳۰۹، ۳۱۰ و ۲۵۰ وہ اپنی والدہ کی پالکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر کہاروں کی مدد کرتا تھا۔ ٹیری صفحہ ۳۸۹۔ پرچہ جات نہم صفحہ ۵۴۔ وہ اپنی بہنوں سے دلی محبت کرتا تھا۔ جہانگیر دراجرس وبیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۶۔ اپنی شیرخوار پوتی کے (باقی صـــ پر)

Marfat.com

معلموں کی تربیت میں ہوئی تھی۔ فطری علوم میں فاضل ہونے کے ساتھ ہی وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے غیر معمولی طور پر زباں داں تھا۔ وہ فارسی شاعری سے مانوس تھا اور اسلامی مذہبی علوم، ہندو فلسفہ اور عیسائی کتب مقدسہ سے واقف تھا اور جغرافیائی معلومات اور تاریخی روابط کا بہت بڑا خزانہ اُس کے ذہن میں تھا[۵]۔ ایک اچھے سپہ سالار کے لئے جن اعصاب اور قابلیت کی ضرورت تھی وہ تو اس میں نہ تھی مگر ذاتی شجاعت کی کمی اس میں کبھی نہ ظاہر ہوتی۔

تعصب سے وہ بالکل بری تھا اور وہ بہت بڑی فہم و فراست کا مالک تھا جو عام طور پر لوگوں میں کم ہوتی ہے۔ اُس کے والد نے جو آزاد خیالانہ پالیسی اُسے ورثہ میں دی تھی اُسے برتنے کی اس میں کافی استعداد تھی۔ پچھلے پانچ برسوں میں اُس کی حرکات سے بہت سے شبہات پیدا ہو گئے تھے لیکن ذمہ داری ہاتھ میں لے کر اس میں سنجیدگی اور توازن آ گیا تھا۔

تخت نشینی ۲۴؍ اکتوبر ۱۶۰۵ء اکبر کے انتقال پر ایک ہفتہ کے سوگ کے بعد جمعرات ۲۴؍ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو سلیم باضابطہ طور پر آگرہ کے قلعہ میں تخت نشین ہوا۔ اسلامی تخت نشینی میں کوئی بپتسمہ یا حلف یا وعظ کی رسم نہیں ہوتی۔ سلیم نے تاج اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر رکھ لیا

(بقیہ حاشیہ ص ـــ) کے انتقال پر وہ بہت غمگین ہوا۔ ایضاً جلد اول صفحات ۳۲۶ تا ۳۴۸۔ شیو کے کھڑکی پر سے گرنے کی خبر سن کر وہ بیقرار ہو گیا۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۷۔ اپنے خسر کی وفات پر اُس نے درد آمیز الفاظ میں اظہار غم کیا۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۲۲۲۔ اپنی دایہ پر اس کے غم کے حال کے لئے دیکھو ایضاً صفحات ۴۳، ۴۴۔ نیز دیکھو ایضاً جلد دوم صفحات ۵۴ و ۶۴، ۷۴، ۱۱۲، ۲۴۵۔ اپنے احباب اور ملازمین کے انتقال پر اس کے رنج کے حال کے لیے دیکھو ایضاً جلد اول صفحات ۳۱۹ تا ۳۲۲۔ ۲۸۵، ۴۱۱، ۴۲۷، ۴۲۱۰، ۴۳۲۱، ۴۳۵۔ جلد دوم صفحہ ۸۰

[۵] فارسی تاریخوں اور یورپین سیاحوں کی تحریروں سے ایسی سیکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہاں چند حوالے دیئے جاتے ہیں۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۴۳، ۸۴، ۹۷، ۹۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۵۵، ۲۲۸، ۲۳۵، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۶۲، ۲۲۲، ۲۳۵، ۲۴۴، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۸۳، ۲۸۶، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۳ جلد دوم صفحات ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۳۰، ۹۰، ۲۲۴، ۵

Marfat.com

اور خطبہ میں اپنا نام لینے کا حکم دیدیا اور شاندار لقب نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی اختیار کرلیا۔ اس نے اپنی تخت نشینی پر نئے سکّے جاری کر کے اور قیدیوں کو آزاد کر کے مشتہر کیا۔[5] اس نے اپنے والد کی فیاضانہ پالیسی کو آگے بڑھانے کے لئے بارہ مشہور فرامین جاری کئے۔ حال کے سیاسی جھگڑوں کے قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا اور تمام اعلیٰ اور ادنیٰ عہدہ داروں کو ان کے منصب پر بحال رکھا۔[6] عبدالرحمٰن معموری اور خواجہ عبداللہ نقشبندی جنھوں نے بغاوت میں اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے باپ کا ساتھ دیا تھا انہیں اپنے منصب اور جاگیر پر بحال رکھا۔[7] اپنی زندگی کے سب سے بڑے جرم ابوالفضل کے قتل کی تلافی کے لئے اس نے ابوالفضل کے لڑکے عبدالرحمان کو اعزاز دے کر دو ہزار کے منصب پر ترقی دی۔[8]

نئے احکامات

جن لوگوں نے خستہ حالی کے زمانے میں اُسے نقصان پہنچایا تھا یا خدمت کی تھی انھیں وہ بھول نہیں سکتا تھا۔ عزیز کو کا خطابات اور اعزازات تو بحال رکھے گئے لیکن اُسے اقتدار سے نیچے اتار دیا گیا اور بار بار اُسے ذلیل کیا گیا اور جھڑکا گیا۔ شروع میں تو جہانگیر نے عقلمندی سے راجہ مان سنگھ کو راضی کرلیا اور دونوں نے پچھلی باتوں کے لئے ایک دوسرے سے درگذر کا تبادلہ کیا

---

۵ وقائع اسد بیگ (الیٹ وڈاوسن) جلد دوم صفحہ ۱۰۳، جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱، ۲، ۱۰، مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحات ۳۲ و ۳۳۔ اقبال نامہ صفحہ خافی خان جلد اول صفحات ۲۴۰ تا ۲۴۲ بیلی کی مفتاح التواریخ صفحہ ۲۱۱ اقبال نامہ میں جہانگیر کی تخت نشینی ۲۰ جمادی الآخر لکھی ہے اور دن جمعرات بتایا ہے لیکن دراصل یہ منگل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہانگیر جمعرات کو تخت نشین ہوا جسے وہ مبارک شنبہ کہتا تھا۔ ڈوجارک کا بیان ہے (جلد سوم باب ۱۶) کہ جہانگیر اکبر کے انتقال کے آٹھویں دن تخت نشین ہوا۔ سر ہنری الیٹ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۵۰۱) نے قیدیوں کی رہائی پر سخت اعتراض کیا ہے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ جہانگیر نے قدیم رسم کی پابندی کی اس لئے کہ اکثر رہا ہونے والے سیاسی قیدی ہوں گے۔ پرایس نے اپنی کتاب جہانگیر (صفحہ ۲) میں اس حکم کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اپنے احباب اور افسران کے انتقال پر اس کے رنج کے حال کے لئے دیکھو ایضاً جلد اول صفحات ۲۱۹ تا ۲۲۲، ۲۰۷، ۲۱۱، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۷، ۲۴۲،

۶ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۷ تا ۹ و ۱۰۔ ان فرامین کو تمام مورخین نے نقل کیا ہے

۷ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۳ و ۱۴ و ۴۷ ۸ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۷

Marfat.com

اور اس کے لڑکے مہا سنگھ کو دو ہزار کے منصب پر ترقی دے دی تھی[10] لیکن ۱۶۰۶ء میں راجہ مان سنگھ کو جسے جہانگیر "خرانٹ بھیڑیا" کہتا تھا معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ منظور نظر قطب الدین کو بنگال کا گورنر بنایا گیا اور اُسے پانچ ہزار کے منصب پر ترقی دے دی گئی[11]

شریف خاں وزیر اعظم امیر الامرا

نامور صناع و خوشنویس عبد الصمد شیریں رقم کے لڑکے شریف خاں کو نائب السلطنت وزیر اعظم امیر الامرا اور مہر شاہی کا محافظ بنا دیا گیا۔ اکبر سے سلیم کی آخری مصالحت نے اُسے جلاوطن اور مبتلائے مصائب کر دیا تھا۔ اکبر جس سے اس نے بیوفائی کی تھی اُس کے انتقال کی خبر اُسے نعمتِ غیر مترقبہ معلوم ہوئی۔ وہ تیزی سے چل کر آگرہ پہنچا اور ۸ رنومبر ۱۶۰۵ء کو اپنے پرانے دوست کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اتنی گرمجوشی کی پذیرائی کسی اور کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ جہانگیر نے کہا "میں اُسے بھائی بیٹے یا رفیق کی طرح سمجھتا ہوں" علاوہ دیگر اعزازات کے اُسے پانچ ہزار کے منصب پر ترقی دی گئی مگر وہ قطعی طور پر معمولی سمجھ کا آدمی تھا اور پرانے قابل امرا اُس سے نفرت کرتے تھے۔ اس کی صحت تیزی سے گرتی جارہی تھی اور وہ خود کو اس نئی ذمہ داری کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے عروج سے دربار میں رشک و حسد پیدا ہو گیا[12]

---

[10] وقائع اسد بیگ (ایلیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۷۲ و ۱۷۳۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۸

[11] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۹

[12] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اوّل صفحات ۱۰ و ۱۵ و ۱۸۔ اقبال نامہ صفحہ ۳ خافی خان جلد اوّل صفحہ ۲۴۲ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۳۔ بلوکمین ۴۹۵ و ۵۱۷

ایک ناحق کی توہین جو نئے وزیر کی خان اعظم نے کی وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ خان اعظم نے وزیر اعظم کو بعض دیگر امرا کے ساتھ ایک ضیافت میں بلایا اور وہاں شریف خاں کو مخاطب کر کے کہا "نواب صاحب آپ سے میری کوئی دوستی نہیں ہے۔ آپ کے والد عبد الصمد ملا مجھ سے بہت ڈرتے تھے جس کمرہ میں میں بیٹھا ہوں اس کی روغن کاری انہیں نے کی تھی۔ خان جہاں اور مہابت خاں احتجاجاً اٹھ کر چلے گئے اور جہانگیر نے جب اس واقعہ کو سنا تو شریف سے کہا خان کو اپنی زبان پر قابو نہیں ہے۔ تم اس سے جھگڑا نہ کرو۔ اعتماد الدولہ کے حالات زندگی کے لئے دیکھو اقبال نامہ صفحات ۵۳ تا ۵۵ و خافی خان جلد اوّل صفحات ۲۰۳، ۲۰۵

Marfat.com

دیوانی مرزا جاں بیگ اعتماد الدولہ کو سپرد کی گئی

خوش قسمتی سے دیوانی کا منصب زیادہ قابل لوگوں کو دیا گیا۔ یہ دو امرا کے سپرد کیا گیا، ایک مرزا جاں بیگ جو شہزادگی کے زمانہ میں جہانگیر کا منتظم مالیہ تھا اور شاہی ملازمت میں منسلک ہوگیا تھا اور اپنی جفاکشی، بسوجہ بوجہ انتظامی قابلیت، علمی مہارت اور خوشگوار انداز گفتگو کی بدولت محل شاہی کے منتظم کے عہدہ پر سرفراز ہوگیا تھ۔ شاہی فرامین اس سے بہتر کوئی اور نہیں لکھ سکتا تھا اور نہ اُس کے مقابلہ میں کوئی اتنا بردبار تھا۔ اس نے کبھی اپنے کسی ملازم کو گالی نہیں دی۔ ہر معاصر مورخ نے اُس کی اعلیٰ خوبیوں کو سراہا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مرزا غیاث کے خالص سونے میں ایک ذرا سا میل بھی تھا۔ وہ روپیہ کا حریص تھا اور اکثر اتنا گرجاتا تھا کہ رشوت لے لیتا تھا۔ اب اُسے ڈیڑھ ہزار منصب پر ترقی دے دی گئی اور اعتماد الدولہ کا شاندار خطاب عطا کیا گیا۔ [۳۱]

شیخ فرید بخاری کو میر منشی مقرر کیا گیا

اس کے بعد سب سے بڑا عہدہ شیخ فرید بخاری کے حصہ میں آیا جس نے بڑے اہم موقع پر راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کی مخالف جماعت کی سربراہی کی تھی۔ اس نے شروع ہی میں اُڑیسہ کے اندر افغانوں کے خلاف جنگ میں امتیاز حاصل کرلیا تھا۔ اور ڈیڑھ ہزار کے منصب پر فائز ہوگیا تھا۔ اُس کی فیاضی بے مثال تھی اور اس کی روح میں خلوص تھا۔ اس نے خود اپنے لئے کوئی محل نہیں تعمیر کیا اور ہمیشہ بطور مسافر کے زندگی بسر کی۔ وہ اپنے آدمیوں کو تنخواہ اپنے ہاتھ سے دیتا تھا۔ اُس کے متعلقین سال میں تین مکمل جوڑے لباس کے پاتے تھے اور اس کے سپاہی سال میں ایک کمبل پاتے تھے۔ اپنے مہتروں کو بھی وہ پہننے کے لئے جوتے دیتا تھا۔ اس کے سپاہی جو لڑائی میں مارے جاتے تھے اُن کے متعلقین کی پرداخت کا انتظام وہ بڑی فیاضی سے کرتا تھا اور

---

[۳۱] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۲۲۔ اقبال نامہ صفحہ ۳۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۳، ۲۶۵۔ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۲۷، بلوکمین صفحات ۵۰۶ تا ۵۱۱۔ بیل اورنٹیل بیاگریفیکل ڈکشنری صفحہ ۱۰۵ لطیف کی آگرہ میں ایک آدھا افسانوی حال دیا ہے۔ دیکھو باب ہشتم مابعد۔

Marfat.com

انھیں روپیہ پیسہ اور زمین دیتا تھا۔ کوئی سائل کبھی اُس کے دروازہ سے خالی ہاتھ نہ پھرا اور نہ کسی بیوہ یا یتیم کا سوال خالی گیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُس نے محتاجی یا افلاس دیکھا ہو اور مدد نہ دی ہو۔ اُس نے کئی مسجدیں، مسافر خانے، حمام اور بازار تعمیر کیے اپنی کثیر دولت میں سے اُس نے صرف ایک ہزار اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں لیکن اس کی خودداری اور مذہبی احتیاط پسندی کا یہ حال تھا کہ اُس نے کبھی کسی چاپلوس یا گویئے کو کبھی ایک پیسہ نہیں دیا۔ میدان جنگ میں اُسے شجاعت، دلیری، مردانگی، بے پناہ ہمت اور خطرہ سے دوچار ہونے میں بے باکی کا امتیاز حاصل تھا۔ یہ شخصیت تھی جسے اب جہانگیر نے میر بخشی کے منصب پر فائز کیا اور صاحب السیف والقلم کے خطاب سے سرفراز کیا[12]

مہابت خاں

کابل کے غیاث بیگ کے لڑکے زمانہ بیگ کو ایک ہزار پانچ سو کا منصب اور مہابت خاں کا خطاب دیا گیا جس خطاب سے وہ اپنی خوش قسمتی سے سارے ملک میں نامور ہوا۔ شروع زندگی میں وہ احدی کے درجہ میں ملازم ہوا تھا اور شہزادہ سلیم کی ذاتی خدمت پر مقرر ہوا تھا۔ اپنی بلند اخلاقی صاف دلی اور صاف گوئی سے اُس نے اپنے آقا کے دل میں محبت اور عزت حاصل کر لی۔ جہانگیر نے ہمیشہ اُسے پوری آزادی سے بات کرنے کی اجازت دی جس کے عوض میں اُس نے بھی بے پناہ وفاشعاری کا اظہار کیا۔ اُس کے مزاج میں خودداری کا زبردست احساس غرور کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ وہ صاف گو اور بے باک تھا اور خوشامد سے بہت دُور اور کسی کے حکم چلانے کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میدان جنگ میں اُس کی دلیری اور شجاعت بے مثال تھی۔ سپہ سالار کی اعلیٰ حیثیت میں اُسے نظم و ضبط کی زبردست صلاحیت، دلیرانہ منصوبہ بندی، عمل میں مستعدی، موقع کے لحاظ سے مناسب طریق عمل، خوش تدبیری اور پامردی کی صفات حاصل تھیں۔ اُسکی فوجی ذہانت کا راجپوت سپاہی لوہا مانتے تھے اور بخوشی اس کی رہنمائی قبول کرتے تھے اور اُن کی آسائش کے لئے اُسے جو فکر رہتی تھی اس کے عوض میں وہ بے چون و

---

[12] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۱۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۳ و ۸۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۴۸۔ بلوکمین صفحہ ۴۱۴-۴۱۳۔

Marfat.com

چر اس کی وفاداری سے اطاعت کرتے تھے۔بعد کو راجپوت روایات میں اُسے راجپوت نسل کا بتایا گیا۔ لیکن بعض اوقات وہ چالاک حکمت عملی کا مظاہرہ کرتا تھا جس سے راجپوت خوف زدہ ہوجاتے تھے[۱۵] اور جھجک جاتے تھے۔

شہزادہ سلیم کے ادنیٰ درجہ کے ہمراہیوں میں رکن الدین ملقب بہ شیر خاں کو تین ہزار پانچ سو کا منصب ملا اور لالہ بیگ کو[۱۶] باز بہادر کا خطاب اور چار ہزار کا منصب ملا اور بہار کی گورنری[۱۷]۔ میر ضیاءالدین قزوینی کو ایک ہزار کا منصب اور محاسب اصطبل کا عہدہ ملا[۱۸] لیکن سب سے زیادہ ذلت آمیز خونی بیر سنگھ بندیلہ کی ترقی تھی جو اکبر کے انتقال پر جنگل کی روپوشی سے باہر نکلا اور آگرہ میں حاضر ہوکر تین ہزار کا منصب حاصل کیا اور اپنے موکل اور سرپرست پر کچھ اثر بھی پیدا کرلیا۔ اُسے ہر معاملہ میں آگے بڑھایا جاتا تھا جس سے اس کا بڑا بھائی رام چندر بندیلہ سخت برہم ہوا اور علم بغاوت بلند کردیا۔ جسے عبداللہ خاں نے بڑی مشکل سے دبایا[۱۹]۔

لوگوں کا ایک اور طبقہ جس کے نصیب جہانگیر کی تخت نشینی سے جاگ اٹھے شیخ سلیم چشتی کی اولاد کا تھا جن کی دعا سے سلیم کی پیدائش ہوئی تھی۔ علاءالدین کو اسلام خاں کا لقب دیا گیا اور بعد کو بنگال کا گورنر بنایا گیا[۲۰]۔ ان کے لڑکے اکرام خاں کو پانچ ہزار ذات اور ڈیڑھ ہزار کا منصب اور میوات کی فوجداری کا عہدہ دیا گیا[۲۱]۔ شیخ کبیر ملقب بہ شجاعت خاں نے بنگال میں اعلیٰ عہدوں کے فرائض امتیاز کے ساتھ انجام دیے[۲۲]۔ شیخ بایزید جس کی

---

[۱۵] جہانگیر دراجرس و بیوریج ، جلد اوّل صفحہ ۲۴ ، اقبال نامہ صفحہ ۴ ، خافی خان جلد اوّل صفحہ ۲۴۸ ٹاڈ (راجستھان جلد اول صفحہ ۲۸۷) نے اُسے عظیم رانا پرتاب کے غدار بھائی ساگر کا لڑکا بتایا ہے۔

[۱۶] جہانگیر دراجرس و بیوریج ، جلد اول صفحہ ۱۷   [۱۷] ایضاً صفحہ ۲۱   [۱۸] ایضاً صفحہ ۲۸

[۱۹] جہانگیر دراجرس و بیوریج ، جلد اول صفحات ۲۴ و ۸۲ و ۸۷ و ۱۰۹ ۔ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۹۹ ۔ بلوکمین صفحہ ۴۸۷ ۔ کیسوداس کی بیر سنگھ چرتر۔ رام چندر کو اکثر رام شاہ بھی کہا جاتا تھا۔ دیکھو بندیلوں کی بنشاولی مخطوطہ چھتر پور۔

[۲۰] جہانگیر دراجرس و بیوریج ، جلد اول صفحات ۳۱ و ۳۲ و ۲۰۸ و ۲۸۷

[۲۱] ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۰۲   [۲۲] ایضاً صفحہ ۲۹

Marfat.com

ماں نے شہزادہ سلیم کو پیدا ہونے کے پہلے دن دودھ پلایا تھا اُسے بھی معقول عہدہ دیا گیا[۱۴۵]

عام ترقیاں ان بغیر مستحق ترقیوں پر جو رشک و حسد کے جذبات پیدا ہوئے تھے انھیں معتدل کرنے کے لئے عام طور پر مشاہروں میں بیس فیصدی یا اس سے زیادہ کا اضافہ کیا گیا اور بعض صورتوں میں تین سو یا چار سو فیصدی تک ہوا۔ احدیوں کے چھوٹے عہدہ داروں کی تنخواہوں میں پچاس فیصدی کا اضافہ ہوا۔

خیرات خیراتی اراضیوں کی تمام عطیات کو برقرار رکھا گیا اور غربا اور محتاجوں کی مد میں بافراد فیاضی کے ساتھ روپیہ دیا گیا[۱۴۶]

شہر آگرہ بادشاہ کی تخت نشینی اور حکام کی ترقیوں پر جشن و جلوس اور ضیافتوں سے آگرہ چند مہینوں تک جگمگا تا رہا اس وقت یہ شہر دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں تھا۔ بجز چند برسوں کے جبکہ اکبر کو سیکری سے رغبت ہو گئی تھی یہ آگرہ ایک صدی سے زیادہ تک شمالی ہند کا دارالسلطنت رہا۔ جہانگیر کے عہد میں یہ جمنا کے داہنے کنارے پر پندرہ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کی چوڑائی جو سات میل سے کچھ زیادہ تھی کم و بیش ہونے کی وجہ سے نصف چاند کی شکل کی ہو گئی تھی۔ اس کے چاروں طرف دریا پار دو مربع میل کے رقبہ میں مضافات پھیلے ہوئے تھے۔ شہر کی سڑکیں پتھر کی تھیں مگر تنگ تھیں۔ تجارت کی ہماہمی اور آبادی کی سرگرمی نے اسے اپنے ہمعصر لندن کے مقابلہ بنا دیا تھا اور بازاروں میں میلہ جیسا ہجوم ہوتا تھا۔ دکانوں میں دور دراز ایشیا اور یورپ کی پیداوار اور مصنوعات کا انبار تھا۔ اندرونی حصہ کی بعض عمارتیں تین تین چار چار منزل بلند تھیں لیکن شہر کا سب سے زیادہ خوبصورت حصہ جمنا کے کنارے پر تھا۔ یہاں امرا نے اپنے محل تعمیر کئے تھے جو شان و شکوہ میں قلعہ کے اندر کے شاہی محلات سے دوسرے ہی درجہ پر تھے۔

آگرہ کا قلعہ آگرہ کا مشہور قلعہ جو بجائے خود ایک شہر تھا اور جسے اکبر نے پینتیس لاکھ

---

[۱۴۵] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۲۲۔

[۱۴۶] ایضاً صفحات ۹ و ۱۰۔ اقبال نامہ صفحات ۳۰۵ تاریخ جہانگیری (خطوطہ خدا بخش) صفحات ۲۳ تا ۲۳ خافی خان جلد اول صفحات ۲۴۸ و ۲۴۹۔ ڈی جارن جلد سوم باب ۱۳

Marfat.com

لاکھ روپیہ کے خرچ سے تعمیر کیا تھا۔ آج بھی موجود ہے اور سیکڑوں انقلابات کا خاموش شاہد رہا ہے۔ اس کی سنگ سرخ کی فصیل اور برجیاں آج بھی ہمیشہ کی طرح پائیدار ہیں۔ بیرونی خندق تو ختم ہو گئی ہے مگر اندرونی خندق موجود ہے۔ اگرچہ اب اس میں پانی نہیں جھلملاتا ہے بلکہ گھاس پھوس اُگی ہوئی ہے۔ پھاٹک کے سامنے دو شاندار پورے قد کے ہاتھی کھڑے تھے جو راجپوت ہیرو جے مل اور پتا کے یادگار تھے۔ جہانگیر کے عہد میں قلعہ کے اندر جو خوبصورت عمارتیں اور محلات تھے انھیں شاہجہاں نے درست کر کے حسن و خوبی کا حیرت انگیز نمونہ بنا دیا تھا۔ لیکن وقت اور تباہ کاروں کی توڑ پھوڑ نے ہر چیز کو بدل دیا۔ تاہم دیوان خاص اور دیوان عام و بنگالی محل و جہانگیری محل اور چند دیگر ادنیٰ قسم کی عمارتیں آج بھی جہانگیر کے عہد کے عہد کے شکوہ اور حسن ذوق کی شہادت دے رہی ہیں۔[54]

نوروز کی پہلی تقریب مارچ ۱۶۰۶ء

یہیں مارچ ۱۶۰۶ء میں جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال کا نوروز غیر معمولی شان و شوکت سے منایا۔[55] لیکن ابھی عیش و عشرت کا شور ختم نہیں ہوا تھا کہ سلطنت میں اس خبر سے ہلچل مچ گئی کہ شہزادہ خسرو نے علم بغاوت بلند کر دیا۔

---

[54] رالف فنچ صفحہ ۹۶۔ پرچہ جات دہم صفحہ ۱۰۳۔ ولیم فنچ پرچہ جات چہارم صفحات ۲۷ و ۴۵۔ جوزف سال بینک پرچہ جات سوم صفحات ۸۳ و ۸۴۔ مانسریٹ (ہوائے لینڈ بنرجی) صفحات ۳۲ تا ۳۶۔ ڈی لائٹ (ترجمہ بیتھ برج) کلکتہ ریویو ۱۸۷۰ء صفحات ۷۰ تا ۱۳۔ ہربرٹ صفحہ ۶۲۔ جورڈین کا جرنل صفحات ۱۹۲ تا ۱۹۴۔ جہانگیر کے عہد کے بعد سترھویں صدی کے حال کے متعلق دیکھو پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۴۔ تھیوناٹ حصہ سوم باب ۱۹ صفحات ۳۳ تا ۳۵۔ برنیر (ترجمہ کانسٹبل) صفحات ۲۸۴ تا ۲۸۸۔ ٹیورنیر (مرتبہ بال) صفحات ۲۰۵ تا ۲۰۹۔ خلاصۃ التواریخ (دہلی ایڈیشن) صفحات ۲۶۴ و ۲۶۵۔ منوچی (مرتبہ ارون) جلد اول صفحات ۱۳۲ و ۱۳۳۔ حال کے بیانات میں سب سے زیادہ مفصل لطیف کا آگرہ ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹیو میں ہے لیکن یہ خلط ملط اور بے ترتیب ہے۔ مختصر حال کین کی ہینڈ بک گائڈ ٹو آگرہ صفحہ ۹ تا ۲۲ میں ہے۔ قلعہ کے اندر کی عمارتوں کے متعلق آرکیالوجیکل سروے کی رپورٹ میں تحقیقی اور صحیح معلومات ہیں۔

[55] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۴۸ و ۴۹۔ اقبال نامہ صفحہ ۹۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۵ ب۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۴۹۔

Marfat.com

چھٹا باب

شہزادہ خسرو کی بغاوت

جہانگیر کی خسرو سے مصالحت اکبر کے انتقال کے دوسرے دن راجہ مان سنگھ نے اپنے بھانجے خسرو کو ساتھ لیا اور بنگال کی روانگی کے لئے کشتی تیار کرائی مگر ویسے ہی نئے بادشاہ کی طرف سے مصالحت کی خواہش کی خبر ملی۔ بہادر راجپوت نے مصالحت کی شرط اوّل کے طور پر خسرو کی پوری پوری حفاظت اور سلامتی کی ذمہ داری طلب کی۔ جہانگیر نے بہ حلف وعدہ کیا کہ خسرو کو کسی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ دوسرے دن مان سنگھ نے خسرو کو دربار میں پیش کر دیا۔ جہانگیر نے اپنے لڑکے کو گلے لگایا اور پیار کیا اور گرمجوشانہ شفقت کا اظہار کر کے مان سنگھ کو عزت و احترام کے ساتھ بنگال روانہ کر دیا۔ چند دن بعد خسرو کو آگرہ میں اپنا محل درست کرانے کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا گیا[1]

خسرو نیم حراست میں یہ مصالحت ایک طرح کی مدبرانہ چال تھی۔ خسرو کو سامنے رکھ کر مان سنگھ بنگال میں خود مختاری کا اعلان کر سکتا تھا اور سلطنت کے سارے غیر مطمئن عناصر کو اپنے ساتھ ملا سکتا تھا لیکن باپ بیٹوں کے دلوں میں سخت خلش پیدا ہو گئی تھی۔ ایک حال کے واقعات کو معاف نہیں کر سکتا تھا اور دوسرا انہیں فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ خسرو نے تخت شاہی کا حوصلہ کیا تھا مگر منزل تک نہ پہنچ سکا۔ خسرو اپنی تمام ذاتی خوبیوں فطری صلاحیتوں

---

[1] وقائع اسد بیگ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۰۲، ۱۰۳ و ۱۰۱۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۱۱۔ یہ محل منعم خاں کا تھا جو اکبر کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں عظیم المرتبت امرا میں تھا۔

Marfat.com

معقول تعلیم اور بے داغ زندگی کے باوجود ناتجربہ کار جوان، درشت مزاج اور کمزور قوتِ فیصلہ کا تھا۔ یہی ذہنیت رتبہ اور نام و نمود پا کر جوڑ توڑ اور سازش کا مرکز بن جاتی ہے۔ اُس نے جس حیثیت کا تصور کیا تھا کہ جہاں تک نظر جاتی اُسی کی حکومت ہوتی اُس سے وہ دُور پھینک دیا گیا تھا اور اب وہ ماتحتی اور ذلت کی زندگی سے سمجھوتہ نہیں کر سکتا تھا دوسری طرف جہانگیر کے دل میں جو اذیت اور تحقیر کے چرکے لگے تھے اور جیسے اُن کے دوبارہ پیش آنے کا خطرہ تھا اُن کی بنا پر اُس نے اپنے لڑکے کو آگرہ کے قلعہ میں نیم حراست کی حیثیت میں رکھنے پر آمادہ کر لیا۔ اس نوجوان کو ساری عمر کی قید کے تاریک اندیشہ نے بےچین کر دیا۔ بیرونی دنیا کے ربط و ضبط سے محروم ہو کر اور صرف چند اشخاص کی صحبت کا پابند ہو کر رہنے کے مقابلہ میں اُس نے فرار اور خطرہ مول لینے کی فکر کی چند ماہ پیشتر عوام نے جس گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا تھا وہ اُس کے ذہن پر نقش تھا اور امرا کے ایک طبقہ نے جس خیرسگالی اور ہمدردی کا اظہار کیا تھا وہ بھی وہ بھولا نہ تھا۔ وہ اب بھی قسمت آزمائی کر سکتا تھا یا کم از کم گمنامی کی معیبت اور پریشانی سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ اُس کی کم سنی اُس کی ذاتی خوبیوں اور اس کی مصیبت زدہ حالت نے چند سو نوجوانوں کو اس کا حامی بنا دیا تھا جس میں اعلیٰ خاندان اور شجاع مرزا شاہ رُخ کا لڑکا مرزا حسین بھی شامل تھا۔[۲۵]

خسرو کا فرار اور پنجاب کی طرف روانگی حسین بیگ بدخشانی سے میل

۱۶ اپریل ۱۶۰۶ء کو وہ اپنے دادا کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بہانہ سے ساڑھے تین سو سواروں کے ساتھ قلعہ سے نکل بھاگا اور تیزی کے ساتھ پنجاب کا رُخ کیا۔ متھرا میں حسین بیگ بدخشانی اُس کے ساتھ ہو گیا جس کے ساتھ تین سو بہادر سوار تھے اور جو شاہی فرمان کی تعمیل میں دربار جا رہا تھا۔ حسین بیگ کو مشیر خاص بنا دیا گیا۔ شہزادہ نے اُسے خان بابا سے خطاب کیا۔ چند کاشتکار اور قسمت آزما بھی باغیوں کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ سب ملا کر بارہ ہزار آدمی ہو گئے۔

---

۲۵ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۲۔ فرو جارک باب ۱۷۔ نیز دیکھو پرائس کی جہانگیر صفحات ۱۵ و ۱۶ بنگباسی ایڈیشن کلکتہ صفحہ ۲۶

Marfat.com

آس پاس کا علاقہ لوٹتے اور جتنے گھوڑے مل سکے انہیں قبضہ میں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے۔ رات کو انہوں نے ایک غریب گاؤں میں قیام کیا جس سے نازک مزاج خسرو کو سخت تکلیف ہوئی اور بہت سے لوگ کھلے میدان میں لیٹ گئے جہاں گیدڑ ان کے پیروں کو چاٹتے رہے۔ راستہ میں شہزادہ نے ایک لاکھ روپیہ لے جاتے ہوئے ایک شاہی کاروان کو لوٹ لیا اور روپیہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ دہلی کے پاس سے گذرتے ہوئے انہوں نے نرلہ کی سرائے میں آگ لگا دی۔ یہاں انہیں لاہور کا دیوان عبدالرحیم ملا جو حسین بیگ کی طرح شاہی دربار کو جا رہا تھا۔ شہزادہ نے اُسے انور خاں کا خطاب دے کر اپنا وزیر بنا لیا۔[1]

لوٹ مار

گرو ارجن کی دُعا

ترن تارن میں خسرو نے گرو ارجن سے دعا کی استدعا کی جو سکھوں کا ماتر گرو اور سکھوں کے مذہبی ادب کا ایڈیٹر تھا اور جسے خسرو نے اپنے دادا کی زندگی میں دیکھا تھا۔ خسرو نے اُس سے خود کو ایک ستم رسیدہ اور بے بس آدمی ظاہر کیا اور گرو نے اُسے دعا دی۔[2]

لاہور میں آمد اس کے بعد خسرو لاہور کی طرف بڑھا جو آج کی طرح اس وقت بھی

---

[1] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحات ۵۲ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۹۔ اقبال نامہ صفحات ۹ و ۱۰۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش) صفحات ۴۱ و ۴۳ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱، انتخاب جہانگیر شاہی (ایلیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۴۴۸ گلیڈون صفحات ۴ و ۵ و ۶۔ ڈو جارک باب ۱۷۔ پرائس کی جہانگیر صفحہ، بنگباسی ایڈیشن کلکتہ صفحہ ۱۲۱ کے بموجب خسرو نے اپنے ہمراہیوں کو شدت سے ملامت کی کہ انہوں نے گاؤں میں قیام کیا۔ راجپوت روایت کے بموجب جوٹا ڈ، جلد دوم صفحہ ۲۸۰ میں مذکور ہے خسرو کو بغاوت پر اُبھارنے کا ذمہ دار راجہ مان سنگھ کو بتایا گیا ہے۔

[2] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۷۲، سکھوں کی روایت میں یہ ہے کہ اکبر نے اپنی جانشینی کے لئے خسرو کو نامزد کیا تھا اور وہ کابل جا رہا تھا اور اس نے ارجن سے مالی مدد مانگی۔ گرو نے کہا کہ اس کے پاس غریبوں کو دینے کے لیے ہے نہ کہ شہزادوں کو دینے کے لئے۔ اس پر خسرو نے کہا کہ وہ خود اس وقت غریب اور بے کس ہے اور سفر خرچ کے لئے اس کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اس پر گرو نے اُسے پانچ ہزار روپے دیئے۔ دیکھو میکالیف کی سکھ ریلیجن جلد دوم صفحات ۸۴ و ۸۵۔ کننگھم کی ہسٹری آف دی سکھس مرتبہ گیرٹ صفحہ ۵۳۔ دبستان جلد دوم صفحہ ۲۷۳۔ جہانگیر کا بیان ہے کہ ارجن نے خسرو کی پیشانی پر قشقہ یا ٹیکا لگایا۔

Marfat.com

پنجاب کا صدر مستقر تھا لیکن اس نے دیکھا کہ وہاں کے گورنر دلاور خاں نے اسے خوب مستحکم کر رکھا ہے۔

مزاحمت دلاور خاں نے عبدالرحیم کو بغاوت سے باز رکھنے کی ناکام کوشش اور پھر سرپٹ گھوڑا دوڑا کر پانی پت کی طرف روانہ ہو گیا اور راستہ میں لوگوں کو خبردار کرتا گیا۔ پانی پت وہ خسرو سے دو دن پہلے پہنچ گیا اور فصیل اور برجیوں کی مرمت کرائی اور توپیں چڑھا کر قلعہ بند ہونے کی تیاری کی۔ قلعہ کی مختصر فوج کو سعید خاں کے آجانے سے کمک مل گئی، جو کشمیر جاتے ہوئے دریائے چناب پر ٹھہر گیا تھا اور بغاوت کی خبر پا کر فوراً پہنچ گیا[ھ]

پانی پت کا محاصرہ خسرو کے غیر تربیت یافتہ ساتھیوں کی تعداد قلعہ کے اندر کی فوج سے بہت زیادہ تھی لیکن اُن میں ذرا بھی نظم و ضابطہ نہ تھا۔ جیسا کہ ایک حال کے مورخ نے ایک دوسرے موقع کے لئے کہا ہے "غیر تربیت یافتہ رسالہ جس میں گاڑی کے گھوڑے اور سامان ڈھونے والے گھوڑوں پر عام آدمی اور تاجر سوار ہوں اس سے زیادہ مایوس کن کوئی اور فوج نہیں ہو سکتی۔" خسرو نے ایک بیرونی پھاٹک میں آگ لگا دی لیکن دلاور نے فوراً ایک دیوار کھڑی کر دی اور حملہ کے سارے منصوبہ کو شکست دے دی۔ شہزادہ نے نو دن تک بلا کسی کامیابی کے انتظار کیا اور پھر یہ خبر سُنی کہ شاہی فوج بندوق کی زد تک قریب پہنچ گئی ہے[ے]

ھ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۶۲۔ اقبال نامہ صفحات ۱۰ و ۱۱۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۱۔ ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول ۴۸۸ گلیڈون صفحات ۶ و ۷

لاہور عرض البلد ۳۱ درجہ ۳۴ ' ۵۰ شمال اور طول البلد ۷۴ درجہ ۲۱ ' ۱۰ مشرق پر واقع ہے۔ معاصر حال کے لئے دیکھو آئین (جارٹ) جلد دوم صفحہ ۳۲۰ مانسٹریٹ کی کمنٹریس صفحات ۱۵۹ و ۱۶۰ ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھبرج) کلکتہ ریویو ۱۸۷۱ء جلد ۵۲ صفحات ۷۷ و ۷۸۔ دیکھو شیو رنبیر جلد اول صفحات ۹۴ و ۹۵۔ نیز خلاصۃ التواریخ (ترجمہ سرکار) انڈیا آف اورنگ زیب میں صفحات ۷۰ تا ۸۱) حال کی تفصیل کے متعلق لطیف کی لاہور اُس کی آرکی ٹیکچرل ریمنس اینڈ اینٹی کوئیٹیز اگرچہ بہت مفصل ہے مگر بے ترتیب۔

ے جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۶۲۔ اقبال نامہ جلد دوم۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۱ گلیڈون صفحہ ۷۔ ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۸۸

Marfat.com

جہانگیر نے تعاقب کیا

خسرو کے فرار کا حال چند ہی گھنٹوں کے اندر معلوم ہو گیا تھا ایک شمع روشن کرنے والے نے شہزادہ کا کمرہ خالی پاکر وزیر الملک سے اپنا شبہ ظاہر کیا اور وزیر الملک نے فوراً شریف خان کو اطلاع کر دی شریف خاں فوراً ہی محل شاہی میں پہنچ گیا۔ جہانگیر نے باہر نکل کر یہ غیر متوقع خبر سنی اور دریافت کیا کہ تعاقب کے لئے کیا خود اُسے جانا چاہیئے یا شہزادہ خرم کو بھیجنا چاہیئے۔ شریف خاں نے خود اپنی خدمات پیش کیں اور بادشاہ نے منظور کر لیا۔ امیر الامرا نے دریافت کیا کہ اگر حالات بد سے بدتر ہو جائیں تو اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ جہانگیر نے کہا کہ بادشاہی میں قرابت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا اور اُسے پورا پورا اختیار ہے کہ موقع محل کے لحاظ سے جیسا چاہے شہزادہ کے ساتھ سلوک کرے لیکن بعد کو سوچ کر بادشاہ نے تعاقب کی سربراہی دلیر شیخ فرید پر منتقل کر دی۔

اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ خسرو بھاگ کر مان سنگھ کے پاس بنگال جائے گا مگر خبر رسانوں نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ اس نے پنجاب کا راستہ اختیار کیا۔ اس وقت یہ خیال ہوا کہ شاید وہ ازبکوں یا ایرانیوں کی پناہ لے اور فوراً تعاقب کا تہیہ کر لیا گیا۔ دوسرے دن سویرے ہی میواڑ کے خلاف جو فوجیں بھیجی گئی تھیں انہیں واپس لانے کے احکام جاری کر دیئے گئے۔ آگرہ کا انتظام وزیر الملک اور اعتماد الدولہ کے سپرد کر دیا گیا بادشاہ خود ایک بھاری فوج لے کر خسرو کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ سکندرا میں مرزا شاہ رُخ چکر لگاتے ہوئے پکڑ لیا گیا جس نے سازش کا سارا حال بتایا مگر اُسے ہتھکڑی ڈال کر ذلت کے ساتھ ہاتھی پر شہر کا چکر لگایا گیا اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

سمہ کو شاہی فوج نے موڈل میں قیام کیا جہاں انتظام میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ اعتماد الدولہ کو بادشاہ کے پاس بلا لیا گیا اور آگرہ میں اُس کی جگہ دوست محمد کو مقرر کیا گیا۔ مرزا محمد حکیم کے لڑکوں کو حراست میں کر دیا گیا۔ ایک ہراول دستہ شیخ فرید کی ماتحتی میں آگے بڑھا اور خود بادشاہ کچھ فاصلہ پر اُن سے پیچھے روانہ ہوا۔

فرید پوری تیز رفتار سے نہیں چلا شاید اس خیال سے کہ بادشاہ سے اس کا رابطہ نہ ٹوٹ جائے۔ اس کے رقیب شریف خان اور مہابت خاں نے اُس پر سرد مہری کا الزام لگایا اور غداری کا بھی مگر یہ دونوں الزام بے بنیاد ثابت ہوئے جس راستے

Marfat.com

خسرو گیا تھا۔ اسی پر بڑھتے ہوئے فرید بیاس کے کنارے سلطان پور پہنچ کر خیمہ زن ہو گیا خسرو کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ دونوں فوجوں کے بیچ میں گھر جائے اس لئے اُس نے فوج کا ایک دستہ لاہور میں چھوڑا اور خود دس ہزار کی فوج لے کر جنگ کے لئے نکل پڑا[۵]

ناکام گفت وشنید

جہانگیر نے معاملہ کو پُر امن طریقہ پر طے کرنے کی کوشش کی اور میر جمال الدین حسین کو بھیجا کہ خسرو کو اطاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے مگر گفتگو ناکام رہی۔ آئندہ ہونے والی آویزش کا نتیجہ ظاہر تھا تعداد باغیوں کی زیادہ تھی مگر بجز بدخشی رسالہ کے فوج میں نظم وضابطہ نہ تھا۔ نہ معقول اسلحہ تھے نہ سامان اور نہ کوئی قابل سپہ سالار تھا۔ عین جنگ کے وقت موسلادھار بارش ہو گئی اور سب نے قریب کے دیہاتوں میں پناہ لی۔ دوسرے دن صبح کو سارے راستے بالکل دلدل ہو رہے تھے[۶]

بھروال کی لڑائی

چنانچہ جیسے بھی بنا سب واپس ہو کر بھروال کے میدان میں جمع ہوئے۔ لڑائی مختصر، خونریز اور فیصلہ کن تھی سادات بارہہ جو اگلی صف میں تھے انہیں بدخشی رسالہ نے کاٹ کر رکھ دیا لیکن شاہی فوج کے میمنہ کے حملہ نے میدان صاف کر دیا۔ چار سو بدخشی اور سینکڑوں کمتر نمایاں آدمی کھیت رہے۔ بچے ہوئے لوگوں میں افراتفری اور مایوسی تھی۔ کئی سو تو شاہی فوج کے ہاتھوں میں پڑ کر گرفتار ہوئے اور باقی اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ خسرو کے جواہرات کا بکس گم ہو گیا اور دشمنوں کے ہاتھ لگا۔

---

[۳] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۷، ۶۳، ۷۱، ۷۳، ۷۴۔ اقبال نامہ ۱۱، ۱۰، ۹، خافی خان جلد اول صفحات ۲۵۰ و ۲۵۱۔ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۲۲۴۔ گلیڈون صفحہ ۶۔ پرایس کی جہانگیر صفحہ ۹۶۔ بنگباسی ایڈیشن صفحات ۱۴ و ۱۵۔ اس میں اس فقرہ پر کہ بادشاہی میں قرابت کا لحاظ نہیں ہوتا۔ طویل بحث ہے۔

[۴] ہوڈل پنجاب (اب ہریانہ) کے ضلع گوڑگاؤں میں واقع ہے۔

[۵] سلطانپور موجودہ سکھ ریاست کپورتھلہ میں ہے دیکھو جارٹ جلد دوم صفحات ۱۱۰، ۳۱۰ و ۳۱۷

[۶] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۴ و ۶۵۔ اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۱۲۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۳۱

Marfat.com

خسرو کی شکست خود شہزادہ اور عبدالرحیم کو حسین بیگ بچے ہوئے لوگوں کے ساتھ ایک طرف کو بھاگ نکلے۔ اُن کے آپس میں اگلے منصوبہ کے بارے میں شدید اختلاف تھا۔ ہندوستانیوں کی اکثریت میں جن کے خاندان میدانی علاقوں میں آباد تھے اس پر اصرار کیا کہ تیز رفتار گھوڑوں پر آگرہ چلا جائے اور سلطنت کے صدر مستقر میں ہلچل پیدا کر دی جائے اور اگر اس میں ناکامی ہو تو مان سنگھ کی طرف فرار کیا جائے اس بے ہنگم منصوبہ کی حسین بیگ نے مخالفت کی اور کابل کی طرف پسپا ہونے پر اصرار کیا جہاں سے بابر، ہمایوں اور سارے ہندوستان پر کامیاب حملہ کرنے والے چلے تھے اُس نے یہ بھی پیش کش کی کہ اگر اس کی رائے پر عمل کیا گیا تو روہتاس کے قلعہ میں، اس کا جو چار لاکھ روپیہ کا اندوختہ ہے وہ شہزادہ کے حوالے کر دے گا۔ اُسے اس کی بھی توی امید تھی کہ وہ دس بارہ ہزار مغل سوار جمع کر سکے گا جس کے ساتھ وہ یا تو کابل میں قلعہ بند ہو جائیں اور یا ہندوستان پر حملہ کریں[9]

شہزادہ نے حسین بیگ کی رائے قبول کی اگرچہ اس کے نتیجہ میں اُس کے افغانی اور ہندوستانی ہمراہیوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ چند بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ وہ مغرب کی طرف روانہ ہوا لیکن گھاٹوں اور پایاب دریائی راستوں پر سخت پہرہ تھا۔ راجہ باسو باغیوں کا راستہ روکنے کے لئے شمال کی طرف نکل پڑا تھا۔ سارے کروڑی اور چودھری اور جاگیردار ہوشیار ہو گئے تھے۔ جہانگیر خود بھی تیار تھا کہ اگر شہزادہ افغانستان کی طرف رُخ کرے تو اس کا تعاقب کیا جائے[10]

گرفتاری روہتاس جاتے ہوئے خسرو، حسین بیگ اور عبدالرحیم اپنے چند حامیوں کے ساتھ رات کی تاریکی میں شاہ پور کے گھاٹ تک پہنچ گئے۔ یہاں دو کشتیاں تھیں جن میں سے ایک پر ایندھن اور بھوسا لدا ہوا تھا اور دوسری خالی تھی حسین بیگ نے کوشش کی کہ لدی ہوئی کشتی کے ملاح خالی کشتی پر چلے جائیں مگر سودھارا کے چودھری کمال کے داماد کلن کے آ جانے سے خلل پڑ گیا اور کلن نے شور مچا دیا

---

[9] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۶۵ و ۶۶۔ اقبال نامہ صفحات ۱۳ و ۱۴۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۶۰۔

[10] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۶۵ تا ۶۶۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۳ و ۱۴۔

Marfat.com

جس سے دریا کے کنارے ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ خوشامد، درآمد، دھمکی، روپیہ پیسہ کا لالچ اور تیروں کی بارش کوئی چیز بھی ملاحوں کو مصیبت زدہ لوگوں کو دریا پار لے جانے پر آمادہ نہ کر سکی۔ عین اس وقت ابوالقاسم نمکین کے ماتحت سواروں کی ایک جماعت موقعہ پر پہنچ گئی۔ باغیوں نے خود جلدی سے کشتیوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں کھینچتے ہوئے لے چلے لیکن علی الصباح کشتی خشکی سے ٹکرا گئی۔ اس دوران میں دریا کے دونوں کناروں پر پہرہ دار اور سپاہی کھڑے ہو گئے تھے۔ اُجالا ہونے پر شاہی فوج کے سپاہی کشتیوں اور ہاتھیوں پر دریا میں کود پڑے اور ٹوٹی ہوئی کشتی کے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ابوالقاسم نمکین فوراً ہی سخت پہرے میں اُنہیں گجرات کے شہر تک لے گیا[11]

لاہور لائے گئے جہانگیر جو لاہور میں کامراں کے باغ میں خیمہ زن تھا[12] یہ خبر سُن کر خوش ہوا اور قیدیوں کو لانے کے لئے شریف کو روانہ کیا۔ یکم مئی کو قیدی لاہور لائے گئے۔ عوام اور دربار دونوں میں کھلبلی مچ گئی اور لوگ بے چینی اور تشویش کے ساتھ شہزادے کا انجام دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ خود جہانگیر رنج و غم میں ڈوب گیا اور اپنے خاندان کے اندر اس کشمکش کو دیکھ زار و قطار رونے لگا۔

دربار پھر اُس نے اپنے جذبات کو قابو میں کر کے دربار طلب کیا۔ افسر اور درباری اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور عوام ذرا فاصلہ پر۔ جہانگیر خود تخت شاہی پر بیٹھا۔ شہزادہ خسرو کو ہاتھوں میں ہتھکڑی اور زنجیروں میں بندھا ہوا پیش کیا گیا اور وہ لرز رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حسین بیگ اُس کے داہنے ہاتھ اور عبدالرحیم بائیں پر تھے اس منظر نے سب کے دل ہلا دیئے۔

فہمائش اور قید خسرو نے بادشاہ کے سامنے سربسجود ہونا چاہا مگر اس سے سختی سے سیدھا کھڑا رہنے کو کہا گیا۔ حسین بیگ نے اپنی صفائی

---

[11] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۶ و ۶۷۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۴۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۲۔ صفحات ۸ و ۹ سوڈھارتھ موجودہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ دیکھو جارٹ جلد دوم صفحہ ۱۱۰

[12] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۶۸۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۳۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۲۴۔ جہانگیر نے اپنا خیمہ یہاں ۲۸ اپریل ۱۶۰۶ء کو لگایا تھا۔

Marfat.com

پیش کرنا چاہی مگر اُسے خاموش کر دیا گیا۔ جہانگیر نے خسرو کی سخت ملامت کی اور حراست میں رکھنے کا حکم دیا۔[16]

باغیوں کو وحشیانہ سزائیں

شہزادہ کے ہمراہیوں کو وحشیانہ سزائیں دی گئیں۔ حسین بیگ کو بیل کی تازہ کھال میں سی دیا گیا۔ اور عبدالرحیم کو گدھے کی کھال میں جس کے سینگ اور پر کو نکلے ہوئے تھے۔ انہیں گدھوں پر دم کی طرف منہ کر کے سوار کیا گیا اور لاہور کی سڑکوں پر گشت کرایا گیا۔ حسین بیگ بارہ گھنٹے کے اندر گھٹ کر مر گیا مگر عبدالرحیم کی حالت کو اس کے بااثر دوستوں نے سنبھال لیا۔ چوبیس گھنٹے کی شدید اذیت کے بعد اُسے معافی دی گئی اور سابقہ اعزازات بر بحال کر دیا گیا۔[17] چند دن بعد باغ کامران سے شہر لاہور کو جانے والی سڑک پر دو رویہ سولیوں کی ایک لمبی قطار نظر آئی۔ ان میں سے ہر ایک پر ایک باغی تھا جس کے ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھکی تھیں اور وہ درد سے چیخ رہا تھا۔ بربریت کے اس مظاہرہ کی تکمیل کے لئے شہزادہ خسرو کو ہاتھی پر بٹھا کر شہر کا گشت کرایا گیا اور اس کے آگے غیر شریفانہ مضحکہ طور پر اس کے ساتھیوں سے اظہارِ عقیدت کرایا گیا۔ شہزادے کی نازک روح جو شدید غم سے تقریباً ناقابلِ برداشت تھا چھلنی کر دی گئی۔ کئی دن تک وہ کرب کے ساتھ روتا رہا۔ زخمی دل کو کسی ہمدردی یا تشفی سے سکون نہیں ملتا تھا اور اس کا حسین چہرہ جس نے بہتوں کے دل موہ لئے تھے رنج و غم سے پژمردہ ہو گیا اور غمگینی ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئی جو ہمیشہ قائم رہی۔ اس کے دو ساتھیوں کو جنھوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر لاہور کے لوگوں کو لوٹ لیا تھا نسبتاً ہلکی سزائیں دی گئیں۔ امبا کو پندرہ ہزار روپیہ جرمانہ کر کے رہا کر دیا گیا اور اس کے ساتھی راجو کو قتل کر دیا گیا۔[18]

---

[16] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۶۸۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۰، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۵۔ ڈوجارک باب ۱۰۔ فادر ہوسٹن کی اینول ریلیشن وغیرہ۔ جرنل آف دی پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جلد ۲ نمبر ا صفحہ ۵۰۔

[17] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۸ و ۶۹۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۰، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۴، ڈوجارک باب ۱۰۔ فادر ہوسٹن کی اینول ریلیشن وغیرہ جرنل آف دی پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جلد ۲ نمبر ا صفحہ ۵۰

[18] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۹، ۷۲، ۷۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۲، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۲۔ بلوکمین
(باقی صـ پر)

Marfat.com

لیکن اس سے زیادہ باوقعت شخصیت جسے قربانی کا بکرا بنایا گیا سکھ گرو ارجن کی تھی جس نے اپنے دور روحانی پیشروؤں کے اقوال و تحریرات قلم بند کر کے آنے والی نسلوں پر مستقل احسان کیا تھا وہ ۱۵۶۵ء میں بمقام گوندوال پیدا ہوا تھا اور چوتھے گرو رام داس کا چوتھا لڑکا تھا۔ بچپن ہی سے اُس میں غیر معمولی روحانیت اور غور و خوض کا گہرا رجحان تھا۔ اس کا بڑا بھائی دنیادار پرتھوی چند عرف پرتھیا تھا جس پر اُس کے باپ نے ارجن کو ترجیح دی اور ۱۵۸۱ء میں اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ رقابت کے تیز شعلوں نے پرتھیا کے دل میں برادرانہ اخوت اور انسانی ہمدردی کے جذبات کو جلد راکھ کر دیا۔ اپنی بیوی کے بھڑکانے پر جو لطیف نسوانی جذبات سے خالی تھی وہ اپنے بھائی کی تباہی کے لیے مسلسل اور انتھک کوشش کرتا رہا اسے ایک سرکاری افسر چندو ہم خیال مل گیا۔ جسے ارجن سے اس بنا پر سخت مخاصمت تھی کہ اُس نے اپنے لڑکے کے لئے چندو کی لڑکی کا رشتہ منظور نہیں کیا تھا لیکن ارجن کامل سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنے روحانی مشاغل میں مصروف رہا۔ اس نے ترن تارن کا مقدس شہر آباد کیا اور امرتسر کا مشہور حوض بنایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے گروؤں اور نیز ہندو مسلم مصلحوں کے حالات بھجن اور اقوال جمع کئے اور خود اپنے الہامی

صفحات ۵۴ و ۵۵۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی گئی تھیں ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ دوجارٹ رباب ۱۱۷ کے بموجب دو سو کی تعداد ہے جو بظاہر تقریباً صحیح ہے۔ ٹیری (صفحہ ۴۱۰) عام لوگوں کے بیان کے بموجب ۳۰۰ بتاتا ہے پرایس کی جہانگیر صفحہ ۸۰۔ بنگباسی ایڈیشن کلکتہ صفحات ۱۵۳ و ۱۵۴) بے بس لوگوں کی مصیبت پر خوشی ظاہر کرتا ہے لیکن خود جہانگیر نے مختص واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ خلاصۃ التواریخ کا بیان ہے کہ شہزادہ نے جب اپنے ساتھیوں کی اذیت دیکھی تو موت کی تمنا کی۔ یورپین سیاحوں نے بغاوت کا حال بُری طرح بگاڑ کر لکھا ہے جو بازاری گپ پر مبنی ہے ٹیری صفحہ ۴۱۰، کا بیان ہے۔ خسرو واقعی لاہور میں تخت نشین ہو گیا تھا اور لوگوں نے اسے مان لیا تھا۔ اُس نے لکھا ہے کہ خسرو نے بے قصور لوگوں کو سزا دینے اور خود اسے بچا لینے پر جہانگیر کو بُرا بھلا کہا۔ نیز دیکھو ہاکنس (پرچہ جات چہارم صفحہ ۵۱)۔ فنچ (پرچہ جات سوم صفحہ ۳۸)، ڈیلاویل جلد اول صفحہ ۵۶۔ پیٹر منڈی صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۵۔ ڈی لائٹ (ترجمہ لیتھ برج کلکتہ ریویو جلد ۵۲ ۱۸۷۰ء صفحہ ۷۷) کا بیان بہت مختصر اور گمراہ کن ہے۔ نیز دیکھو ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۸۰۔ ٹاڈ کا بیان ہے کہ بغاوت کے بعد جہانگیر نے مان سنگھ پر دس کروڑ روپیہ کا بھاری جرمانہ کیا۔

Marfat.com

بیانات شامل کر کے ادی گرنتھ تیار کی۔ اس کی شہرت اور اثر نزدیک و دُور پھیل گیا؛ اس کے چیلوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا جس سے ہندو اور مسلمان اہلِ مذہب کو سخت جھنجھلاہٹ اور ذلت محسوس ہوئی اور انہوں نے اکبر سے شکایت کی کہ وہ اُن کے مذہب کو بدنام کر رہا ہے۔ لیکن اکبر کو ادی گرنتھ کے مطالعہ سے ارجن کی بے مثال پارسائی کا یقین ہوگیا۔ اکبر کے انتقال کے بعد نیک دل گرو سے یہ غلطی ہوگئی کہ اس نے مصیبت زدہ باغی شہزادہ کو دعا دی۔ اس بات کا اُس کے دشمنوں نے بتنگڑ بنا دیا اور انہوں نے جہانگیر سے کافی رنگ آمیزی کے ساتھ اور دلی کدورت اور مذہبی جنون کے ساتھ گرو کی غداری اور بے دینی کی شکایت کی۔ اس وقت پرتھیا کا تو انتقال ہوچکا تھا لیکن اس کا جانشین اس کا لائق لڑکا مہربان تھا۔ بادشاہ پہلے تو اس معاملہ میں نرمی برتنا چاہتا تھا مگر بالآخر وہ ارجن کے دشمنوں کے جال میں پھنس گیا۔ گرو کو سزائے موت اور ضبطی جائداد کی سزا دی گئی اور اس کا مجرہ بھی ضبط کر لیا گیا۔[۱۶]

---

۱۶ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۷۲، و ۷۳۔ گرو ارجن کے حالات زندگی کے لئے دیکھو میکالف جلد دوم صفحات ۳۵۳ تا ۳۵۵۔ جلد سوم صفحات ۱ تا ۱۰۱۔ اس کے بھجنوں کے لئے صفحات ۲۰۲ تا ۲۲۴۔ نیز دیکھو سنگھ کی ہسٹری آف دی سکھس (مترجمہ جارٹ) صفحات ۵۱ تا ۵۲۔ گوکل چند نارنگ کی ٹرانسفارمیشن آف سکھزم صفحات ۳۱ تا ۴۱۔ ارجن کی موت پر سکھ روایات میں افسانوں کی ایک بڑی عمارت تعمیر کر دی گئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جہانگیر نے گرو کو بلا کر اُس سے یہ کہا "آپ تو بڑے بزرگ، بڑے معلم اور مقدس انسان ہیں امیر غریب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میرے دشمن خسرو کی روپیہ سے مدد کریں۔" ارجن نے جواب دیا "میں سب لوگوں کا خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، امیر یا غریب، دوست یا دشمن یکساں خیال کرتا ہوں۔ نہ کسی سے محبت ہے نہ دشمنی۔ اور اسی بنیاد پر آپ کے لڑکے کو سفر خرچ کے لئے روپیہ دیا۔ نہ کہ آپ کی مخالفت میں۔ اگر میں نے آپ کے لڑکے کی بے بسی کی حالت میں مدد نہ کی ہوتی اور آپ کے والد شہنشاہ اکبر نے مجھ پر جو مہربانی کی تھی اس کا لحاظ نہ کیا ہوتا تو لوگ میری سنگدلی اور ناشکری پر مجھ سے نفرت کرنے لگتے یا یہ کہتے کہ میں بادشاہ سے ڈر گیا۔ یہ ساری دنیا کے گرو نانک کے پیرو کے شایان شان نہ ہوتا۔" اس پر جہانگیر نے ارجن کو دو لاکھ روپیہ جرمانہ کی سزا دی اور انہیں حکم دیا کہ گرنتھ میں جو بھجن ہندو یا مسلم مذہب کے خلاف ہوں وہ خارج کر دیں۔ ارجن نے جواب دیا "میرے پاس جو پیسہ ہے وہ غریب اور بے یار و مددگار کا
دیا ہوا ہے

Marfat.com

سکھوں کی روایات میں اس افسوسناک واقعہ کو اس رنگ میں دکھایا گیا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ) اور بے بس لوگوں کے لئے ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ لے لیں مگر جرمانہ کے نام سے میں ایک کوڑی نہ دوں گا۔ اس لئے کہ جرمانہ بدکار دنیادار لوگوں پر کیا جاتا ہے نہ کہ پجاریوں اور گوشہ نشین لوگوں پر۔ اور آپ نے جو گرنتھ سے بھجنوں کو خارج کرنے کے لئے کہا ہے تو میں گرنتھ سے نہ ایک حرف خارج کر سکتا ہوں نہ بدل سکتا ہوں۔ میں لافانی خدا، روح الارواح کا پجاری ہوں۔ اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے اور جو کچھ اس نے گرو نانک سے لے کر گرو رام داس اور مجھ تک الہام کیا وہ مقدس گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ اس میں جو بھجن ہیں اُن سے کسی ہندو اوتار یا مسلمان پیغمبر کی توہین نہیں ہوتی۔ بیشک اس میں لکھا ہے کہ پیغمبر اور اوتار لافانی خدا کے بنائے ہوئے ہیں جس کی کوئی حد معلوم نہیں کر سکتا۔ میرا اصل مقصد سچائی کا پرچار کرنا اور باطل کو مٹانا ہے اور اس مقصد کے پرچار میں اگر یہ فانی جسم ختم ہو جائے تو میں اسے بڑی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

بادشاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ دربار عام سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد قاضی نے گرو کو اطلاع دی کہ اُسے جرمانہ ادا کرنا چاہیئے ورنہ ادا نہ کرنے پر اُسے قید میں رہنا ہوگا۔ ارجن نے فوراً اپنے پیروؤں کو سختی سے منع کیا کہ وہ جرمانہ ادا کرنے کے لئے ہرگز کوئی چندہ نہ کریں۔ جب قاضیوں اور پنڈتوں نے اُسے گرنتھ سے قابلِ اعتراض حصے نکال دینے پر رہا کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا "گرنتھ صاحب لوگوں کو دنیا اور آخرت میں فلاح دینے کے لئے لکھی گئی ہے نہ کہ مصیبت میں ڈالنے کے لئے۔ اسے پھر سے لکھنا یا آپ کے کہنے کے مطابق اس میں کمی بیشی کرنا قطعی ممکن نہیں ہے۔" گرو کے دشمنوں نے اُسے سخت اذیتیں دیں جنہیں اس نے پورے سکون اور خاموشی سے برداشت کیا۔ ذرا بھی آہ یا کراہ زبان سے نہیں نکالی۔ جب اُس سے پھر توبہ کرنے کو کہا گیا تو اس نے بلا خوف کہا "اے بیوقوفو! میں تمہارے مظالم سے کبھی خوف زدہ نہ ہوں گا۔ یہ سب خدا کی مرضی ہے۔ اس لئے یہ اذیت میرے لئے باعثِ مسرت ہے۔" اس کے بعد اور اذیتیں دی گئیں جس کی بادشاہ کو نہ اطلاع تھی نہ اس کی اجازت۔ بالآخر ایک دن گرو نے اشنان کرنے کی اجازت حاصل کی اور دریا کے کنارے اپنی روح کو روح آفریں کے حوالے کر دیا۔

گرو ارجن کے حالاتِ زندگی کے بارے میں سکھوں کے بیان کے لئے دیکھو میکالیف جلد دوم صفحات ۱ تا ۱۰۱ (اپنے والد کی زندگی کے زمانے کے) اور جلد سوم صفحات ۱ تا ۱۰۱۔ اُس کے بھجنوں کے متعلق جن میں سے بعض بہت ہی اعلیٰ اور بلند اخلاق کے ہیں دیکھو جلد سوم صفحات ۱۰۲ تا ۴۴۴۔

دبستان مذاہب کا بیان ہے کہ جہانگیر نے گرو ارجن دیو پر جو جرمانہ کیا تھا اُسے نہ ادا کرنے پر اُسے لاہور میں قید کر دیا گیا اور اس دن گرمی کی شدت سے اور جو لوگ جرمانہ وصول کرنے مقرر کئے گئے تھے ان کے مظالم سے فوت ہو گیا۔

(باقی ص پر)

Marfat.com

مغل بادشاہوں کے سکھوں پر مذہبی مظالم کا جو سلسلہ رہا اس کی یہ پہلی کڑی ہے۔ لیکن دراصل ایسی کوئی بات نہیں ہے جہانگیر کی غلطی کی اہمیت کم کئے بغیر یہ واجبی طور پر تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ سارا معاملہ دراصل ایک ہی سزا کا تھا۔ جس کی بنیادی وجہ سیاسی تھی کسی اور سکھ کو نہیں ستایا گیا اور نہ سکھ مذہب پر کوئی پابندی لگائی گئی۔ گرو ارجن کی زندگی بھی امن سے گذر جاتی اگر انہوں نے ایک باغی کی مدد نہ کی ہوتی۔

وفادارانہ خدمات کے انعام اگر غداری کی سزائیں سخت تھیں تو وفادارانہ خدمات کے انعام بھی فیاضانہ تھے۔ شیخ فرید بخاری کو مرتضیٰ خاں کا اعلیٰ خطاب دیا گیا اور جس مقام پر وہ کامیاب ہوا تھا اس کا نام بھیرووال سے بدل کر فتح آباد کر دیا گیا اور وہ فاتح کو جاگیر میں دیدیا گیا۔ مہابت خاں کو دو ہزار ذات اور تیرہ سو سوار کے منصب پر ترقی دی گئی اور دلاور خاں کو دو ہزار ذات اور چودہ سو سوار کے منصب پر۔ جہلم اور چناب کے درمیان کے ہر چودھری کو زمین کا انعام دیا گیا اور ہر جاگیردار کو جس نے بغاوت کو فرو کرنے میں کوئی حصہ لیا تھا اس کی خدمات کا انعام دیا گیا[۲]۔

راجپوتانہ میں رائے رائے سنگھ کا انحراف خسرو کی بغاوت ایک ماہ کے اندر ہی اکبر کے انتقال کی تھوڑی مدت گزرنے پر دبادی گئی مگر اس کی آگ سلطنت کے دوسرے حصوں میں بھڑکی۔ بیکانیر کے رائے رائے سنگھ کو جو تین ہزار کا منصب دار تھا اور اپریل ۱۶۰۶ء میں آگرہ کے شاہی

(بقیہ حاشیہ) بادشاہ کا پورے وثوق سے بیان ہے کہ اس نے گرو کو سزائے موت اور ضبطی جائداد کی سزا دی لیکن ایک معنی خیز فقرہ کا بھی اس میں اضافہ ہے کہ "جب یہ واقعہ میرے گوش گذار ہوا اور میں اس کی حماقت کو اچھی طرح سمجھ گیا" جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے دوسروں کے کہنے پر عمل کیا۔

باوجود اس علامت کے جو مذہب کی بنیاد پر جہانگیر نے گرو کی اس میں مطلق شک و شبہ نہیں کہ سزائے موت سوائے سیاسی بنیاد پر دی گئی۔

[۲] جہانگیر راجرس و بیوریج اجلد اول صفحات ۷۶ و ۷۷۔ اقبال نامہ صفحات ۱۶ و ۱۷۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۳۔ گلیڈون صفحہ ۱۰۔ ڈو جارک د باب ۱۷ کا بیان ہے کہ جہانگیر گرو کو تیدیوں کو مثلا ہو کے لئے آگرہ لے گیا مگر اس بیان کی کوئی اور مورخ تائید نہیں کرتا اور جہانگیر لاہور سے آگے نہیں بلکہ کابل گیا تھا۔

Marfat.com

نمائندوں سے وابستہ تھا اور راجپوت امرا میں عظیم المرتبت تھا جلد ہی بعد اُسے شاہی حرم کے ساتھ پنجاب جانے کا حکم دیا گیا متھرا پہنچ کر وہ اپنی ذمہ داری سے دست بردار ہو گیا اور بیکانیر چلا گیا اور ناگور کے جوار میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ کچھ دنوں تک وہ اور اس کا لڑکا دیپ سنگھ اس علاقہ پر قابض رہے مگر جہانگیر نے میواڑ کی مہم پر متعینہ افواج کو ہدایت کی کہ وہ باغیوں کی سرکوبی کریں۔ راجہ جگناتھ ولد راجہ بھارمل اس مہم کی سربراہی پر مامور ہوا اور معز الملک بخشی نائب سپہ سالار مقرر ہوا۔ رائے رائے سنگھ نے شاہی فوج سے بچ نکلنے کی کوشش کی مگر ایک فوجی دستہ نے ناگور کے قریب اُسے پکڑ لیا۔ یہاں جو جھڑپ ہوئی اُس نے باغیوں کی کمر توڑ دی اور اُنہیں منتشر کر دیا۔ رائے رائے سنگھ گرفتار ہوا۔ مگر کچھ عرصہ بعد معاف کر دیا گیا اور اپنے اعزازات پر بحال کر دیا گیا۔[۱۸]

بہار کا سنگرام بہار کے ایک چھوٹے سے رئیس سنگرام نے چار ہزار اور اس سے زیادہ تعداد میں پیدل سپاہ جمع کر لی اور خسرو کے فرار کے جلد ہی بعد علم بغاوت بلند کر دیا۔ بہار کے گورنر جہانگیر قلی خاں نے اُسے ایک لڑائی میں شدید نقصان پہنچا کر اور بندوق کی ایک گولی سے زخمی کر کے شکست دے دی۔[۱۹]

لیکن ہندوستان کے اندرونی خلفشار کا ایک بہت ہی اہم نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ ایران نے قندھار کے زبردست قلعہ پر چڑھائی کر دی۔

---

[۱۸] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۶۰، ۹۴ و ۱۳۰ و ۱۳۱ بلوکمین صفحات ۳۵۷ تا ۳۵۹ و ۳۸۰۔ گلیڈون صفحہ ۱۲

[۱۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۸۲ و ۸۳

Marfat.com

چھٹے باب کا ضمیمہ

خسرو کی بغاوت کی رفتار کی تاریخیں

سنہ ہجری	سنہ الٰہی	سنہ عیسوی		خسرو کی نقل و حرکت	جہانگیر کی نقل و حرکت
۱۰۱۴ھ	۱	۱۶۰۶ء			
ذی الحجہ	فروردین	اپریل	دن		
۸ ر	۲۸	۶	اتوار	خسرو کا فرار	
۹ ر	۲۹	۷	دوشنبہ		تعاقب میں روانگی
۱۰ ر	۳۰ ر	۸ ر	منگل		پرگنہ متھرا کے ایک گاؤں میں قیام
۱۱ ر	۳۱	۹ ر	بدھ		ہوڈل میں قیام
۱۲ ر	اردی بہشت ۱	۱۰ ر	جمعرات		فرید آباد میں قیام۔ دو افسران مرزا حسین اور نورالدین لاہور میں داخل
۱۳ ر	۲ ر	۱۱ ر	جمعہ		جہانگیر کی دہلی میں آمد
۱۴ ر	۳ ر	۱۲ ر	سنیچر		سرائے نرلہ میں قیام۔ دلاور خاں کا ایک پیام مہر لاہور میں۔
۱۶ ر	۵ ر	۱۴ ر	دوشنبہ		
۱۷	۶ ر	۱۵ ر	منگل		پرگنہ پانی پت میں آمد۔ دلاور علی چند آدمیوں کے ساتھ لاہور میں داخل پرگنہ کرنال میں آمد
۱۸ ر	۷ ر	۱۶ ر	بدھ	لاہور میں محاصرہ	
۱۹	۸ ر	۱۷ ر	جمعرات		پرگنہ شاہ آباد میں آمد

Marfat.com

سنہ ہجری	سنہ الٰہی	سنہ عیسوی	دن	خسرو کی نقل و حرکت	جہانگیر کی نقل و حرکت
۲۴ر ۲۵ر	۱۳ر ۱۴ر	اپریل ۲۲ر ۲۳ر	منگل بدھ	خسرو کے پانچ ہمراہی گرفتار خسرو جنگ کے لئے روانہ	
۲۶ر	۱۵ر	۲۴ر	جمعرات	خسرو کی جنگ کے لئے روانگی جہانگیر کو اطلاع بھروال کی جنگ	
۲۸ر ۲۹ر ۳۰ر	۱۷ر ۱۸ر ۱۹ر	۲۶ر ۲۷ر ۲۸ر	شنبہ اتوار	چناب پر آمد گرفتار ہوگیا	جیپال میں آمد
محرم ۱۰۱۵ھ		مئی یکم	دوشنبہ جمعرات	مرزا کامران کے باغ میں جہانگیر کے سامنے پیش	خسرو کی گرفتاری کی جہانگیر کو اطلاع
۹ر	۸ر اردی بہشت	۲۹ر اپریل تا ۷ر مئی	بدھ		مرزا کامران کے باغ میں قیام لاہور میں داخلہ

Marfat.com

ساتواں باب

قندھار۔ جہانگیر کی کابل کو روانگی جہانگیر کے قتل کی سازش۔ پٹنہ کی شورش

قندھار کا محل وقوع

قندھار کے صوبہ کے شمال اور مشرق میں نیچی پہاڑیوں کی ایک قطار ہے اور جنوب میں بے آب وگیاہ ریگستان بالکل ویرانی کا ہیولیٰ اور مغرب کی طرف ایک خشک جلتا ہوا بنجر جو ایران تک چلا گیا ہے مگر خود قندھار صوبہ جو بصورت اور سرسبز اور پانی سے سیراب وادی ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔[1]

تجارتی اہمیت

اس قدرتی فوقیت کی بنا پر اُس کا خاص شہر مدت ہائے دراز سے تجارت کا مرکز رہا ہے۔ قرون وسطیٰ میں اس کی حیثیت اہم ترین تجارت گاہ کی تھی۔ یہیں ایران، ہندوستان، ترکی اور وسط ایشیا کے تاجر جمع ہو کر ایک دوسرے سے سامان تجارت کا مبادلہ کرتے تھے۔ مغرب کو جانے والا ہندوستان کی تجارت کا کارواں لاہور میں ایک زبردست دھارے سے مل جاتا تھا اور مسلح حفاظتی دستہ کی نگہبانی میں شمال مغربی وحشیانہ قبائلی علاقہ سے گزر کر قندھار جاتا تھا اور وہاں ایران کی طرف سے آئے ہوئے ایسے ہی اجتماع سے ملتا تھا۔ یہاں

---

[1] چارٹ جلد دوم صفحات ۳۰۲ و ۳۰۵۔ اسٹیل و کروتھر پرچہ جات چہارم صفحات ۲۷۲ و ۲۷۳۔ سال بینک پرچہ جات سوم صفحہ ۸۵۔ دی لائٹ لیتھ برج کلکتہ ریویو ۱۸۰۰ء ۱۵ صفحہ ۹۶۔ سر طاس بولڈیچ کی گیٹس آف انڈیا صفحہ ۵۲۸۔ سفرنامہ میسن جلد اول صفحہ ۲۸۰۔ سرکار کی اورنگ زیب جلد اول صفحہ ۱۲۰۔ امپیریل گزیٹیر جلد اول صفحہ ۱۲۔ اسٹیل و کروتھر لکھتا ہے: "سارا ایران خصوصاً اس کے (قندھار کے) اور اصفہان کے درمیان ایک بنجر ہے جہاں دس دن کے سفر میں کوئی سبز چیز نظر نہیں آتی۔ البتہ کچھ تھوڑا پانی اور وہ بھی اکثر کھاری بدبودار ہوتا۔" بلوچستان کے آباد علاقہ کے لوگوں میں ایک مثل مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو بنایا تو کوڑا کرکٹ بلوچستان میں ڈال دیا۔

Marfat.com

سے ہر طرف کو جانے کے لئے بکثرت اونٹ کرایہ پر مل جاتے تھے۔ سمندر پر پرتگالیوں کی غارتگری اور موزکا راستہ تجارت کے لئے بند ہو جانے کی وجہ سے قندھار سے گزرنے والی تجارت بہت بڑھ گئی تھی۔ سترھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں تقریباً چودہ ہزار اونٹ ہر سال ہندوستان سے ایران جاتے ہوئے قندھار سے گزرتے تھے۔ سارے طویل راستہ پر چھوٹے چھوٹے رئیس اور سرکاری افسر تاجروں سے خوب روپیہ وصول کرتے تھے مگر تجارت سے جو کثیر منافع ہوتا تھا اس کا بہت ہی قلیل حصہ لے پاتے تھے۔ ایک اونٹ کے بار کی قیمت ایک سو بیس سے ایک سو تیس روپیہ تک ہوتی تھی لیکن اس جوکھم کام کا کافی معاوضہ مل جاتا تھا۔ قندھار میں کثیر لوگوں کی آمد و رفت سے اشیائے خوراک کی قیمتیں بڑھ گئیں اور شہر کے لوگ مالدار ہو گئے۔ آس پاس مضافات آباد ہو گئے۔ بڑھتی ہوئی تجارت سے خانہ بدوش سرحدی قبائل کو بھی فائدہ ہوا۔ وہ اکثر بھیڑ بکری موٹے کپڑے اور بنی ہوئی چیزوں سے مبادلہ کرتے تھے۔[۲]

جنگی اہمیت قندھار کو جس چیز نے ممتاز تجارتی مرکز بنا دیا تھا۔ اس سے جنگی نقطۂ نظر سے بھی اُس کی اول درجہ کی اہمیت تھی۔ اس کا حکمراں چھاپہ مار کر بے خبری میں کابل کو لے سکتا تھا۔ ہندوستان کی طرف اس کے دو دروازے ہیں جو ہندوستان پر حملہ کرنے والی ایرانی یا وسط ایشیائی فوج کے جنگی مستقر کا کام دے سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بیرونی چوکی ہے جسے ہندوستان کی حکومت کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہیئے یا یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ دوستانہ اقتدار میں رہے۔

بابر کے عہد میں اس کی تاریخ قرون وسطیٰ کی قرب وجوار کی سلطنتوں نے قندھار کی دوہری منفعت کو پورے طور پر دیکھ لیا تھا۔ بابر نے کابل کی فتح کے چند ہی سال بعد ۱۵۲۲ء میں قندھار کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا اور مضبوطی سے قبضہ رکھا۔ ۱۵۳۰ء میں بابر کے انتقال کے بعد یہ اس کے دوسرے لڑکے کامران کے ہاتھ میں چلا گیا

ہمایوں ہمایوں جس وقت جلاوطنی میں ایران کے دربار میں تھا اُسی وقت اُس نے

---

[۲] اسٹیل و کروتھر پرچہ جات چہارم صفحات ۲۶۹ و ۲۷۲ و ۲۷۳ سالبینک پرچہ جات سوم صفحہ ۲۸۵۔ قندھار کے راستہ سے اصفہان سے آگرہ کے راستہ کے لئے دیکھو ٹیوزنیر (مرتبہ بال)، جلد اول صفحات ۹۰ تا ۱۰۳

Marfat.com

اور اس کے میزبان نے کابل اور ہندوستان کو دوبارہ حاصل کرنے کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کر لیا تھا۔ شاہ ایران نے ہمایوں کو دس ہزار فوج کی مدد اس شرط پر دی تھی کہ قندھار اس کے حوالے کر دیا جائے۔ ہمایوں بحیثیت مجموعی دیانتدار اور صاف مزاج کا انسان تھا مگر درمیان میں جو مفاد کی اہمیت تھی اُس نے دیانتداری کو مغلوب کر لیا اور اس نے قندھار پر قبضہ جمالیا اور خفیف خفیف حیلے بہانوں سے وعدہ پورا نہ کیا۔ لیکن ہمایوں کے انتقال پر قندھار آسانی سے ایران کے قبضہ میں چلا گیا اور ۱۵۵۸ء میں سلطان حسین مرزا کی حفاظت میں دے دیا گیا۔ ایک نسل کے بعد مغل سلطنت کے مغل سلطنت غیر معمولی قوت اور عروج کے ساتھ ابھری اور اُسے اس گراں قدر چوکی کی اہمیت محسوس ہوئی۔ اکبر نے تجویز کیا کہ عبدالرحیم خان خاناں سندھ اور بلوچستان کی فتح کے بعد قندھار پر حملہ کرے لیکن مغلوں کے منصوبہ سے پہلے ہی قسمت نے یاوری کی۔

اکبر کے حوالہ کر دیا گیا

قندھار پر ازبکوں کی متواتر تاخت ہوتی تھی اور اس کے کماندار سلطان حسین کے لڑکے مظفر حسین میں اتنی سکت نہ تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکے اور اس نے بار بار اپنے آقا سے مدد مانگی لیکن شاہ ایران کی توجہ دوسری طرف تھی اور مظفر نے اپنی طاقت نہ پاکر ۱۵۹۴ء میں اسے مغلوں کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سولھویں صدی کی ساری مدت میں قندھار دو نہایت ہی ممتاز خاندانوں کے درمیان مابہ النزاع رہا یعنی مغل اور صفوی جو ہندوستان اور ایران پر حکمراں تھے۔ سترھویں صدی کے ابتدائی برسوں میں ایرانی مناسب موقع کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر اکبر کے انتقال اور خسرو کی بغاوت نے بہترین موقع بہم پہنچا دیا۔[1]

شاہ عباس ۱۵۸۶ء تا ۱۶۳۶ء

اب ایران پر عظیم ترین ایرانی شاہی خاندان کا عظیم ترین فرماں روا حکمران تھا۔ خانوادہ صفوی کا بانی اسماعیل

---

[1] بابر، ہمایوں اور اکبر کے عہد میں قندھار کی تاریخ کے متعلق دیکھو تزک بابری، ابوالفضل کا اکبر نامہ، الیاس و ڈاوسن ارسکن وغیرہ، ایرانی نقطۂ نظر کے لئے عالم آرائے عباسی

ابوالفضل کا بیان ہے "زمانہ قدیم کے عقلمند لوگ کابل اور قندھار کو ہندوستان کے دو دروازے خیال کرتے تھے۔ ایک ترکستان کو جانے والا اور دوسرا ایران کو۔ ان دو شاہراہوں کی حفاظت نے ہندوستان کو بیرونی حملہ آوروں سے بچایا اور نیز یہ کہ غیر ملکی سفر کے مناسب راستے بھی ہیں" آئین جلد دوم جارٹ صفحہ ۴۰۴

Marfat.com

ہندوستان کے پہلے مغل حکمراں بابر کا ہم مقابل تھا۔ اُس کے لڑکے طہماسپ نے ہندوستان کے فرمانروا کو پناہ دی تھی اور سلطان ترکی کو شکست دی تھی۔ سنہ ۱۵۸۸ء میں سلطنت شاہ عباس کو ملی جو اس زمانہ کے عہد آفریں افراد کی عظیم ترین شخصیتوں میں تھا۔ وہ گورے رنگ کا خوبصورت واضح خدو خال تیز نظر اور بڑی بڑی مونچھوں کا تھا۔ اس کی شجاعت میں ٹھہراؤ تھا اور اس کی قوت برداشت حیرت انگیز تھی۔ خانگی زندگی میں وہ نرم مزاج تھا لیکن پبلک معاملات میں سخت دل اور بے لوچ وہ اپنے عہد کے لحاظ سے بہت زیادہ ترقی پسند تھا۔ اُس کا نقطۂ نظر غیر معمولی طور پر وسیع اور سنجیدہ تھا۔ وہ موقع محل کا منتظر رہتا تھا اور جب یہ موقع آجاتا تھا تو مستعدی اور عزم کے ساتھ پورا پورا اٹھاتا تھا۔ کبھی کبھی وہ سخت پیچیدہ حکمت عملی اور بے شرمی کے جھوٹ پر اُتر آتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کا ملک ایک طرف ازبکوں کے خطرے میں تھا اور دوسری طرف ترکوں سے ۱۵۹۰ء میں اُس نے ترکوں سے دب کر صلح کر لی اور ازبکوں کے سیلاب کو روک دیا۔ اُس نے اپنی فوج کو از سرِ نو پورے طور پر منظم کیا اور دس ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ کی شاہی محافظ فوج تیار کی۔ اُس نے "احباب شاہ" کا ایک نظام قائم کیا جو اُس کے مفاد سے وابستہ تھا۔ انسانوں پر پیدائشی حکومت کرنے والے دوسرے افراد کی طرح اُسے نظم و ضبط اور لائق و مستعد حکومت کا شدید جذبہ تھا۔ اس نے جو سڑکیں اور پُل تعمیر کئے یا مرمت کی ان میں سے بعض آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ مسلمانان عالم کے شکوہ کے نمائندہ اس خداداد قابلیت کے فرمانروا نے وسیع شہرت اور ساری دنیا میں وقار حاصل کیا۔

قندھار کے محاصرہ کی ترغیب

یہ وہ فرمانروا تھا جس نے جہانگیر کو اپنی حکومت کی ساری مدت میں نباہنا پڑا اور ۱۶۲۰ء میں شاہ عباس خود تو ترکوں سے جنگ میں مصروف رہا لیکن اس نے خفیہ طور پر سرحدی حکام اور جاگیرداروں کو خاصکر ہرات و فرح و سیستان و خراسان میں متعینہ افواج کے سرداروں اور گورنروں کو ہدایت کی کہ وہ سب مل کر قندھار کو فتح کر لیں۔ ایرانیوں کی ایک غیر منتظم جماعت نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا لیکن

؎ صفوی خانوادہ کے عروج کے بارے میں دیکھو سائکس کی ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحات ۲۰۲ تا ۲۵۵۔ شاہ عباس کے حالات کے لئے دیکھو سائکس جلد دوم صفحات ۲۵۰ تا ۲۹۵، مالکم کی تاریخ ایران۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ٹیری (سفرنامۂ ایسٹ انڈیا صفحات ۱۵۱ تا ۱۵۲) لفظ "شاباش" کو ایران کے معاصر حکمران کے نام سے نکلا ہوا کہتا ہے۔

Marfat.com

قلعہ کے قابل اور تجربہ کار کمانڈر شاہ بیگ خاں کو اس سازش کی پہلے ہی سن گن مل گئی تھی اور وہ محاصرہ کا مقابلہ کرنے پر تیار تھا اور فوری مدد کے لئے اطلاع بھیج دی تھی

شاہ بیگ خاں کی مدافعت

اُس کی زندہ دلی، بات چیت میں بے تکلفی، یار باشانہ اطوار اور فراخ دلی نے قلعہ کی فوج کو اُس کا سرگرم وفادار بنا دیا تھا۔ اُس نے دشمنوں کو ذلیل سمجھنے کے لیے عین قلعہ کی چھت پر تفریحی مجلس منعقد کی اور محاصرہ کرنے والوں کو پریشان کرنے کے لیے روزانہ ایک چھاپہ مار دستہ روانہ کیا۔

جہانگیر نے کمک بھیجی

فروری ۱۶۰۶ء کے شروع میں مغل امدادی فوج قندھار کے مضافات میں پہونچ گئی۔ اس کا کمانڈر مرزا جانی بیگ ترخان کا مرزا غازی تھا جو اپنی عمر سے زیادہ ہوشمند نوجوان، خوش اسلوب شاعر، پورا پورا سپاہی کمانڈر، عاقل مشیر اور تجربہ کار منتظم تھا۔ اُس کے ماتحت خواجہ عاقل بطور بخشی اور کئی نامی افسر جیسے قراخاں اور سردار خاں تھے۔ جہانگیر نے اس مہم کے لیے معقول سامان اور کافی روپیہ دیا تھا اور صرف دوران سفر کے لیے ۳۰۰۰۰ روپیہ الگ کر دیا تھا۔

ایرانیوں نے محاصرہ اٹھالیا

کمک کے آجانے سے ایرانی فوجوں پر دہشت طاری ہوگئی اور انھوں نے ہڑبڑاہٹ میں محاصرہ اٹھالیا اور ایرانی سرحد کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے [۵]

شاہ عباس کی معذرت

اس مہم کی ناکامی پر شاہ ایران نے اپنی رعایا کے اُن لوگوں پر سخت ناراضی کا اظہار کیا جنھوں نے بغیر اُس کے علم کے اس کے عزیز بھائی مغل بادشاہ سے جھگڑا مول لیا۔ اُس نے حسین بیگ کو جہانگیر کے پاس یقین دلانے کے لیے بھیجا کہ اُسے کمبخت شورہ پشت اہل سرحد کے طرز عمل سے انتہائی نفرت ہوئی اور اُس نے خبر ملتے ہی شورہ پشتوں کی سرکوبی کر دی اور یہ امید ظاہر کی کہ جہانگیر کو اُس سے بدظنی نہ پیدا ہوگی۔ جہانگیر چونکہ اس وقت لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ اس معذرت سے

---

[۵] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحات ۷۰ تا ۷۱، ۸۵ تا ۸۶ و ۱۰۶۔ اقبال نامہ صفحات ۷ تا ۱۰۸ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۵ گلیڈون صفحہ ۱۰۔ بلوکمین صفحات ۳۷ تا ۳۰۸

کہا جاتا ہے کہ محاصرہ کے دوران میں ہرات کے گورنر نے قلعہ میں ایک ایلچی بھیجا اگرچہ قلعہ میں رسد کی کمی ہوگئی تھی لیکن شاہ بیگ نے جتنا غلہ موجود تھا وہ سب سڑک پر پھنکوا دیا اور اس طرح غنیم کو دھوکہ میں ڈال دیا۔

Marfat.com

مطمئن ہوگیا لیکن اُس نے مرزا غازی کی کمان میں پچیس ہزار سوار کی فوج قندہار کے قلعہ میں متعین کردی۔[6]

جہانگیر کابل کو روانہ مارچ ۱۶۰۷ء میں قندہار کا قضیہ ختم ہوگیا اور جہانگیر نے آئندہ موسم گرما کابل کی بلند سرزمین اور سرد آب ہوا میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

قلیچ خاں[7] اور میران صدر جہاں[8] اور میر شریف[9] آملی کو لاہور کا انتظام سپرد کرکے ۲۷ مارچ کو وہ اپنے حرم اور شہزادوں اور حکام اور فوج کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہوگیا۔

کابل میں داخلہ راستہ میں شکار کھیلتا ہوا اور تفریح کرتا ہوا اور سلطنت کے معاملات سے نپٹتا ہوا ۳۰ جون کو باغ شاہدرہ میں اور بافراط روپیہ کی بارش کرتا ہوا اگلے دن شان و شوکت کے ساتھ کابل میں داخل ہوگیا۔[10]

---

[6] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۸۵ تا ۸۶ و ۹۰ و ۱۱۲ - اقبال نامہ صفحہ ۱۸ - گلیڈون صفحہ ۱۰ - اسٹیل وکروشر برچہ جات چہارم صفحہ ۲۷۳ -

[7] قلیچ خاں ایک موقعہ شناس افسر تھا جس نے ۱۶۰۰ء میں آگرہ کا قلعہ شہزادہ سلیم کے حوالہ کرنے سے انکار کردیا تھا اور جہانگیر کے تخت نشین ہونے پر اسے گجرات کا گورنر بنادیا گیا۔ اگلے سال وہ پنجاب بلالیا گیا۔ وہ زہد و تقویٰ اور علم و فضل اور شاعرانہ ذہانت میں نامور تھا۔ بلوکمین کا بیان ہے بختیار خاں کے مصنفہ ایک مشہور تاریخی مخطوطہ مرآت عالم کے آخری باب میں اسکے اشعار موجود ہیں۔

[8] میران صدر جہاں کو ایک مرتبہ اکبر اور شہزادہ سلیم کے درمیان مصالحت کی گفت و شنید کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور جہانگیر نے چار ہزار کے منصب پر ترقی دے کر قنوج تحویل میں دیدیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جہانگیر کے عہد میں پانچ سال کے اندر اُس نے اتنی جاگیریں دیں جتنی اکبر نے پچاس سال میں دی تھیں۔ اس کا انتقال ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ء) میں کہا جاتا ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا اور اس عمر میں اُس کے قوائے ذہنی بدستور تھے۔ بلوکمین صفحہ ۴۶۸

[9] میر شریف آملی اپنے زمانہ میں ایک بڑا بے باک اور مشہور آزاد خیال اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں فرار ہوتا رہا تھا۔ اُس نے بلخ میں مولانا محمد زاہد کے مدرسہ میں تصوف کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ دکن میں پناہ گزیں ہوگیا تھا۔ مگر جب وہاں سے فرار پر مجبور ہوا تو ۹۸۲ھ (۱۵۷۵ء) میں اکبر کے پاس آگیا اور جلد ہی کہ ملا عبد القادر بدایونی کو اس سے سخت کد ہوگئی جنھوں نے اس پر بے شمار گالیوں کی بارش کی لیکن اُس نے اکبر کی دوستی حاصل کرلی جو اکثر تخلیہ میں اُس سے مذہبی مسائل پر گفتگو کرتا تھا۔ دیکھو بلوکمین صفحات ۱۷۶ اور ۱۷۷، ۱۵۸۵ء میں جب مرزا محمد حاکم کے انتقال پر کابل مستقل طور پر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوگیا تو اُسے اس صوبہ کا امین اور صدر مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد اُس نے بہار بنگال اور دکن میں خدمات انجام دیں۔ جہانگیر نے اپنی تخت نشینی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کابل قدیم شہروں میں کابل ایک خوبصورت ترین شہر ہے۔ دوہری فصیل اور دیگر عمارتوں سے مستحکم کیا گیا ہے جو اپنی مضبوطی کے لئے مشہور ہیں لیکن اس کی اصل دلفریبی اس کے گرد و نواح میں باغات اور پھولوں کی روشیں ہیں جن کی چمکتی ہوئی نہریں آبیاری کرتی ہیں اور حسن کے نہایت خوبصورت پشتے ہیں۔ پہاڑیوں کا دلکش حسن، سبزہ زار کی تازگی اور ٹھنڈی ہوا اسے جنت کا ایک گوشہ بنا دیتی ہیں۔ قندھار کے ساتھ مل کر ہندوستان کا ایک دروازہ ہو جاتا ہے اور شمال مغرب میں ایک اہم ترین مقام بن جاتا ہے۔[۱۱]

جہانگیر کی سرگرمیاں یہاں سے جہانگیر نے مہم کا رُخ خانہ بدوش ہنگش نبائل کی طرف پھیر دیا لیکن یہاں کے گیارہ دن کے قیام سے کئی فائدے ہوئے۔ خاص کر شاہرہ کا باغ سدھارا گیا اور نئے درخت لگائے گئے، قندھار سے غزنی تک کی سڑک مسافروں کے لیے بالکل بےخوف بنا دی گئی۔ کابل میں جو محاصل اور ٹیکس لگائے جاتے تھے وہ منسوخ کیے گئے اور اس کے لئے ایک سنگین ستون پر شاہی فرمان کندہ کر کے باغ میں قائم کر دیا گیا جس میں لکھا تھا کہ اگر بادشاہ کا کوئی آئندہ جانشین انھیں پھر سے عائد کرنے کا ارادہ کرے تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔[۱۲]

کابل سے روانگی اگست ۱۶۰۷ء کے آخر میں جہانگیر لاہور کے لئے روانہ ہوا، لیکن وہ بہت دُور نہیں گیا تھا کہ اُسے شکارگاہ میں اپنے قتل کی ناپاک سازش کی خبر ملی۔

(حاشیہ سابق) پر اُسے دو ہزار پانچسو کے منصب پر ترقی دی۔ جہانگیر نے گویا قصداً اور زور دار الفاظ میں بدایونی کی تردید میں لکھا ہے: "وہ صاحب دل اور خوش مزاج انسان ہے اگرچہ اس میں حال کے علوم کا شائبہ بھی نہیں ہے مگر اُس کے الفاظ بلند آہنگ ہوتے ہیں اور اُس کی اعلیٰ معلومات اکثر اُس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ فقیر کے لباس میں اُس نے متعدد سفر کئے اور اکثر بزرگوں کا دوست رہا اور تصوف کے ماننے والے بزرگوں کے اقوال نقل کرتا ہے۔۔۔ اس کے الفاظ فصیح اور مخلصانہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ عربی سے نابلد ہے اور اس کی عمدہ اشعار سے بھی خالی نہیں ہوتیں۔" (جہانگیر، راجرس و بیورج جلد اول صفحات ۴۰ و ۴۱، نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴، ماثر الامرا جلد سوم، صفحہ ۲۸۵

[۱۰] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد اول صفحات ۹ تا ۱۰۸۔ ماثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش)، صفحات ۴۹ و ۵۰۔ فوج کا بیشتر حصہ بادشاہ کی واپسی کے انتظار میں اٹک میں چھوڑ دیا گیا تھا جس اثنا میں جہانگیر نے مچھلیوں کی ناک میں موتی ڈال کر انھیں حوض میں ڈال دیا تھا (توزک راجرس و بیورج، جلد اول صفحہ ۹۰ و ۱۱۱)۔ ۱۶۱۵ء میں ولیم فنچ نے دیکھا کہ مچھلیوں کی ناک میں سونے کی نتھ تھی جو اکبر نے ڈالے تھے۔۔۔ بہ حوالہ جلد سوم صفحہ ۵۰ یہ روایات میں سے جہانگیر کے مشہور تر واقعہ کہا جاتا ہے جو جہانگیر سے منسوب کیا جاتا ہے۔

[۱۱] جہانگیر سلسلہ دوم صفحات ۳۰۴ و ۳۰۵۔ دی لائٹ (ترجمہ) کلکتہ ریویو ۱۸۶۷ء صفحہ ۱۸۔ نیز ریزہ مرتبہ ہال جلد اول صفحہ ۹۲ ...الفنسٹن کی کابل۔

[۱۲] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد اول صفحات ۱۰۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۲۔ گلبدن ... صفحہ ... صفحات ... و ۲۳۱

Marfat.com

جہانگیر کے قتل کی سازش خسرو کی بغاوت کے خاتمہ پر لاہور میں یہ انتظام کیا گیا کہ خسرو کی حفاظت باری باری امیر الامرا اور آصف خاں کریں۔

آصف خاں کی باری کے زمانہ میں اس کا بھتیجا نورالدین جو محافظوں میں تھا اکثر گھنٹوں شہزادہ سے باتوں میں مصروف رہتا۔ دونوں میں گہری دوستی ہوگئی اور انھوں نے یہ طے کیا کہ موقع ملتے ہی وہ شہزادہ کو رہا کر دیں اور دوبارہ علم بغاوت بلند کریں۔ بادشاہ کی کابل کی طرف روانگی پر بیمار امیر الامرا کو پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اور آصف خاں کو وزیر بنا دیا گیا تھا۔ اور خسرو کی حفاظت ایک خواجہ سرا اعتبار خاں کو سپرد کی گئی۔ دوسروں کی طرح اعتبار خاں بھی خسرو کے دلکش اطوار اور انداز گفتگو پر مفتون ہوگیا۔ انھوں نے سازش کا منصوبہ بنایا جس میں بعد کو ایک نوجوان درباری فتح اللہ حکیم ابوالفتح کا لڑکا بھی ان کے ساتھ شریک ہوگیا اور کہنے سننے اور کوشش کرنے سے چار سو دیگر سازشی بھی مل گئے جن میں اعتماد الدولہ کا لڑکا شریف بھی شامل تھا۔ اعتبار خاں نے ان سب کو ایک ایک کر کے خسرو سے ملا دیا اور سب نے خسرو سے وفاداری کا حلف لیا۔ انھیں امتیاز کے لیے ایک ایک بلا دیا گیا۔ کابل میں جہانگیر نے پدرانہ شفقت سے متاثر ہو کر یا شاید اہل حرم کے اصرار پر خسرو کی بیڑیاں کھول دی تھیں اور اُسے شاہرہ کے باغ میں ٹہلنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس رعایت سے سازشیوں کو اپنا منصوبہ آگے بڑھانے میں آسانی ہوگئی تھی جس وقت شاہی خیمہ کابل سے روانہ ہوا تو سازشیوں نے یہ انتظام کیا کہ کسی شکار کے موقع پر جہانگیر کو قتل کر دیں اور حکومت پر قبضہ کر لیں اور خسرو کو رہا کر کے اس کی شاہی کا اعلان کر دیں۔ چونکہ شہزادہ عوام الناس میں ہر دلعزیز تھا اور کئی بلند مرتبہ لوگ اس کے ہمنوا ہوگئے تھے اس لیے اس سازش کی کامیابی ناممکن نہ تھی۔

انکشاف لیکن جو راز چار سو آدمیوں کو معلوم ہو اس کا راز رہنا ناممکن ہے۔ ان میں سے کسی نے شہزادہ خرم کے دیوان خواجہ واعظ سے سازش کا سارا حال کھول دیا جس نے بہت خوش ہو کر اس کی اطلاع جہانگیر کو پہنچا دی۔ اسی دوران میں آصف خاں کو بھی سازش کی خبر ملی اور اس نے سارے واقعات صلابت خاں کے گوش گزار کر دیے۔ جہانگیر نے سازش کے لیڈروں کو طلب کیا اور صلابت خاں کی تجویز پر ان میں سے مرزا محمد بیگ ازبک سے پورا حال بیان کر دینے پر معافی کا وعدہ کر لیا۔ اُسے جو کچھ معلوم تھا وہ سب بتا دیا اور اس کی نشاندھی پر مزید انکشافات ہوئے۔ اعتبار خاں کے خطوط کا ایک بنڈل بھی ہاتھ آگیا اور پورا دربار دہشت سے لرز گیا۔

جہانگیر کی نرم دلی لیکن صلابت خاں نے بادشاہ سے باصرار التجا کی کہ مزید تحقیقات نہ کی

Marfat.com

جائے۔ اعتبار خاں کے خطوط جلا دیے جائیں اور جو شامل نہ ہوئے "وفادار امرا سازش میں شریک پائے جائیں انھیں پبلک میں شرمندہ نہ کیا جاتے۔ صرف چار چوٹی کے سازشیوں یعنی نورالدین، اعتبار خاں، شریف اور بے داغ ترکمان کو قتل کیا گیا۔ ابوالفتح کو ایک گدھے پر دم کی طرف منہ کر کے بٹھایا گیا اور شہر کے ایک ایک محلہ اور ایک ایک گھر کے سامنے گشت کرایا گیا۔ شریف کے والد پر غلطی سے سازش سے مطلع ہونے کا شبہہ کیا گیا اور اُسے چند دن حراست میں رکھ کر اور دو لاکھ جرمانہ کر کے رہا کر دیا گیا۔[۱۳]

خسرو کو اندھا کر دیا گیا

"اب سوال یہ تھا کہ خسرو کے ساتھ کیا کیا جائے؟" جہانگیر کا دل شاہی حرم کی خواتین اور پرانے امرا میں سے کوئی نہیں چاہتا تھا کہ خسرو کو قتل کیا جائے، تاہم اُسے محض حراست میں رکھنا بادشاہ کے لیے اور سلطنت کے شدید خطرہ کا باعث تھا مشیروں نے مہابت خاں کی سربراہی میں اس پر اصرار کیا کہ خسرو کو اندھا کر دیا جائے۔ جہانگیر بالآخر اس پر رضامند ہو گیا۔ اور یہ بھیانک کام خود مہابت خاں کو سپرد کر دیا گیا۔ جلتا ہوا تار جب خسرو کی آنکھ میں ڈالا گیا تو اس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی مگر اس کی بصارت مکمل طور پر ضائع نہیں ہوئی تھی۔

جہانگیر آگرہ میں

جہانگیر نے اپنا سفر جاری رکھا اور لاہور میں مختصر قیام کے بعد ۲ مارچ ۱۶۰۹ء کو آگرہ پہنچ گیا۔ خسرو کو محل ہی میں نظر بند کر دیا گیا۔

جہانگیر کی پشیمانی

لیکن جہانگیر خسرو کے لیے پشیمان ہوا اور اُس کی بصارت بحال کرنے کے لیے حکیموں کو طلب کیا۔ ایران کے حکیم سدرہ نے اُس کی ایک آنکھ درست کر دی مگر دوسری آنکھ بالکل خشک ہو گئی تھی اور درست نہ ہو سکی۔[۱۴]

---

[۱۳] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۱۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳۔ اقبال نامہ صفحات ۲۱، ۲۸، ۲۹ و ۳۱ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش) صفحہ ۲۵ (الف)، خافی خاں جلد اول صفحہ ۱۵۰۔ دو جارک باب ۱۸ صفحات ۱۶۰ و ۱۶۱۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۲۸۲ تا ۲۸۳ و ۱۱۰۔ گلیڈون صفحات ۱۵ و ۱۶

[۱۴] انتخاب جہانگیری (الیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۱۴۸، ۱۴۹ و ۱۵۳۔ خود جہانگیر نے اپنی توزک میں اس معاملہ کے متعلق ایک حرف نہیں لکھا اور نہ درباری مورخ معتمد خاں نے اس کا حوالہ دیا لیکن اس میں مطلق شک نہیں کہ شہزادہ کو اندھا کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ بالکل ہی اندھا اور ناقابل علاج نہیں۔ خبروش پادریوں کے بیان کے مطابق شہزادہ کو پہلے سیدن جنگ کے مقام گوبندوال میں بعض پیلیوں کے عرق سے اس کی آنکھیں تر کر کے اُسے اندھا کیا گیا۔ جان ہوسٹن بھی یہی کہتا ہے۔ جرنل آف پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی صفحہ ۷۵۔ ہاکنس کو اس کا مطلق علم نہیں ہے گو وہ صرف مختصر احوال بغاوت کا لکھتا ہے اور کہتا (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

خسرو کی ہردلعزیزی خسرو کو جو مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں ان سے عوام میں اس کی محبت اور جاگزیں ہو گئی۔ ۱۶۱۰ء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے ظاہر ہوا کہ اس کے نام کا سحر کتنا زبردست ہے۔

پٹنہ میں شورش اپریل ۱۶۱۰ء بہار میں اوجینی کے ایک مجہول مسلم جوان مسمی قطب نے شہزادے کا روپ بھرا اور کہا کہ وہ قید سے نکل بھاگا ہے اور ثبوت کے لیے اپنی آنکھوں کے گرد وہ نشان دکھائے جو آنکھوں پر کٹوریوں کے باندھنے سے پڑ گئے تھے اس نے اپنے گرد ایک بڑا ہجوم جمع کر لیا اور بہار کے مستقر پٹنہ پر چڑھ دوڑا۔ گورنر افضل خاں عرف عبدالرحمان خاں جو ابوالفضل کا لڑکا تھا اپنی جاگیر کھڑک پور میں گیا ہوا تھا اور حکومت کا پورا انتظام بخشی شیخ بنارسی اور وزیر مال غیاث بیگ کے سپرد تھا۔ اتوار ۱۸ اپریل کی صبح کو باغیوں نے انھیں بے خبری میں لے لیا۔ چونکہ دونوں بزدل تھے اس لیے وہ پشت کے دروازہ سے نکل کر کھڑک پور کی طرف بھاگ گئے۔ قطب نے فوراً قلعہ اور شاہی خزانہ اور گورنر کی املاک پر قبضہ کر لیا۔ ایک ہفتہ تک وہ شہر پر حاکم رہا اور اپنے جھنڈے تلے بہت سے آدمی جمع کر لیے۔

ہے کہ خسرو اب بھی شاہی محل کے اندر قید ہے اور اندھا ہے (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے حکم سے اندھا کیا گیا اور قید میں ہے۔ سفر نامہ ہاکنس ۴۲۸۔ ولیم فنچ جس نے ۱۶۱۱ء میں ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس نے لکھا ہے کہ اندھا کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ بادشاہ جب اس جگہ پر واپس ہوا جہاں جنگ ہوئی تھی (جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے) تو اس نے حکم دیا کہ اس کی آنکھیں شیشہ سے جلا دی جائیں۔ دوسرا کا بیان ہے کہ اس کی آنکھوں پر صرف رومال باندھ کر شاہی مہر لگا دی گئی جو اب تک موجود ہے اور وہ آگرہ کے شاہی محل میں قید ہے۔ پرچہ جات چہارم صفحہ ۵۱۔ ڈیلاویل رڈرا ویلزان انڈیا جلد اول صفحہ ۵۱) اور یہ معلوم ہوا کہ خسرو کی آنکھیں سی دی گئیں لیکن جہانگیر نے انھیں پھر کھلوا دیں چنانچہ وہ اندھا نہیں اور دیکھنے لگا صرف عارضی سزا تھی۔ ایک اور افسانہ یہ مشہور تھا کہ آنکھوں پر کٹوریاں باندھ دی گئیں اور جب وہ کھولی گئیں تو وہ پھر دیکھنے لگا (جہانگیر راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۷۴۔ مجور نیر (جلد اول ۲۲۴ و ۲۲۵) کا بیان ہے کہ شہزادہ کی آنکھوں میں لوہے کی سلاخ ڈال کر آہستے اندھا کر دیا گیا جیسا کہ ایران میں دستور ہے۔ چنانچہ سارا معاملہ پراسرار ہے۔ عام طور پر لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ شہزادہ بصارت سے محروم کر دیا گیا ہے اگرچہ عارضی طور پر مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کس طرح کیا گیا۔

جتنی شہادتیں مل سکیں ان سب کو جانچنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انتخاب جہانگیری کا بیان بہ نسبت اوروں کے حقیقت سے زیادہ قریب ہے اس لیے کہ مصنف اندرونی شہادت کی بنا پر لکھا ہے۔

Marfat.com

افضل خاں کو جیسے ہی ان شرمناک واقعات کی اطلاع ہوئی وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر تیزی سے پٹنہ پہنچ گیا۔ قطب نے قلعہ کے اندر کچھ فوج چھوڑی اور خود جنگ کے لیے تیار ہو کر باہر نکلا۔ دریائے پون پون کے کنارے ایک مختصری جھڑپ ہوئی جس میں فیصلہ ہو گیا۔ باغی منتشر ہو کر قلعہ کے اندر بھاگے اور افضل خاں نے ان کا سختی سے تعاقب کیا۔ قطب اور اس کے خاص ہمراہی گورنر کے مستحکم محل میں پہنچ گئے اور نو گھنٹہ تک بہادری سے دفاع کیا۔ شاہی فوج کے کم از کم تیس آدمی ضائع ہونے کے بعد باغیوں کی مختصر فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ قطب کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بہت سے ساتھی قید کر دیے گئے۔

جہانگیر کو شیخ بنارسی اور مرزا غیاث کی بزدلی پر سخت غصہ آیا اور دونوں کو دربار میں طلب کیا گیا اور سر اور داڑھی منڈوا کر عورتوں کے لباس میں گدھوں پر سوار کرا کے شہر آگرہ میں گشت کرایا گیا تاکہ لوگوں کو عبرت اور سبق ہو۔[۱۵]

۱۵ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۷۳ تا ۱۰۶۔ اقبال نامہ صفحات ۴۲ تا ۴۴۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۹۷ ب۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۱۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحات ۷۶ و ۲۸۰، گلیڈون صفحات ۲۰ و ۲۱۔

پٹنہ کے اُس وقت کے حال کے لیے دیکھو الف فنچ صفحات ۱۰۹ تا ۷۲۔ بہار جات رہم ۱۵۸۔ عبداللطیف (ایک معاصر سیاح۔ ترجمہ جے این سرور جرنل بہار اڈیسہ، کلکتہ ریویو سنہ صفحہ ۲۹) ہکنس اینڈ پاکر ہندوستان کی انگلش فیکٹریز سنہ ۱۸ صفحہ ۲۱۲۔ پیٹر منڈی کورزن صفحہ ۱۰۱ پادری صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۲۔ ڈیلاٹ ترجمہ ہیج۔ کلکتہ ریویو سنہ صفحہ ۲۰) پادری صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲۔ سوونیجلہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۵۳ - عبدالرحمان سنہ میں اسلام خاں کی جگہ جو بنگال بھیجا گیا تھا بہار کا گورنر مقرر ہوا بعض مخطوطات میں غلطی سے اس کی جگہ گرگیچھ رہیں بتایا گیا ہے۔ سترہویں صدی میں شہزادوں کی بالکل مشکل نہ تھی۔ اورنگ زیب کے عہد میں کئی بار ان نقلی شہزادوں کی وجہ سے شورش ہوئی تھی۔

Marfat.com

ساتویں باب کا ضمیمہ

جہانگیر کے لاہور سے کابل تک سفر کی تاریخیں اور منزلیں

سنہ ہجری	سنہ عیسوی		منزل
١٠١٥ھ	١٦٠٧ء مارچ	دن	
ذی الحجہ ٧	٢٠ر	جمعرات	جہانگیر کی لاہور سے روانگی
٧ر تا ١١ر	٢٦ر تا ٣٠		راوی کے پار باغ دلاویز میں قیام
١١ر	٣٠ر	دوشنبہ	ہاربھر میں قیام
١١ر	٣١ر	منگل	جہانگیر پور
١٤	اپریل ٢	جمعرات	پرگنہ حندل میں قیام
١٦ر	٤ر	سینچر	حافظ آباد کروڑی میر قیام الدین کی تعمیر کردہ قیام گاہ میں
٢١ر		جمعرات	چناب کو پار کیا
٢٢	١٠ر	جمعہ	خواص پور
٢٣ر تا ٢٩ر ١٠١٦ھ	١٠ر تا ١٧ر	جمعہ تا جمعہ	بہت کو پار کیا۔ پل کی ازسرنو تعمیر
محرم ١	١٨ر	سینچر	بہت سے روانگی
٢	٢٠ر	دوشنبہ	روہتاس

Marfat.com

سنہ ہجری	سنہ عیسوی		منزل
۴ر	۲۱ر	منگل	ٹیلہ
۶ر	۲۳ر	جمعرات	ہٹیا
۷ر	۲۴ر	جمعہ	پکا
۸ر	۲۵ر	سنیچر	کھار
۹ر	۲۶ر	اتوار	راول پنڈی کے آگے
۱۰ر	۲۷ر	دوشنبہ	خربوزہ
۱۱ر	۲۸ر	منگل	کالا پانی
۱۲ر	۲۹ر	بدھ	بابا حسن ابدال
	مئی		
۱۵ر	۲ر	سنیچر	امروبی
۱۷ر	۴ر	دوشنبہ	قلعہ اٹک کے قریب
۲۵ر	۱۲ر	منگل	دولا باؤ سرائے
۲۶ر	۱۳ر	بدھ	پشاور کے جوار میں باغ سردار خاں

Marfat.com

آٹھواں باب

نور جہاں

نور جہاں کی کہانی

ہندوستان کی قرون وسطیٰ کی تاریخ میں کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ اتنا رومان وابستہ ہو جتنا نور جہاں کا نام آتے ہی ذہن میں آتا ہے۔ جہانگیر کے عہد حکومت کا کوئی واقعہ اتنا جاذب توجہ نہیں ہے۔ جتنا اُس کی نور جہاں سے شادی کا۔ پورے پندرہ سال تک یہ خاتون سلطنت مغلیہ کی سب سے زیادہ نمایاں اور با اقتدار ہستی رہی۔ اس لئے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ اُس کی ابتدائی زندگی افسانوی اور فرضی کہانیوں میں گھری ہوئی ہو۔ وارڈ کی "ہسٹری آف ہندوستان" اور دوسری انگریزی تاریخوں اور خاصکر دیسی زبان کی تاریخوں میں جنکی بے شمار بہتات ہے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خواجہ عیاض (غیاث بیگ) مغربی تاتار کا ایک معقول تعلیم یافتہ اور عالی خاندان شخص تھا جس نے اپنی ہی جیسی ایک غریب عورت سے محبت کر کے شادی کر لی اور انتہائی عسرت کی حالت میں اُس نے ہندوستان کا رخ کیا جو شمال کے مفلوک الحال تاتاریوں کی واحد جائے پناہ تھی۔ اپنی حاملہ بیوی کو ایک گھٹیا سے گھوڑے پر سوار کیا اور اُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن کا آخری پیسہ بھی ختم ہو گیا اور اُن کی گذر خیرات پر ہونے لگی، یہاں تک کہ وہ تن تنہا اُس وسیع سنسان مقام کے کنارے پہونچے جو تاتار کو تیمور کے خاندان کی سلطنت سے الگ کرتا ہے۔ تین دن کے فاقہ کے بعد تھکی ماندی فاقہ زدہ خاتون نے ایک لڑکی کو جنم دیا۔ تین گھنٹے وہ اس کے منتظر رہے کہ شاید کسی زمیندار سے کوئی مدد مل جائے مگر بالآخر رات کے قرب کے خوف سے اُنھوں نے وحشی جانوروں کی اس آماجگاہ سے ہٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ انسانیت اور احتیاج میں سخت کشمکش ہوتی رہی اور بالآخر بچی کو لے جانے کی کوئی صورت نہ پاکر اُنھوں نے ایک درخت کے نیچے پتوں سے ڈھانک کر چھوڑ دیا۔ جب یہ لڑکی نظر سے اوجھل ہو گئی تو ماں بے قرار ہو کر رونے لگی اور گھوڑے سے اُتر کر "میری بچی! میری بچی!" چیخنے لگی۔ باپ بے چین ہو کر پلٹ پڑا اور دیکھا کہ بچی کو

Marfat.com

ایک کالاناگ اپنے حلقہ میں لئے ہوتے ہے جسے وہ کافی شور مچاکر بھگا سکے۔ باپ نے بچی کو اُٹھا کر ماں کے حوالہ کر دیا۔ انتہائی مشکلات کے ساتھ وہ لاہور پہونچے جہاں خوش قسمتی سے اُن کا ایک پرانا دوست مل گیا جس نے اُنھیں اکبر کے دربار میں پہونچا دیا اور وہاں مرزا غیاث بہت جلد ترقی کرتے کرتے شاہی محلات کے منتظم کے عہدہ تک پہونچے۔ بچی کا نام مہرالنسا رکھا گیا اور وہ بڑھ کر دلکش عورت ہوگئی جو مشرق کی تمام عورتوں سے بڑھ کر حسین اور موسیقی، رقص، شاعری، نقاشی، خوش مذاقی اور حاضر جوابی میں یکتا ہوگئی۔ اُس نے شہزادہ سلیم کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور ایک ضیافت میں اپنے حسن اور خوبیوں کے اُس پر ڈورے ڈالنے میں کامیاب بھی ہوگئی۔ لیکن اس کی شادی ایک بہت ہی باہمت اور بہادر ایرانی شیرافگن سے ہوگئی۔ جہانگیر نے تخت نشین ہوکر اُس سے نجات حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ شیرافگن کو ختم کرنے کی کئی کوششیں کی گئیں مگر اُس نے ان سب کو ناکام کر دیا۔ ایک زبردست شیر کو جو اُس پر چھوڑا گیا اُس نے بغیر کسی اسلحہ کے ختم کر دیا۔ ایک ہاتھی اُسے کچل دینے کے لئے چھوڑا گیا اُس کی سونڈ اُس نے کاٹ ڈالی۔ قاتل جو یکے بعد دیگرے بادشاہ کے خفیہ حکم سے اُسے قتل کرنے کے لئے بھیجے گئے ان سب کو اُس نے قتل کر دیا۔ لیکن بالآخر بادشاہ کے دودھ شریکے بھائی دھوکہ باز قطب الدین گورنر بنگال سے ایک ملاقات میں گورنر اور اُس کے بہت سے ساتھیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد وہ قتل ہوگیا۔ مہرالنسا کو جب شاہی افسروں نے گرفتار کیا تو اُس نے یہ افسانہ بنایا کہ شیرافگن نے اپنے قتل ہونے کی پیش بینی میں اُس سے یہ حلف لیا تھا کہ وہ فوراً بادشاہ کی مرضی پر عمل کرے لیکن بادشاہ کو اپنے دودھ شریکے بھائی کے قتل کا اتنا شدید صدمہ تھا کہ اُس نے مہرالنسا سے ملنے سے بھی قطعی انکار کر دیا اور اُسے مادر ملکہ کی خدمت میں دے دیا۔ اس چالاک خاتون نے ایک مرتبہ پھر جہانگیر کو پھانسنے کی کوشش کی اور چار سال کے بعد کامیابی حاصل کر لی۔ (داد جلد سوم صفحات ۱۹ تا ۲۳) یہ داستان تو بڑی دلکش ہے مگر تاریخ نہیں ہے۔

نورجہاں کا دادا خواجہ محمد شریف سنجیدہ تاریخ میں جو روایت ہے وہ اس دلچسپ رومان سے خالی ہے لیکن بڑی انسانی دلچسپی کی ہے۔ نورجہاں کا دادا خواجہ محمد شریف ایران کے ایک صوبہ خراسان کے حکمران بیگلار بیگ کا وزیر تھا اور اپنے سرپرست کے مرنے پر اُس کے لڑکے اور جانشین قزق خان کے عہد میں بھی اسی عہدہ پر قائم رہا، لیکن قزق خان کے انتقال پر شاہ طہماسپ نے اُسے وزیر یزد کے اونچے عہدہ پر منتقل کر دیا۔

Marfat.com

غیاث بیگ

شریف کا انتقال ۱۵۷۷ء میں ہوا جس کے بعد اُس کے خاندان کا ستارہ گردش میں آگیا۔ اُس کے لڑکے مرزا غیاث الدین احمد عرف غیاث بیگ کو اپنے وطن میں رہنا ناقابل برداشت معلوم ہوا اور اُس نے ہندوستان نقل وطن کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اپنے دو لڑکوں محمد شریف اور ابوالحسن اور ایک لڑکی اور حاملہ بیوی کے ساتھ وہ ایک قافلہ کی حفاظت میں جو ملک التجار ملک مسعود کی سربراہی میں ایران سے ہندوستان جا رہا تھا وہ روانہ ہو گیا۔

راستہ میں لوٹ لیا گیا

لیکن اتنا بڑا قافلہ بھی جان و مال کی حفاظت کے لئے ناکافی ثابت ہوا۔ غیاث بیگ نے آدھا راستہ بھی نہیں طے کیا تھا کہ اس کے مختصر سرمایہ اور سارے خچر بجز دو کے لوٹ لئے گئے۔

نور جہاں کی پیدائش

قندھار میں اُس کی بیوی کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس غریب خاندان کو بچی پا اُس کی ماں کی نگہداشت ناممکن معلوم ہوتی اور اُس کی بےبسی سے نیک دل ملک مسعود کا دل پسیج گیا اور اُس نے ان کی مصیبت کم کرنے میں کافی سے زیادہ مدد کی۔ اسے غیاث بیگ کی اعلےٰ صلاحیتوں کا اندازہ ہو گیا اور دونوں میں دوستی ہو گئی۔

شاہی ملازمت میں

ہندوستان پہونچ کر ملک مسعود نے غیاث بیگ کو فتحپور سیکری میں اکبر کے دربار میں پیش کر دیا اور وہ فوراً ہی شاہی ملازمت میں داخل کر لیا گیا۔

ملہ اقبال نامہ صفحات ۵۴ و ۵۵۔ ایسٹ وڈ اوسن جلد ششم صفحات ۳، ۴ تا ۴۰۴۔ تصنیف کی آگرہ صفحات ۲۸ و ۲۹۔ نصف افسانوی ہے۔ بیل کی اورنٹیل میں گریفیکل ڈکشنری صفحہ ۱۸۵۔ باب پانچواں باب ماقبل۔

<u>مرزا غیاث کا خطاب</u>:۔ مرزا غیاث کو جو خطاب دیا گیا وہ پہلے صرف شاہی خاندان کے افراد کو دیا جاتا تھا لیکن سولہویں صدی میں اس کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔ دیکھو مرزا کامران کا مرزا نامہ جسے مولوی محمد ہدایت اللہ نے مرتب کیا اور انگریزی میں ترجمہ کیا جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی۔ سلسلہ جدید جلد ۹ ۱۹۱۳ء صفحات ۱ تا ۱۲۔ پہلے باب میں اس کے خاص ضوابط ہیں اور دوسرے باب میں ضمنی ضوابط مرزایت کے۔

<u>نور جہاں کو راستہ میں ڈال دینے کی داستان</u>:۔ خلیل خان (جلد اوّل صفحہ ۶۴) نے اٹھارہویں صدی میں لکھا تھا کہ نور جہاں کو پیدا ہونے پر اُس کے والدین نے عاجز ہو کر رات کو راستہ میں ڈال دیا تھا۔ اگلے دن صبح کو ملک مسعود نے اُسے اُٹھا لیا اور اُس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اُس کی پرورش کرنے کا تہیہ کیا اور اس کی ماں کو اُس کے دودھ پلانے پر مقرر کر دیا۔ اسی روایت کو الفنسٹن نے ہسٹری آف انڈیا مرتبہ کاویل صفحہ ۵۵۴) نے نقل کیا اور وہاں سے آجکل کی موجود (بقیہ صفحہ ۔۔ پر)

Marfat.com

غیاث بیگ کی خصوصیات مرزا غیاث بیگ جس کی لڑکی کی پیدائش نے اُس کی ترقی کا راستہ کھولا۔ عالم اور شائستہ آدمی تھا۔ دل کش خط لکھنے والا اور اعلٰے درجہ کا خوش تقریر۔ اپنے اوپر قابو رکھنے میں اُسے غیر معمولی ملکہ تھا۔ اُس کے گھر میں ملازموں کو کوڑے مارنے یا ہاتھ پیر باندھنے یا گالی گفتار کا ذکر نہ تھا۔ البتہ اُس کی طبیعت میں حرص کا ایک داغ تھا۔ لیکن وہ دل سے رحیم اور فیاض تھا۔ اُسے محنت نظم وضبط اور شائستگی کا بڑا خیال تھا۔ اُس کی جفاکشی اور محنت کی ہمیشہ تعریف کی گئی۔ وہ اپنے منصب اور اثر میں برابر ترقی کرتا رہا، ۱۵۹۰ء میں وہ تین ہزار کے منصب پر پہونچ گیا اور کابل کے دیوان کے اہم عہدہ پر فائز ہوگیا۔

مہرالنسا اس دوران میں جو لڑکی قندہار میں پیدا ہوئی تھی وہ جوان ہو کر دل کش اور ہمہ صفت موصوف ہوگئی۔ جب وہ سترہ سال کی ہوئی تو اُس کی شادی ایک ایرانی قسمت آزما علی قلی استجلو سے کردی گئی۔

علی قلی استجلی علی قلی ایران کے شاہ اسماعیل دوم کا سفارچی (مہتمم دسترخوان) تھا۔ اپنے آقا کے انتقال یا قتل ہونے پر اُسے اپنے وطن سے فرار ہونا پڑا۔ طویل آوارہ گردی اور جوکھم کے حادثات سے گذرتا ہوا وہ قندھار کے راستے سے ملتان پہنچا جہاں عبدالرحیم خان خاناں ایک بڑی فوج کے ساتھ ٹھٹھ فتح کرنے کے لئے تیار تھا اور علی قلی اس کی فوج میں شامل ہوگیا۔ اس مہم میں علی قلی نے اپنی شجاعت، ہمت اور جرات سے بڑا نام پیدا کیا اور خان خاناں نے اپنے مراسلات میں اس کا ذکر کیا۔ جنگ کے فاتحانہ انجام پر خان خاناں اسے اپنے ساتھ لاہور لے گیا جو اس وقت سلطنت کا مستقر تھا اور ۱۵۹۱ء میں اس کا اعلیٰ طبقوں میں تعارف کرایا۔

(صفحہ ۔۔۔ سے آگے) تاریخوں میں نقل ہوتی چلی آئی۔ لیکن معاصر تاریخوں میں اس روایت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر بچی کو پھینکنا ہی تھا تو اُسے سر راہ نہ ڈالا گیا ہوتا بلکہ شاہراہ سے دور کسی گوشہ میں۔ خود بچی کو پھینک دینے کا واقعہ غیاث بیگ کی طبیعت کے منافی ہے۔ یہ افسانہ بہت سے دوسرے افسانوں کی طرح نور جہاں کی اگلی شاندار زندگی کے پس منظر کو تاریکی میں ڈالنے کے لئے گھڑا گیا۔

خافی خان (جلد اول صفحات ۲۶۴، ۲۶۵) نے بھی غیاث بیگ کی اکبر سے ملاقات کے متعلق اسی طرح کی ایک خصوصی روایت بیان کی ہے۔ کہ بادشاہ نے ملک مسعود سے کہا کہ اس مرتبہ تم پہلے کی طرح اچھے تحفے نہیں لائے ملک مسعود نے کہا کہ اس مرتبہ میں چند جیتے جاگتے تحفے لایا ہوں جیسے ابتک ایران سے نہیں آئے اور پھر اُس نے غیاث اور ان کے لڑکوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔

Marfat.com

مہرالنساء سے شادی، شہزادہ سلیم کے عملہ میں تقرر

تھوڑے ہی دن بعد غیاث بیگ کی لڑکی سے اس کی شادی ہو گئی ۱۵۹۹ء میں وہ شہزادہ سلیم کے عملہ میں مقرر کر دیا گیا جسے اکبر نے میواڑ کی مہم پر مامور کیا تھا علی قلی نے جس بہادری اور ہوشیاری سے ایک شیر کو مارا، اس سے شہزادہ بہت خوش ہوا اور اُسے شیر افگن کا خطاب دیا۔

بنگال میں جاگیر

علی قلی نے اپنے آقا کی بغاوت میں کچھ دن تک اس کا ساتھ دیا اور پھر اُسے چھوڑ کر اکبر سے مل گیا تخت نشین ہونے پر جہانگیر نے بڑی فیاضی سے اُس کے رویہ کو نظر انداز کر دیا اور اُسے ایک معقول عہدہ اور بنگال میں جاگیر دے دی۔[1]

بے وفائی کا شبہ

بنگال اُس وقت بغاوت، سازش اور شورش کا اڈا تھا اور تمام غیر مطمئن عناصر کا آماجگاہ بن گیا تھا۔ شیر افگن پر ایک مغویانہ سازش میں شرکت کا شبہ کیا گیا اور قطب الدین کو جو اگست ۱۶۰۶ء میں راجہ مان سنگھ کا جانشین ہوا تھا حکم دیا گیا کہ وہ اُسے دربار میں حاضر کرے اور عدول حکمی کی صورت میں سزا دے۔

قطب الدین سے ملاقات

مارچ ۱۶۰۷ء میں قطب الدین بردوان کو روانہ ہوا اور شیر افگن کو ملاقات کے لئے طلب کیا اور غالباً گرفتاری کے لئے۔ ۳۰ مارچ کو شیر افگن صرف دو ملازموں کے ساتھ گورنر سے ملاقات کے لئے آیا۔ جیسے ہی وہ خیمہ میں داخل ہوا گورنر نے حکم دیا کہ شاہی فوج کے سپاہی اُسے گھیر لیں۔ شیر افگن نے جب خطرہ محسوس کیا تو اس کا خون کھول گیا اور اس دھوکہ دہی سے اُسے غصہ آ گیا۔ اس نے قطب الدین سے سوال کیا: "یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟" قطب الدین معاملہ کی توضیح کے لئے آگے بڑھا تو شیر افگن نے جو غصہ میں بھرا ہوا تھا تلوار کھینچ لی اور گورنر پر وار کیا۔

قطب الدین کو مہلک زخم

قطب الدین کی آنتیں نکل پڑیں مگر اس دلیر آدمی نے انہیں

---

[1] شیر افگن کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر دراجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۱۱۳ تا ۱۱۴، اقبال نامہ صفحات ۲۲ و ۲۴۔ خافی خان جلد اول صفحات ۲۶۶ و ۲۶۷۔ خلاصۃ التواریخ (دہلی ایڈیشن) صفحات ۱۲۶ و ۱۲۷۔ مفتاح التواریخ صفحہ ۲۱۱۔ گلیڈون صفحہ ۱۵۔ بلوکمین صفحات ۲۹۶، ۲۹۷ و ۵۲۴ و ۵۲۵۔ بیل کی اورنٹیل بیبیل ڈاری صفحہ ۳۸۰۔ شاہ اسماعیل دوم کے حالات کے لئے دیکھو بکس ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحات ۲۵۳ تا ۲۵۴۔ مالکم کی ہسٹری آف پرشیا۔

Marfat.com

ہاتھوں میں تھام لیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حملہ آور کا کام تمام کر دیں۔ لیکن اس حکم کی ضرورت نہ تھی۔ ایک کشمیری ملازم اسبا خاں نے شیر افگن سر بر دار کیا اور جواب میں وہ خود زخمی ہوا۔ تنہا آدمی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ مگر اُس نے بھی اپنا انتقام لے لیا۔ اسبا خاں فوراً مر گیا اور قطب الدین نے چوبیس گھنٹے کے اندر سانس توڑ دی[۳۶]

قطب الدین کی موت پر جہانگیر کا غم

قطب الدین کی موت سے جہانگیر کو سخت صدمہ پہنچا۔ جس شخص کو وہ "پیارے بیٹے، پیارے بھائی اور قلبی دوست" سے مخاطب کرتا تھا اُس کی دردناک موت پر اُسے اظہارِ غم کے لیے الفاظ نہیں ملتے تھے۔ اُس نے شیر افگن پر گالیوں کی بارش کر دی اور اُسے ہمیشہ جہنم میں جلنے کی بد دعا دی[۳۷]

مہر النسا حاضر دربار کی گئی

شیر افگن کی بیوہ اور لڑکی لاڈلی بیگم دربار میں بھیجی گئیں جہاں اعتماد الدولہ بڑے عہدہ پر ممتاز تھا اور مہر النسا کو فوراً ہی ملکہ سلیمہ بیگم کی مصاحبت میں مقرر کر دیا گیا۔

جہانگیر سے شادی ۱۶۱۱ء

مارچ ۱۶۱۱ء میں جہانگیر نے اتفاقاً اسے موسم بہار کے نینسی بازار میں دیکھا اور اُس پر عاشق ہو گیا اور مئی کے آخر میں اس سے شادی کر لی[۳۸]

مورخین کی روایات

یہ تو اس مشہور اور اہم شادی کا اصل قصہ ہے۔ مورخوں کی یہ روایات کہ جہانگیر اپنے والد کی حین حیات میں اُس پر عاشق ہو گیا تھا اور

---

[۳۶] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۱۳ تا ۱۱۵۔ اقبال نامہ صفحات ۲۳ و ۲۴۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۶۶ و ۲۶۷۔ خلاصۃ التواریخ (دہلی) ایڈیشن صفحات ۱۲۳ و ۱۲۷۔ مفتاح التواریخ صفحہ ۲۲۳۔ گلیڈون صفحہ ۱۰۔ بوکمین صفحات ۲۹۶ و ۲۹۷، ۵۰۲ تا ۵۰۵۔

شیر افگن کے پہلے حملہ آور کے نام میں اختلاف ہے۔ جہانگیر اُسے اسباخاں کہتا ہے۔ معتمد خاں پیر خاں اور کامگار خاں ایبک خاں۔ شیر افگن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بردوان میں دفن کر دیے گئے۔ روایات وغیرہ اور شیر افگن کی قبر کے متعلق دیکھو جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی سلسلہ جدید جلد ۳ ۱۹۲۷ء صفحات ۱۰۴ تا ۱۰۹۔

[۳۷] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۱۰ تا ۱۱۵۔ اقبال نامہ صفحہ ۵۵۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۰۔

[۳۸] اقبال نامہ صفحہ ۵۶۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۷۰ (الف)

Marfat.com

اکبر نے اُس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا اور غیاث بیگ کو آمادہ کیا کہ شیر افگن سے اُس کی شادی کر دے اور یہ کہ عاشق نامراد نے تخت نشین ہوتے ہی کمینگی سے اپنے کامیاب رقیب کو قتل کرا دیا اور یہ کہ عالی دماغ مہرالنسا نے چار سال تک اپنے شوہر کے قاتل کے پیامات کو ٹھکرایا۔ لیکن بالآخر راضی ہو گئی۔ ان تمام باتوں کا ثبوت معاصر تاریخوں سے بالکل نہیں ملتا۔ یہ تو صحیح ہے کہ جہانگیر خود اپنے قلم سے ایسے گندے جُرم کا خیال نہ کرتا لیکن اگر شیر افگن کی موت میں اس کا ذرا بھی ہاتھ ہوتا تو وہ شاید اس واقعہ کا بالکل ہی ذکر نہ کرتا مگر واقعہ تو یہ ہے کہ اس نے شیر افگن کی زندگی اور موت کا بالتفصیل حال بیان کیا ہے معتمد خاں نے شاہجہاں کے عہد میں اپنی داستان کی تکمیل کی اور کامگار حسین کی تاریخ شاہجہاں کے اشارے سے لکھی گئی۔ یہ دونوں نور جہاں کے دشمن تھے جو اُن کے سرپرست کی زبردست رقیب تھی لیکن دونوں میں سے کسی نے اشارتاً بھی نور جہاں کی زندگی کو کسی سنگین بدنامی سے ملوث نہیں کیا۔

غیر ملکی سیاحوں کی فیصلہ کن تردیدی شہادت

یہ تو بیشک کہا جا سکتا ہے کہ کسی درباری مورخ کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ کسی ایسی بدنامی کا ذکر کرے جو سارے خاندان کے لئے باعثِ ذلت ہو لیکن اُس زمانہ کے غیر ملکی سیاحوں کو کوئی ایسی جنبہ داری نہیں ہو سکتی تھی۔ برعکس اس کے وہ بدنامی کو خوب خوش ہو ہو کر اُچھالتے تھے اور کوئی بھی افواہ جو عالی مرتبہ اشخاص کے اخلاقی کردار کو بُرائی ملوث کرے اُسے قبول کرتے اور مدح کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ جہانگیر (جو اُس وقت شہزادہ سلیم تھا) اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان بے لگام رسوائی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ اسی طرح رسوائی کا نور جہاں اور اس کے سوتیلے لڑکے شاہجہاں کے مابین حوالہ دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی اس بات کا شبہ بھی نہیں ظاہر کرتا کہ جہانگیر نے اپنی پہلی کی محبت کے پیچھے شیر افگن کو قتل کرا دیا۔ وہ نور جہاں کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہیں۔ اُسکے شوہر کی دردناک موت کا اور اس کی جہانگیر سے شادی کا اور جہانگیر پر اُس کے زبردست اثر کا لیکن وہ دونوں میں کسی کی پہلی محبت کا اشارہ بھی نہیں کرتے اور نہ دوسرے شوہر کا پہلے شوہر کے قتل میں کسی قسم کی شرکت کا۔ ہاکنس ترکی زبان جاننے کی وجہ سے بہت بڑی سہولت حاصل تھی۔ وہ شیر افگن کے انتقال کے تھوڑے ہی دن بعد مغل دربار میں پہنچا اور منصب داروں کے حلقہ میں داخل ہو گیا اور بہت سے ملاقاتی پیدا کر لئے اور جہانگیر کی شادی کے کچھ دن بعد آگرہ

Marfat.com

سے روانہ ہوا۔ سر طامس رو اور ایڈورڈ ٹیری کئی سال مغل دربار میں رہے جبکہ نورجہاں کا اقتدار پورے عروج پر تھا اور عام طور پر لوگ اُس کے بارے میں گفتگو کرتے تھے۔ ولیم فنچ جو غائر نظر رکھتا تھا تقریباً اسی زمانے میں ہندوستان آیا۔ پیٹرو ڈیلاویل نے اگرچہ اپنی سیاحت مغربی ساحل کے علاقہ میں محدود رکھی لیکن اس نے اندرونِ ملک کی جہانگیر کے عہد میں بہت سی باتیں سُنیں۔

یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ شیر افگن کے معاملہ میں اگر جہانگیر کا کوئی قصور ہوتا تو اس کا ذکر ان میں سے کسی نے نہ سنا ہوتا۔ اس طرح کی بدنامی گلی کوچہ میں مشہور ہو جاتی ہے۔ ایسی بدنامی کی بات جو کسی بادشاہ یا ملکہ سے متعلق ہو اور جس کے ساتھ ایک شرمناک قتل بھی شامل ہو وہ گھر گھر پہنچ جاتی ہے اور وہ ان لوگوں سے کسی طرح ڈھکی چھپی نہ رہتی جو ایسی باتوں کو قبول کرنے کے لئے ہمہ تن گوش ہوں۔ جہانگیر کے عہد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارکنوں نے سیکڑوں خطوط اپنے بڑے عمال کو لکھے، اگرچہ یہ خطوط بیشتر ان کے تجارتی کاروبار سے متعلق تھے لیکن ان میں اکثر دلچسپ اور اہم سیاسی واقعات کا بھی ذکر ہوتا تھا۔ انہوں نے خسرو کی موت شاہجہاں کی بغاوت اور مہابت خاں کی یورش کا ذکر کیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے شیر افگن کے قتل کو جہانگیر کی اس کی بیوی کی ہوس سے منسوب نہیں کیا ہے۔ سر طامس ہربرٹ پیٹر ی چند سال بعد آئے۔ دونوں نے جہانگیر اور نورجہاں کے متعلق بہت کچھ لکھا لیکن ان میں سے کسی نے ان کی شادی کے سلسلے میں کسی بدنامی کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ برنیر ایک نسل کے بعد آیا اور دربار کے اعلیٰ عہدہ داروں میں گھل مل گیا۔ اُس نے شاہجہاں، جہاں آرا روشن آرا اور دوسروں کے متعلق ناقابل بیان باتیں لکھیں ہیں۔ اس نے جہانگیر اور نورجہاں کے اقتدار کا بھی حال لکھا ہے لیکن شیر افگن کے متعلق کسی بات کا مطلق حوالہ نہیں دیتا۔[۱]

---

[۱] میرو ڈولح لو ایسٹ انڈیا صفحہ ۳۰۴ صرف اتنا لکھتا ہے کہ جہانگیر نے نورجہاں کو ایک ذلیل خاندان میں سے اٹھا کر عروج پر پہنچا دیا۔ وہ جس نے ۲۳-۱۶۲۲ء میں ہندوستان کے مغربی ساحل کے علاقوں کا دورہ کیا۔ اس نے نورجہاں کے متعلق بہت کچھ سنا لیکن عجیب بات ہے کہ اس کی بادشاہ کی شادی کس طرح ہوئی اس کے متعلق اسے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ لکھتا ہے: "وہ (نورجہاں) ہندوستان میں پیدا ہوئی لیکن ایرانی نسل کی ہے یعنی ایک ایرانی کی لڑکی ہے جو بہت سے اور لوگوں کی طرح نقل وطن کر کے ہندوستان آیا مغلوں کی ملازمت میں داخل ہو گیا اور ان کے دربار میں بڑا عروج حاصل کیا اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو وہ خان یا ایک صوبہ کا گورنر ہو گیا۔ اس کی شادی پہلے ایک ایرانی فوجی کے ساتھ ہوئی تھی جس نے بھی مغلوں کی ملازمت

Marfat.com

خود یہ کہانی خلاف ہے کسی معاصر مورخ نے جہانگیر پر شیر افگن کے قتل کا الزام نہیں لگایا ہے۔ اس معاملہ میں تردیدی شہادت خود ہی فیصلہ کن ہے۔ لیکن مزید براں یہ کہانی بعض معصومہ حقائق اور قیاس کے منافی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ یقین نہیں آتا کہ اکبر نے کس بنا پر مہر النسا اور سلیم کی شادی کی مخالفت کی۔ مہر النسا ایک عالی ایرانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لیکن اپنے پہلے شوہر کے انتقال پر اُسے بہت اچھا موقع مل گیا جیسا اکثر حسین نوجوان بیواؤں کو مل جاتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ شاہ سلیم نے اُسے کیسے دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا (سفرنامہ ڈلاویل جلد اول صفحہ ۵۲) اس بیان میں بہت سی غلطیاں معلوم ہوتی ہیں اور وہ شیر افگن کی موت کے حالات سے بالکل ناواقف۔

ڈیلاویل نے شادی کے متعلق یہ بازاری افسانہ بھی درج کیا ہے: وہ (جہانگیر) اُسے (نور محل کو) اپنے حرم میں لے گیا ہوگا اور اُسے دوسری داشتہ عورتوں کی طرح رکھنا مگر اس بہت ہی چالاک اور حوصلہ مند عورت نے بادشاہ سے بڑی دیانت داری کا عذر کیا اور اس کے حرم میں جانے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ ایک باعزت کماندار کی بیوی رہ چکی ہے اور ایک معزز باپ کی لڑکی ہے اور اپنی عزت پر کبھی حرف آنے نہ دے گی۔ نہ اپنے باپ اور شوہر کی اور اس کا شاہی حرم میں جا کر باندیوں کی طرح اُس کے شایان شان نہیں ہے۔ اس لئے اگر بادشاہ سلامت کو اس سے اُنس ہے تو وہ باقاعدہ شادی کر کے اُسے رکھ سکتا ہے جس سے اُن کی عزت نہ صرف محفوظ رہے گی بلکہ اور بڑھ جائے گی اور اس شرط پر وہ اُس کے لئے حاضر ہے۔ شاہ سلیم پہلے تو اس کے اس گستاخانہ اور مغرورانہ رویہ پر بہت برافروختہ ہوا اور تقریباً یہ طے کیا کہ اُسے ذلیل کرنے کے لئے اُسے ایک حلال خور سے جاوے جو ہر چیز کھاتے ہیں اور اس لئے ہندوستان میں بہت ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن عورت اپنے عزم پر قائم رہی اور کہا کہ اس عزم کو بدلنے کے بجائے وہ مرجانا گوارا کرے گی۔ تاہم بادشاہ کے دل میں پھر محبت نے زور کیا اور (بعض لوگ کہتے ہیں جادو ٹونے سے جس کا مجھے یقین نہیں ہے) اور عورت کا حسن جو روز افزوں تھا تو بالآخر بادشاہ نے اسے بطور ملکہ اور دوسری ملکاؤں سے بالاتر قبول کرنا منظور کر لیا (سفرنامہ ڈیلاویل جلد اول صفحات ۵۳ و ۵۴)

پٹر سی جس نے سنہ ۱۶۳۲ء میں ہندوستان کا دورہ کیا اُس نے ایک گندی گپ نقل کی ہے کہ اس کا شوہر چونکہ باغی تھا اس لئے لڑائی میں قتل کر دیا اور وہ (نور جہاں) بھی گرفتار ہو گئی ۔۔۔ اور جیسا کہ لوگ کہتے ہیں ۔۔۔ ایک ہاتھی لایا گیا اور نور جہاں نے چونکہ گستاخی اور تکبر کا اظہار کیا تھا اس لئے اُسے ہر جگہ گشت کرایا جائے تاکہ اسے گندی ملیں۔ لیکن اس حکم کی تعمیل نہیں کی گئی (سفرنامہ جلد دوم صفحات ۲۰۵ و ۲۰۶)

مرانکوے برنیر نور جہاں کے جہانگیر پر غیر معمولی کا ذکر کرتا ہے۔ مگر اس کی پچھلی زندگی کے بارے میں خاموش ہے (دیکھو سفرنامہ صفحہ ۵)

Marfat.com

خاندان کی تھی اور اس کا والد دربار میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھا۔ مغل کسی طبقہ خاندان سے رشتہ کرنے میں زیادہ محتاط نہ تھے اور یہاں ایک قدیم خاندان تھا۔ اگر اکبر نے اپنے بیٹے کو واقعی مایوس اور دل برداشتہ کیا ہوتا اور غیاث بیگ سے اصرار کیا ہوتا کہ وہ اپنی لڑکی کو شیر افگن سے بیاہ دے تو وہ اتنا بے عقل نہ تھا کہ شیر افگن افگن کو ۱۵۹۹ء میں شہزادہ سلیم کے ملازموں میں مقرر کرتا اور خود سلیم یقیناً اپنی معشوقہ کے شوہر کو اعزاز اور ترقی نہ دیتا اور تخت نشین ہونے پر وہ اُس کے دغا دینے کے قصور کو نظر انداز نہ کر کے اُسے بلند اور مالدار نہ کرتا۔ اگر اُسے اس کی بیوی کی خواہش تھی تو وہ ایسے بے ڈھنگے پن سے کام نہ کرتا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے کیا۔ آخر میں یہ کہ جہاں تک ہمیں نور جہاں کی سرشت کا علم ہے ہمیں یقین ہے کہ اگر اُس کے شوہر کے بے قصور قتل میں جہانگیر کا دامن داغدار ہونے کا علم ہوتا تو وہ کبھی اُس کا ہم بستر ہونا گوارا نہ کرتی۔ نہ کبھی اس کی والدہ کی خدمت پر آمادہ ہوتی۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ اپنی زوجیت کے زمانہ میں اس نے جہانگیر کی محبت کا پورا پورا بدلہ اُتارا۔ ایک خود دار خاتون سے یہ توقع کی جا سکتی کہ وہ اپنے شوہر کے قاتل سے اتنی والہانہ محبت کرے۔

بے بُنیاد شبہ اکثر مورخوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قطب الدین کو بنگال کی گورنری پر صرف اس لئے مقرر کیا گیا کہ وہ مہر النسا کو اپنے آقا کے لئے حاصل کرے لیکن اس نقطہ خیال کی مطلق کوئی سند نہیں ہے۔ بادشاہ اور راجہ مان سنگھ کے درمیان قطعی اختلاف پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اکبر کے انتقال پر دونوں میں ایک رسمی مصالحت ہو گئی تھی لیکن اُن کے دل ایک دوسرے سے قطعی بیگانہ ہو چکے تھے۔ صرف وقت کا انتظار تھا کہ مان سنگھ اور اُس کے رفیق عزیز کوکا کو مغل سلطنت میں اقتدار سے محروم کر دیا جائے۔ جیسے ہی خسرو کی بغاوت فرو ہوئی جہانگیر نے مان سنگھ کو بنگال کی گورنری سے برطرف کر دیا اور یقیناً اس کی جگہ بادشاہ کے کسی ایسے آدمی کا تقرر ہونا تھا چنانچہ قطب الدین کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ شیر افگن پر بے وفائی کا شبہ ممکن ہے کہ بالکل بے بنیاد ہو۔ لیکن اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بنگال سازشوں، غداریوں اور بغاوت کا اڈہ تھا۔ عثمان نے کچھ ہی دن پہلے بغاوت کی تھی اور جلد ہی وہ پھر ایک زبردست بغاوت کرنے والا تھا۔ ماحول تشویش انگیز تھا اور کسی وقت بھی طوفان برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ انتہائی چوکسی اور احتیاط کی ضرورت تھی۔ اور کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ایک ایرانی

Marfat.com

قسمت آزما پر جس نے ایک مرتبہ شہزادہ سلیم کا ساتھ چھوڑ دیا ہو بے وفائی کا شبہ کیا جائے اور اُسے بے اطمینانی کے مرکز سے ہٹا لیا جائے جو ناگوار صورت پیش آئی اور جس میں کئی جانیں تلف ہوئیں وہ قطب الدین کی بدتدبیری کا نتیجہ تھا۔ اس نے بلا آگاہ کئے ہوئے شیر افگن کو گھیر لینے کا سپاہیوں کو حکم دیا اور شیر افگن کو غصہ دلایا۔ یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد مہرالنسا کو دربار بھیجا جاتا جہاں اُس کا باپ اور بھائی شاہی ملازم تھے۔ اس بنیاد اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ مریم الزمانی کی ملازمت پر مامور ہو اور جہانگیر اُسے فینسی بازار میں دیکھ لے اور اُس کی محبت میں گرفتار ہو جائے اور اس سے شادی کر لے۔

یہ قصہ کیسے چلا؟

ان واقعات پر رومان کا رنگ دو نسلوں کے بعد چڑھایا جانے لگا۔ ایک مرتبہ جب جہانگیر پر یہ الزام لگ گیا کہ وہ شیر افگن کی بیوی کا خواہاں تھا تو اس قیاس آرائی کی ضرورت ہوئی کہ وہ اکبر کی زندگی ہی میں اُس پر عاشق ہو گیا تھا محمد صادق تبریزی کی خافی خان اور سجان رائے وغیرہ نے تقلید کی اور اس پر حاشیہ چڑھایا اور یہ قصہ گھڑا کہ جہانگیر اور مہرالنسا نے کیا کرتب دکھائے: کس طرح جہانگیر نے ایک مرتبہ اُسے لگایا، کس طرح وہ جہانگیر سے الگ ہو گئی اور حرم شاہی سے شکایت کی، کس طرح اُنہوں نے اکبر کو اس کی اطلاع کی جسے سخت غصہ آیا اور اس نے شہزادہ کو اپنی معشوقہ کے وصل سے کامیاب ہونے کی ممانعت کر دی، کس طرح جہانگیر نے قطب الدین سے کہا کہ وہ اس کی محبوبہ کو حاصل کرے۔ کس طرح شیر افگن دشمنوں کی حرب سے نیم جان ہو کر نکلا اور گھسٹتا ہوا دروازہ تک گیا کہ اپنی بیوی کا خاتمہ کر دے مگر اُس کی خوشدامن نے روک لیا اور اُس نے خودکشی کر لی اور شیر افگن نے باہر آکر اپنے زخموں پر پٹی باندھی اور کس طرح وہ فوراً ہی اس کے ساتھ ختم ہو گیا[۵]۔ یہ افسانہ دُور دُور پھیل گیا۔ سترھویں صدی کے نصف اول میں ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا اور بعد کی نسلوں میں اس کا جگہ جگہ چرچا ملتا ہے۔ فارسی مورخین بڑی تفصیل سے اسے بیان کرتے ہیں۔ راجپوت گویئے اس کی تائید کرتے ہیں[۶] اطالوی سیاح منوشی اس صدی کے آخر میں اسے اورنگ مرچ

۵ خافی خان جلد اول صفحات ۲۶۵ تا ۲۶۷۔ خلاصۃ التواریخ دہلی ایڈیشن صفحات ۴۳۶ و ۴۴۷ بلوکمین صفحات ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۵۲۴ و ۵۲۵۔

۶ پھلودی کھد راجپوتانہ جسے ایل پی سی ٹوری نے باردک اینڈ سٹاریکل سروے آف راجپوتانہ میں نقل کیا جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۱۹ء نمبر ا صفحات ۵۷ و ۵۸۔

Marfat.com

لنگاگر بیان کرتا ہے[۹] اٹھارویں صدی میں اصل حقیقت بالکل گم ہوگئی اور دیگر مورخین نے اسے پوری رنگ آمیزی اور گرمجوشی سے ایک ڈرامہ کی شکل میں پیش کیا[۱۰] انیسویں صدی میں الفسٹن نے اسے خافی خان سے لے کر بعد کی تمام تاریخی کتابوں میں پھیلا دیا جو بیشتر اسی سے ماخوذ ہیں۔

معاصر تاریخوں کے غائر مطالعہ اور معلومہ حقائق کی روشنی میں اس رومان کے سارے تار و پود بکھر جاتے ہیں اور جہانگیر اور مہرالنسا کی سیرت زیادہ پسندیدہ صورت میں نظر آتی ہے۔

نورجہاں کی سیرت

اپنی دوسری شادی کے وقت مہرالنسا یا نورمحل یا نورجہاں نے جیسا کہ عموماً اُسے کہا جاتا تھا اپنے حُسن کی شادابی کو بدستور قائم رکھا تھا۔ قدرت کی عطا کردہ کوئی رعنائی اس میں مفقود نہ تھی۔ ایران کے بے بہا حُسن کی زیبائی اور اُس کے ملائم خد و خال کو خوش مزاجی اور اعلیٰ دلکشی نے اور چمکا دیا تھا۔ مصوروں نے اُس کے خد و خال کی رعنائی آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر لئے ہیں۔ اپنی ساری صلاحیت صرف کر دی۔ اُس کا نام آتے ہی ایک نازک بیضاوی چہرہ کشادہ پیشانی، بڑی بڑی نیلگوں آنکھیں اور باریک لب نظر کے سامنے آجائیں گے۔ اُس کی صحت ہمیشہ بہت اچھی تھی اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر حکومت اور شکار کرتی تھی اور مضبوط ہاتھ سے نشانہ لگاتی تھی۔

قدرت نے اُسے تیز فہم عطا کی تھی اور باریک بیں نظر اور ہمہ گیر ذہن اور معقول سوجھ بوجھ فطری صلاحیتوں کو تعلیم نے اور زیادہ روشن کر دیا تھا۔ فارسی ادب میں اُسے ملکہ تھا اور وہ صاف اور شستہ شعر کہتی تھی جس سے اُسے اپنے شعور پر قابو حاصل کرنے میں مدد ملی[۱۱]

---

[۹] منوشی (مرتبہ ارون)، جلد اول صفحات ۱۶۱ تا ۱۶۲۔ نیز دیکھو ماقبل صفحہ ۱۰، لطیف کی شہری آف پنجاب۔ صفحات ۱۵۳ تا ۱۵۷

[۱۰] سوریال نے اپنی بھنشا بھاسکر میں اور لحارام مہتہ نے اس پر کوئی سلیم کی مہرالنسا کے محبت کے قصہ کو اور زیادہ رکیک باتیں ملا کر پیش کیا ہے۔

[۱۱] مہرالنسا کو نور محل کا خطاب جولائی ۱۶۱۱ء میں اور نور جہاں کا خطاب مارچ ۱۶۱۶ء میں۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۳۱۹۔ لیکن ناموں میں الجھن سے بچنے کے لئے ہمیں اُسے نورجہاں کہنا چاہیے۔ اس کے اشعار کے نمونہ کے لئے دیکھو خافی خان جلد اول صفحات ۲۷۱ و ۲۷۰۔ وہ مخفی کے تخلص سے شعر کہتی تھی۔

Marfat.com

اُس کا جمالیاتی بہت بلند تھا اور جن رعنائیوں اور صلاحیتوں سے جنس لطیف کی شان بڑھتی ہے. وہ اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جنوری ۱۶۱۳ء [۱۲] میں سلطان سلیمہ بیگم کے انتقال پر اُسے بادشاہ بیگم یا سلطنت کی خاتون اوّل اور سلطنت کی خواتین کے فیشن کی سربراہی اور ملکہ محل کا رتبہ مل گیا اور اُس نے فوراً ہی لباس اور آرائش میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اُس نے اردوزی، زربفت اور قالین کے کئی نمونے ایجاد کئے۔ ایک خاص قسم کا زربفت جو نور محلی کہلاتا ہے اس کا پورا شہانہ جوڑا دولھا اور دلہن کا پچیس روپیہ میں تیار ہوتا تھا۔ اُس کی دو دامی بنج تولیہ، کناری اور فرش چاندنی اب تک مشہور ہے۔ نمونے کے زیورات کے اُس نے نئے نمونے ایجاد کئے اور کمروں کی آرائش اور ضیافت کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے۔ ایک صدی بعد خافی خان نے لکھا کہ نور جہاں کا ایجاد کیا ہوا فیشن آج بھی سوسائٹی کی زینت ہے اور پرانا فیشن صرف افغانوں اور پسماندہ قصبوں میں باقی ہے [۱۳]

اس کا دل فیاضانہ تھا اور اتنا معاشرت پسند تھا۔ جہانگیر سے اُسے بے پناہ محبت تھی اور اس کے انتقال پر سخت سوگ منایا۔ محمد ہادی لکھتا ہے کہ "وہ تمام مصیبت زدہ افراد اور بے یار و مددگار لڑکیوں کی پناہ گاہ تھی" کسی مظلوم کا حال سُن کر وہ فوراً اُس کی مدد کرنے میں اپنا پورا اثر استعمال کرتی تھی۔ کسی یتیم لڑکی کا حال سُن کر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کی شادی کے اخراجات کی مدد نہ کی ہو۔ اپنے سولہ سالہ اقتدار کے زمانہ میں اُس نے آٹھ سو لڑکیوں

---

[۱۲] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۳۲ میں ہے کہ اس کا انتقال ساٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ برٹش میوزیم کے ایک مخطوط کے صفحہ ۲۰ (الف) اور ریو کی جلد اول صفحہ ۲۵۷ کی سند کے بموجب وہ شوال ۹۳۵ھ ۲۳ جنوری ۱۵۲۹ء عیسوی کو ہوئی تھی (دیکھو بیوریج کا مضمون سلطان سلیمہ بیگم پر جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۰۶ء صفحات ۵۰۹ تا ۵۱۰) اس طرح وہ شمسی سال سے ۸۴ برس کی تھی اور قمری سال سے ۸۷ برس کی۔ نیز دیکھو اقبال نامہ صفحہ ۶۸ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۶

[۱۳] خافی خان جلد اول صفحہ ۲۶۹ بلوکمین آئین جلد اول صفحہ ۵۱۰

خافی خان ایک قابل لحاظ واقعہ بھی بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ جہانگیر نے ایک بہت ہی خوبصورت غیر ملکی کپڑے کی کاہاتی دیکھا جو چمکدار پھولوں اور شوخ رنگ نقشوں سے کڑھی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے خانساماں سے درخواست کیا کہ یہ کتنے روپیہ میں تیار ہوئی ہے۔ خانساماں نے جواب دیا کہ اُسے یہ محل سے ملی ہے۔ جہانگیر نے نور جہاں سے پوچھا کہ اس پوشش پر اُس نے کتنا خرچ کیا۔ نور جہاں نے کہا کہ اس نے یہ ساری امرا کے یہاں سے آئے ہوئے خطوط کے تھیلوں سے تیار کی۔

Marfat.com

کی شادی اور جہیز کے اخراجات اور معمولی خیراتوں کی تعداد تقریباً بے شمار ہے[1]

ذہن اور احساس کی گہرائی جو بڑائی کی لازمی علامات ہیں وہ اس کی ساری زندگی کی خصوصیات ہیں۔ وہ فیشن کی بھی دلدادہ تھی اور خیر خیرات کی بھی۔ جب وہ خسرو کی دوست تھی تو اُسے اُس نے شہزادگی کے اعلیٰ عروج تک پہنچا دیا اور جب اُس کی دشمن ہوئی تو اُسے خاک کر دیا جب اُسکے ہاتھ میں اقتدار تھا تو اُس نے ہر چیز پر حکومت کی اور جب اقتدار نہیں رہا تو اُسے مذہبی اعتقاد کی صورت میں عملی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اُس کی سیرت سے یہ بالکل ہم آہنگ تھا کہ وہ سخت جاہ طلب تھی۔ وہ اُن تحکم پسند ذہین افراد میں تھی جو اپنی قوت کے سرمایہ سے آگاہ ہوتے ہیں، جو ہمیشہ سرگرم عمل میں اطمینان اور خوشی محسوس کرتے ہیں، جن کا رجحان یہ ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ تحکم پسند اور اقتدار خواہ طبیعت کے ساتھ ساتھ جہاں میں عملی استعداد بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ وہ ہر معاملہ کی اصل کو سمجھ جاتی تھی اور ہر مسئلہ کی تہہ تک پہونچ جاتی تھی۔ اُس کے دشمنوں کو بھی اعتراف تھا کہ اُس کے ہاتھ لگاتے ہی ہر مشکل آسان ہو جاتی تھی۔ واضح نقطہ نظر کے ساتھ اس میں حیرت انگیز محنت کرنے اور محنت لینے کی صلاحیت تھی۔ جو کام بھی وہ ہاتھ میں لیتی اُس کے انجام دینے میں اپنی انتہائی قوت صرف کر دیتی۔ اُس کی حاضر دماغی اور حُسنِ تدبیر خطرہ کے وقت بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑتی تھی ایک موقع پر وہ ایک تیز بہتے ہوئے دریا پر ایک غصہ میں بھرے ہوئے ہاتھی پر سوار تھی۔ اور چاروں طرف سے دشمن کے تیر برس رہے تھے مگر وہ ذرا پریشان نہ ہوئی اور اطمینان سے بیٹھی رہی۔ جس وقت وہ ایک زبردست فوجی قائد اور ماہر زمانہ سازی کی سخت قید میں تھی تو اُس نے بہت بڑی ہوشمندی اور انتظامی صلاحیت کا اظہار کیا۔ اپنی حسب معمولی جرأت سے اُس دستور کو ٹھکرا دیا جس کے بموجب مشرق میں عورتیں گوشہ نشیں رہتی تھیں۔ وہ پردہ سے باہر نکل آئی۔ ہر چیز خود اپنی آنکھ سے دیکھی اور مجمع عام میں حکومت اور فرمانروائی کی۔

سارے اختیارات پر قبضہ

یہ تھی وہ خاتون، بہادر اور حسین، فیشن کی دلدادہ اور فیاض، محبت کرنے والی اور تحکم پسند، دلکش اور حکم چلانے والی جسے ۱۶۱۱ء میں جہانگیر نے اپنا شریک زندگی بنایا۔ کئی باتوں میں وہ ایک

---

[1] محمد ہادی رالیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۹۹۔ اقبال نامہ صفحہ ۵۰ رالیٹ وڈاوسن جلد ششم

Marfat.com

دوسرے سے مختلف تھے اور اس طرح ایک دوسرے کی کمی کو پورا کرتے تھے۔ اُن کا گہرا باہمی ربط اختلاف کی کشش کی بنا پر تھا اور نیز مقصد اور زاویہ نظر کے اتحاد پر بھی۔ جہانگیر کبھی کند ذہن نہ تھا اگرچہ جیسا ایک فلسفی کا قول ہے۔ کند ذہنی بھی ایک طرح کی ذہانت ہے۔ ایک قدرتی دلکشی اور ایک داخلی عطیہ ہے جو محض مشق یا عادت سے نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن وہ اپنی عمر کے تینتالیسویں سال میں پہونچکر آرام پسند ہو گیا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ناخوش نہیں ہوا کہ حکومت کا انتظام ایک ایسی حسینہ کے ہاتھ میں ہے جو اپنی بھرپور قوت کے ساتھ اس سے محبت کرتی تھی اور جس سے وہ خود پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ محبت کرتا تھا جو اس کے مزاج کا غائر مطالعہ کرتی تھی۔ جو اس کی حکومت کے تمام ضوابط کی پابندی پر رضامند تھی اور جس پر اُسے پورا اطمینان تھا اور جو ساتھ ہی اُسے بڑی دردسری اور تفکرات سے نجات دیتی تھی۔ جیسے جیسے دن گذرتے گئے جہانگیر زیادہ سے زیادہ آرام پسند اور کاہل ہوتا گیا اور نور جہاں زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اقتدار پسند ہوتی گئی۔ اقتدار کی لذت سے زیادہ کوئی لذت ایسی نہیں جسے ناز برداری اتنی تیزی سے نشوونما اور تقویت دیتی ہو جتنی اقتدار کی لذت۔ اس لئے ہمیں ذرا بھی حیرت نہیں ہے کہ نور جہاں نے جلد ہی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

نور جہاں کا جتھا

حکومت کے نظم ونسق میں اسے نہایت ہی معقول امداد اپنے عزیزوں سے ملی۔ اپنے والدین، اپنے بھائی اور اپنی بھتیجی کے شوہر سے۔

اس کی ماں عصمت بیگم

اُس کی ماں عصمت بیگم بڑی عقلمند مشیر تھی۔ اس کا نام عطر گلاب کی ایجاد یا بازیافت سے آج تک زندہ ہے۔ جس کا سلطان سلیمہ بیگم نے عطر جہانگیری نام رکھا[۵۵] لیکن دراصل عصمت بیگم نے تاریخ

---

[۵۵] جب وہ (نور جہاں کی ماں) عطر گلاب بنا رہی تھی تو جن پلیٹوں میں آفتابے عرق گلاب اونڈیلا جا رہا تھا اُن کی سطح پر کچھ جھاگ جمع ہو گئی۔ عصمت بیگم نے اس جھاگ کو تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کر لیا اور کافی عرق گلاب تیار ہو جانے پر بہت سا جھاگ جمع ہو گیا پر جوش داماد خوش ہو کر لکھتا ہے "یہ اتنا خوشبودار ہے کہ ایک قطرہ ہتھیلی پر مل لینے سے سارا مجمع معطر ہو جائے گا اور ایسا معلوم ہو گا کہ گلاب کی بہت سی کلیاں ایک دم کھل گئیں۔ کوئی اور خوشبو اس کے مقابلے کی نہیں ہے یہ بجھے ہوئے دلوں کو زندہ کر دیتا اور مردہ رُوحوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس ایجاد پر میں نے ایجاد کرنے والی کو ایک موتیوں کا ہار پیش کر دیا۔" جہانگیر راجرس وبیوریج جلد اول صفحہ ۲۷۱

Marfat.com

میں اس سے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ زندگی بھر اُس نے اپنی شاہانہ حشمت کی نچلے نہ بیٹھنے والی ترقی پر ہموار کرنے والا اثر استعمال کیا اور اس کی عظمت میں اس کی ماں کا بڑا حصہ ہے۔ اُس کی ذہانت، ہوشمندی اور عقلمندی کی تمام مورخین نے شہادت دی ہے۔

اعتماد الدولہ لیکن نور جہاں کا اصل سہارا اس کا باپ تھا جس نے شاہی ملازمت میں اپنے بال سفید کرلئے تھے۔ اعتماد الدولہ نے اپنی تمام قابلیت، تمام تجربہ اور تمام اثر بلا تامل نور جہاں کے لئے وقف کر دیا۔ وہ کسی حال میں بھی بلند مرتبہ تک ضرور پہونچتا۔ مگر بادشاہ کا خسر ہو جانے پر اُس کی ترقی کی رفتار میں پر لگ گئے جو غیر معمولی طور پر بہت تیزی سے ہوئی۔

حسب ذیل مدوں سے اُس کی وضاحت ہوگی:

اعتماد الدولہ

منصب	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	کیفیت
۱۰۰۰	۱۰۱۴	۱۶۰۵	
۰۰۰۰	۱۰۱۶	۱۶۰۸	
۲۰۰۰+۵۰۰	۱۰۲۰	۱۶۱۱	
۴۰۰۰+۲۰۰۰	۱۰۲۱	۱۶۱۲	
۵۰۰۰+۲۰۰۰	۱۰۲۳	۱۶۱۴	
۶۰۰۰+۳۰۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۵	نیز علم و نقارہ عطا ہوا اور اسے دربار میں لے جانے کی اجازت ملی
۷۰۰۰+۵۰۰۰	۱۰۲۵	۱۶۱۶	خسرو کے نقارہ کے بعد نقارہ بجانے کی اجازت ملی۔ نیز تمن تاغ عطا ہوا۔

لیکن یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ وہ محض اپنی لڑکی کے سہارے عروج پر پہنچا۔ اُس کی پختہ عمر اُس کا تجربہ، اُس کی خوش تدبیری اور اس کی قابلیت نے اُسے سلطنت میں اقتدار دیا۔ نور جہاں کے عروج میں اُس کا سب سے زیادہ طاقت ور سہارا تھا۔

آصف خاں اُس کے سب سے بڑے لڑکے کو غداری کے جرم میں موت کی سزا ہوگئی تھی لیکن اُس کے چھوٹے لڑکے زندہ رہ کر بڑے عہدوں پر پہنچے۔ ابوالحسن

Marfat.com

جو بعد کو اعتقاد خاں اور پھر آصف خاں ہو گیا۔ طاقتور آدمی تھا جس کے جسم کو روزانہ خوراک کے لئے ایک من شاہجہانی کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کی ہمہ گیر ذہانت کو معقول اور مختلف علوم کی تعلیم نے اور چمکا دیا تھا۔ وہ تقریباً ہر علم سے مانوس تھا۔ کتب بینی نے اُسے فارسی تحریر اور انشا کا ماہر بنا دیا تھا۔ لیکن اس کا دماغ بیشتر عملی تھا۔ شروع میں اس کا رجحان ایسے علوم اور مردانہ ورزشوں کی طرف تھا جو انسان کو محنتی ہوشمند کاروباری بنا دیں۔ مالیہ کی مہارت میں سلطنت مغلیہ کے اندر اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ بحیثیت منتظم امور مملکت اُسے ہمیشہ حالات کو سمجھنے اور مناسب تدابیر اختیار کرنے میں اعلیٰ ترین قابلیت کا اظہار کیا۔ جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں اُس کی نمایاں کامیابی اس کی محنت عادتوں کی رہین منت ہے۔

اُسے شان و شکوہ اور طمطراق سے فطری عشق تھا۔ وہ شاہانہ طریقہ سے رہتا تھا لیکن عموماً وہ سرکاری کاموں اور مجلسی بات چیت میں ہمہ تن خلق و انکسار تھا۔ سفارتی امور میں اس کی کامیابی اُس کی ملنساری اور خوش تقریری کی بنا پر تھی۔ جن لوگوں کی تباہی کے لئے وہ کام کرتا ہوتا تھا۔ اُن کے شکوک و شبہات رفع کر کے اُس کا اعتماد کرنے میں اُسے کافی صلاحیت تھی۔ وہ دشمنوں کے دل میں گھر کر کے موقع آنے پر انھیں پامال کر سکتا تھا۔ ایسا شخص موقعہ شناسی اور موقع محل کے مطابق کام کرنے میں تو بہت ممتاز ہو سکتا تھا لیکن کھرے پن اور دلیری کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۶۱۱ء میں وہ محلات شاہی کا مہتمم مقرر ہوا اور اس کی شاندار زندگی کا آغاز ہوا۔[۱۰]

اعتقاد خاں و ابراہیم خاں آصف خاں کے دو چھوٹے بھائی جن کے نام اعتقاد خاں اور ابراہیم خاں تھے اُس کے برابر کے درجہ کے نہ تھے مگر وہ بھی اونچے درجہ تک پہنچے۔[۱۱]

شہزادہ خرم اپریل ۱۶۱۲ء میں آصف خاں کی لڑکی ارجمند بانو بیگم کی شادی شہزادہ خرم سے ہو گئی جو اب دس سال کا ہو گیا تھا۔ اُس کی پرورش اس کی دادی

---

۱۰ آصف خاں کے حالات جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں کسی تاریخ میں دیکھے جا سکتے ہیں اور نیز مآثر الامراء (بیورج) جلد اول صفحات ۲۹۵ اور بیل کی اورنٹیل ڈکشنری صفحہ ۱۸ میں۔

Marfat.com

رقیہ بیگم نے کی تھی جو ہمیشہ اس پر جان نچھاور کرتی تھی۔ وہ اکبر کا چہیتا تھا جو اکثر جہانگیر سے کہتا تھا کہ اُس کے بھائیوں کا اُس سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ خرم نے بھی ان جذبات کی پوری پاسداری کی۔ اپنے دادا کی آخری بیماری میں وہ اس کی پلنگ کی پٹی کے پاس سے بالکل نہیں ہٹا اگرچہ وہ چاروں طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔ اپنے دادا کی آخری خدمت انجام دینے میں اس نے اپنی جان کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے باپ کے کہنے اور ماں کے اصرار کے باوجود اپنی حفاظت کی پوری تدبیر کی۔

تعلیم اور سیرت تمام مغل شہزادوں کی طرح اُسے اعلیٰ درجہ کی مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی گئی۔ اس کے معلموں کے خاص نام ترکی زبان کے ماہر تاتار بیگ یونانی فلسفہ کے ماہر حکیم دوانی گیلانی، مذہبی اور غیر علوم کے استاد قاسم بیگ تبریزی اور ایک شیخ مبارک کے سچے جانشین ابو الخیر تھے۔ تیر اندازی اور شمشیر زنی کی تربیت میر مراد دکھنی اور راجہ شالی باہن نے دی۔ شہزادہ ہمیشہ اپنے استادوں اور

(نوٹ: ماسبق، حسب ذیل نقشوں سے ان تینوں بھائیوں کے عروج کا حال معلوم ہوگا۔

آصف خاں (ابو الحسن)

منصب	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	کیفیت
۵۰۰ + ۱۰۰	۱۰۲۰	۱۶۱۱	اعتقاد خاں کا خطاب پایا
۱۰۰۰ + ۳۰۰	۱۰۲۱	۱۶۱۲	
۲۰۰۰ + ۵۰۰	۱۰۲۳	۱۶۱۴	آصف خاں خطاب پایا
۳۰۰۰ + ۱۰۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۵	
۵۰۰۰ + ۳۰۰۰	۱۰۲۵	۱۶۱۶	علم و نقارہ بھی عطا ہوا
۳۰۰۰ دو اسپہ سہ اسپہ	۱۰۲۶	۱۶۱۹	
۶۰۰۰ + ۶۰۰۰	۱۰۳۱	۱۶۲۳	

Marfat.com

اعتقاد خاں (اعتماد الدولہ کا منجھلا لڑکا)

منصب		سنہ ہجری	سنہ عیسوی	کیفیت
۳۰۰	۷۰۰			
۵۰۰	۱۵۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۵	
۵۰۰	۲۰۰۰	۱۰۲۵	۱۶۱۶	
۱۰۰۰	۲۰۰۰	۱۰۲۷	۱۶۱۸	
۳۰۰۰	۴۰۰۰	۱۰۳۲	۱۶۲۳	

ابراہیم خاں (اعتماد الدولہ کا چھوٹا لڑکا)

۶۰۰	۱۰۰۰		
۱۰۰۰	۲۰۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۵
۲۰۰۰	۲۵۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۵ء

یہ نقشے خصوصاً توزک جہانگیری اور معتمد خاں کے اقبال نامہ سے مرتب کئے گئے ہیں خافی خان اور شاہنواز خاں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

خاص کر حکیم دوائی کے احسانات کا اعتراف کیا۔ لیکن زندگی میں اس کی کامیابی خود اس کی اخلاقی قوت اور کردار کی بلندی سے ہوئی جو اُسے اپنے دادا سے ورثہ میں ملی تھی۔[1] ایسے زمانہ میں جبکہ شراب اعلیٰ رتبہ کا لازمہ سمجھی جاتی تھی خرم پرہیزگاری کا مجسمہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے ۲۴ سال گذار دیئے اور شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھا اس کی چوبیسویں سالگرہ پر جہانگیر نے اُسے اعتدال سے شراب پینے کے فوائد سمجھائے اور

[1] بادشاہ نامہ محمد قزوینی

Marfat.com

اپنی تائید میں ابن سینا کا قول نقل کیا اور جشن کے موقعوں پر تھوڑی سی پینے پر اس سے اصرار کیا۔ خرم نے اس عجیب اصرار کو مدت تک رد کیا مگر بالآخر اُسے جھکنا پڑا۔ جہانگیر کا بیان ہے کہ "بہت زیادہ سمجھانے پر اور بڑی مشکل سے وہ تھوڑی سی شراب پینے پر راضی ہوا"۔ وہ شان شکوہ اور طمطراق کا بڑا دلدادہ تھا مگر اپنے اطوار کی سنجیدگی ہمیشہ قائم رکھی۔ جن لوگوں کا اس سے سابقہ پڑا۔ انھیں وہ خود پسند اور مغرور معلوم ہوا۔ اس کے لبوں پر نہ کبھی مسکراہٹ ہوئی اور نہ کبھی انکسار یا تواضع کا شائبہ ہوتا۔ اُس نے کم سنی ہی میں بہادر جنگ آزما اور ماہر فن سپہ سالار کی شہرت حاصل کرلی اور بڑی بڑی اہم فوجی کمان اُسے سپرد کی گئیں اور اس کا شمار سلطنت کے قابل ترین ماہر جنگ اور جنگی چالوں کے اُستاد کی حیثیت سے ہونے لگا۔ اُس میں حوصلہ مندی کی حرارت تھی اور اُسکی نظر تخت شاہی پر تھی۔ قسمت نے اُس کے حوصلوں کا ساتھ دیا۔ خسرو سازش اور بغاوت کی اور اپنے باپ کی نظروں سے گر گیا۔ پرویز کے معلم ابوالفضل اور مربی زین خاں کوکا تھے۔ وہ بھی حوصلہ مند تھا مگر اس میں قابلیت نہ تھی اور وہ شراب میں مست رہتا تھا۔ دکھن کی جنگ میں اُس کی بدانتظامی نے اُس پر بدنامی کا داغ لگا دیا۔ اس نے دوسرے دو بھائیوں میں جہاندار کا کمسنی میں انتقال ہوگیا اور شہریار جو ۱۶۰۵ء میں پیدا ہوا ابھی بچہ ہی تھا۔

جانشینی کے لئے نامزد

جہانگیر کے تمام لڑکوں میں خرم ہی کو ولیعہدی اور جانشینی کے لئے نامزد کیا گیا۔ مارچ ۱۶۰۸ء میں اُسے آٹھ ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب ملا اور علم و نقارہ دیا گیا۔ تھوڑے دن بعد اُسے جہانگیر کے خلاف قتل کی سازش کا انکشاف کرکے اپنی حیثیت اور مضبوط کرلی۔ ۱۶۰۸ء میں اُسے حصار فیروزہ کی جاگیر دی گئی جس سے ساری دنیا کو معلوم ہوگیا کہ وہ جانشین نامزد ہوگیا ہے۔ تین سال بعد اس کا منصب دس ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار ہوگیا۔

ارجمند بانو بیگم سے شادی

خرم کی شادی پہلے مظفر حسین مرزا صفوی کی لڑکی سے ہو چکی تھی۔ اپریل ۱۶۱۲ء میں بڑی چہل پہل اور رونق تھی اس لئے کہ ولیعہد کی شادی ملکہ کی بھانجی سے ہونے والی تھی۔ شہزادہ اور آصف خاں دونوں شان و شکوہ کے دلدادہ تھے اور خود جہانگیر بارات کے آگے آگے تھا اور ایک دن رات آصف خاں کے محل میں قیام کیا۔[۱]

جلد سوم صفحات ۲۰۳ و ۸۹، ۔ عمل صالح صفحات ۱۳، ۲۲ و ۵۰ ۔ جہانگیر (راجرز و بیوریج) جلد اول ۔
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کثرت ازدواجی کے گھرانوں میں شاذو نادر ہی ایسی خوشی کی شادیاں ہوتی ہوں گی ارجمند بانو اعلیٰ درجہ کی حسین اور دلکش ہونے کے ساتھ مخلص اور فراخ دل کی بھی مالک تھی۔ اس کا ہنس مکھ چہرہ کبھی غبار آلود نہیں ہوتا تھا اور انتہائی مصیبت پر بھی وہ صابر و شاکر رہنے والی تھی اور شوہر کے فرائض کا اُسے بڑا احساس تھا۔ اُس نے اپنا دماغ اور اپنی رُوح اپنے شوہر کے قدموں پر ڈال دیئے اور شوہر نے بھی اُس سے ایسی محبت کی جیسی آج تک کسی بیوی سے نہیں ہوئی "سنگ مرمر کا بنا ہوا حباب" جسے تاج محل کہتے ہیں وہ ان دونوں کی دلکش مخلصانہ محبت کی یادگار ہے۔

نورجہاں کا عروج

تاہم یہ شادی تقریباً سیاسی تھی۔ اس سے نورجہاں، اعتمادالدولہ اور آصف خاں کا ولیعہد سلطنت سے اختلاف نمایاں ہوگیا۔ اگلے دس سال تک ان چار قابل افراد کے گروہ نے سلطنت پر حکمرانی کی جسے نور جہاں کا عروج کہتے ہیں وہ دراصل ان چاروں کا عروج تھا چند ہی سال کے اندر خرم بیس ہزار ذات اور بیس ہزار سوار کے لیے بے نظیر منصب پر پہنچ گیا۔[۱]

[۱] حسب ذیل نقشہ سے اسکی وضاحت ہوجائے گی۔

شہزادہ خرم

منصب	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	کیفیت
۸۰۰۰+۵۰۰۰	۱۰۱۸	۱۶۰۷ء	نیز جاگیر حصار
۱۰۰۰۰+۵۰۰۰	۱۰۲۰	۱۶۱۱	
۱۲۰۰۰+۵۰۰۰	۱۰۲۱	۱۶۱۲	
۱۲۰۰۰+۶۰۰۰			
۱۵۰۰۰+۸۰۰۰	۱۰۲۴	۱۶۱۴	
۲۰۰۰۰+۱۰۰۰۰	۱۰۲۵	۱۶۱۶	
۳۰۰۰۰+۲۰۰۰۰	۱۰۲۶	۱۶۱۷	

(بقیہ حاشیہ ماسبق) صفحات ۱۹ تا ۲۰، ۲۸ ، ۸۷ ، ۱۲۳ ، ۱۳۲ ، ۱۸۰ ، ۱۹۲ و ۲۲۳ ، ۲۲۵ ، ۲۰۹ و ۳۰۶ تا ۳۰۷ ، محمد ہادی صفحہ ۹۔ اقبال نامہ صفحہ ۷۰ و خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۷۶ ، گلیڈون صفحات ۱۳ تا ۱۴ و ۲۱۔ ماثرالامرا جلد سوم صفحہ ۸ ، (بیورج) جلد اول صفحہ ۲۹۴ سفارت سرطامس رو صفحات ۲۷۸ ، ۲۸۰ ، ۳۱۶ ، ۳۲۶ ، ۳۲۹ تا ۳۲۶ ، ۳۲۸ ، ٹیری صفحہ ۴۱۲

سرطامس رو (صفحہ ۲۸۳) جسے شہزادہ سے کد تھی، اُسے مغرور، پُراسرار جھوٹا ظالم اور سنگ دل کہتا ہے۔

پرویز سے متعلق دیکھو ملکہ نامہ جلد سوم صفحات ۵۶۸ ، ۵۷۷ و ۶۲۷۔

Marfat.com

اس کا مقابلہ اُس کے بڑے بھائی پرویز کی ترقیوں سے کرو۔

٨٠٠٠	15000	١٠٢٨ھ	١٦١٩	۱۶۲۱ء میں خرم کا منصب اسی کے برابر کر دیا گیا۔
١٠٠٠٠	٢٠٠٠٠			دو سال پیشتر خرم کا منصب ٣٠٠٠٠+٢٠٠٠٠ پر پہونچ گیا تھا۔

تمام معاصر مبصرین ملکی اور غیر ملکی بالاتفاق راوی ہیں کہ نور جہاں کی سلطنت پر پوری پوری حکمرانی ہے۔ اگرچہ وہ اُس کے تمین رفیقوں کے اس میں حصہ کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ کبھی کبھی جھروکہ میں بیٹھتی تھی۔ حکام کو احکام نافذ کرتی تھی اور سفیروں کی پذیرائی کرتی تھی۔ کبھی سکوں پر اس کا نام ہوتا تھا اور اکثر فرامین اس کے نام سے جاری ہوتے تھے۔ اگر وہ منصب داری کے زمرہ میں شامل ہو سکتی تو اپنی جاگیروں کے لحاظ سے تیس ہزار کے منصب پر ہوتی۔ اُس کی سرپرستی کا انحصار بیشتر اُس کے رفیقوں پر تھا۔[۱۲]

---

[۱۲] اقبال نامہ صفحات ۵۶ تا ۵۰ (الیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۴۰۵ تتمہ وقائع جہانگیری (الیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۳۹۸ و ۳۹۹ تا ترجہانگیری مخطوطہ خدا بخش، صفحات ۶ و ۷۔ معتمد خاں کا بیان ہے کہ سارے سکوں پر نور جہاں کا نام ہوتا تھا اور سارے فرامین اُسی کے نام سے جاری ہوتے تھے۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ بعض فرامین جو مجھے ملے ہیں۔ اُن میں نور جہاں کا نام ہے۔ بس پول، وہائٹ وہیڈ وغیرہ نے سکوں کی جو فہرست مرتب کی ہے اُن میں سے بہتوں پر اس کا نام نہیں ہے اس کے نام سے جو سکے مضروب ہوئے اُن پر یہ سجع تھا: بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر۔

"اُس نے (نور جہاں نے) اپنی محبت سے اتنی فتح حاصل کی کہ اُس کی (جہانگیر کی) محبت پر تقریباً پورا قبضہ کر لیا۔ وہ مملکت میں جو چاہتی تھی کرتی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی آصف خاں اور دوسرے قریبی عزیزوں کو اقتدار عزت اور منافع کے بلند ترین درجوں تک اس سلطنت میں پہونچایا۔" ٹیری صفحہ ۴۰۶

خرم اور نور محل کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے سر طامس رو نے لکھا ہے: "سلطان خرم کا تنہائی اقتدار تھا جتنا نور محل کا جو ہر چیز پر حاوی تھا اس لئے کہ اگر بادشاہ کی حکومت ہوتی تو اس کی فطرت انصاف پسند معتدل اور معقول ہے اور اپنے خیال میں میرا بہت پاس کرتا ہے ... مگر وہ معتدل انسان سادہ لوح ہے اور صرف ایک کان سے سنتا ہے۔" خطوط موصولہ جلد پنجم صفحہ ۳۳۲۔ "وہ (جہانگیر) نور جہاں سے شادی کر کے اس کا قیدی ہو گیا۔ اس کے عہد میں وہ امیر تقریباً پوری پوری حکومت کرتی ہے۔ اپنے نام کا سکہ جاری کرتی ہے۔ جو چاہتی ہے تعمیر کرتی ہے اور جس طرح چاہتی ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جہانگیر بے قابو نہ تھا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے شاید سرسری طور پر یا مذاقاً کہا تھا کہ اُسے بخوبی معلوم ہے کہ نور جہاں حکومت کرنے کی اہل ہے اور خود اُسے تو عیش کے لئے صرف ایک شراب کی بوتل اور ایک گوشت کا ٹکڑا چاہیئے[۲۱] لیکن یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا کہ بادشاہ بالکل صفر ہو کر رہ گیا تھا۔ اول تو یہ کہ اس کی خارجی اور داخلی پالیسی کے تمام اصول برقرار تھے۔ دوسرے برسرِ اقتدار گروہ کے افراد بادشاہ کے مزاج پر نظر رکھتے اور یہ کوشش کرتے تھے کہ اس پر قابو حاصل کرنے کے بجائے اُسے سہارا دیں۔ تیسرے یہ کہ امورِ سلطنت میں بادشاہ گہری دلچسپی لیتا تھا اور کبھی کبھی بااقتدار گروہ کے خلاف سختی سے مداخلت کرتا تھا۔ سر طامس رو نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب بادشاہ کے سامنے مغربی ساحلی علاقوں میں شہزادہ خرم کے انگریزوں پر ظلم کا ذکر کیا گیا تو وہ سخت برافروختہ ہوا اور شہزادہ کو سخت فہمائش کی[۲۲]

نور جہاں کے عروج کے دو دَور جہانگیر کی صحت جب بالکل گر گئی تو اس وقت اُس نے نظم و نسق میں موثر اقتدار استعمال کرنا ترک کر دیا۔ چنانچہ نور جہاں کے عروج کو دو دَور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا دَور ۱۶۱۱ء

(بقیہ حاشیہ) معاملات طے کرتی ہے۔ جسے چاہتی ہے بادشاہ کی نظروں سے گرا دیتی ہے اور جسے چاہتی ہے اٹھاتی ہے۔"

یہ ـــــ ی کا بیان ہے جس نے ۱۶۲۹ء سے ۱۶۳۰ء تک ہندوستان کا دورہ کیا (سفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۰۶) وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اُس نے نور جہاں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ عوام الناس کی روایت سے اور عام طور پر مقبول ہے ـــــ نے ۱۶۲۳-۲۵ء میں سنا کہ نور محل اس لئے کہ مغربی ساحلی علاقوں میں اس کا نیا خطاب نور جہاں نہیں سنا تھا جو اس وقت حرم میں ہے اپنے پورے اختیار سے احکام صادر کرتی ہے اور حکومت کرتی ہے۔ حرم کی دوسری عورتوں کو جن سے اُسے رقابت کا اندیشہ تھا اس نے شکایات کر کے یا کسی اور خوبصورت طریقہ سے الگ کر دیا ہے اور ـــــ میں بھی تقریباً تمام سربراہوں اور افسروں کو معزول کر کے یا برخاست کر کے تبدیل کر رہی ہے اور ان کی جگہ نئے آدمی اپنی مرضی سے یا خود اپنے عزیز اور حامی رکھ لئے ہیں، (نصاب جلد ۵ صفحہ ۵۴) ـــــ کو اطلاع غلط ملی کہ تقریباً تمام پرانے افسر بدل دیئے گئے ہیں

برنیر (صفحہ ۱۵) نے اورنگ زیب کے عہد میں لکھا ہے کہ جہانگیر کی ملکہ نے بہت دنوں تک حکمرانی کی، جہانگیر شراب اور عیاشی میں مست رہا۔

[۲۱] اقبال صفحہ ۷۰ (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۴۰۵ تتمہ (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۳۹۹۔

[۲۲] سفارت سر طامس رو صفحات ۱۴۷ تا ۱۴۸ نیز دیکھو خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۰۔

Marfat.com

سے ۱۶۲۳ء تک جبکہ جہانگیر نظم ونسق کا ایک اہم عنصر تھا اور جب اعتماد الدولہ اور اس کی بیگم زندہ تھے نور حرم اور نور جہاں ر املی بھگت تھی۔ دوسرا دور ۱۶۲۲ء سے ۱۶۲۷ء تک جب بادشاہ بالکل مریض ہوگیا تھا اور باعظمت وزیر اور اس کی بیگم گذر چلے تھے اور تیجۂ پنذر اور شہزادہ ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش تھے اس دور میں نور جہاں کی حکومت میں ملک کے اندر خونریزی اور شورش پھیل گئی تھی۔ اول الذکر دور میں برسرِ اقتدار گروہ نے بحیثیت مجموعی ملک میں امن اور خوش حالی برقرار رکھی۔

پُرانے امرا کی رقابت

خاندانی گروہ بندی سے زیادہ کوئی اور گروہ بندی اتنی باہم وابستہ کرنے والی اور نفرت انگیز نہیں ہوئی۔ یہ گروہ بندی قدرت ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ نور جہاں اور اس کے ساتھیوں نے شاہی ملازمت کی تمام خالی جگہوں کو اپنے آدمیوں سے بھر دیا اور منصب پر پہنچنے کا وسیلہ بس انھیں کی نظرِ کرم پر تھا۔ اس سے قدرتاً پرانے امرا میں اور ان لوگوں میں جو اقتدار میں اپنے جائز حصہ سے محروم کر کے اندھیرے میں ڈال دیئے گئے تھے یا سمجھتے تھے کہ وہ اپنی واقعی حق سے محروم کر دیے گئے ہیں رقابت کا جذبہ بھڑک اٹھا۔

مہابت خاں کا احتجاج

عبدالرحیم خان خاناں نے تو صاحب اقتدار گروہ سے سمجھوتہ کرلیا لیکن زیادہ خوددار امرا جیسے مہابت خاں نے اُن کے سامنے جھکنا قبول نہ کیا۔ چنانچہ اب شاہی دربار دو گروہوں میں تقسیم ہوگیا یعنی نور جہاں کے گروہ کے حامی اور ان کے مخالف مہابت خاں اس مخالف گروہ کا ترجمان بن گیا اور اُس نے اپنی فطری راست بازی سے اپنے آقا کو سمجھایا کہ وہ عورتوں کی محکومی سے اپنا پیچھا چھڑائے۔ اُس نے کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جہانگیر جیسا عاقل اور عالم بادشاہ ایسا کرے جو دنیا میں کسی بادشاہ نے نہیں کیا اور اپنی شہرت سے اتنا بے پروا ہو جائے۔ اُس نے اصرار کیا کہ بادشاہ کو یہ بیڑیاں اُتار پھینکنا چاہیے۔ جہانگیر اُس کی دلیل ہوا مگر خود کو آزاد کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کی[۲۸]۔ باقتدار گروہ کے عروج نے مہابت خاں کے روزافزوں کارناموں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ ۱۶۱۲ء تک اُس نے چار ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب

---

[۲۸] انتخاب جہانگیر شاہی (ایلیٹ وڈاؤسن)، جلد ششم صفحات ۴۵۱-۲۔

Marfat.com

تک ترقی ہی تھی مگر اگلی ترقی کے لئے اُسے ۱۶۲۲ء تک انتظار کرنا پڑا جب اقتدار پسند گروہ میں پھوٹ پڑی اور نور جہاں نے محسوس کیا کہ خود اُس کے لئے مہابت خاں کی خدمات کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ اس دوران میں اُس کی اعلیٰ ذہانت کو حکومت کے مستقر سے دُور دکن اور افغانستان کی بے نتیجہ لڑائیوں میں ضائع کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔[۱۵]

شہزادہ خرم اور شہزادہ خسرو کی تخت شاہی کے لئے رقابت

شہزادہ خرم باقتدار گروہ کی طرف سے تخت شاہی کا امیدوار تھا۔ شہزادہ خسرو کو مخالف گروہ نے اپنی طرف سے امیدوار بنا لیا خسرو کی شخصیت کی دل کشی، اُس کی بے داغ خانگی زندگی۔ اس کی مصیبتوں اور اُس کے باہمت کارناموں نے اُسے ہر طبقہ کے لوگوں میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ خرم شاہی کی

۱۵؎ حسب ذیل نقشہ سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

منصب	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	کیفیت
۵۰۰	...	...	
۱۵۰۰	۱۰۱۴	۱۶۰۵	اس سال مہابت خاں کا خطاب ملا
۳۰۰ ۲۰۰۰	۱۰۱۵	۱۶۰۶	
۳۰۰۰ ۳۰۰۰	...	...	
۳۵۰۰ ۳۰۰۰	۱۰۱۹	۱۶۱۰	اب تک تو اُس کی ترقی حیرت انگیز تھی لیکن اب نور جہاں کے گروہ کا عروج شروع ہوتا ہے جس سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اپنی اعلیٰ قابلیت اور بادشاہ کی نظر عنایت وہ ممتاز عہدوں پر تو مقرر ہوتا رہا لیکن اگلے دس سال تک اُس کی ترقی رُکی رہی۔ ۱۶۲۲ء میں جب باقتدار گروہ میں پھوٹ پڑی اور نور جہاں کو شاہجہاں کے مقابلہ کے لئے مہابت خاں خدمات ہوئی تو اُسے ترقی ملی۔
۵۰۰۰ ۲۰۰۰	۱۰۳۱	۱۶۲۲	

Marfat.com

خواتین کے دلوں میں اُس کا اُنس سما تھا۔ خانِ اعظم قدرتاً اپنے داماد کا دلدادہ تھا۔ پرانے امرا جو نورجہاں کے بااقتدار گروہ سے بیزار تھے وہ بیشتر اسی کے طرفدار تھے۔ سارے غیر مطمئن عناصر نے اُس کی اطاعت شعاری کا حلف لیا۔

پارٹیاں خواہش خیال کی بنیاد ہوتی ہے۔ چنانچہ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ جہانگیر کو خسرو سے محبت ہے اور اُس نے قطعی طور سے طے کر لیا ہے کہ مغرور اور تحکم پسند خرم کے بجائے اُسے تخت نشینی کے لئے نامزد کرے اگر خسرو کو رہا نہیں کیا جاتا تھا تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ اُس کی غیر معمولی ہردلعزیزی سے خائف ہے [١٦]

سازشیں خسرو کے متعلق جہانگیر کے مزاج کے ہر موڑ پر حسب موقع دربار میں خوشی یا غم کا اظہار ہوتا تھا۔ ١٦١٣ء بادشاہ اس حد تک نرم پڑا کہ شہزادہ کی قید کی سختیوں کو کم کر دیا اور روزانہ آداب بجالانے کے لئے دربار میں حاضری کی اجازت دے دی [١٧] یہ بااقتدار گروہ کیلئے ناقابل برداشت تھا اور اس نے اگلے سال اس اجازت کو منسوخ کرانے کی کوشش کی [١٨] تقریباً اسی زمانہ میں خان اعظم کو اس جرم میں کہ اس نے خرم کی میواڑ کی مہم میں خسرو کے مفاد میں روڑے اٹکائے تھے اُس کے دشمن آصف خاں کی سپردگی میں دے دیا گیا [١٩]

١٦ راکتوبر ١٦١٦ء میں بااقتدار گروہ کے اصرار سے مجبور ہو کر قیدی خسرو کو ___ رائے دلان

---

[١٦] (جلد دوم صفحہ ٢٠٠۔ اسی زمانہ میں یورپین مبصر جیمس بکفورڈ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر سر ٹی اسمتھ کے نام ایسے ہی خیالات زوردار الفاظ میں ظاہر کئے۔ اس نے لکھا کہ "شہزادہ خسرو اپنے باپ کا بہت چہیتا ہے اور ہمیشہ چہیتا تھا اگرچہ وہ قید میں ہے جس کی وجہ سے اس سے نفرت نہیں بلکہ اندیشہ ہے اس لئے کہ سارا ملک اس سے محبت کرتا ہے جس میں ملک کے بڑے ممتاز اور مغرور افراد شامل ہیں۔ باوجودیکہ بادشاہ نے قسم کھائی ہے کہ اُس کے بعد وہی حکمراں ہوگا مگر وہ اس اندیشہ سے اُسے ذہن میں رکھے ہوئے ہے کہ کہیں وہ ___ نہ جائے۔ خطوط موصولہ جلد پنجم صفحہ ٣٢٨ (ٹیری صفحات ٤١٠ و ٤١٢) کا بیان ہے کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کا (خسرو کا) باپ جیسا کہ اکثر اس سے وعدہ کیا ہے اپنے بڑے لڑکے کو اپنا جانشین بنانا چاہتا ہے۔ اگرچہ فی الحال کسی رقابت کی بناپر (وہ لوگوں میں اس قدر محبوب ہے) وہ اُسے آزاد نہیں چاہتا۔ بادشاہ کی محبت کی وجہ سے اس کا بھائی خرم جو بادشاہ کا تیسرا لڑکا اور جو بڑے شان و شکوہ سے رہتا ہے اور تخت شاہی کا حوصلہ مند ہے اس سے نفرت کرتا ہے اور اپنے والد سے جو بہت ضعیف ہو گیا ہے طرح طرح کی شکایتیں کرتا ہے۔"

[١٧] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ٢٥٢ [١٨] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ٢٦١ [١٩] ایضاً

Marfat.com

اس واقعہ سے محل اور دربار اور سارے ملک میں سخت خوف و ہراس طاری ہوگیا۔ اسے قدرتاً باقتدار گروہ کی بڑی کامیابی خیال کیا گیا جو شہزادہ خسرو کی آئندہ توقعات اور خود اس کی زندگی کیلئے بڑا خطرہ ہے [41] سرطامس رو کا بیان ہے جو اس وقت دربار میں موجود تھا کہ عام لوگوں میں بڑی سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے شہزادہ ہی کو نہیں بلکہ خود اپنی زندگی کو بھی ایک تحکم پسند شہزادہ اور فتنہ پرداز گروہ کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور یہ کہ خسرو مرا تو اس کی بڑی بدنامی ہوگی یا وہ انتقام لے گا۔ اس لئے پہلے اسے جانا چاہیئے اور اس کے بعد اس کے

(بقیہ حاشیہ) اگرچہ یہ کوشش اس طرح ناکام رہی۔ مگر برسر اقتدار گروہ برابر سازش کرتا رہا اور جس وقت شہزادہ خرم دکھن کو روانہ ہور ہا تھا تو اُسے اور اُس کے رفیقوں نے طے کیا کہ اگر شہزادہ خسرو انی رائے کے قبضہ میں رہا تو خود ان کی خیر نہیں اور یہ کہ اس کی (خرم کی) عدم موجودگی میں شاید اُس کی بادشاہ سے مصالحت ہو جائے اور خرم کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں۔ اس لئے انھوں نے پھر بادشاہ کے عزم پر حملہ کیا اور اصرار کیا کہ وہ اپنے لڑکے کو آصف خاں کے سپرد کردے اور خرم کو اس کا سرپرست بنادے۔ انھوں نے یہ دلیل دی کہ اُس سے خان خاناں اور اس کے حمایتی خائف ہو جائیں گے جب وہ سنیں گے کہ شہزادہ پر اتنی عنایت ہے کہ وہ اس کے خلاف جنگ آزما ہونے کو نکل پڑا ہے اور یہ کہ بادشاہ نے اُسے آزاد کر دیا ہے جو اُس کے برابر ہے جیسے بادشاہی کو اسی کی ہو لو رجانشینی کی امید ہوگئی ہے اور اس کا موجودہ بجاں ہے۔ بادشاہ جس نے خود کو ایک عورت کے اختیار میں دے دیا ہے۔ اپنے لڑکے کو سازشوں سے محفوظ نہ کرسکا۔ یا تو خود اُس کے خود اُس کے حوصلہ پر اُس کی نظر نہیں ہے اور یا اُسے اپنی ست پر بہت زیادہ بھروسہ ہے اور اس پر راضی ہوگیا ہے۔ چنانچہ آج وہ انی رائے کی حفاظت سے نکال لیا گیا اور آصف خاں نے جو سپاہی تعینات کئے تھے ان کے حوالے کر دیا گیا ہے اور دو سو شہزادہ کے سواروں کی مدد سے"۔ رو جلد دوم صفحہ ۳ پرچہ جات رجلد چہارم صفحات ۳۲۲ تا ۳۲۳) پرانا ایڈیشن جلد اول صفحہ ۵۵۵۔

[41] سرطامس رو نے شاہی محل کے اندر سنسنی کے بارے میں جو باتیں سنیں انھیں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے: "سلی (خسرو کی) بہن اور حرم شاہی کی دوسری عورتیں غمگین ہیں۔ گوشت کھانا ترک کر دیا ہے اور بادشاہ کے شبہ پر اور ظلم پر ماتم کر رہی ہیں اور کہتی ہیں اگر وہ مرگیا تو محل کی سو عورتیں اُس کے سوگ اور بادشاہ کی اپنے بیٹے کی قربانی پر جل مریں گی۔ بادشاہ تسلی کی باتیں کرتا ہے اور قسم کھاتا ہے کہ وہ شہزادہ کا برا نہیں چاہتا اور اس کی رہائی کا وعدہ کرتا ہے اور عورتوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے نور محل کو اس کے پاس بھیجتا ہے مگر وہ کوستی اور دھمکاتی ہیں اور نور محل کے سمجھانے کو نہیں مانتی ہیں۔" رو جلد دوم صفحہ ۱۹۳

خود شہزادہ کے متعلق وہ کہتا ہے کہ اس نے گوشت کھانا ترک کر دیا ہے اور اپنے باپ سے خواہش کرتا ہے کہ وہ قتل کردے مگر دشمنوں کو کامیاب و مسرور نہ کرے۔

Marfat.com

کی سپردگی سے لے کر آصف خاں کی سپردگی میں دے دیا۔[۱]

---

[۱] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۲۲۶۔ بادشاہ صرف یہ کہتا ہے کہ شہزادہ جو بغرض حفاظت رائے کی سپردگی میں تھا آصف خاں کو سپرد کر دیا گیا۔ لیکن سر طامس رو کامیاب سازش کی دلچسپ تفصیل بیان کرتا ہے جس کے نتیجہ میں خسرو کو آصف خاں کے سپرد کیا گیا۔ شاید یہ محض دربار کی گپ ہو جس کی کچھ بنیاد ہو۔ لیکن رائے عامہ کے رجحان کو ظاہر کرنے کے لئے اور بادشاہ کی بار بار رائے بدلنے کے سلسلہ میں یہ قابل لحاظ ہو ہمیں بتایا گیا کہ برسر اقتدار گروہ نے یہ طے کیا کہ اگر شہزادہ خسرو جس سے امرا محبت کرتے ہیں۔ اگر زندہ رہا تو خود ان کی خیر نہیں ہے اور اس کی آزادی یا زندگی ان کے حوصلوں پر بروقت کاری ضرب لگائے گی اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ شہزادہ کو کس طرح اپنے اختیار میں لایا جائے تاکہ زہر سے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ نور جہاں عورتوں کے ناز و انداز اور خوشامد اور دکھاوے آنسوؤں کی مدد سے بادشاہ پر یہ اثر ڈالا کہ خسرو سے اندیشہ ہے اور اس کا بادشاہ بننے کا حوصلہ پست نہیں ہوا ہے۔ بادشاہ نے بات سنی اور تسلی دی مگر جتنی بات صاف صاف کہی گئی تھی اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھا۔ اس ترکیب میں ناکارہ ہو کر انہوں نے بادشاہ کے شراب سے مست ہونے کا انتظار کیا۔ شہزادہ اور اعتماد الدولہ اور آصف خاں نے بادشاہ کو یہ سوجھایا کہ سلطان خسرو کی زندگی اور عزت کے لئے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ بجائے غیر مسلم راجپوت کے وہ اپنے بھائی کی سپردگی میں رہے جس کی صحبت خوشگوار ہوگی۔ اس لئے انہوں نے عاجزی سے التجا کی اور بادشاہ نے اسے منظور کر لیا اور پھر سو گیا۔ ان لوگوں نے خود کو بادشاہ کے حکم سے مضبوط کرنا مناسب سمجھا جس سے سرتابی کی کسی کو جرأت نہ ہوگی۔ چنانچہ اسی رات کو آصف خاں ایک محافظ فوجی دستہ لے کر رائے کے یہاں گیا اور اس سے کہہ کر خسرو کو حاصل کر لیا۔ . . رائے بیچارہ ملازم تھا۔ تاہم وہ بغیر شاہی حکم کے کسی اور کے حوالے شہزادہ کو نہ کر سکتا تھا۔ اب وہ بادشاہ کی سپرد کی ہوئی ذمہ داری سے آزاد ہو کر آرام کی نیند سونے لگا۔ اس جواب سے سب مطمئن ہو گئے اور انی رائے شہزادہ کے متعلق حکم لینے اور اپنے جواب کی اطلاع دینے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ بادشاہ نے اپنے لڑکے کو اس کے حوالے کیا تھا اور اسے چار ہزار کا منصب دیا تھا اس لئے وہ محل کے دروازے پر جان دے دیگا۔ مگر شہزادے کو اس کے دشمنوں کے حوالے نہ کرے گا۔ اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے تو وہ اس کی تعمیل کر دیگا۔ مگر اپنی بے قصوری ثابت کرے گا۔ بادشاہ نے جواب دیا "تم نے ایمانداری اور وفاداری سے کام اور مناسب جواب دیا۔ اب اپنا ارادہ مضبوط رکھو اور کسی کے حکم کی پروا نہ کرو۔ میں اس سے بے خبری ظاہر کروں گا اور تم اپنی لے سے نہ ٹلو۔ نہ وفاداری سے منہ موڑو۔ یہ دیکھنا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں" دوسرے دن شہزادہ اور مخالف گروہ نے اسے دیکھ کر خاموش پا کر یہ خیال کیا کہ اس نے شراب کے نشہ میں جو کیا تھا وہ بھول گیا ہو گا اور اجازت یا انکار کا لحاظ کئے بغیر معاملہ کو پھر چھیڑ دیا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

لڑکے کو، اور اس طرح اُن کے خون سے یہ نوجوان (خرم) تخت شاہی پر بیٹھے گا۔ اُس کی دوبارہ سپردگی کے متعلق نئی توقعات پیدا ہو کر گشت کرتی ہیں مگر ختم ہو جاتی ہیں۔ ہر شخص اپنے اندیشہ یا خواہش کے مطابق بات کرتا ہے۔ سارے دربار میں کانا پھوسی ہو رہی ہے۔ امرا اور عوام الناس پر غم واندوہ مسلط ہے اور طرح کی افواہیں اور آوازیں سنائی دیتی ہیں جن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ بس یہ اُبھرتی ہیں اور دب جاتی ہیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا [۲۲]

اس وقت بھی کہا جاتا ہے کہ خرم اپنے بھائی کو ختم کرنے کی کوشش میں لگا ہے [۲۳] اس تمام مدت میں امیدوں اور حوصلوں اور رقیب پارٹیوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے دربار میں مسلسل ہیجان ہے۔

خانہ جنگی کا اندیشہ قطعی طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ جہانگیر کے انتقال پر ایک دوسرے کے رقیب شہزادوں میں خانہ جنگی ہوگی۔ سر طامس رو نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو آگاہ کر دے کہ وہ اس ملک میں اپنے کاروبار کو زیادہ نہ پھیلائے اس کے ایجنٹوں کو چند جگہوں میں جمع ہو جانا چاہیے اور ملک کی سیاست میں حصہ لینے سے پرہیز کرنا چاہیے [۲۴]

---

[۲۲] رو جلد دوم صفحہ ۲۹۳ [۲۳] رو صفحہ ۲۹۹ دیرچ جات جلد چہارم صفحہ ۳۰۴

[۲۴] آف سر طامس رو صفحات ۳۰۳ و ۲۹۵۔

نیز کیفورڈ کا خط سر طامس اسمتھ کے نام خطوط موصولہ جلد ششم صفحات ۱۳۴ تا ۱۳۵

Marfat.com

نواں باب

ہنگامے اور شورشیں

داخلی امن ۱۶۰۵ء-۱۶۲۳ء شہزادہ خسرو اور شہزادہ خرم کی بغاوتوں کے درمیان سترہ سال مغل سلطنت میں بحیثیت مجموعی پورے امن و امان سے گذرے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ملک کے اندر بکثرت آزاد ریاستیں ہیں۔ نقل و حمل کی عظیم مشکلات ہیں حکومت کی فوج اور مسلح ہجوم میں برائے نام ہی فرق ہے۔ گاؤں کے لوگوں میں لگان دینے سے انکار کرنے کا رجحان ہے اور سب سے آخر میں لیکن سب سے اہم یہ کہ سرحدوں پر طاقتور دشمن موجود ہیں تو ہمیں مغل حکومت کے معقول نظم و نسق اور طریق کار کی تعریف کئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اس زمانہ کے غیر ملکی سیاح متعدد ڈاکوں اور لوٹ مار کا ذکر کرتے ہیں مگر یہ سب سرحدوں اور راستوں پر ہوئے۔

ہنگامے اور بغاوتیں چند ہنگامے اور شورشیں مقامی نوعیت اور مختصر مدت کی ضرور ہوئیں۔

رائے رائے سنگھ رائے رائے سنگھ اور بیکانیر کے دلیپ سنگھ کو خسرو کی بغاوت سے یہ جرأت ہوئی کہ ناگور کے قریب شورش برپا کریں۔[1]

رام چندر بندیلہ رام چندر بندیلہ نے اس بنا پر علم بغاوت بلند کر دیا کہ اُس کے بھائی ابوالفضل کے قاتل بیر سنگھ کے ساتھ بڑی جانب داری ہوتی جاتی ہے مگر اُسے شکست دے کر گرفتار کر لیا گیا اور بادشاہ کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دینے پر مجبور کر دیا گیا۔[2]

---

[1] ماقبل باب پنجم۔ گلیڈون صفحہ ۱۲

[2] ماقبل باب پنجم۔ گلیڈون صفحہ ۱۴

Marfat.com

سنگرام بہار کے ایک زمیندار کو شاید خسرو کے واقعہ سے بغاوت کی جرأت ہوئی مگر جہانگیر قلی خاں گورنر بہار سے مقابلہ میں وہ شکست کھا کر قتل ہو گیا۔[1]

قطب قطب کی شہزادہ خسرو کے بھیس میں عجیب و غریب بغاوت[2] کے علاوہ دہلی کے جوار میں بھی ۱۶۱۰ء میں شورش ہوئی جسے معظم خاں نے آگرہ سے آکر فرو کیا۔[3]

قنوج و کالپی اگلے سال ایسے ہی ہنگامے قنوج اور کالپی میں ہوئے جنھیں خان خاناں نے فرو کیا جس کی جاگیر اُسی طرف کے علاقہ میں تھی۔

دلپت کی شکست گرفتاری اور سزائے موت ۱۶۱۳-۱۴ء میں دلپت کو اس کے بھائی راؤ سورج سنگھ نے گدی سے اُتار دیا تھا جس کی وجہ سے وہ بغاوت پر اُتر آیا۔ راؤ سورج سنگھ کو اس کی تادیب پر مقرر کیا گیا جس نے اُسے سخت شکست دی اور جنوبی پنجاب کی طرف بھگا دیا۔ اُسے خوست کے فوجدار حاجی جمال بلوچ نے گرفتار کر کے دربار روانہ کر دیا اور اُسے سزائے موت دی گئی۔[4]

سبحان قلی ایک معمولی فساد ۱۶۱۸ء میں ہوا جبکہ اکبر کے بہترین شکاری حاجی جمال بلوچ کے لڑکے اور اسلام خاں گورنر بنگال کے قتل کی سازش کرنے والے سبحان قلی اپنی رہائی اور شاہی شکاری کی ملازمت میں شامل ہونے کے بعد گجرات کے دربار سے بھاگ گیا اور آگرہ کے قرب و جوار میں کاشتکاروں سے گھل مل گیا۔ تعاقب کرنے والی شاہی فوج کی آمد پر کاشتکار بھڑک گئے لیکن انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور ملزم کو خواجہ جہاں گورنر آگرہ کے بھیجے ہوئے ایک فوجی دستے کے حوالے کر دیا۔ اُسے سزائے موت کا حکم ہوا مگر جلد ہی جہانگیر نے اُسے نرم کر دیا لیکن یہ حکم بروقت نہ پہنچ سکا اُس وقت سے جہانگیر نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ موت کی سزا شام تک ملتوی رکھی جایا کرے۔

---

[1] ماقبل: باب ہفتم۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۷

[2] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحہ ۱۷۱

[3] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحہ ۱۹۹۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۰

[4] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد دوم صفحات ۲۷ تا ۲۸

[5] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد دوم صفحات ۲۷ و ۲۸

Marfat.com

گجرات گجرات میں سب سے زیادہ چھوٹی چھوٹی شورشیں ہوئیں۔

مظفر گجراتی کا لڑکا مظفر گجراتی جو اکبر کے عہد میں اپنی وراثت کا زبردست مدعی تھا اُس کے ایک لڑکے نے اکبر کے انتقال پر احمد آباد میں علم بغاوت بلند کیا مگر اُسے جلد ہی کچل دیا گیا۔[۹]

جیت پور کا رئیس کاٹھیاوار میں جیت پور کے شورہ پشت رئیس نے ۱۶۱۰ء میں کچھ شورش برپا کی۔ فدائی خاں کے ماتحت جو فوج اُس کی تادیب کے لئے مقرر کی گئی اُس سے وہ بچ کر جنگلوں میں چھپ رہا۔ اس کے ہمراہیوں نے فدائی خاں کے بھائی روح اللہ پر بے خبری میں اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا لیکن روح اللہ کے سپاہیوں نے پاس کے گاؤں میں آگ لگادی اور اُس کے باشندوں کو ذبح کر ڈالا۔

معافی جیت پور کا رئیس جب بالکل عاجز اور بے بس ہوگیا اور اس نے اطاعت قبول کی اور اُسے معاف کر دیا گیا اور درباریوں میں شامل کر لیا گیا۔[۱۰]

فوجیوں اور کاشتکاروں میں جھگڑا ۱۶۱۲ء میں ٹھٹھہ کے اندر فوجیوں اور کاشتکاروں میں جھگڑا ہوگیا۔ جہانگیر نے محل کے بخشی عبدالرزاق کو بحال کرنے کے لئے بھیجا اور یہ کوشش کی کہ رعایا اور فوجیوں میں میل ہو جائے۔[۱۱]

لیکن یہ سب مقامی معاملات تھے جن میں جان و مال کا زیادہ نقصان نہیں ہوا اور جنھیں فوراً دبا دیا گیا البتہ سرحدی صوبوں کا حال اس سے مختلف تھا۔

پورتگالی مغربی ساحل پر پورتگالیوں نے سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ مختلف قوم کے یورپین تاجروں، انگریز، ڈچ اور پورتگالیوں کی سمندر میں باہمی آویزشیں حکام شاہی کے لئے سخت پریشان کن تھیں۔ جہانگیر خود گوا کے پورتگالی حکام سے دوستانہ تعلقات رکھنے کا خواہاں تھا۔ ۱۶۱۰ء میں اُس نے مقرب خاں کو پادری پنہیرو کے

---

[۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات

[۱۰] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۳۔ ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۶۰ و ۵۶۱ جیت پور کے رئیس کے لئے دیکھو رٹ جلد دوم صفحات ۲۵۸۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد سوم صفحہ ۱۹۲

[۱۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۵

Marfat.com

ساتھ بطور سفیر کے گوا بھیجا مگر ۱۶۱۳ء میں سورت کے قریب پرتگالیوں نے سارے ہی جہازوں پر قبضہ کر لیا جن میں مادر ملکہ کا بھی حصہ تھا اور جن میں کم از کم تیس لاکھ کا خزانہ تھا بادشاہ سخت برافروختہ ہوا اور مقرب خاں گورنر سورت کو تاوان وصول کرنے بھیجا۔ مغل گورنر نے اپنی بحری کمزوری کی تلافی کے لئے جو مغل دفاعی قوت کا کمزور ترین پہلو تھا بڑی عقلمندی اور ہوشیاری سے انگریز بحری کپتان ڈاونٹن کو بلا لیا۔ بعد کی جنگ میں پرتگالی وائسرائے کی سخت گوشمالی ہوئی اور بالآخر انگریزی بحری بیڑہ نے اُسے سخت شکست دے دی۔ اسی دوران میں شاہی فوجوں نے دمن کا محاصرہ کر لیا۔ مغل سلطنت میں جتنے پرتگالی رہتے تھے وہ تقریباً سب گرفتار کر لئے گئے حتیٰ کہ پادری جیروم زلویر کو بھی مقرب خاں کی حراست میں دیدیا گیا۔ پرتگالی مشنریوں کو جتنی رعائتیں ملی ہوئی تھیں وہ منسوخ کر دی گئیں اور ان کے مذہب اور عبادت کو ممنوع کر دیا گیا۔ دربار میں پرتگالیوں کو نظر انداز کر کے ظاہرا انگریزوں پر نظر عنایت ہونے لگی۔

اس طرح ہر طرف سے عاجز ہو کر پرتگالیوں نے صلح کی بات چیت شروع کی۔ دونوں طرف سے کافی بھاؤ تاؤ اور لیت و لعل کے بعد ایک معاہدہ ہو گیا اور جہانگیر کے عہد میں مغلوں اور پرتگالیوں کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی[۱۳]

بنگال پورب کی طرف بنگال میں طوائف الملوکی خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ دوآبہ کے حکمرانوں کو ہمیشہ گنگا کے دہانہ کے مثلث پر اپنا اثر قائم کرنے میں دشواری ہوئی۔

جغرافیائی حالات سیکڑوں چشمے جو پانی سے لبریز زمین پر بہتے ہیں حملہ آور فوجوں کی نقل و حرکت میں سخت حارج ہوتے ہیں۔ بارش ساری سرزمین کو سیل آب بنا دیتی ہے اور حملہ آور بے بس ہو جاتا ہے۔ بارش کے بعد ملیریا کی آفت آتی ہے۔

---

[۱۳] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۵۵ و ۲۷۴، معتمد خاں اور خافی خاں ایک مختصر سے بیان کے ساتھ اس واقعہ سے گذر جاتے ہیں۔ گلیڈون صفحہ ۲۸۔ ماسٹر انسٹرکشن ٹو ایمبیسی آف سر طامس رو صفحات ۱۰ تا ۱۲ خطوط موصولہ جلد دوم صفحہ ۱۰۰۔ پرتگالیوں کے معاصر حالات کے لئے سر طامس رو، ٹیری، ہاکنز، ڈاونٹن، پی ٹریلا ویل، پے رارڈ۔ ڈی لاول، طامس ہیٹ، ڈان گروآٹ، ڈی منس کے بیانات۔ حال کی تاریخوں میں ڈانور کی پورٹگیزون انڈیا، ہنٹرس ہسٹری آف برٹش انڈیا۔

اسناد کی پوری فہرست کے لئے ٹالبٹ کا مضمون جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی صفحات ۱۹۳ تا ۲۰۸

Marfat.com

دوسری طرف دفاع کرنے والوں کے لئے ناقابل گذر جنگل بڑی محفوظ پناہ گاہ ہیں۔ جہاں سے وہ کبھی باہر نکل کر غنیم پر چھاپہ مارتے ہیں اور آفات ارضی وسماوی میں جو کسر رہ گئی ہو اُسے پوری کر دیتے ہیں۔

تاریخ

سلاطین کے عہد میں (۱۲۰۲ء تا ۱۵۲۶ء) بنگال کا بیشتر حصہ عملی طور پر آزاد رہا۔ بابر نے جب بالائی حصہ ملک کو فتح کیا تو بنگال کے معزول افغان شاہی خاندان اور قسمت آزماؤں کا آماجگاہ بن گیا۔ ہمایوں کے عہد میں افغانوں کی تاریخ میں سب سے بڑے ماہر جنگ اور مدبر نے مختلف عناصر کو جوڑ کر ایک جتھا بنالیا۔

شیر شاہ

جغرافیائی حالات اور اپنے ساتھیوں کے اسلحہ کی مدد سے شیر شاہ نے بکھرے ہوئے مغلوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا اور یادگار خاندان سوری کی بنیاد رکھی۔

انتشار و بربریت

۱۵۵۶ء میں مغل اقتدار بحال ہونے پر بنگال بہت دنوں تک آزاد رہا لیکن انتشار اور خانہ جنگی میں مبتلا رہا۔ مغل فتوحات کے سیلاب سے بھاگتے ہوئے افغان امرا آپس میں لڑتے جھگڑتے، غارتگری کرتے اور جسے چاہا قتل کرتے رہے۔

اکبر کے عہد میں

۱۵۷۳ء۔۷۴ء میں اکبر کے عہد میں ایک زبردست فوج بھیجی جس نے برائے نام بادشاہ داؤد کو عاجزانہ محکومی قبول کرنے پر مجبور کر دیا اور سارے صوبہ میں مغل اقتدار کا نفاذ ہو گیا۔ لیکن افغان اس جوئے کو اُتارنے کی بھرپور کوشش کئے بغیر مایوسی سے بیٹھ رہنے والے نہ تھے۔ ۱۵۷۵ء میں داؤد نے ایک زبردست فوج جمع کی اور مغل گورنر کی موت سے فائدہ اٹھا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ مغل اقتدار کو پھر سے بحال کرنے میں ایک سال سے زیادہ مدت صرف ہوئی اور افغان موقع کے منتظر رہے داؤد کی گدی قتلو خان کو ملی اور پھر اُس کے دست راست عیسیٰ خاں اور اس کے بعد سلیمان کو جو مغلوں سے لڑتے ہوئے جلد ہی ختم ہو گیا اور اس کے بعد اُس کے منجھلے لڑکے عثمان کو گدی ملی۔

عثمان

بنگال میں افغانوں کا آخری نمائندہ عثمان مضبوط اور بھاری جسم کا تھا اور بہت جسمانی قوت رکھتا تھا۔ وہ بہادر اور باہمت تھا اور اُس کے ساتھ ہی اُس میں بڑی جنگی ذہانت تھی اور اپنے فطری جوش سے اپنے ساتھیوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اپنے نامور پیشرو شیر خاں کی طرح وہ بہت دنوں تک موقع کا انتظار کرتا رہا اور دلی نفرت کے باوجود مغلوں سے میل جول رکھا اور اُن سے وفاداری ظاہر کر کے پانچ لاکھ روپیہ قیمت کی جاگیر حاصل کر لی لیکن ۱۵۹۰ء میں اس نے اپنے

Marfat.com

چہرہ سے نقاب اُلٹ دی اور خواجہ سلیمان سے مل کر اُڑیسہ پر حملہ کر دیا جو حال ہی میں مغلوں کے لئے راجہ مان سنگھ نے فتح کیا تھا۔ یہ دلیرانہ حملہ تو دبا دیا گیا لیکن بنگال و اڑیسہ میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش میں مان سنگھ کو اپنی ساری صلاحیت صرف کر دینا پڑی ۱۶۳

بارہ بھیا

افغانوں کے علاوہ مغلوں کو بنگال کے بارہ رئیسوں کا بھی تدارک کرنا پڑا جنھیں بارہ بھیا کہتے تھے اور جن کا لیڈر راجہ پرتاپ دتیہ تھا۔ بنگالی روایات کے موجب مغلوں کی مزاحمت کے روحِ رواں یہی تھے۔ لیکن دراصل افغانوں کے مقابلہ میں جو زیادہ مسلح تھے اُن کی ماتحت حیثیت تھی۔ تاہم انہوں نے بنگال کے انتشار کو بدسے بدتر بنانے میں کافی حصہ لیا ۱۶۴

مگھ

بنگال کی سرحد کے اُس پار آسام اور اراکان تھے جن سے مغلوں کا تنازعہ جہانگیر کے انتقال کے بہت دنوں بعد تک نہیں ہوا لیکن ایک نیم وحشی منگول قبیلہ نے جسے مگھ کہتے تھے کچھ شورش برپا کی ۱۶۵

---

۱۶۳ اسٹوارٹ ہسٹری آف بنگال صفحہ ۱۲۳ بنگباشی پریس کلکتہ ایڈیشن ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴ نے غلطی سے عثمان کو قتلو کا بیٹا لکھا ہے دیکھو ڈورن کی مخزن افغانی صفحہ ۱۸۹۔ بلوکمین صفحات ۵۲۰۔ ۵۲۱

۱۶۴ بارہ بھیون اور خاص کر پرتاپ دتیہ کے حالات میں بہت سا افسانوی عنصر شامل کر دیا گیا ہے۔ دیکھو بنگالی تاریخیں کھل رائے ناتھ کی پرتاب دتیہ۔ ستیہ چرن شاستری کی پرتاپ دتیہ، دی لاسٹ ہندو کنگ آف بنگال جس میں بظاہر پرتاپ دتیہ کے تاریخی سوانح دیئے گئے ہیں۔ ایک بنگالی ناول منگا دھیپ پرلاجے اور ایک ڈرامہ بنگش پرتاپ دتیہ میں بہت سی مروج مقامی روایتوں سے مدد لی گئی ہے۔ نیز دیکھو بنگال کی دو اور تاریخیں نکھل رائے کی ہسٹری آف مرشد آباد اور آر ڈی بنرجی کی ہسٹری آف بنگال۔ زیادہ تنقیدی مواد کے لئے دیکھو بیوریج جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۰۴ء صفحات ۵ تا ۶۳ ڈاکٹر جیمس وائز کے مضامین جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۸۷۴ء صفحات ۱۹۷ تا ۲۱۴ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۸۷۵ء صفحات ۱۸۱ تا ۱۹۳۔ فادر ہوسٹن جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۱۰ء صفحات ۴۳ تا ۵۲ بنگالی تصانیف اور نیز ان مضامین میں پرتگالیوں اور اراکانیوں کے متعلق بھی بعض معلومات ہیں۔

۱۶۵ [illegible] میں اسلام خاں گورنر بنگال کا لڑکا ہوشنگ [illegible] کے چند مگھ دربار میں لایا۔ اُن کی شکل و صورت اور اطوار سے جہانگیر کو سخت تنفر ہوا اور اس نے لکھا "مختصر یہ کہ وہ انسانی شکل میں حیوان ہیں۔ وہ زمین اور سمندر کی ہر چیز کھا لیتے ہیں اور ان کے مذہب میں کوئی چیز ممنوع نہیں ہے۔ انہیں کسی کے ساتھ کھانے میں عذر نہیں ہوتا اور وہ اپنی سوتیلی ماں کی لڑکیوں کے ساتھ شادی کر لیتے
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ)

Marfat.com

عثمان کی بغاوت ۱۵۹۹ء

گورنر بنگال راجہ مان سنگھ اکثر حاضرِ دربار ہوتا یا راجپوتانہ میں رہتا اور بنگال کا انتظام اپنے لڑکے جگت سنگھ کو سپرد کر رکھا تھا۔ ۱۵۹۹ء میں جبکہ اکبر سلطنت کی بہترین فوجوں کے ساتھ دکھن میں تھا۔ مان سنگھ کو میواڑ کی تسخیر میں شہزادہ سلیم کی مدد پر مقرر کیا گیا عین اس زمانہ میں جگت سنگھ کا انتقال ہوگیا اور اس کا لڑکا مہا سنگھ جانشین ہوا۔ یہ صورتِ حال تھی جب عثمان نے علانیہ بغاوت کردی اور بھدارک کے قریب مہا سنگھ کو سخت شکست دے دی۔ اُس نے کئی قلعوں پر قبضہ کرلیا اور کئی ضلعوں میں اپنی حکومت قائم کردی۔ گولہ بارود کا بہت بڑا ذخیرہ اُس کے ہاتھ لگ گیا اور اُسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اُس کے آدمیوں میں روزانہ اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

مان سنگھ کی فتوحات

راجہ مان سنگھ اپنی فوجوں کو لے کر تیزی سے بنگال پہنچا اور باغیوں کو شکست پر شکست دی اور اس کے توپ خانہ نے بہادر افغانوں کا قلع قمع کردیا۔ شاہی وقار تو بحال ہوگیا لیکن امن وامان کی منزل ابھی بہت دور تھی۔

بنگال میں بدامنی

۱۶۰۴ء میں مان سنگھ دربار کو واپس ہوگیا اور افغانوں نے پھر سر اُٹھایا۔ اس مرتبہ انھوں نے منظم بغاوت نہیں کی بلکہ شاہی علاقہ میں لوٹ مار کرتے اور شاہی علاقہ کے باشندوں کو پریشان کرتے رہے۔

۱۶۰۵ء تا ۱۶۰۸ء

جہانگیر کے عہد کے ابتدائی تین برسوں میں یہی صورت رہی ۱۶۰۶ء میں مان سنگھ کی جگہ قطب الدین کا تقرر ہوا جو اگلے سال قتل ہوگیا۔ اس کا جانشیں جہانگیر قلی خاں سن رسیدہ آدمی تھا اور آب ہوا کی ناموافقت سے سال کے اندر ہی فوت ہوگیا[1]۔ حکام کی اس جلد جلد تبدیلی کی وجہ سے امن وامان

(بقیہ حاشیہ) ہیں۔ ان کے چہرے تو کرا قلات جیسے ہیں مگر اُن کی زبان بھی ہے جو ترکی سے بالکل مختلف ہے۔ ان کا کوئی باضابطہ مذہب نہیں اور نہ کوئی دستور جسے مذہب کہا جاسکے۔ مسلمانوں سے وہ بہت دُور ہیں اور ہندوؤں سے بھی بالکل الگ تھیا: رہ جرس او بیورج، جلد اول صفحہ ۱۳ معتمد خاں، کامگار اور خافی خاں نے بھی یہی لکھا ہے۔

[1] جہانگیر راجرس و بیورج جلد اول صفحہ ۔ اقبال نامہ ۱۴۔ نیز جہانگیر (راجرس و بیورج) صفحات ۱۹۲ و ۲۰۸ اقبال نامہ صفحہ ۲۴۔

جہانگیر قلی خاں جس کا اصلی نام لالہ بیگ تھا۔ محمد حاکم کے ایک غلام کا لڑکا تھا محمد حاکم کے انتقال کے بعد وہ اکبر کی ملازمت میں ہوگیا تو شہزادہ سلیم کے ملازمین میں تعینات کردیا گیا۔ (دیکھو اقبال نامہ صفحات ۲۲ و ۲۳) مآثر الامرا۔

Marfat.com

بحال کرنے کی موثر کوشش نہ ہو سکی۔

اسلام خاں گورنر بنگال اگلے گورنر اسلام خاں[۷] کو خاص کر بڑھتے ہوئے خلفشار کو دُور کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اُس کی کم عمری سے درباری حلقوں میں تشکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا[۸] مگر اُس پر اعتماد کیا گیا جس پر وہ پورا اُترا۔

مستقر کی تبدیلی سب سے پہلا کام اسلام خاں نے یہ کیا کہ حکومت کے مستقر کو راج محل سے ڈھاکہ منتقل کر دیا اور ڈھاکہ کا نام جہانگیر نگر کر دیا[۹] تاکہ وہاں سے نہ صرف عثمان اور اس کے حلیف زمینداروں کا بلکہ مگھ کا بھی موثر طور پر تدارک ہو سکے۔

زمینداروں کا استیصال اور عثمان سے مقابلہ کی تیاری جیسے ہی زمینداروں کو تقریباً اطاعت شعاری پر مجبور کیا جا چکا اسلام خاں نے عثمان کے استیصال کی وسیع پیمانہ پر تیاری شروع کر دی۔ شجاعت خاں[۱۰] جو شیخ

---

[۷] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲

[۸] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۸

[۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۹۔ رحمان علی کی تاریخ ڈھاکہ۔ بنگال پاسٹ اینڈ پریزنٹ ۱۹۰۹ء صفحات ۲۱۲ و ۲۱۳ سترھویں صدی میں ڈھاکہ کے حال کے لئے دیکھو پیڈرو میشوزرے سیباشین مانڑک ترجمہ بنگال پاسٹ اینڈ پریزنٹ ۱۹۱۶ء جلد ۱۳ صفحات ۲ تا ۳۔ تھیوناٹ جلد سوم صفحہ ۶۸۔ باوری صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۰۔ تیوریز جلد اول صفحہ ۱۲ حصہ دوم صفحہ ۵۵۔ نیز امپیریل گزیٹیر آف انڈیا۔

[۱۰] اس کا اصلی نام شیخ کبیر تھا۔ شجاعت خاں کا خطاب اُسے باغی شہزادہ سلیم نے دیا تھا۔ جس نے تخت نشین ہونے پر اُسے ایک ہزار کا منصب دار کر دیا (جہانگیر۔ راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۰۹) ۱۶۰۷ء میں اُسے پندرہ سو ذات اور ایک ہزار سوار پر ترقی ملی اور دکھن پر فوجی خدمت پر بھیجا گیا۔ جہاں اُسے ہراول کا عہدہ ملا جسے سادات بارہہ اپنا موروثی حق سمجھتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۲ بلوکمین صفحات ۵۱۹ تا ۵۲۰) ۱۶۱۱ء میں وہ دکھن سے واپس بلایا گیا اور دو ہزار ذات ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر اسلام خاں کی مدد پر بھیج دیا گیا۔ بادشاہ کا یہ بیان کہ میں نے اُسے بنگال میں اسلام خاں کی مدد پر بھیجنے کے لئے دکھن سے واپس بلایا۔ مگر دراصل وہاں مستقل تعینات کرنے کے لئے اور صوبہ کا انتظام ہاتھ میں لینے کے لئے۔ ریورٹی کے غلط لہ کی غلطی پر مبنی ہے اور اس کے بعد کا فقرہ پڑھنے پر یہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسلام خاں ۱۶۱۳ء تک برابر بنگال کا گورنر رہا۔ شجاعت خاں کی شجاعت وجوانمردی کی بادشاہ بہت زیادہ تعریف کرتا ہے۔ نیز دیکھو مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۳۰ بلوکمین صفحات ۵۱۹ تا ۵۲۰

Marfat.com

سلیم چشتی کی اولاد میں تھا اور شہزادہ سلیم کا رفیق اور دوست اور شاید اُسے بغاوت پر اُبھارنے والا بھی اور جب شہزادہ نے تخت نشین ہوتے ہی اعلیٰ منصب پر سرفراز کر دیا تھا۔ اُسے اس مہم کا سپہ سالار بنایا گیا۔

دوسرے ماتحت افسران

مقتول قطب الدین خان کا لڑکا کشور خان اور افتخار خان، سید آدم بارہہ، مقرب خاں کا بھتیجا شیخ اچھے اور اہتمام خان دوسرے ماتحت افسران تھے۔ مرزا مراد کا لڑکا میر قاسم فوج کا بخشی اور وقائع نویس مقرر کیا گیا۔

اسلام خاں کے قتل کی سازش

قرب وجوار کے کئی زمینداروں کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لیا گیا۔ ٹھیک اسی زمانہ میں عثمان نے سبحان قلی کو جو اکبر کے بہترین میر شکار حاجی جمال بلوچ کا لڑکا اور اسلام خاں کے ہر وقت ساتھ رہنے کا ملازم تھا، اسلام خاں کو قتل کرنے پر اجرت دے کر مامور کیا گیا۔ مگر سازش کا حال قبل از وقت ایک سازشی نے کھول دیا جسے سبحان قلی نے رازدار بنایا تھا۔

فوج کی ڈھاکہ سے روانگی

نیک ساعت میں فوج ڈھاکہ روانہ ہوئی اور تقریباً سو کوس کا سفر طے کر کے ایک مقام پر پہنچی جہاں سے عثمان کے قلعوں پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔

مصالحت کی ناکام کوشش

ایک آخری کوشش افغانوں کو پُر امن طور پر ہتھیار ڈال دینے پر آمادہ کرنے کی گئی مگر یہ قطعاً ناکام ثابت ہوئی۔

جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۰۲ و ۲۰۷۔ سبحان قلی کو فوراً گرفتار کر لیا اور کئی سال بعد رہا کیا گیا۔

جہانگیر اور معتمد خاں (صفحہ ۶۱) کے بیان کے بموجب اس موقع پر خوش تقریر لوگ روانہ کئے گئے کہ عثمان کو فہمائش کریں اور اُسے وفاشعاری کی راہ پر لگائیں اور بغاوت کی راہ سے ہٹا کر سیدھا راہ پر کریں۔ اسٹوارٹ نے سفرا کے بھیجے کا وقت اسلام خاں کے گوڑ پہونچنے کے فوراً بعد بتایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سفیروں نے فصیح تقریر کے افغانوں کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ بادشاہی فوج کو اپنے خلاف بلانا کتنی حماقت کی بات ہے اور مغلوں کا حملہ روکنا آسان نہیں ہے اور اس کی امید بھی نہیں ہے اور یہ کہ افغانوں نے کا زمانہ اقتدار ختم ہو چکا اور مغلوں کے دوسرے طبقوں پر اور راست طور پر مغلوں کے ایک ہونے کی وجہ سے بحیثیت اپنے اقتدار کے ان کا فرض ہے کہ اعلیٰ اقتدار کے سامنے جھکیں اور رعایا میں گھل مل جانے کی کوشش کریں (دیکھو صفحہ ۲۲۶)۔ قوموں کا عروج و زوال مقدر ہوتا ہے۔ افغانوں نے چھ سو سال تک ہندوستان پر طلقانہ حکومت کی۔ مگر اب قسمت نے منہ موڑ لیا ہے اور یہ (باقی حاشیہ اگلے [illegible])

Marfat.com

نیک اُجیال کی لڑائی

اتوار ۱۲ مارچ ۱۶۱۲ء (۹ محرم) کو شجاعت خاں نے ڈھاکہ سے سو کوس کے فاصلہ پر نیک اُجیال کے ایک چشمہ کے دلدل کے کنارے اپنی فوج کی صفوں کو ترتیب دیا۔[۱۳] سید آدم بارہہ، شیخ اچھے اور چند دیگر نامی افسران ہراول میں رکھے گئے اور کشور خاں میسرہ پر اور افتخار خاں میمنہ پر۔ قلب میں شجاعت خاں کے لڑکے بھائی، داماد اور وہ خود سپہ سالار تھے

شاہی فوج کی تیاریاں دیکھ کر افغان پیدل اور سوار فوج بھی قلعوں اور پناہ گاہوں سے باہر آ گئی۔ اُن کی قیادت خود عثمان کر رہا تھا جو اپنے غیر معمولی موٹاپے کی وجہ سے ہاتھی کے سوا کسی اور سواری پر نہیں آ سکتا تھا۔ باغیوں نے شاہی فوج پر پوری طاقت سے بھرپور حملہ کیا اور ہراول فوج کو کاٹ کر رکھ دیا۔ نیز میمنہ اور میسرہ کو سید آدم بارہہ، شیخ اچھے، افتخار خاں اور کشور خاں سب قتل ہو گئے۔ شاہی فوج کا صرف قلب اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا اور اب باغیوں نے جم کر پوری قوت سے اس پر حملہ کیا۔ عثمان خود اپنے منتخب ہاتھی باکھلا پر سوار فوج کی قیادت کر رہا تھا۔[۱۴] شاہی فوج کے بہت سے آدمی قتل یا زخمی ہو گئے مگر بالآخر افغان فوج کی پیش قدمی روکنے میں کامیاب ہو گئے۔

عثمان نے اپنے بپھرے ہوئے ہاتھی کو شجاعت خان پر حملہ کے لئے بڑھایا اور باوجودیکہ شجاعت خاں نے برچھی تلوار اور خنجر سے مسلسل بھرپور حملے کئے مگر وہ مع اپنے گھوڑے

(بقیہ حاشیہ) دے دیا ہے تو انہیں چاہیے کہ صبر و سکون کے ساتھ اسے برداشت کریں اور رضئی الٰہی کے سامنے سر جھکا دیں۔

استیوارٹ ہسٹری آف بنگال: نیا ایڈیشن صفحات ۲۳۷ و ۲۳۸

[۱۳] میدان جنگ کی صحیح جگہ کا تعین نہ ہو سکا۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۱۰) میں صرف اس قدر ہے کہ لڑائی ایک نالہ کے کنارے ہوئی تھی جہاں ایک دلدل تھا۔ اقبال نامہ (صفحہ ۶۱) میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ مخزن افغانی میں جیساکہ بلوکمین (صفحہ ۵۲۰) میں ہے۔ لڑائی کی جگہ نیک اجیال ہے لیکن بلوکمین کا بیان ہے کہ مشرقی بنگال کے پرگنات سرکار محمود آباد (بونا) اور سرکار بزوہہ (میمن سنگھ بوگرہ) میں اسی نام کے کئی مقام ہیں۔ استیوارٹ (صفحہ ۱۳۴ قدیم ایڈیشن اور صفحہ ۲۳۸ جدید ایڈیشن) نے غلطی سے اس جگہ کو دریائے سورن ریکھا کے کنارے لکھا ہے جو اڑیسہ میں ہے۔

[۱۴] توزک کے اصل نسخہ میں ہاتھی کا نام گجپت ہے لیکن جیساکہ بیوریج کا بیان ہے برٹش میوزیم کے مخطوطہ میں باکھلا نام ہے۔ اقبال نامہ نے بھی باکھلا بتایا ہے۔

Marfat.com

کے زمین پر گر گیا۔ خوش قسمتی سے گھوڑا اور سوار دونوں زیادہ زخمی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شجاعت خاں کے داروغہ اصطبل نے ہاتھی کے اگلے پیر پر دو دستی تلوار سے کاری زخم لگایا اور جب ہاتھی آگے کو جھکا تو اس نے فیلبان کو گھسیٹ لیا۔ شجاعت خاں نے جو اب تک پا پیادہ تھا ہاتھی کی مستک پر بھرپور ضربیں لگائیں کہ وہ اچانک خود اپنی فوج کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

عثمان اب دوسرے ہاتھی پر سوار ہوا اور عین اس وقت جبکہ شجاعت گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ دشمن کے ایک دوسرے ہاتھی نے شاہی علمبردار پر حملہ کیا اور گھوڑے اور جھنڈے کو گرا دیا۔ شجاعت نے خود علم بردار اور علم کو اُٹھا کر دوسرے گھوڑے پر سوار کر دیا۔ ہاتھی پر ہر طرف سے تیروں خنجروں اور تلواروں کے وار ہوئے اور لڑائی پوری سرگرمی سے جاری رہی۔

عثمان کو مہلک زخم عین اُس وقت کسی نامعلوم آدمی کی بندوق کی گولی سے عثمان کے سر میں مہلک زخم لگا۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ زخم مہلک ہے عثمان چھ گھنٹے تک اپنی فوج کو لڑاتا اور نقل و حرکت کی ہدایت دیتا رہا۔ میدان خونریز تھا اور لڑائی زوروں پر تھی۔

افغانوں کو شکست لیکن دن گذرتے گذرتے جنگ کا نتیجہ واضح ہو گیا۔ افغان اپنے لیڈر کی حالت سے سخت بددل ہو کر پسپائی پر مجبور ہو گئے اور شاہی فوج نے ان کا سختی سے تعاقب کیا۔ افغانوں نے اپنے قلعہ بند استحکامات میں پناہ لی اور فی الحال تھکی ہوئی شاہی فوج کے مقابلہ میں بڑی بہادری سے تیروں اور بندوقوں سے دفاع کیا۔

عثمان کی موت یہیں انھوں نے رات گذارنے کا ارادہ کیا اور یہیں آدھی رات کے وقت عثمان کا انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے کوئی لائق جانشین نہ چھوڑا۔

افغانوں کی قلعہ کی طرف پسپائی سورج نکلنے سے چند گھنٹہ پیشتر افغان عثمان کی لاش لے کر اور خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر اپنے قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

تعاقب خبر رسانوں نے فوراً شجاعت خاں کو اطلاع دی اور شاہی فوج کے تھکے

Marfat.com

ہوئے۔ افسروں میں اس پر غور ہونے لگا کہ آیا تعاقب فوراً شروع کیا جائے یا ذرا ٹھہر کر۔ اتنے میں معظم خاں کے لڑکے عبد السلام کی ماتحتی میں تین سو سوار اور چار سو بندوقچیوں کی خوش آئند کمک آگئی اور فوراً سختی سے تعاقب شروع کر دیا گیا۔

افغانوں نے اطاعت قبول کر لی افغانوں نے یہ محسوس کر کے کہ اب فرار کی کوئی صورت نہیں رہ گئی۔ ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کر لیا۔ سابق افغان لیڈر کے بھائی ولی خاں نے شجاعت خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ اب چونکہ شورش کی اصل بنیاد باقی نہیں رہی اس لئے وہ اطاعت کرنے پر تیار ہیں اور اپنی جانوں کی سلامتی کے وعدہ پر اپنے ہاتھی حوالے کر دیں گے۔ شجاعت خاں نے معتقد خاں اور دیگر افسروں کی رضامندی سے فوراً اس کی ضمانت کر لی اور اگلے منگل ۱۴ مارچ کو ولی اور نیز عثمان کے لڑکوں، بھائیوں اور دامادوں نے اطاعت قبول کر لی۔ انھوں نے انچاس[۴۹] ہاتھی بطور نذر پیش کئے۔ شجاعت خاں ادھار اور بعض شورہ پشت مفتوحہ مقامات پر معتمد افسروں کو تعینات کر کے ولی اور دوسرے افغان یرغمالوں کو ساتھ لے کر اسلام خاں سے ملنے مستقر کی طرف روانہ ہو گیا[۵۰]

جہانگیر کو اطلاع ان حالات کی اطلاع ۲۹ محرم ۱۰۲۱ھ مطابق یکم اپریل ۱۶۱۲ء کو اسلام خاں کے مراسلہ سے جہانگیر کو ملی جس پر اسے بڑی خوشی ہوئی۔ چند ہی دن بعد عثمان کا سر اس کے پاس بھیج دیا گیا۔

انعامات اسلام خاں کا منصب چھ ہزار ذات کا کر دیا گیا اور شجاعت خاں کو علاوہ اسکے منصب میں ایک ہزار ذات کی ترقی کے رستم زماں کا خطاب بھی دیا گیا۔ دوسرے افسران جنھوں نے اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں انھیں مناسب انعامات دیئے گئے[۵۱]

---

[۵۰] بلوکمین (صفحہ ۵۲۰) کا یہ بیان صحیح نہیں کہ راستہ میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ جہانگیر نے دربار میں ان کے پیش ہونے کا ذکر کیا ہے (راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۲۰)

[۵۱] عثمان کی بغاوت کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۵ و ۲۲۰۔ اقبال نامہ صفحات ۶۰ تا ۶۳۔ خافی خان جلد اول ۲۶۳۔ ایم جے گلیڈون صفحات ۱۴، ۲۴، ۲۵، ۲۹۔ ڈورن صفحات ۸۳ تا ۱۸۴۔ بلوکمین ۳۴۰ تا ۳۴۱ اور ۵۲۰ تا ۵۲۱۔ ڈی لاسٹ صفحہ ۸۴۳۔ نوٹ۔ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۰۸۔ بیوریج جلد اول صفحہ ۲۱۰

Marfat.com

شکست خوردہ غنیم کے لئے جہانگیر نے جیسا کہ اُس کا اصول تھا مصالحانہ پالیسی اختیار کی اور باضابطہ طور سے سلطنت کے ساتھ وابستہ کیا اور ان کی صلاحیتوں سے سلطنت کی خدمت لینے کی کوشش کی۔

افغانوں کی تالیفِ قلب

عثمان کو یقیناً آخری افغان کہا جا سکتا ہے۔ اب مغل سلطنت کو کسی منظم افغان سازش یا شورش یا ملک کے اندر بغاوت برپا کرنے کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ برعکس اس کے افغانوں نے سلطنت کے عمال سے اپنا مناسب حصہ حاصل کیا۔ افغان مورخ نے بڑی فراخ دلی سے جہانگیر کی پالیسی کی ترقی پسندی اور ہوشمندی کا اعتراف کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں جو کامیابی ہوئی اس کا ذکر کیا ہے۔

"لکھتا ہے" نورالدین غازی (جہانگیر) نے اُن کے پچھلے قصوروں کو معاف کیا اور انھیں وا ذو دہش سے اپنا گرویدہ بنایا اور اُن پر اتنی توجہ کی کہ انہوں نے آئندہ کسی قسم کی غداری کا خیال اپنے ذہن سے نکال دیا اور خود کو اس کا پابند سمجھا کہ ہمیشہ اس کے مطیع و فرماں بردار رہیں اور اس کے لئے اپنی جان تک قربان کردیں اور اپنی جفاکشی سے وہ امرائے اعظم کے درجہ تک پہنچ گئے اور بادشاہ کے ہم صحبت ہونے کی عزت حاصل کرنے کے قابل ہوگئے اور انہوں نے اپنی طرف سے بادشاہ کی نظر عنایت حاصل کرنے میں سبقت کی اور اعلیٰ مناصب اور شاندار خطابات حاصل کئے۔"[1]

مگھ

افغان شورش سے فراغت پاتے ہی اسلام خاں نے سرحد کے نیم وحشی اراکان قبیلہ مگھ کی سرزنش کی تیاری کی جو بنگال کی شورش سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ پرتگالی بحری ڈاکوؤں سے مل کر وہ دریاؤں کا چکر لگاتے اور خضر پور کے دریائے برہم پتر اور ڈھاکہ کے قرب و جوار میں جو مرد عورت اور بچے اُن کے ہاتھ آجاتے انھیں پکڑ کر لے جاتے اور غلام بنا لیتے تھے اور کچھ خود اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔ ان کی تادیب کی شدید ضرورت تھی۔ یہ شہرت تھی کہ جہانگیر کا ارادہ اراکان کا سارا علاقہ فتح کرنے کا ہے[2]۔ یہ بہت اچھا ہوتا اگر اس

---

[1] ڈورن کا ترجمہ نعمت اللہ کی مخزن افغانی کا جلد اول صفحہ ۱۰۰

[2] دیکھو شپ ریم پیڈرو کا خط گوا کے وائسرائے ڈوم جیرانیمو کے نام مورخہ ۹ مارچ ۱۶۱۳ء جسے فادر ہوسٹن نے جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۲۰ میں نقل کیا ہے بحری ڈاکو چٹ گیدیوں کی ہتھیلی میں سوراخ کر کے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کبھی ایسا منصوبہ بنایا ہوتا مگر بدقسمتی سے اُس نے اسی کو کافی سمجھا کہ پرتگالیوں اور مگھوں نے دھاکہ پر حملوں کا تدارک کر دیا جائے اور ایک تعزیری مہم بھیجدی جائے جو زیادہ کارآمد ثابت ہو۔ مگھوں نے ایک مرتبہ پھر سر اٹھایا اور سنہ ۱۶۲۱ء میں مغل کماندار مروت خاں کو قتل کر دیا۔[29] چند سال بعد مغلوں نے پھر اس وبا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ابراہیم خاں فتح جنگ گورنر بنگال (۲۳-۱۶۱۷ء) چاٹگام فتح کرنے اور بدمعاش مگھوں کو تباہ کرنے کو ایک فوج لے کر گیا مگر یہ مہم ناکام رہی۔[30]

شمالی مغربی سرحد

عین اُس وقت جبکہ ہندوستان کے مشرق میں افغانوں کو پورے طور پر دبا کر مطیع کر لیا گیا تھا۔ ان کے قدیم ساتھیوں نے مغرب میں ایسی آگ بھڑکائی جسے جہانگیر کے عہد میں انتہائی کوششوں کے باوجود دبایا نہ جا سکا۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی جغرافیائی حیثیت اور ہیئت کی بنا پر شمال مغربی سرحد کبھی پُرامن اور پابند قانون نہیں رہی۔

جغرافیہ

افغانستان اور پنجاب کے درمیان کا علاقہ جو شمال کے برفانی پہاڑی سلسلہ تک پھیلا ہے کئی وادیوں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض تیس تیس میل لمبی ہیں اور سب کی سب تنگ گھاٹیوں پر جا کر ختم ہوتی ہیں جو یا تو اونچی اونچی ڈھلوان پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہیں یا گھنے جنگلوں میں جا کر غائب ہو گئی ہیں۔ ایسا علاقہ حملہ اور فوج کے لئے پیچ در پیچ اور رکاوٹوں سے بھرا ہے لیکن یہاں کے باشندوں کے لئے جو ایک وادی سے دوسری وادی کو جانے والے دروں سے واقف ہیں ایک دوسرے قبیلہ سے رابطہ قائم کرنے میں آسان ہیں اور یہ قبائل ایسے ہیں کہ

بقیہ حاشیہ ماسبق) بیداس کے آر پار کر دیتے تھے اور انہیں اپنے جہازوں پر تلے اوپر ڈال دیتے تھے جیسے مرغیوں کے آگے دانہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ان قیدیوں کے آگے صبح و شام کچے چاول پھینک دیئے جاتے تھے۔ مگروں کو واپس جا کر وہ چند سخت جان قیدیں سے جو ان کے مظالم سے سلامت رہ جائیں کھیت جوتنے اور ایسے ہی سخت محنت کے کاموں میں ان کی طاقت کے مطابق بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ لگاتے تھے۔ باقی قیدی دکھن کے بندرگاہوں پر ڈچ انگریز فرانسیسی تاجروں کے ہاتھ بیچ دیئے جاتے تھے شہاب الدین طالش کا اُسی زمانے کا فارسی بیان باڈلین کے مخطوطہ نمبر ۵۸۹ میں محفوظ ہے جس کا ترجمہ جادو ناتھ سرکار نے اپنی اسٹڈیز ان مغل انڈیا کے صفحات ۱۲۳ تا ۱۲۴ میں کیا ہے۔

[29] جہانگیر دراجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۹۳

[30] شہاب الدین طالش ترجمہ سرکار کی اسٹڈیز ان مغل انڈیا صفحہ ۱۲۲ نیز مآثرالامراء بنگال پاسٹ اینڈ پریزنٹ ۱۹۰۶ء کے صفحات ۴۱۵ تا ۴۱۴۔

Marfat.com

راستہ نہ ہونے پر بھی اپنی راہ نکال لیتے ہیں ۔

باشندوں کے حالات

یہاں کے لوگ خوبصورت جفاکش مضبوط اور محنتی ہیں اور انہیں آزادی اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے ۔ ان کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے اور اپنی تقریباً بنجر زمین کی بجائے ان کی حریص نگاہیں قریب کے سرسبز علاقہ کی طرف رہتی ہیں چنانچہ اخلاقی اقدار کی نشوونما کا انحصار اس ماحول پر ہے جو سرحدی قبائل جیسے نارتھ میں اور ہائی لینڈرس میں پرورش پاتا ہے جن کے نزدیک لوٹ مار نہایت معزز پیشہ ہے ۔ وقتاً فوقتاً وہ دریائے سندھ کے اس پار پنجاب کے اضلاع پر چڑھ دوڑتے ہیں ۔ انھیں مار کر پیچھے بھگا دینا تو آسان ہے لیکن ان کے پہاڑی مکانوں میں انہیں نظم وضبط پر آمادہ کرنا بے حد مشکل ہے ۔ عام طور پر تو وہ آزاد قبیلوں میں رہتے ہیں لیکن عموماً سیاسی خطرہ یا مذہبی جنون کے ابھار پر یہ سب ایک زبردست متحدہ جماعت بن جاتے ہیں ۔

بایزید

سترھویں صدی کی آٹھویں دہائی میں مذہبی جنون سے بھرے ہوئے بایزید نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا اور اپنی پرجوش تقریروں اور قیادت کی صلاحیت سے سرحد قبائل کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا اور روشنیہ جماعت قائم کر کے مغلوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔

جلال

۱۵۸۵ء میں اُس کے انتقال پر اُس کا مستعد لڑکا جلال جانشین ہوا اور جلال کو بھی قابل جانشین در جانشیں ملتے رہے جنھوں نے پڑوسی علاقوں میں مسلسل شورش برپا کر رکھی ۔

احداد

۱۶۱۱ء میں احداد نے گورنر خان اور ان کی عدم موجودگی میں اچانک کابل پر چھاپا مارا ۔ معز الملک جو ایک چھوٹے سے فوجی دستہ کا کماندار تھا ۔ اس نے رضاکاروں کی ایک بہت بڑی جماعت بھرتی کر لی ۔ راستوں کو روک دیا اور مکانوں کو قلعہ بند کر کے بڑی بہادری سے مدافعت کی ۔ حملہ آوروں کے کم سے کم آٹھ سو آدمی بشمول احداد کے خاص لفٹننٹ برگی کے قلعہ کے اوپر سے تیروں اور گولیوں کی بارش میں مارے گئے ۔ اس دوران میں دیہات کے لوگ اپنی حفاظت میں مسلح ہو گئے تھے اور حملہ آور دونوں طرف سے گھر جانے کے خوف سے تیزی کے ساتھ پسپا ہو گئے ۔ تھوڑی دیر تک نادعلی جو لوہوگر سے چل کر فوراً میدان جنگ میں آ گیا تھا اس کا تعاقب کیا ۔ کابل تو بچ گیا مگر شورش نہیں دب سکی ۔ معز الملک اور نادعلی کے منصب بڑھا دیئے گئے اور بے خبر خاں دوران کا منصب گھٹا کر معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ ضعیف العمر وفادار قلیچ خاں کو مقرر کیا گیا ۔[1]

[1] جہانگیر نامہ جلد دوم صفحہ ۲۰۳ ۔ الفنسٹن صفحات ۵۱۴ تا ۵۱۶ [illegible] صفحات ۱۸۰ ، ۱۹۹ ۔ اقبال نامہ ۵۴ ۔ امپیریل گزیٹیر ۔

Marfat.com

قلیچ خاں کے انتظام میں سابق گورنر اور دوسرے ماتحت عملہ کے لوگ مسلسل رخنہ اندازی کرتے رہے چنانچہ بادشاہ نے تحقیقات کے لئے خواجہ جہاں کو بھیجا۔ قلیچ خاں کو روشنیہ کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے پشاور تبدیل کر دیا گیا جہاں ۱۶۱۳ء میں اسی سال کی طویل عمر پا کر اس نے انتقال کیا۔[۳۲] قلیچ خاں کی موت اور شاہی افسروں میں باہم پھوٹ نے احداد کو آگے بڑھنے کا موقع دیا۔ ۱۶۱۴ء میں وہ پانچ ہزار سوار اور پیادہ فوج لے کر کوٹ تیرہ پر چڑھ آیا اور شاہی فوج کے بہت سے آدمیوں کو قتل یا قید کر لیا اور جلال آباد اور بنش بلاغ پر جو قریب ہی تھے حملہ کی تیاری کرنے لگا۔ خوش قسمتی سے اسکی پشت کی طرف خان جہان پہنچ گیا اور معتقد خاں نے جو ضلع پشاور کے ایلم گذر کا کماندار تھا بنش بلاغ میں اچانک حملہ کر کے احداد کو شکست دے دی جس میں اس کے ایک ہزار آدمی پانچ سو گھوڑے، اور بکثرت جانور اور خیمے اور اسلحہ معتقد خاں کے ہاتھ لگے۔ شاہی فوج نے چند میل تک اس کا تعاقب کیا اور رات کو میدان جنگ ہی میں قیام کیا اور اگلی صبح کو پشاور میں تیمور کے نمونے پر چھ سو انسانی سروں کا اہرام بنایا۔[۳۳]

لیکن احداد بچ کر نکل بھاگا تھا اور اس نے آوارہ گردوں کی ایک بڑی فوج جمع کر لی۔ شاہی فوج کے مسلسل تعاقب سے عاجز ہو کر وہ چرخ قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا جہاں خان دوران نے اس کا سختی سے محاصرہ کیا۔ جانوروں کا چارہ بالکل ختم ہو جانے کی وجہ سے محاصرین اپنے گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو خفیہ راستوں سے پہاڑوں کے دامن کی چراگاہوں میں لے جانے لگے اور اطلاع ملنے پر شاہی فوج نے شبخون کا انتظام کیا۔ جس میں شدید جنگ ہوئی اور احداد کے تین سو آدمی قتل اور ایک سو قید ہوئے۔ قلعہ چرخ پر قبضہ کر کے اُسے نذرِ آتش کر دیا گیا۔ لیکن احداد بچ کر قندھار کی طرف نکل گیا[۳۴] لیکن وہ جلد ہی بے بسی کی حالت میں پہنچ گیا۔ عین اس وقت بنگش کی شورش شروع ہو گئی ۱۶۱۷ء کے آخر میں مہابت خاں کو کابل کا گورنر مقرر کیا گیا اور رشید خاں اور راجہ کلیان کو اس کا خصوصی ماتحت کیا گیا۔ مہابت خاں نے اپنے ساتھ جلال کے لڑکے الہ داد کو بھی ساتھ لے لیا جو اس وقت حاضرِ دربار تھا اور اس کے بھائی اور بیٹے کو بطور یرغمال چھوڑ دیا لیکن مہابت خاں کو جو یہ امید تھی

---

۳۲ جہانگیر راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۳۰ و ۲۳۱-۲۵۳ گلیڈون صفحہ ۲۲

۳۳ جہانگیر راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۶۳

۳۴ جہانگیر راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۱۱ و ۳۱۲

Marfat.com

کہ اللہ داد افغانوں پر اثر ڈال کر انہیں سلطنت کا فرمانبردار بنالے گا اس میں سخت مایوسی ہوئی۔ وہ ایک فوجی دستہ کے ساتھ افغانوں کے خلاف بھیجا گیا مگر اللہ داد کی وجہ سے اس دستہ کو سخت شکست ہوئی اور شاہی وقار کو سخت دھکا لگا اور پھر وہ کھل کر بغاوت پر اتر آیا۔ مہابت خاں کی انتہائی کوششوں کے بعد وہ اطاعت پر مجبور کیا جا سکا اور ۱۶۱۹ء میں دربار روانہ کیا گیا۔ جہاں اعتماد الدولہ کی سفارش پر اس کا قصور معاف کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے وہ سلطنت کا وفادار رہا اور بلند مراتب تک پہنچا اور شاہجہاں کے عہد میں رشید خاں کا خطاب پایا۔[۳۵]

لیکن اللہ داد کی عدم موجودگی میں شورش کی شدت بالکل کم نہ ہوئی اور جہانگیر کے دورِ حکومت میں ذرا ذرا سے وقفہ سے مسلسل سخت آویزشیں ہوتی رہیں۔ کوئی فریق بھی دوسرے کو دم لینے کی مہلت نہیں دیتا تھا۔ مہابت خاں کا پلّہ بھاری رہا جس کی وجہ سے سخت کشت و خون ہوا۔ ایک مرتبہ ۱۶۱۹ء میں فصل کٹنے کے موقعہ پر اس نے تند خو عزت خاں کے ماتحت فوج روانہ کی کہ باغیوں کے علاقہ کو تباہ کر دیا جائے لیکن افغان اس کے لئے تیار نہ تھے اور شاہی فوج کے دستہ کو کاٹ کر رکھ دیا۔ البتہ ایک اور فوج جو اکبر قلی کے ماتحت بھیجی گئی اس نے اس کا پورا پورا انتقام لیا اور بنگش کے علاقہ میں لوٹ مار اور خون خرابہ کا راج ہو گیا۔[۳۶]

۱۶۲۳ء میں مہابت خاں کو شاہجہاں کی بغاوت فرو کرنے کے لئے واپس بلا لیا گیا اور جہانگیر کے باقی زمانہ حکومت میں شاہی اقتدار علاقہ بنگش میں تقریباً بالکل تباہ ہو گیا۔

---

۳۵ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۰۲ و جلد دوم صفحات ۸۲، ۸۵، ۱۲۰، ۱۵۳، ۲۱۵ و ۲۴۵۔
مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۴۸۔ دبستان صفحہ ۳۹۰

۳۶ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۶۰، ۱۶۱

Marfat.com

دسواں باب

میواڑ

تمہید بنگش میں مغل فوجی کارروائی اور پالیسی کے بالکل برخلاف راجپوت خود مختاری کی آخری یادگار میواڑ کی تسخیر اور تالیف قلب ہے۔ کرنیل جیمس ٹاڈ[1] کی ہمدردانہ تحریر نے جو رزمیہ قلم بند کیا ہے اور جو اپنے شاعرانہ نام انلز اینڈ اینٹی کوی ٹیز آف راجستھان کے نام سے مشہور ہے اب تک ہندوستان کے ناول نویسوں اور ڈراما نگاروں کے لئے لرزہ خیز پلاٹ اور واقعات مہیا کرتا ہے۔ راجپوت روایات پر نظر کرتے ہوئے یہ دیکھ کر دماغ ششدر ہو جاتا ہے کہ انسان بہادری جاں نثاری اور ایثار کی کتنی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔

جغرافیائی حالات راجپوت اسپرٹ کی پوری پوری روح میواڑ کے نشیب و فراز کی تاریخ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ملک کی جغرافیائی حیثیت اکھڑ اور محنت کش قسم کا مزاج پیدا کرنے میں معاون ہے۔ یہ راجپوتانہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور اس کے شمال مشرق اور جنوب مشرق میں زرخیز سیراب میدانی علاقہ ہے جس میں حسب ضرورت بارش ہوتی ہے اور سال میں دو فصلیں غلہ کی ہو جاتی ہیں۔ لیکن میدانی علاقہ میں بھی بیچ بیچ بنجر زمین اور پتھریلی اور کوہستانی زمین اور ناہموار کوہستانی سلسلہ ہے جس میں کہیں کہیں ایک پہاڑی دوسروں سے بلند بھی ہوتی ہے لیکن جنوب مغربی حصہ اور خاصکر سارا شمالی مغربی علاقہ پہاڑی سلسلوں، وادیوں اور گھنے جنگلوں کی ملی جلی سرزمین ہے۔[2]

یہاں کے لوگ پچھلی کئی صدیوں سے اس ملک پر راجپوتوں کے سیسودیا قبیلہ کی حکومت ہے جس نے قبائلی جذبۂ آزادی کی محبت اور جنگ سے دلچسپی کو خوب

---

[1] ٹاڈ کا بہترین ایڈیشن وہ ہے جسے روٹلیج اینڈ سنز لندن نے شائع کیا ہے۔

[2] راجپوتانہ گزیٹیر جلد دوم صفحہ ۲

Marfat.com

فروغ دیا جو تاریخ اور معاصر تجربودتوں کے مطابق کوہستانی علاقہ کے باشندوں سے وابستہ ہیں۔ علاوہ حکمران قبیلہ اور دوسرے راجپوت اور عام مہذب باشندوں کے اراولی سلسلہ کوہ کی پہاڑیوں اور وادیوں میں بکثرت قدیم غیر ترقی یافتہ بھیل آباد تھے جو سخت محنت کش نیم مہذب مردوں اور عورتوں پر مشتمل تھے جو زمین کی قلیل پیداوار یا شکار پر گزر کرتے تھے یا لوٹ مار پر۔

راجپوتوں کا بھیلوں سے اتحاد

سیسودیا قبیلہ کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ اس نے ان قبائل کو اپنا حلیف بنالیا اور ان کی پرجوش محبت اور جاں نثاری حاصل کرلی۔ ان کی ڈھلوان چٹانوں، تنگ گھاٹیوں، تنگ اور نامعلوم دروں اور چھپے ہوئے پُراسرار راستوں سے گہری واقفیت نے راجپوتوں کے بُرے وقت میں بڑا کام دیا۔ ان کے بغیر میواڑ کی تاریخ کا رنگ ہی دوسرا ہوتا۔

میواڑ اور سلطنت دہلی

میواڑ یا اس کے قرب وجوار سے ہوکر سرسبز گنگا سے سیراب میدانوں اور مغربی گھاٹ کی تجارت کی منڈیوں کے درمیان تجارتی شاہراہ تھی۔ میواڑ کے آزاد رہنے سے سلطنت دہلی کے تاجران شاہراہوں پر جان ومال کی حفاظت یا محصولوں کی لوٹ سے نجات حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ یہ ایک وجہ تھی مغل سلاطین کے میواڑ کی آزادی گوارا نہیں کرسکتے تھے لیکن قدرتی طور پر ایک شہنشاہی مقصد بھی ہوسکتا تھا کہ راجپوتوں کی آزادی کی اس آخری یادگار کو بھی باقی نہ رکھا جائے۔ لیکن مغلوں کے ساتھ بڑی ناانصافی ہوگی اگر اس اقتصادی مقصد کی اہمیت پر بھی زور نہ دیا جائے جسے عام طور پر مورخین نے نظرانداز کردیا ہے۔

میواڑ کی تاریخ

میواڑ کی تاریخ کا وہ حصہ جو اکبر کے عہد سے پہلے اس کی دوسری راجپوت ریاستوں سے آویزشوں، علاؤالدین خلجی جیسے طاقتور بادشاہ دہلی کی بہادرانہ مزاحمت، رانا کمبھ کے زمانہ میں مالوہ کی سیاست پر اس کا عمل دخل، رانا سانگا کے عہد میں اس کی پورے شمالی ہند پر اقتدار حاصل کرنے کی قابلِ یادگار کوشش، گجرات کے بہادر شاہ کے خلاف اس کی جدوجہد اور شہنشاہ ہمایوں سے اس کی چھیڑ چھاڑ ہماری کتاب کے موضوع سے الگ ہیں۔

اکبر کے عہد میں

اکبر کی حکومت کے زمانہ میں میواڑ کی طاقتور مغل سلطنت سے جو اس سے بہت بڑی تھی نبرد آزما ہونا پڑا۔ راجپوتانہ کے شعری ادب

Marfat.com

میں رانا پرتاپ کے کارناموں کا موضوع بہت شاندار ہے۔ اُسے خود تو اپنے ملک کا بیشتر حصہ حاصل ہو گیا مگر چتوڑ کا موروثی قلعہ اور ملحقہ مسطح زمین جس پر مغل فوجوں کے دھاوے ہوتے رہتے تھے انہیں پھر سے حاصل کرنے کے سارے حوصلوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

پرتاپ بستر مرگ پر پرتاپ کو نواطمینان تھا کہ اس نے اپنی عزت اور اپنی آزادی پر آنچ نہیں آنے دیا لیکن اُس کی زندگی کے آخری لمحات اس اندیشہ سے فکرمند تھے کہ اس کا لڑکا امر اپنی شہرت کو شرمناک آرام پسندی میں گم کر دے گا۔ اِس آخری لمحہ کی جو تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس سے ہمدردی کا زبردست جذبہ اُبھرتا ہے۔ موت کے قریب یہ بطل حریت ایک حقیر سے مکان میں دکھایا گیا ہے جہاں اُس کے سردار وفادار ساتھی، شاندار ایام کے ساتھی اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے اپنے لیڈر کی رُوح کے پرواز کرنے کے منتظر ہیں کہ دفعتہً اُس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور سلومبرا نے پوچھا "اس کی رُوح کو کیا صدمہ ہے جو آسانی سے نہیں نکلتی"۔ پرتاپ کو ذرا افاقہ ہوا اور اس نے کہا: "روح کو یہ انتظار ہے کہ اُسے

سے ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۶۴ تا ۲۷۰

میواڑ کے نشیب و فراز کی تاریخ میں رانا پرتاپ کا شاندار عہد ایسے رنگ برنگ اور حیرت انگیز حالات و حادثات کا حامل ہے کہ جنگ پلوپیشیا یا دس ہزار کی پسپائی میں بھی تاریخ نگار کو اتنا وافر مواد نہیں مل سکتا۔ مگر بدقسمتی سے میواڑ کو کوئی تھیوسی وائیڈس یا زینوفن نہیں مل سکا۔ جو بے خوف جانبازی، بے لوچ جواں مردی، عزت و وقار کو تابندہ رکھے۔ وفاداری کے ساتھ وہ استقلال جو کسی اور قوم میں نہیں مل سکتا۔ ان سب کے مقابلہ میں بلند حوصلے، اعلیٰ ذہانتیں، بے شمار وسائل اور مذہبی جوش، لیکن سب مل کر بھی ایک ناقابلِ تسخیر دماغ کو قابو میں نہ لا سکے۔ اراولی کے سلسلہ کوہ میں کوئی بھی درہ ایسا نہیں ہے جس پر پرتاپ کے کسی نمایاں کارنامہ کی چھاپ نہ ہو۔ کوئی شاندار فتح یا بیشتر ایسی ہی شاندار پسپائی۔ ہلدی گھاٹ میواڑ کا تھرما پولی ہے اور دیوار اس کا خونریز میدان جنگ"۔ ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۷۰

بکثرت راجپوت کھیات یا منظوم تاریخیں، بھونڈی ڈنگل نظموں میں میواڑ، بوندی، جیسلمیر اور دوسری راجپوت ریاستوں میں محفوظ ہیں۔ سورج گیاشی کو یراج شیام داس نے اپنی بیر نہود میں ان سے استفادہ کیا ہے جو پہلے اودے پور کے لئے شائع کی گئی تھی اور کہا جاتا ہے کہ اودے پور ہی نے اس کی اشاعت روک دی۔ لیکن اس قابلِ قدر کتاب کے نسخے کہیں کہیں ملتے ہیں۔ میں نے جودھپور میں ایک قلمی نسخہ دیکھا اور پھر بنارس کی کاشی ناگری پرچارنی سبھا کی لائبریری میں اس کا چھپا ہوا نسخہ دیکھا تھا۔ کھیات کا اصلی نسخہ میں جودھپور کے منشی دیبی پرشاد کی مہربانی سے دیکھ سکا جس کا میں ممنون ہوں۔

Marfat.com

کوئی تسلی دینے والا وعدہ مل جائے کہ اس کا ملک ترک کے حوالہ نہیں کر دیا جائے گا"۔ اور نزع کی حالت میں اُس نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے اس نے اپنے لڑکے کی مزاجی کیفیت کا اندازہ کیا تھا اور اب اس کی اُسے روحانی اذیت ہے کہ ذاتی آرام میں پڑکر وہ اُن تمام زیادتیوں کو بھول جائے گا جو اُس کے ساتھ اور اُس کے ملک کے ساتھ ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ تھا:

"پرتاپ اور اس کے سرداروں نے مصیبت کے دنوں میں دریائے پشولا کے کنارے بارش اور دھوپ سے حفاظت کے لئے چند جھونپڑے ڈال لئے تھے (جس جگہ آج اودے پور کا راج محل ہے) شہزادہ امر کو یہ دھیان نہیں رہا کہ جھونپڑے پست ہیں اور ایک بانس کا ٹکڑا چھپر سے باہر نکلا ہوا پرتاپ کی پگڑی میں پھنس گیا اور اُسے گھسیٹ لیا۔ اُس وقت شہزادہ نے جیسے جذبات کا اظہار کیا اُس سے پرتاپ کو دُکھ ہوا اور اس نے یہ رائے قائم کرلی کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جن مصائب کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے اس کی صلاحیت شہزادہ میں نہیں ہے۔ دم توڑتے ہوئے پرتاپ نے کہا: ان جھونپڑوں کی جگہ عالی شان محل تعمیر ہوں گے جن سے آرام طلبی اور عیش و عشرت کی عادت پیدا ہوگی اور ایسی مشکلات پیدا ہونگی کہ جس آزادی کے لئے ہم نے خون بہایا ہے وہ قربان کر دی جائے گی۔ اور آپ میرے سرداران اسی مضر مثال کی پیروی کریں گے"۔ سرداروں نے قسم کھائی اور شہزادہ کی ذمہ داری لیکر کہا: "بپا راول کی تخت کی قسم ہم اس وقت تک کوئی محل نہ بننے دیں گے جب تک میواڑ کو پھر سے آزادی حاصل نہ ہو جائے"! پرتاپ کی رُوح مطمئن ہوگئی اور وہ خوش ہو کر چل بسا۔

جس رستمانہ عزم کے ساتھ وہ ساری عمر جد و جہد میں مصروف رہا اس سے سارے ہندوستان کے ہندوؤں میں اُس کے خاندان کو بہت بڑی عزت حاصل ہو گئی[۵]

امر سنگھ کی تخت نشینی رانا پرتاپ کے سترہ لڑکوں میں سب سے بڑا امر سنگھ تھا آپ کی فطرت کے بارے میں مرتے وقت اس کے باپ نے اس قدر

---

[۴] ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۰۸، ۲۰۷۔ کہتے ہیں کہ اکبر کو پرتاپ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا جبکہ سانولے نوت شدہ ہیروکی تعریف میں ایک عمدہ قصیدہ پڑھکر سنایا۔ ہیر بنود صفحہ ۲۴۱

[۵] ہندوستان کے جو لوگ خدا کے منکر ہیں (ہندو) وہ بھی ہندوستان کے اس حکمراں کا اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنے روم کے لوگ پوپ کا۔ ڈی لائیٹ مترجمہ لیتھ برج کلکتہ ریویو نمبر ۱۱ ۱۸۷۳ء صفحہ ۳۰۱

Marfat.com

سخت تشویش ظاہر کی تھی وہی ۱۵۹۷ء میں تخت نشین ہوا۔ وہ آٹھ سال کی عمر سے لے کر اپنے باپ کی وفات تک برابر اُس کے ساتھ رہا اور اُس کے ساتھ جفاکشی اور خطرات کا مقابلہ کیا تھا۔ اُسکے محترم باپ نے اُسے کوہستانی جنگ کے ہر مرحلہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ تخت نشینی کے وقت وہ بھرپور جوانی کو پہنچ چکا تھا اور اس کے لڑکے بھی تھے جو اس قابل تھے کہ اپنی وراثت کا جتنا بھی حصہ وہ اپنی تلوار کے زور سے حاصل کریں اس کی حفاظت کر سکیں۔ اگرچہ امر کا رنگ صاف نہ تھا لیکن میواڑ کے شہزادوں میں وہ سب سے زیادہ بلند قامت اور طاقت ور تھا۔ وہ منصف مزاج، فیاض، ہمدرد اور بہادر تھا اور اپنے امرا کا احترام اور رعایا کی محبت حاصل کرنے کا اہل تھا۔ گو اپنے باپ کے اندیشوں کو کسی حد تک حق بجانب ثابت کرنا اُسے مقدر تھا لیکن تخت نشینی کے بعد جو کام سب سے پہلے اُس نے کئے وہ بالکل معقول اور مدبرانہ تھے۔

اصلاحات

اُس نے اپنے ملک کے اداروں کی ازسرنو تشکیل کی۔ اراضی اور جاگیروں کی تقسیم کا نیا بندوبست کیا اور جاگیروں کے ساتھ خدمات بھی وابستہ کر دیں۔ اُس نے مناصب کے درجے مقرر کئے جو آج تک رائج ہیں۔ کھانے اور کپڑے کے قانون بنائے حتیٰ پگڑی باندھنے کے بھی[۷] اور یہ احکام آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں پتھر کے ستونوں پر کھدے ہوئے موجود ہیں[۸]۔ ہندی ادب پر اُس کا سب سے بڑا احسان ہے۔ اُسی کی سرپرستی میں چند بردائی کی کتاب پرتھوی راج راسو کی تدوین کی گئی جو ہندی کی عظیم ترین نظموں میں ہے۔ اس رزمیہ شاہکار سے اس کا وہی رشتہ ہے جو پیسٹراٹس کا ہومر سے تھا۔

سلیم اور مان سنگھ کا حملہ

لیکن زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ان پُرامن کاموں سے اُسکی توجہ اس لئے ہٹ گئی کہ اُس کے پشتینی دشمن نے اس کے خلاف فوج روانہ کر دی۔ ۱۵۹۹ء میں اکبر نے دکھن روانہ ہوتے وقت شہزادہ سلیم اور راجہ مان سنگھ کو میواڑ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ شہزادہ تو آرام کے ساتھ اجمیر میں عیش کرتا رہا مگر اس کے ماتحتوں نے

---

[۶] ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۸۰، ۲۹۲ و ۲۹۲۔ امر سنگھ کی تاجپوشی ۱۱ ماگھ شکل سمت ۱۶۵۳ مطابق ۲۹ جنوری ۱۵۹۷ء ۹ جمادی الآخر ۱۰۰۵ھ کو ہوئی۔ بیر بنود صفحہ ۲۴۱

[۷] امرشاہی پگڑی اب تک رانا کے خاندان کے افراد اور بعض امرا دربار کے موقعوں پر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے امرا کو یہ حق ہے کہ وہ خود اپنے یہاں کا لباس اختیار کریں۔ ٹاڈ کا نوٹ جلد اول صفحہ ۲۸۰ [۸] ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۸۰

Marfat.com

پوری قوت سے جدوجہد کی اور انتالہ، موہی، باگور، منڈل، منڈل گڈھ، جتوڑ اور دوسرے مقامات پر مضبوط چوکیاں قائم کرلیں۔ راجپوتوں نے ہر جگہ بہادری سے مزاحمت کی۔ امر سنگھ نے دشمن کی تمام چوکیوں پر حملہ کیا۔ لڑائی حسب دستور جاری رہی۔ راجپوتوں نے شاہی علاقہ کے بال پور اور کئی دوسرے مقامات کو لوٹ لیا مگر پسپا کر دیئے گئے۔ مغلوں نے اس کے انتقام میں راجپوتوں کے کھیت اُجاڑ دیئے۔ مکانوں میں آگ لگادی ہزاروں مقامی باشندے قید کر لئے گئے۔ راجپوت پہاڑوں میں چھپ رہے۔

لڑائی میں خلل لیکن لڑائی کا سلسلہ دفعۃً منقطع ہوگیا۔ اس لئے کہ راجہ مان سنگھ کو فوری طور پر بنگال جانا پڑا جہاں سے عثمان کی بغاوت کی خبر آئی تھی اور شہزادہ سلیم بے دلی کے ساتھ آگرہ کی طرف چل دیا۔

۱۶۰۳ء میں اکبر سے صلح صفائی ہو جانے کے بعد سلیم کو پھر حکم ملا کہ ۱۵۹۹ء میں جنگ کا جو سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اسے پھر سے شروع کرے لیکن سلیم فتحپور سیکری تک پہنچ کر وہیں رک گیا اور آگے بڑھنے سے تقریباً انکار کر دیا۔

خسرو کے ماتحت دوسری مہم اکبر نے شہزادہ خسرو اور غدار ساگر کے ماتحت ایک اور مہم روانہ کرنے کی تجویز کی۔ ساگر کو اکبر نے اپنی بیماری میں میواڑ کا رانا نامزد کیا تھا۔

مہم کا التوا لیکن اکبر کے انتقال کی وجہ سے یہ مہم ملتوی ہوگئی۔[۵۹]

---

۵۹ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۸۰۱۔ الیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۹۸ تا ۹۹۔ محمد ہادی صفحہ ۸۔ ڈی لائٹ، ترجمہ لیتھ بریج۔ کلکتہ ریویو نمبر، ال ۱۸۷۳ء دسمبر ۳، صفحہ ۱۹۵ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۱۶ تا ۲۱۷۔ ڈورن کی ہسٹری آف افغانس صفحہ ۱۰۲۔ گلیڈون جلد سوم۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۶ و ۱۷۔ بیر نبود صفحہ ۲۴۴

راجپوت روایات میں یہ غلط لکھا ہے کہ رانا کو صرف ایک مرتبہ چین اپنے آخری دنوں میں خان خانان کے فیاضانہ رویہ سے حاصل ہوا جو اس کے کارناموں سے بہت متاثر ہو گیا تھا۔ ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۷۶

امبیر کے راجاؤں اور میواڑ کے راناؤں میں سخت کشیدگی تھی جو ایک دوسرے کی تذلیل اور سب و شتم سے بہت بڑھ گئی تھی۔ دیکھو کھابنساولی مخطوطہ جے پور صفحات ۶۷ تا ۶۸۔ ساگر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چونکہ رانا نے اسکے ایک ننانہ کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ اس لئے وہ اُسے چھوڑ کر مان سنگھ اور اکبر سے مل گیا۔ بیر نبود۔ صفحہ ۲۴۵ - ۲۴۹

Marfat.com

جہانگیر اکبر کے نقش قدم پر

تخت نشین ہونے پر جہانگیر نے حکومت کے ہر شعبہ میں اکبر کی خادم پالیسی اختیار کی اور اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اس نے بیس ہزار کی زبردست فوج میواڑ کے خلاف روانہ کردی جس کی کمان برائے نام شہزادہ پرویز کے ہاتھ میں تھی مگر دراصل آصف خاں جعفر بیگ کمانڈر تھا جس نے اکبر عہد میں کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔[1]

---

[1] جہانگیر بر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۱۶۔ اقبال نامہ صفحہ ۷۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۰۔ منتخب اللباب خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۹۔ گلیڈون کا یہ بیان (صفحہ ۲) کہ رانا نے اکبر کے انتقال پر غلامی کا جوا اتار پھینکا تھا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

آصف خاں مرزا قوام الدین۔ جعفر بیگ۔ بدیع الزماں کا لڑکا تھا جو شاہ طہماسپ صفوی کے عہد میں کاشان کا وزیر تھا۔ آصف خاں جوان عمری ہی میں ۹۸۵ھ میں ترک وطن کرکے ہندوستان آگیا تھا اور اکبر کی ملازمت میں داخل ہو گیا تھا۔ اکبر نے اسے اس کے ماموں مرزا غیاث الدین علی آصف خاں بخشی کے شعبہ میں بیس کا منصب دے کر مقرر کردیا تھا۔ اس حقیر منصب سے غیر مطمئن ہو کر اس نے اسے ترک کردیا تھا اور دربار میں جانا موقوف کردیا۔ اس پر اکبر نے ناخوش ہو کر اسے بنگال بھیج دیا جس کی آب و ہوا اس زمانہ میں غیر صحت بخش تھی اور جو مجرم وہاں بھیجے جاتے تھے وہ زندہ نہیں واپس آتے تھے۔ بنگال وہ محض اللہ پر بھروسہ کرکے روانہ ہو گیا اور وہاں معصوم خاں کابلی کی بغاوت کے سلسلہ میں امتیاز حاصل کیا اور گرفتار ہو جانے پر ایسی ہوشیاری سے نکل آیا کہ کسی تاوان یا فدیہ کا کوئی سوال نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ اکبر کے دربار میں پھر حاضر ہوا اور تھوڑے دن بعد اسے دو ہزار کے منصب پر ترقی دی گئی اور آصف خاں کا خطاب ملا اور بخشی کے عہدہ پر مقرر کرکے میواڑ کے خلاف مہم پر بھیج دیا گیا۔ بعد کو (۹۹۳ھ-۱۵۸۵ء میں) سرحدی قبائل کے خلاف مہم میں اس نے امتیاز حاصل کیا۔ ۹۹۵ھ میں اس نے مفتوحہ ملک کشمیر کے نظم و نسق کو منظم کیا اور تین سال بعد اس کا گورنر بنا دیا گیا۔ ۹۹۹ھ میں اسے دیوان کل کے عہدہ پر مقرر کیا گیا اور دو سال تک اس نے اس کے فرائض کو بڑی قابلیت سے انجام دیا۔ شہزادہ سلیم کی بغاوت کے زمانہ میں وہ شہزادہ کا سخت مخالف رہا۔ ۱۰۰۸ھ میں جب شہزادہ سلیم کو گجرات کا گورنر مقرر کیا گیا تو اس نے الہ آباد اور بہار کی گورنری کا عہدہ قبول کرلیا۔ چنانچہ جہانگیر کا بیان ہے کہ "میری شہزادگی کے زمانہ میں آصف خاں نے کئی حماقت کے کام کئے اور بہت سے لوگوں کا خیال تھا حتیٰ کہ خود خسرو کا کہ میں اس کا مخالف ہوں اور اس کے حق میں ناخوشگوار احکام دوں گا؛ لیکن نئے بادشاہ نے اپنی عام مصالحانہ پالیسی کے تحت اور خود اپنے ارادہ و خیال کے برخلاف بقول خود اس پر عنایت کی اور اسے پانچ ہزار منصب ذات و سوار پر ترقی دی اور کچھ دنوں تک پورے اختیارات کے ساتھ وزیر رہا جبکہ شاہی مراعات برابر جاری رہیں۔ لیکن ۱۰۱۶ء میں جبکہ جہانگیر کابل سے واپس
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دیگر ماتحت افسران عبدالرزاق معموری کو بخشی مقرر کیا گیا اور آصف خاں کے چچا مختار بیگ کو پرویز کا دیوان مقرر کیا گیا۔ راجہ بھارمل کے لڑکے اور ایک پانچ ہزار منصب کے اعلیٰ امیر جگناتھ کو اپنی فوج میں شامل کرنے کا حکم دیا گیا۔ رانا امر سنگھ کے چچا[1] "رانا ساگر" کو بھی اس مہم کے ساتھ جانے پر تعینات کیا گیا۔[2] فوجی سالاروں کو ہدایت کی گئی کہ رانا سے اشاعت شعاری اور خدمات انجام دینے کے لئے کہا جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو اس کے ملک کو زیادہ نہ چھیڑا جائے۔[3]

راجپوت اُمراء امر کے پاس گئے امر سنگھ جو اب آسائش و عیش کی زندگی میں مبتلا ہو گیا تھا شاہی مطالبہ قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا اور اپنے ملک کو نقصان سے بچا لیتا مگر متوفی رانا کے ساتھی اپنی ضمیر کا سودا کرنے پر تیار نہ تھے۔ بہادر چنداوت

(بقیہ حاشیہ ماسبق) آ رہا تھا۔ آصف خاں پر خسرو کی بغاوت میں شرکت کا شبہ کیا گیا۔ (جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۲۲۲ و ۲۲۳) مآثر الامراء کے مصنف کا بیان ہے کہ وہ ان مغل امراء میں تھا جن میں وسیع علمیت کے ساتھ فوجی اور انتظامی قابلیت تھی۔ "وہ اپنے عہد کے غیر معمولی افراد میں تھا"۔ وہ ہر علم میں اعلیٰ مہارت رکھتا تھا اور ہر قسم کی معلومات رکھتا تھا۔ اس کی تیز ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت شہرۂ آفاق تھی وہ خود کہتا تھا کہ "جو معاملہ فوراً میری سمجھ میں نہ آجائے وہ بالآخر بے معنی ثابت ہوتا تھا" کہا جاتا ہے کہ وہ بہت سی سطروں کو ایک نظر میں پڑھ لیتا تھا خوش تقریر، ہوشمندی اور مالی اور سیاسی معاملات کو سرانجام دینے میں وہ فوقیت رکھتا تھا اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین تھا۔ اس کی شاعری میں بڑی قوت تھی اور نیز تہذیبی ادب میں اکثروں کی رائے یہ تھی کہ خسرو اور شیریں کی کہانی کو نظامی گنجوی کے بعد سے کسی نے اس خوبی سے بیان نہیں کیا۔

خود جہانگیر کی شہادت ہے کہ اس کی سوجھ بوجھ، حاضر جوابی اور عملی صلاحیت بہت بلند درجہ کی تھی

آصف خاں کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد اول صفحات ۲۲۲ و ۲۲۳۔ اقبال نامہ صفحات ۳ تا ۷۔ خافی خاں اور معتمد خاں نے مآثر الامراء (بیوریج) کی نقل کی ہے صفحات ۲۸۲ تا ۲۸۷ بلوکمین صفحات ۴۱۱ و ۴۱۲ گلیڈون صفحہ ۲ میں کی اور بیل اورئینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۸۰۔

[1] جہانگیر نے ساگر کو رانا کا قریبی عزیز کہا ہے مگر راجپوت تواریخ میں صاف لکھا ہے کہ وہ رانا پرتاپ کا بھائی تھا اور اس طرح امر کا چچا (دیکھو ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۸۱)

[2] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۶ تا ۱۷

[3] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۷۔ گلیڈون صفحہ ۲

Marfat.com

شلومبرا کی سربراہی میں محل گیا اور امر سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے باعظمت باپ کے مرتے وقت کے حکم کی تعمیل کرے۔

محل کا منظر

یورپ کا بنا ہوا ایک شاندار آئینہ محل کی زینت تھا۔ شلومبرا کے امرا نے جب دیکھا کہ انکار ٹیس راہِ راست پر آنے کی اپیل پر دھیان نہیں دیتا تو انہوں نے اس قالین کے غلام کو سنگار کے کھلونے پر پٹخ دیا اور اپنے آقا کا بازو پکڑ کر تخت سے اتار لیا اور چلا کر کہا۔ امیر صاحبان! گھوڑے کی باگ سنبھالو اور پرتاپ کے لڑکے کو ذلت سے بچاؤ! اس علانیہ توہین پر جذبات بھڑک اٹھے اور وطن پرور رئیس کو غدار کا ناگوار لقب دے دیا گیا مگر اپنے مقدس فرض کے پیش نظر اور ہر ممتاز ماتحت رئیس کی حمایت پر اس نے اس توہین کی پروانہ کی۔ جبراً گھوڑے پر سوار ہو کر اور میواڑ کے سارے بہادر سورماؤں کے حلقہ میں امر کا دل بھر آیا اور وہ غم وغصہ کے آنسو بہانے لگا۔

امر کو ہوش آگیا

اس غمگین فضا میں قافلہ پہاڑی سے اترا جس پر جگہ جگہ محل بنے ہوئے تھے یہاں تک کہ وہ اس مقام تک پہنچا جہاں اب جگنناتھ کا مندر ہے اور یہاں امر نے اپنے جذبات پر قابو حاصل کیا اور اس کے آنسو خشک ہو گئے اور مونچھوں پر تاؤ دے کر اس نے سب کو ادب سے سلام کیا اور اپنی بے رخی کی معافی مانگی اور خاص کر شلومبرا کا شکریہ ادا کیا اور کہا: "ہماری رہبری کرو۔ آئندہ تمہیں اپنے سابق آقا سے مایوسی کا کبھی موقع نہ ہو گا۔"

غیر فیصلہ کن جنگ

راجپوت گویوں کا دعویٰ ہے کہ راجپوتوں کو مغلوں پر دیوار کے درے پر زبردست فتح حاصل ہوئی لیکن فارسی مورخین اپنے سرپرستوں کی فتح بیان کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فریقین کو انفرادی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن کوئی

ایک چھوٹا سا پتیل کا میر فرش جو قالین کو دبانے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ ٹاڈ کا نوٹ جلد اول صفحہ ۲۸۰

ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۸۰ و ۲۸۱ فراخ دلی اور بہادری کے بھرپور جذبات کے ساتھ وہ (راجپوت) دیوار تک پہنچ گئے جہاں ان کا مغل فوج سے مقابلہ ہوا جس کا کمانڈر خان خاناں کا بھائی تھا اور جیسے ہی وہ درہ میں داخل ہوئی طویل اور خونریز جنگ کے بعد اسے پورے طور پر شکست دے دی گئی۔ ان دس کا اعزاز خاص طور پر رانا کے چچا بہادر کھیا تا کو حاصل ہوا جو ایک بڑے قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے جو اسی کے نام پر کھوات کہلاتا ہے۔ اس لڑائی کی تاریخ ۱۶۰۸ء سمت ۱۶۶۰ جو ٹاڈ نے دی ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۸۱

جہانگیر کا بیان ہے کہ نیل ازیں واپس بلانے کا پروانہ پرویز کو ملے۔ رانا اتنا ذلیل ہو گیا تھا کہ اس نے آصف خان کو پیام بھیجا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

فیصلہ کن جنگ بالکل نہیں ہوئی۔ البتہ سرحدی علاقہ بے دردی سے تاراج کر دیا گیا اور آبادی کو گھروں سے باہر کر دیا گیا۔

عارضی صلح

لیکن عین اس وقت خسرو کی بغاوت رونما ہو گئی اور شاہی فوجیں واپس بلا لی گئیں آصف خاں نے منڈل گڈھ[18] کے پاس عارضی صلح کر لی جس میں امر سنگھ کی نمائندگی پرنس باگھا نے کی۔

ساگر کو رانا بنا دیا گیا

لیکن مغلوں نے چتوڑ میں ساگر کو رانا بنا دیا تھا۔ اگرچہ وہ راجپوت امرا میں پھوٹ ڈالنے میں ناکام رہا[19]

مہابت خاں کے ماتحت فوج

ڈرامہ کے پہلے سین کا یہ انجام ہوا۔ دو سال بعد ۱۶۰۸ء میں بادشاہ نے ایک اور فوج روانہ کی جس میں بارہ ہزار پورے طور پر مسلح سوار، پانچسو احدی، دو ہزار بندوقچی، ساٹھ ہاتھی اور اسی توپیں اونٹوں اور ہاتھیوں پر تھیں اور بیس لاکھ روپیہ اخراجات کے لئے دیئے گئے۔ فوج کی کمان مہابت خاں جیسی عظیم شخصیت کے ہاتھ میں تھی[20]

(بقیہ حاشیہ) کہ اس نے خود اپنی حرکات سے خود کو اتنی شرمناک حد تک ذلیل کر لیا ہے۔ اس لئے آصف خاں اسکی طرف سے دلخت کرے اور شہزادہ باگھا کی نمائندگی کو منظور کرے جو اس کا لڑکا ہے۔ پرویز نے سے منظور نہ کیا اور کہا یا تو رانا خود آئے اور یا اپنے لڑکے کرن کو بھیجے (جہانگیر راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۷۸، معتمد خاں کا سگار، خافی خاں اور دوسروں نے اس کی تقلید کی ہے۔

۱۸ منڈل گڑھ ۳۰، ۲۵ شمال اور ۵۰، ۰۰ مشرق میں اودے پور سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۹۰۱ء میں اسکی آبادی ۱۴۶۲ تھی۔ دیکھو راجپوتانہ گزیٹیر جلد دوم صفحہ ۱۱۸

۱۹ جہانگیر (راجرس بیوریج) جلد اول صفحات ۷۰، ۷۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۷۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۵۴۔ بیرنیوہ صفحہ ۱۲۹ ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۸۱ (دیکھو صفحہ ۳۶)

۲۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۷۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۳۴۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۵۹ گلیڈون صفحہ ۱۱، حیرت ہے کہ کرنل ٹاڈ نے اس سال کے بعض واقعات کو غلطی سے ۱۶۱۱ء میں بتایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جہانگیر نے اس مہم کی کمان جو اجمیر میں منظم ہوئی تھی اپنے لڑکے پرویز کو اس ہدایت کے ساتھ دی تھی کہ اگر رانا یا اس کا بڑا لڑکا کرن حاضر ہو جائے تو اسکی مناسب اعزاز کے ساتھ پذیرائی کی جائے اور اس کے ملک کو تاراج نہ کیا جائے۔ اصل میں یہ مہم جہانگیر نے ۱۶۰۵ء میں دی تھی۔ شاہی حکم کے بموجب ۱۶۰۶ء میں پرویز کی واپسی کو ۱۶۱۱ء میں اجمیر کی طرف شدید شکست کی پسپائی بتایا گیا ہے۔ جہانگیر کا بیان کہ میں نے اپنے لڑکے پرویز کو حکم دیا کہ وہ چند سپاہیوں کو رانا کی نگرانی کے لئے چھوڑ کر آصف خاں کے ساتھ فوراً آگرہ واپس آئے (دیکھو راجرس
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جیسی کہ امید تھی مہابت خاں نے بڑی قوت اور جوش سے لڑائی شروع کی۔ راجپوتوں پر اس کا جو اثر ہوا اس افسانہ کی بنیاد پڑی کہ مہابت خاں راجپوتی خون سے ہے۔ اس نے میدانی علاقہ کو ویران کر دیا اور غنیم کو پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ راجہ کشن سنگھ نے جو مہابت خاں کا ماتحت تھا بڑا امتیاز حاصل کیا اور راجپوتوں کو ایک سخت شکست دی اور اُن کے بیس امرا کو قتل کر دیا اور تقریباً تین ہزار سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ اگرچہ خود اس کے پیر میں بھی شدید زخم لگا۔[۱]

اگرچہ کئی لڑائیوں میں رجحان مغلوں کی کامیابی کا تھا لیکن میواڑ کی پہاڑیوں اور وادیوں میں اُن کا زور نہ چل سکا اور نہ وہ چھاپہ مارنے والوں کا موثر تدارک کر سکے۔ ۱۶۰۸ء میں مہابت خاں کو واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ عبداللہ خاں کو بھیجا گیا جو بڑا بہادر سپاہی بے دھڑک کمانڈر اور بے رحم قسم کا آدمی تھا۔[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ) بیوریج جلد اول صفحہ ،) کوناڈ نے اس طرح بیان کیا ہے: "میں نے اپنے لڑکے کو لاہور اپنے پاس آنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ اپنے لڑکے کو چند سرداروں کے ساتھ رانا کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا جائے۔" جہانگیر ۱۶۰۶ء میں تو یقیناً لاہور میں تھا لیکن پرویز خود ۱۵۸۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ۱۶۰۸ء یا ۱۶۰۹ء میں اس کا کوئی لڑکا اتنا بڑا نہ ہوتا جو سرداروں کے ساتھ رانا کی نگرانی پر مقرر کیا جاتا لیکن یہ لڑکا جس کی تعلیم عظیم مہابت خاں نے کی تھی پرویز سے بہتر نتیجہ نہ دکھا سکا۔ اسے شکست دیکر قتل کر دیا گیا۔ یہ قطعی غلط ہے۔

[۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۴۷ و ۱۵۱۔ گلیڈون صفحات ۱۸ و ۱۹۔ منتخب اللباب جلد اول صفحہ ۲۸۲۔ مہابت خاں دربار سے میواڑ کے لئے ۲۴ ربیع الآخر ۱۰۱۷ھ کو روانہ ہوا۔ جہانگیر نے کشن سنگھ کو دو ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب دے کر انعام دیا۔

[۲] خواجہ عبداللہ خواجہ عبیداللہ نصیر الدین احرار کی اولاد خواجہ حسن نقشبندی کا بھتیجا تھا جو ۱۵۹۲ء میں ماوراء جیحون کے حصار سے نقل وطن کر کے اپنے بھائیوں یادگار اور برخوردار کے ساتھ ہندوستان آیا اور اکبر کی ملازمت میں منسلک ہو گیا۔ اس نے کچھ دن اپنے شہزادہ مراد کی ماتحتی میں دکھن میں کام کیا اور جہاں کہیں بھی جنگ ہوئی اس میں امتیاز حاصل کیا بعد کو احدیوں کے زمرہ میں شامل ہو گیا اور شہزادہ سلیم کی ملازمت میں متعین کر دیا اور جب شہزادہ نے اپنے باپ سے بغاوت کی تو اسے خان کا خطاب اور ایک ہزار پانچ سو کا منصب دے دیا اور جب شہزادہ کے خاص ملازم شریف سے اس کی ان بن ہو گئی تو وہ اکبر کی طرف ہو گیا اور اکبر نے صفدر جنگ کا خطاب اور ایک ہزار کا منصب دے دیا۔ جہانگیر نے تخت نشین ہونے پر اس کے منصب اور جاگیر کی ترقی کر دی اور کہا کہ "باوجود اپنے قصور کے وہ بہادر اور پرجوش انسان ہے۔" ۱۶۰۸ء میں اُسے دو ہزار پانچ سو ذات اور پانچ سو سوار کے منصب پر ترقی ملی۔ اسی سال اُس نے باغی رام چندر کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا اور اس خدمت

Marfat.com

راجپوتوں کا قافیہ تنگ کردیا

عبداللہ خاں نے حسب معمول پوری قوت اور شدت سے جنگ شروع کی[23] اور راجپوتوں کو اُن کی جنگلی پناہ گاہوں میں سختی سے دبا دیا۔ اس نے خود رانا کی پناہ گاہ مہرپور پر حملہ کیا اور اگرچہ وہ رانا کو گرفتار نہ کرسکا مگر اس مقام کو تباہ کردیا۔ اپنی فوجی چوکی کمبھل میر سے، اُس نے ممتاز راجپوت سردار بیرم دیو سولنکھی کا راستہ کاٹ دیا۔ اس نے امر سنگھ کا پھر جنگلوں میں تعاقب کیا اور اُسے ایسے حوصلہ شکن خطرات میں مبتلا کردیا جس سے رانا پرتاپ کے شاندار کارناموں کی یاد تازہ ہوگئی۔ ایک موقعہ پر محض تاریکی نے امر سنگھ کی جان بچائی۔[24]

رن پور میں شکست

لیکن رن پور کے مقدس درہ پر عبداللہ کو بھی سخت شکست ہوئی[25] لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ بحیثیت مجموعی اس نے مہم کا سرانجام غیر معمولی

(بقیہ صفحہ) کے صلہ میں اُسے تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی گئی ۱۶۱۰ء کے اواخر میں ایک جماعت کو جو شوروپشت مبیع الزماں ولد مرزا شاہرخ کی سربراہی میں میواڑ کے رانا سے ملنے جارہی تھی۔ اس نے راستہ روک کر تقریباً سب کو قتل کردیا۔ عبداللہ خاں کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۲۷، ۲۳، ۸۲، ۹۷، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۵۰، ۱۵۵ محمد ہادی صفحہ۔ مآثر الامرا (بیورج) جلد اول صفحات ۹۷ تا ۱۰۵

[23] میواڑ کو روانہ ہونے کے جلد ہی بعد عبداللہ خاں کو ۲۰۰۰ احدیوں کی کمک اور شاہی اصطبل سے سو گھوڑے افسروں اور احدیوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۱۵۶ مآثر جہانگیری مخطوطہ خدا بخش صفحہ ۶۱ (الف) و (ب) ۱۶۲۹ء میں راجہ جگناتھ کا منڈل میں انتقال ہوگیا۔ اس کی سفید پتھر کی یادگار چھتری آج بھی موجود ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۵۳ چھتری کے گنبد کے لئے دیکھو ایضاً صفحہ ۲۹۹

[24] کمبھل میر یا کمبھل گڑھ ۲۵٫۹ شمال اور ۷۳٫۳۵ مشرق میں اودے پور سے تقریباً پچاس میل شمال کی طرف واقع ہے اور سطح سمندر سے ۳۵۶۸ فٹ بلند پتھریلی زمین پر ہے جہاں سے اراولی پہاڑی کی جنگلی اور ناہموار سرزمین اور میواڑ کے گیہاں صحرا کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ قلعہ رانا کمبھ نے ۱۴۴۳ء اور ۱۴۳۵ء کے درمیان تعمیر کیا تھا۔ راجپوتانہ گزیٹیر جلد دوم صفحہ ۱۱۰ اس مہم کے حالات دیکھیو مآثر الامرا (بیورج) جلد اول صفحات ۹۹، ۱۰۰ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۱۵۷ گلیڈون صفحہ ۲۳

[25] ٹاڈ جلد اول ۲۸۱۔ راجپوت مورخ کا یہ بیان غلط ہے کہ شاہی فوج تقریباً بالکل تباہ کردی گئی لیکن اسمیں یہ اعتراف ہے کہ دو ہمقبل کے چند بہترین اور بہادر ترین سردار ضائع ہوگئے جیسے دو رو سنگاوت، نرائن داس، سورج مل، بنیکرو جو اوپیے دوجہ کے خشرو یا قبیلے کے تھے اور سکتاوت کے سوا یکہ لڑکا پچھن مل، ہری داس راٹھور، سعدی کا بھالا بھو بہت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خوش اسلوبی سے کیا۔

کرن سنگھ کو شکست ۱۶۱۴ء میں اُس نے میواڑ کے ولی عہد نامور شہزادہ کرن کو جو اپنے چند بہادر ترین راجپوت سرداروں کے ساتھ تھا سخت شکست دے دی[۲۶]

اور جیسا کہ مآثر الامرا کے مصنف کا بیان ہے کہ عبداللہ نے اپنا نام پیدا کر لیا اور اس کے آقا نے اُسے پانچ ہزار کے منصب اور فیروز جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا۔

گجرات کا تبادلہ لیکن دکھن کی ضروریات پر بادشاہ نے عبداللہ کا گجرات تبادلہ کر دیا جہاں گورنر کی حیثیت سے اس نے صوبہ کے وسائل کو منظم کیا اور احمد نگر کی زبردست مہم میں مدد دی[۲۷]

راجہ باسو کا تقرر میواڑ کی کمان پر خود عبداللہ کی سفارش پر اس کی جگہ راجہ باسو کو مقرر کیا گیا[۲۸] جو بہادر مگر بے دھڑک کماندار تھا مگر ایک بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

(بقیہ صفحہ) کبیر داس کچھواہہ، بر دلا کا کیشو داس چوہان، مکند داس راٹھور لور جین مل کا قریبی عزیز جیتا۔ ٹاڈ کا نوٹ اس فتح پر بڑے دھوم دھام سے خوشیاں منائی گئیں جس سے میواڑ کے زوال کے زمانہ میں بڑی رونق آگئی اور سرخ رنگ کا جھنڈا سارے صوبہ گوداور میں لہرانے لگا۔"

۲۶ بیر نبود صفحات ۲۵۲ و ۲۵۳ - شہزادہ کرن کے ساتھ جو سردار تھے ان کے یہ نام لیے گئے ہیں۔ اودے سنگھ کے لڑکے شردول سنگھ، مادھو سنگھ، پرتاب سنگھ کے لڑکے شیخا رانا سہس مل، رانا امر سنگھ کے لڑکے باگھ سنگھ ارجن سنگھ جگا اختر شاہ سونگی، بیر بھدر یوا۔ گوپال داس کا لڑکا راٹھور کشن داس، بلوا کا لڑکا راٹھور ہری داس ششودیا و مادھو سنگھ ہیدمل بیدو سانول داس بداوتا، راٹھور بھیم کرنا، دیوا ارپشٹ کلاوت، سیندھل امر بھنڈاوت، سیندھل نوگا بھنڈات، جدراوت دودا سنگاوت وغیرہ۔

۲۷ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۹۰۔ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۱۰۵ گلیڈون صفحہ ۱۹۔ عبداللہ خاں کی میواڑ کی مہم کے لئے۔ نیز دیکھو مآثر جہانگیری (مخطوط خدا بخش) صفحات ۹۲ تا ۹۳

۲۸ راجہ باسو شمالی پہاڑیوں کے قریب پنجاب میں باری دوآبہ کے مئو اور پٹھان کوٹ کا ایک زمیندار تھا۔ اکبر کے عہد میں کئی مرتبہ علم بغاوت بلند کیا بالخصوص ۱۵۹۶ء بمطابق ۱۶۰۰ء اور ۱۶۰۳ء میں اس نے باغی شہزادہ سلیم کا ساتھ دیا اور اسکے ساتھ آگرہ گیا اور اپنا خیمہ شہر کے باہر جمنا کے دوسرے کنارے پر نصب کیا جبکہ شہزادہ اس کی معافی کے لئے سفارش کرنے گیا تھا۔ اکبر نے شورہ پشت راجہ کو گرفتار کرنے کے لئے جگت سنگھ کچھواہہ کو بھیجا لیکن راجہ کو خبر لگ گئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ۱۶۰۵ء میں وہ جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا جس نے اُسے تین ہزار کا منصب عطا کیا ... اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۷۳۳ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۰ گلیڈون صفحہ ۷۳ مآثر الامرا بیوریج جلد اول صفحات ۴۰۹ تا ۴۱۰

Marfat.com

غنیم سے ساز باز کا شبہ

برعکس اس کے اس پر غنیم سے ساز باز کا شبہ کیا گیا۔[39]

عزیز کوکا کا تقرر

چنانچہ جلد ہی اس کی جگہ عزیز کوکا کو مقرر کیا جو دکھن کی صورت حال سے بیزار ہو کر میواڑ میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے بیقرار تھا۔[40]

عزیز کے جہانگیر سے تعلقات

عزیز کے تعلقات بادشاہ سے خوشگوار نہ تھے۔ جسے اس نے تخت سے محروم کرنا چاہا تھا اور اب تک وہ اپنے داماد خسرو سے دلی محبت رکھتا تھا جب خسرو مغرب کی طرف مفرور ہوا تو جہانگیر نے تعاقب میں عزیز کو بھی لے جانا ضروری سمجھا۔[41] نو دولتے شریف سے بھی عزیز کے تعلقات اتنے کشیدہ تھے کہ کہا جاتا ہے کہ شریف نے جہانگیر کو مشورہ دیا تھا کہ عزیز کو قتل کر دیا جائے۔[42]

---

۳۹ کہا جاتا ہے کہ راجہ باسو کو امر سنگھ سے ایک بُت ملا جس کی پندرھویں صدی کی مشہور چتوڑ کی رانی میرا بائی پرستش کرتی تھی جو کرشن کو سب کچھ مانتی تھی۔ اُس کی کئی پُرجوش عقیدتی گیتیں اب تک شمالی ہند میں گائی جاتی ہیں۔ اس بت کے دینے کی سند اب تک محفوظ ہے۔ بیر نبود صفحہ ۲۵۴

۴۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۴۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول ۳۲۹۔ جہانگیر اور شاہ نواز دونوں کا بیان ہے کہ عزیز نے اپنی درخواست کی بنیاد یہ رکھی تھی کہ وہ کفار سے جنگ میں نام پیدا کرنے کا شائق ہے۔

۴۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۸

۴۲ مآثر الامرا (بیوریج جلد اول صفحہ ۳۲۸) میں عجیب قسم کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ امیر الامرا اور خان اعظم کے درمیان تو تو میں میں ہونے کا معاملہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور ایک خاص مجلس شوریٰ غالباً غسل خانہ میں منعقد ہوئی۔ امیر الامرا نے اصرار کیا کہ خان اعظم کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ مہابت خاں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بحث کا کیا مطلب ہے۔ میں تو ایک سپاہی ہوں اور میری تلوار مضبوط ہے۔ میں اس کی کمر پر ضرب لگاؤں گا اور اگر اس کے دو ٹکڑے نہ ہو جائیں تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ خان جہاں لودی نے اپنی باری میں کہا: میں اس کی خوش قسمتی پر متحیر ہوں کہ جہاں کہیں اعلیٰ حضرت (اکبر) کا نام آتا ہے اس کا بھی نام آتا ہے۔ مجھے اس کا کوئی قصور نظر نہیں آتا جس کی بنا پر یہ قتل کا مستحق ہو۔ اگر آپ نے اسے قتل کیا تو ساری دنیا اسے مظلوم سمجھے گی۔ اس اثنا میں پردہ کے پیچھے سے ایک آواز آئی: جہاں پناہ، حرم کی تمام بیگمات عزیز کوکا کی سفارش کے لئے جمع ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ یہاں آ جائیں ورنہ یہ سب باہر آ جائیں گی۔ بادشاہ سلطان سلیمہ بیگم کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ آواز اسی کی تھی اس لئے وہ فوراً زنان خانہ میں گیا۔ خواتین کی التجاؤں نے بادشاہ کو خان اعظم کا قصور نظر انداز کرنے اور اُسے معاف کرنے پر مجبور کر دیا حتیٰ کہ اُس نے اپنی خاص گرلیں میں وفیون اسے عنایت کی۔

Marfat.com

خاندیش کے راجہ علی کے نام اس کا خط اگلے سال لاہور کے کھلے دربار میں عزیز سے وہ خط پڑھوایا گیا جو اس نے چرچڑے پن میں خاندیش کے راجہ علی کو لکھا تھا اور جس میں اس نے اپنے آقا پر سخت حملہ کیا تھا اور راجہ کے مہتمم کتب خانہ کے ذریعہ سے ایک شاہی ملازم خواجہ ابوالحسن کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اس نے اسے دربار روانہ کر دیا تھا۔

جہانگیر کی سرزنش اس حالت میں عزیز کے متعدد دشمنوں کو اپنے جی کا بخار نکالنے کا موقع ملا اور اس پر طعن و تشنیع اور گالیوں کی بارش ہونے لگی اور خود جہانگیر نے اس موقع پر کھل کر اپنے جی کا بخار نکالا اور گرج کر کہا "قطع نظر اُن غداریوں کے جو اپنی ناکارہ شخصیت پر اعتماد کی بنا پر تو نے میرے خلاف کیں۔ میرے والد نے تیرا کیا بگاڑا تھا جس نے تجھے خاک سے پاک کیا اور بلندی پر پہنچا کر تجھے معاصرین میں قابلِ رشک بنایا اور تو نے اُن کے سلطنت کے دشمن کو ایسے الفاظ لکھے تو نے خود کو ناوفاداروں کے زمرہ میں شامل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ذلیل طبیعت سے اس کے سوا اور کیا توقع ہو سکتی تھی؟ چونکہ تیرے مزاج کی نشو و نما غداری کے ماحول میں ہوئی اس لئے اس کے سوا اور کیا حرکت ہو سکتی تھی؟ میرے ساتھ جو کچھ تو نے کیا اُسے نظر انداز کر کے میں نے تجھے اپنے عہدہ پر برقرار رکھا۔ اس خیال سے کہ شاید تیری غداری میرے ہی لئے ہو۔ لیکن اب یہ معلوم ہو گیا کہ تو نے اپنے محسن اور دنیاوی آقا کے خلاف بھی وہی کیا۔ اس لئے میں تجھے تیرے ان خیالات اور اعمال کے حوالے کرتا ہوں جو تجھ سے سرزد ہوئے یا اب ظہور پذیر ہوں۔" [۳۴]

عزیز کوکا کو سزا اکبری عہد کے پرانے امرا کی حمایت اور خواتین حرم کی سفارش اور خود اس کی ضعیف العمری، شہرت اور سلطنت کی خدمات کی بنا پر خان اعظم کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی لیکن اُسے اپنے منصب اور جاگیر سے محروم ہونا پڑا اور حراست میں رہنا پڑا۔

رہائی جن اثرات نے اُسے موت سے بچایا تھا۔ انہیں کی بدولت وہ رہا ہوا اور اپنے منصب پر بحال ہو گیا۔ ۱۶۰۸ء میں بادشاہ نے اُسے گجرات کا گورنر مقرر کیا

---

[۳۴] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۷۹ تا ۸۱۔ اقبال نامہ صفحات ۲۰ و ۲۱ خانی خاں جلد اول صفحات ۲۵۱ و ۲۵۷ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۳۲۸ و ۳۲۹

Marfat.com

اور یہ شرط رکھی کہ وہ خود دربار میں حاضر رہے اور صوبہ کا انتظام بحیثیت اپنے نائب کے اپنے لڑکے جہانگیر قلی خاں کو سپرد کرے۔ خود جہانگیر نے کبھی اُسے نظرِ عنایت سے نہ دیکھا اس لئے کہ اسی سال کی تحریروں میں اُس نے خانِ اعظم کو پرانا مکار اور راجہ مان سنگھ جیسا سلطنت کا پرانا بھیڑیا کہا۔[۱۱۱]

دکھن کی مہم لیکن خانِ اعظم کی اعلیٰ فوجی قابلیت کے لحاظ سے ۱۶۱۰ء میں بادشاہ نے اُسے دکھن کی مہم پر مامور کیا جہاں خان خاناں کی غلط پالیسی اعلیٰ حکام کی شدید باہمی رقابت اور ماتحت افسروں کی بزدلی نے ملک عنبر کی قابلیت سے مل کر شاہی افواج کو ذلت اور شکست سے دوچار کردیا تھا۔[۱۱۲] اس کا تقرر مالوہ کی گورنری پر کیا گیا اور اُس فوج کی مدد سپرد کردی گئی جو وہاں سے ۱۶۱۱ء میں احمد نگر پر زبردست فوج کشی میں تعاون کرنے والی تھی لیکن عبداللہ خاں کی جلد بازی اور خود غرضانہ حرص نے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔

میواڑ کی کمان کی درخواست اور منظوری دکھن کی صورتِ حال سے زچ ہوکر عزیز نے میواڑ کی کمان کی درخواست کی اور کمان حاصل کرلی مختصر تجربہ کے بعد اُس نے بادشاہ سے استدعا کی کہ وہ اپنا مستقر میدان جنگ کے قرب میں قائم کرے۔[۱۱۳]

جہانگیر کا مستقر اجمیر میں جہانگیر نے اس مشورہ کو قبول کرلیا اور اپنا مستقر اور دربار اجمیر میں قائم کردیا۔[۱۱۴] احکام کی پوری تعمیل کے لئے خانِ اعظم نے یہ بھی استدعا کی کہ شہزادہ خرم کو بھی اس مہم میں مقرر کیا جائے۔

شہزادہ خرم میواڑ کی کمان پر جہانگیر نے اس مشورہ کو بھی قبول کرلیا۔ مگر یہ شدید غلطی کی کہ بوڑھے چڑچڑے رفیق کار اور نوجوان شہزادہ کے مابین اختیارات کا تعین نہیں کیا حالانکہ شہزادہ نورجہاں کے جتھے کا پرجوش اور حوصلہ مند رکن تھا۔

---

۱۱۱ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول ۸۱، ۱۴۸، ۱۵۳ ماثر الامراء (بیوریج) جلد صفحہ ۳۲۹

۱۱۲ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۱۷۰۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۲۹

۱۱۳ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۲۵۰۔ ماثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۲۹

۱۱۴ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحات ۲۵۳ و ۲۵۰ آثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۹۵ (الف) اقبال نامہ صفحہ ۷، گلیڈون صفحہ ۲۸

Marfat.com

عزیز کے خلاف شکایت اور تنبیہ ۱۶۱۴ء کے شروع ہی میں شہزادہ دربار سے رخصت ہوا اور اس کے ساتھ بارہ ہزار سوار کی کمک تھی اور بہادر فدائی خان بخشی تھا[58] جلد ہی شہزادہ کی خان اعظم سے ان بن ہوگئی اس لئے کہ وہ خود کو شہزادہ کا سرپرست اور مہم کا اصل کمانڈر سمجھتا تھا۔ بادشاہ نے بااقتدار گروہ کے اثر سے شاہی ملازمت کے پیر دانشمند کو سختی سے تنبیہ کی۔ اُسے یاد دلایا کہ خود اس کے اصرار پر اُسے میواڑ کی کمان پر مقرر کیا گیا۔ شاہی مستقر اجمیر میں قائم کیا گیا اور اسی کی فرمائش پر شہزادہ خرم کو بھیجا گیا غرض کہ سارے انتظامات اُسی کے مشورہ کے مطابق ہوئے۔ چنانچہ اُسے شہزادہ سے تکرار اور مخالفت سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اور اس سے اطاعت شعاری اور خیرخواہی کا اظہار کرنا اور دن رات میں کسی وقت اس کی خدمت سے الگ نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ نتیجہ بُرا ہوگا[59]

قید یہ نہ معلوم ہوسکا کہ اس تہدید اور سرزنش کا بڑے میاں نے کیا جواب دیا لیکن تاریخوں میں یہ درج ہے کہ اس کا جھگڑا شہزادہ سے اس وقت تک ختم نہیں ہوا جب تک شہزادہ نے دلیرانہ اور گستاخانہ کارروائی کر کے اُسے قید نہیں کر دیا۔ اپنے والد سے شہزادہ نے یہ وجہ بیان کی کہ خان اعظم خسرو سے قرابت کی وجہ سے کام میں بگاڑ پیدا کرتا تھا اور اس کی وہاں موجودگی بالکل مناسب نہ تھی

دربار میں طلبی جہانگیر نے اس توجیہہ پر دل سے یقین کیا یا محض ظاہرا مگر اس نے خان اعظم کو اودے پور سے لانے کے لئے مہابت خان کو روانہ کر دیا اور محمد تقی کو حکم دیا کہ اس کے اہل وعیال کو لے کر اجمیر آجائے۔

دربار میں پیشی ۵ را پریل ۱۶۱۴ء کو خان اعظم دربار میں پیش کیا گیا اور ۱۹ر ۱۵ فروردین کو اُسے آرام دہ گوالیار کے قید خانہ میں بھیجدیا گیا اور نگرانی پر

---

۵۸ جہانگیر کا بیان ہے کہ "میں نے اُسے سنہری زردوزی کی قبا عطا کی اور موتیوں کی جھالر کے مرصع پھول، ایک نادری کی پگڑی موتیوں کے ہار کے ساتھ۔ ایک زردوزی کا کمر بند موتیوں کی جھالر کا، ایک خاص ہاتھی موسومہ فتح گج مع ساز و سامان کے، ایک مخصوص گھوڑا، مرصع تلوار، مرصع کھپوا اور پھول کٹار" (راجرس و بیوریج) جلد اول ۲۵۶ تزک جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۴۸ (الف) اقبال نامہ صفحہ ۲، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۰

۵۹ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۵۰ و ۲۵۸۔ اقبال نامہ صفحہ ۳

Marfat.com

اُس کا سخت ترین دشمن اعتقاد خاں مقرر کیا گیا جو اب آصف خاں کے خطاب سے ملقب تھا[۲۹] نور جہاں کا حتیٰ اجو کامل حصول اقتدار کی دل و جان سے کوشش کر رہا تھا اس میں خان اعظم کی تذلیل بھی ایک تدبیر تھی۔ اسی زمانے میں خسرو کو جسے کچھ دن پہلے دربار میں حاضری کی اجازت ملی تھی۔ اس کا دربار میں آنا ممنوع[۳۰] کر دیا گیا۔ اسی زمانہ میں اعتماد الدولہ اور اس کی اولاد نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور اپنے کئی ساتھیوں کو سرکاری ملازمت میں داخل کر دیا۔ اسی زمانہ میں شہزادہ خرم نے اپنے حامیوں سیف خاں بارہہ، دلاور خاں کشن سنگھ سرفراز خاں وغیرہ کو ترقیاں دلائیں[۳۱]

رہائی اکبر کی رُوح پھر اپنے دودھ شریکے بھائی کے لئے نمودار ہوئی۔ وہ خواب میں اپنے لڑکے کو نظر آیا اور کہا: "بابا! میری خاطر سے خان اعظم کا قصور معاف کر دو۔" چنانچہ یہ ضعیف العمر گوالیار کے شاہی قید خانے سے اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ شاہی دربار میں زبان درازی نہ کرے گا جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے۔ جب وہ دربار میں پیش ہوا تو جہانگیر کا بیان ہے کہ "میں نے اپنے دل میں اُس سے زیادہ شرم محسوس کی جتنی اُسے ہوئی ہوگی اور اس کے سارے قصور معاف کر کے خود اپنی شال جو کمر میں پہنے ہوئے تھا اُسے دے دی[۳۲]"

شہزادہ خرم اس اثنا میں شہزادہ خرم اپنی مہم کو بڑی قابلیت بے رحمانہ سختی اور غیر معمولی خوش قسمتی کے ساتھ چلاتا رہا۔ اُسے عبداللہ خاں کی کمک مل گئی

---

[۲۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۵۸، ۲۶۰ و ۲۶۱۔ اقبال نامہ صفحہ ۰۔ مآثر الامراء بیوریج جلد اول صفحہ ۰ ۔ عجیب قصہ بیان کیا ہے جو اگرچہ قیاسی ہے مگر اس سے اس زمانہ کے خیالات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خان اعظم جو اس وقت قید میں تھا اس نے ایک مرتبہ کہا کہ اس نے اپنی قوت تخیلہ کا کبھی استعمال نہیں کیا ہے۔ اس سے آصف خاں کو خیال ہوا اور اس نے جہانگیر سے شکایت کی کہ خان اعظم اُسے ختم کرنے کے لئے کوئی عمل پڑھ رہا ہے اور چونکہ عملیات میں نفس کشی اور گوشت سے پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے خان اعظم کو مرغ اور تیتر وغیرہ کی مرغن غذا ملنے لگی

[۳۰] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۹۲۔ اقبال نامہ صفحہ ۰ [۳۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۔

[۳۲] مآثر الامراء بیوریج جلد اول صفحہ ۳۲۰۔ اس خاموشی کی شرط کا ذکر نہ جہانگیر نے کیا اور نہ معتمد خاں نے مگر جہانگیر میں حد کی بے قید زبان درازی کا علم ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات یقیناً صحیح ہوگی۔ مآثر الامراء کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک رات بادشاہ نے خان اعظم کے منہ بولے جہانگیر قلی سے کہا کہ وہ اپنے باپ کی حرکات کا ذمہ دار رہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ وہ ہر بات کی ضمانت کر سکتا ہے مگر اس کی زبان درازی کی ضمانت نہیں کر سکتا

Marfat.com

اور اس نے پانچ ہزار سپاہیوں کی ایک جماعت محمد تقی کے ماتحت جو بعد کو شاہ قلی خاں ہو گیا ملک کو تاراج کرنے کے لئے آگے بھیجا۔ کھیتیاں اور باغ جلا دیئے گئے۔ دیہات اور شہر لوٹ لئے گئے اور مندر مسمار کر دیئے گئے۔ میدانی علاقہ جسے مہابت خاں، عبداللہ خاں، راجہ باسو اور عزیز کوکا نے پہلے ہی تاراج کر دیا تھا۔ اب بالکل ہی ویران کر دیا گیا لیکن خرم کی مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ راجپوتوں کو ان کے پہاڑی پناہ گاہوں میں بھوکا مار دیا جائے۔

کئی فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں

سارے ملک میں خاص کر دروں، گھاٹیوں اور وادیوں کے سروں پر فوجی چھاؤنیاں قائم کر دی گئیں۔ تاکہ رسد نہ جا سکے اور غنیم عاجز ہو جائے۔ مغلوں نے جو تباہی برپا کی تھی اس سے خود انہیں بھی تکلیف ہوئی ایک سب سے اہم چھاؤنی کمبھل میر نوازش خاں کے ماتحت کی گئی جس میں جلد ہی قحط پڑ گیا اور مغل سپاہی سینکڑوں کی تعداد میں مرنے لگے[۵۹]

پھر بھی جنگ پوری شدت سے جاری رہی۔ پرستش کے مقامات پر لڑائی سب سے زیادہ سخت تھی۔ مغل مورخین صاف صاف اقبال کرتے ہیں کہ راجپوت لڑنے والوں کے گروہ ہمیشہ بڑی بے جگری اور بہادری سے لڑتے تھے جس سے اکثر مغل افسروں کے دل پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ رانا امر کے ایک لڑکے کے ماتحت شب خون کو محمد تقی نے بڑی مشکل سے پسپا کیا۔

شدید حملے

لیکن باوجود راجپوتوں کے بہادرانہ کارناموں کے اور باوجود آب و ہوا کی تباہ کاریوں کے اور موسم کی خرابی کے شہزادہ نے شدید گرمی، موسلا دھار بارش، ناقابل گذر جنگلوں اور وبائی دلدلوں کے فوجی کاروائیاں جاری رکھیں۔ ۱۶۱۴ء کے شروع میں اس نے امر سنگھ کے کئی ہاتھی پکڑ لئے جن میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ پیارا ہاتھی عالم گمان بھی تھا اور انہیں اپنے والد کے پاس اس یقین دہانی کے ساتھ بھیجا کہ رانا بھی جلد گرفتار ہو جائے گا۔[۶۰]

---

۵۹ ماثر الامراء (بیوریج)، جلد اول صفحہ ۲۰۰ شہزادہ خرم نے حسب ذیل فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ کمبھل میر، چھاؤں، ماگنڈہ، ماجھو، انگنے، چوند، بیجاپور، جادو، مداری، کیوادے، سداری۔

۶۰ بیر ونود صفحات ۲۴۳ تا ۲۴۶ کا بیان ہے کہ کرن سنگھ امر کے اصرار سے مجبور ہو گیا کہ صلح کرے۔ راجپوت روایات کا یہ بیان ہے کہ امر سنگھ نے اس مسئلہ پر عبدالرحیم خان خاناں سے نظم میں مراسلت کی اور خان خاناں نے ڈٹے جمے رہنے کا مشورہ دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

امر سنگھ کی حالتِ زار امر سنگھ ویسی ہی حالتِ زار کو پہنچ گیا تھا جیسی ۱۵۸۹ء میں رانا پرتاپ کی ہو گئی تھی۔ میدانی علاقہ غنیم کے قبضہ میں تھا۔ رسد آنا بند ہو گیا تھا اور روز روز کی جھڑپیں راجپوتوں کی صفوں میں رخنہ ڈال رہی تھیں۔ ناکہ بندی سے قحط اور ہولناک وبائی بیماریاں پیدا ہو گئی تھیں۔ مغل سلطنت کے وسیع وسائل اور شہزادہ خرم کی غیر معمولی دلیری اور استقلال کے پیشِ نظر مصیبت بہت جلد ختم ہونے کی توقع نہ تھی۔ ان مایوس کن حالات میں بھی رانا پرتاپ کے قدم جمے رہتے اور وہ اطاعت شعاری پر مر مٹنے کو ترجیح دیتا مگر دباؤ کی شدت نے امر سنگھ کی کمر توڑ دی اور اس کے ہمراہی چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اب سُرخ جھنڈے تلے مُٹھی بھر آدمی رہ گئے تھے۔

صلح کا مشورہ لڑائی سے تھکے ہوئے امراء نے التجا کے ساتھ صلح کا مشورہ خصوصاً اسلئے کہ محض برائے نام مغلوں کا اقتدار مان لینے پر صلح حاصل ہو جائے گی شہزادہ کرن نے اسی طرف اپنا اثر ڈالا[1] قوم کے مفاد کا بھی یہی تقاضا تھا۔ تہذیب کے آثار جو نصف صدی کی جنگ میں تباہ ہو گئے تھے۔ اُن کی از سرِ نو تعمیر کے لئے امن کی ضرورت تھی۔

صلح کی گفت و شنید امر سنگھ نے اپنے چچا شبھ کرن اور اپنے معتمد ہری داس جالا کے ذریعہ صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اس نے مغل سلطنت کا اقتدار تسلیم کرنے شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اپنے لڑکے کو دربار میں حاضری کے لئے روانہ کرنے کی پیشکش کی اور خود دربار کی حاضری سے معذوری کی تجویز کی اور یہ کہ کوئی علاقائی الحاق یا تاوان کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

جہانگیر نے رانا کے شرائط مان لئے شہزادہ خرم نے راجپوت پیام بروں کو خود اپنے سیکرٹری ذی علم ملا شکر اللہ شیرازی اور اپنے ملازم خاص سندر داس کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں اجمیر روانہ کیا اور مجوزہ شرائط کو قبول کرنے کی سفارش کی۔ جہانگیر نے خوشی بلا قید و شرط کے یہ شرائط مان لئے اور ایک فرمان نافذ کیا جس پر اپنے دستِ مبارک کی چھاپ لگائی اور خرم کو صلح نامہ مرتب کرنے کا اختیار دیا۔

چتوڑ کے قلعہ کو مسلح نہ کیا جائے صرف ایک تکلیف دہ شرط لگائی گئی کہ چتوڑ کا قلعہ

---

[1] بیرنو دو صفحات ۲۰۳، ۲۰۴ کا بیان ہے کہ کرن جگو امراء کے اصرار سے مجبور ہو گیا کہ صلح کرے۔ راجپوت ہدایات کا بیان ہے: امر سنگھ نے امن مانا۔ چنانچہ ابراہیم خان ننکان سے عنقریب مراسلت کی اور خان خاناں نے آگے سے ... کا خیر دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

تورانا کو واپس کر دیا جائے مگر اُسے مسلح نہ کیا جائے نہ اُس کی مرمت کی جائے۔

اپنے والد کی طرح شہزادے نے حسب موقع عمل کیا اور شکست خوردہ غنیم کی پورے آداب و احترام سے پذیرائی کی۔ اس نے ملا شکر اللہ اور سندر داس کو شاہی فرمان لے کر روانہ کیا اور شاہانہ مراعات کا امیدوار کیا۔ یہ طے کیا گیا کہ رانا اور اس کے لڑکے یکشنبہ ۲۶ بہمن کو ملاقات کریں گے۔[۳۶]

امر سنگھ کی شہزادہ سے ملاقات

رانا اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ باہر آیا، آداب بجالایا اور ایک مشہور بڑا ہیرا، چند مرصع اشیا اور سات ہاتھی نذر کئے۔ بس یہی اس کی کائنات رہ گئی تھی اور نو گھوڑے۔ اس نے حسب معمول سلام کیا۔ شہزادہ خرم نے اُسے گلے لگایا اور اپنے برابر بٹھا کر بے تکلفانہ گفتگو کی اور اس کی اور اُس کے افسروں کی اعلیٰ درجہ کی خلعتوں، مرصع تلواروں اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کے تحفہ سے عزت افزائی کی۔[۳۷]

شہزادہ خرم اور کرن کی ملاقات

رانا کے واپس جانے کے بعد شہزادہ کرن آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوا[۳۸] اور اُسے اعلیٰ درجہ کی خلعت

---

۳۶ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۷۳ و ۲۷۴۔ اقبال نامہ صفحات ۷۶، ۷۷۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش) صفحہ ۳۰ (الف)۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۹۔ مآثر الامرا (بیوریج) ۱۴۹ و ۴۱۲۔ گلیڈون صفحہ ۳۰۔ ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۸۷ تا ۲۹۱۔ بیر نیود صفحات ۲۶۶ تا ۲۷۷۔ شکر اللہ کے حالات کے لئے دیکھو مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۳۔ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحات ۲۳۹ تا ۲۴۰۔ عنایت خاں کا بادشاہ نامہ (الیٹ و ڈاوسن) جلد ہفتم صفحہ ۱۰۳۔ جہانگیر کے انتقال کے بعد چتوڑ کی قلعہ بندی شاہجہاں کی میواڑ کے خلاف جنگ کا اصل سبب تھا۔ امر سنگھ اور جہانگیر کے مابین صلح نامہ کے فوراً بعد چتوڑ کے حال کیلئے دیکھو صفحہ ۳۴۔

۳۷ جہانگیر (راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۷۶) کا بیان ہے کہ رانا نے خرم کے پیر پکڑے اور اپنے قصوروں کی معافی مانگی۔ یہ بیان علاوہ بذات خود ناقابل قیاس ہونے کے (اس لئے کہ آداب بجالانے کے لئے بادشاہ یا رئیس کے پیر پکڑنے کی رسم نہ مغلوں میں تھی نہ راجپوتوں میں) اسکی تائید دوسرے مورخین نے نہیں کی ہے۔ اقبال نامہ ۷۷، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۹، گلیڈون صفحہ ۳۰۔

۳۸ راجپوتوں میں یہ دستور تھا کہ کسی بادشاہ یا شہزادے کو آداب بجالانے کے وقت ولیعہد کو اپنے باپ کے ساتھ نہ جانا چاہیئے چنانچہ شہزادہ کرن اپنے باپ کے بعد آیا اگرچہ اسی دن۔ اس لئے شام ہی کو خرم اجمیر روانہ ہونے والا تھا۔ میواڑ کے مختصر حالات مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۲۸۳، ۳۱۵، ۳۹۹، ۴۱۹، ۴۵۷، ۵۸۷ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

مرصع تلوار اور خنجر، ایک گھوڑا معہ طلائی ساز اور ایک خاص ہاتھی دیا گیا۔

اجمیر کو روانگی اسی دن شام کو دونوں شہزادے اجمیر روانہ ہو گئے؎

تبصرہ اس طرح میواڑ کی مہم کا خاتمہ ہوا۔ فارسی مورخین نے خوب بغلیں بجائیں کہ آخری راجپوت حکمراں بھی محکوم ہو گیا۔ جہانگیر بہت خوش ہوا کہ جس اہم کام نے اکبر کو چکرا دیا تھا وہ انجام پا گیا۔

امر سنگھ کی کمزوری اور بزدلی کی اکثر مذمت کی جاتی ہے۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ اس میں رانا پرتاپ جیسا آہنی عزم نہ تھا لیکن پرتاپ بھی اس کے سوا اور کیا کرتا کہ چند سال تک اور لڑتا رہتا میواڑ کے لوگوں کے مفاد کا تقاضا تھا کہ آزادی کو قربان کر کے صلح حاصل کی جاتے۔ اس لئے اس قربانی کا مطلب صرف اس قدر تھا کہ مغلوں کے اقتدار اعلیٰ کو صرف مان لیا جائے۔ بادشاہ جہانگیر کا رویہ بہت ہی قابل تعریف ہے کہ اس نے شکست خوردہ غنیم سے نہایت ہی مصالحانہ پالیسی اختیار کی۔ میواڑ کے اندرونی نظم و نسق میں کوئی مداخلت نہیں کی، رانا کے احساس خودداری کا پورا احترام کیا کہ اُسے دربار کی حاضری سے مستثنیٰ رکھا اور کسی ازدواجی رشتہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ پھر بھی رانا نے اپنے وقار کو اتنا مجروح سمجھا کہ کچھ دنوں بعد وہ اپنے لڑکے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا؎۱ اس کے بعد سے میواڑ کے راناؤں نے مغل سلطنت سے وفاداری کا رویہ برقرار رکھا تا آنکہ اورنگ زیب کی پالیسی نے رانا راج سنگھ کو علانیہ بغاوت پر آمادہ نہیں کیا۔

اجمیر شہزادہ خرم اور کرن جلد ہی اجمیر پہنچ گئے۔ اس کارآمد مقام کو ۱۵۶۱ء میں اکبر نے مغل سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اکبر نے قلعہ کی توسیع اور مرمت کی اور شہر کو ایک مضبوط فصیل اور گہری خندق سے مستحکم کر دیا، شاندار محل تعمیر کئے اور اپنے امرا کو اپنے محل تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ۱۵۷۰ء تک شہر کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ یہ اسی نام کے صوبہ کا مستقر بنا دیا گیا اور آس پاس کی ماتحت ریاستوں کے لئے منارہ نگرانی کا کام دینے لگا۔ یہ مغربی ہندوستان اور گنگا کی مسطح سرزمین کے مابین تجارت کی ایک شاہراہ پر واقع ہے اور مدتوں تجارت کا مرکز رہ چکا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا ایک اولین کارخانہ یہیں قائم کیا تھا؎۲

؎ جہانگیر راجرس بیورج جلد اول ۲۷۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۷۰، خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۶۹ گلیڈون صفحہ ۲۱

؎۱ ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۹۱ و ۲۹۲

؎۲ اکبر نامہ (بیورج) جلد دوم صفحہ ۵۱۶۔ نظام الدین رالیٹ و ڈاوسن جلد پنجم صفحہ ۳۳۵۔ فرشتہ برگس جلد دوم (الحاشیہ صفحہ ۲)

Marfat.com

اس کا مذہبی تقدس لیکن عام طور پر لوگوں کے نزدیک اس کی اہمیت نہ تو اس کی فوجی حیثیت کی بنا پر ہے اور نہ اس کی تجارتی سرگرمیوں کی بنا پر بلکہ باعظمت درویش حضرت معین الدین چشتی کے مزار کی بنا پر۔

حضرت معین الدین چشتی کا مزار اکبر نے شہزادہ سلیم کی پیدائش پر یہاں کا مشہور پاپیادہ سفر کیا تھا۔ جس کا لوگوں کے ذہن پر گہرا نقش پڑا جس کا تمام معاصر مورخین اور یورپین سیاحوں نے ذکر کیا ہے۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں اس وقت اس مزار کی جو حالت تھی اس کی بڑی خوبی سے تفصیل ولیم فنچ نے بیان کی ہے۔

ولیم فنچ کا بیان وہ لکھتا ہے۔ قبل اس کے کہ مزار تک پہنچیں آپ کو تین خوبصورت احاطوں سے گذرنا ہوگا۔ جن میں سے پہلا تقریباً ایک ایکڑ زمین پر ہے اور اس میں سفید سیاہ سنگ مرمر کا فرش ہے اور اسی میں "ملاحتی" محمد کے کئی عزیزوں کی قبریں ہیں۔ بائیں طرف ایک خوبصورت حوض ہے جو پتھر کی دیوار سے گھرا ہے۔ دوسرے احاطہ کا فرش بھی پہلے ہی جیسے لاٹم کا ہے مگر زیادہ قیمتی اور لنڈن کے ایکسچینج سے دوگنا وسیع ہے اور جس میں ایک عجیب طرح کا شمعدان لٹکتا ہے جس میں کئی روشنیاں ہیں (شاید موم بتیوں کا درخت یا جھاڑ ہوگی۔ مترجم) تیسرے احاطہ میں آپ ایک ٹوٹے ہوئے دروازہ سے گذریں گے جس کی عجیب ساخت ہے۔ یہ تینوں احاطوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ خصوصاً مزار کا دروازہ جہاں فرش عجیب طرح کے ملے جلے پتھروں کا ہے۔ دروازہ بہت بڑا اور سیپ کے کام کا ہے اور مزار کے قریب کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ دروازہ عجیب طرح سیپیوں اور طلائی کام کا ہے اور مزار کے قریب کا صحن سنگ مرمر سے چنا ہوا ہے۔ خود مزار سیپیوں اور طلائی نقوش سے عجیب طرح کا بنا ہے اور مزار کا کتبہ فارسی میں ہے۔ ذرا سے فاصلہ پر حضرت چشتی کی نشست گاہ ہے جو بالکل الگ تھلگ تاریک جگہ پر ہے جہاں وہ بیٹھ کر آئندہ کی باتیں بتاتے تھے اور اس کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) صفحہ ۲۳۴ بدایونی (د) جلد دوم صفحہ ۲۳۴۔ اجمیر میرواڑ کا موجودہ صوبہ ۲۴ ر ۵ ۴ مشرقی شمالی عرض البلد اور ۷۴ ر ۵ ۴ مشرقی طول البلد کے درمیان واقع ہے جغرافیائی نقشہ کے لئے دیکھو اجمیر میرواڑ گزیٹر صفحات ۱ تا ۹ شہر اجمیر آگرہ سے ۲۲۰ میل دہلی ۲۳۰ میل، جے پور سے ۸۰ میل اور برہان پور سے ۴۸۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

Marfat.com

مشرق کی طرف صحن اور احاطے ہیں جن میں سے ہر ایک میں ایک خوبصورت حوض ہے۔ شمال اور مغرب کی طرف کئی مختلف قسم کے خوبصورت مکان ہیں جن میں اہل سلسلہ رہتے ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ ان میں سے کسی جگہ آپ جوتا پہنے ہوئے نہیں جاسکتے ہیں۔ [۳۳]

سالانہ عرس مزار پر جو سالانہ عرس ہوتا ہے اس میں پہلے کی طرح اب بھی کثیر التعداد ہندو اور مسلمان شریک ہوتے رہیں۔

جہانگیر کے زمانے میں جہانگیر کے عہد میں اگرچہ یہ حقیر سا شہر نہ تھا جیسا کہ سر طامس رو نے لکھا ہے تاہم وہ آگرہ، لاہور یا دہلی کی طرح ایسا موزوں نہ تھا کہ مغل سلطنت کا مستقر بن سکے۔ بادشاہ کی آمد کی امید میں چند عالی شان محل تعمیر ہوگئے تھے اور کئی عنقریب اپنی بلندی پر پہنچنے والے تھے۔

شاہی کیمپ بادشاہ اور فوج کا بیشتر حصہ اپنے خیموں میں مقیم تھا جن سے ایک پورا شہر بن گیا تھا۔ سر طامس رو کے پادری ٹیری کا بیان ہے کہ "شاہی کیمپ بڑا شاندار ہے جیسا کہ ہر شخص جس نے بکثرت شہ نشینوں اور خیموں کو دیکھا ہو قیاس کر سکتا ہے۔ یہ سب برابر برابر نصب ہیں اور ایک بڑے شہر کا منظر پیش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ سب ملا کر بہت وسیع جگہ گھیرے ہیں میرے اندازے میں کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پانچ انگریزی میل کی لمبائی میں ہیں۔ کسی پہاڑی پر سے دیکھنے میں جہاں سے یہ سب نظر آسکیں بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں . . . ."

"اس لشکر میں جو خیمے نصب ہیں . . . . وہ بیشتر سفید ہیں جیسے اُن کے مکینوں کے لباس، لیکن مغل سرداروں کے خیمے سرخ ہیں اور بلیوں پر کھڑے ہیں جو دوسروں سے زیادہ بلند ہیں۔ یہ خیمے کیمپ کے وسط میں نصب ہیں اور زمین کا وسیع رقبہ گھیرے ہیں اور ہر طرف سے نظر آتے ہیں۔

"سامنے کی طرف صحن کے باہر خیمہ کے اندر ایک بڑا کمرہ سات بجے اور نو بجے کے درمیان بادشاہ کے قیام کا ہے جسے غسل خانہ کہتے ہیں . . . ."

---

۳۳ پرچہ جات جلد چہارم صفحہ ۱۰۷۔ نیز دیکھو بیئر منڈی صفحہ ۲۲۳۔ گلیڈون صفحہ ۲۰۲۔ موجودہ زمانہ میں اس کی وسعت سے آگاہی تفصیل کے لئے دیکھو آرکیالوجیکل سروے جلد ۱۲ صفحات ۲۵ تا ۲۹ ہر بلاس ساردا کی اجمیر ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹیو، اجمیر ۱۹۱۱ء۔

۳۴ رو جلد ۱ صفحہ ۱۱۳

Marfat.com

"بادشاہ کے خیمہ کے گرد قناتیں گھری ہیں جیسے ہمارے یہاں کے پردے جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہوں۔ یہ قناتیں اس وقت اونچی ہیں جس کا حاشیہ بھی اسی کپڑے کا ہے اور ہر جوڑ ان پر بید سے مضبوط کیا گیا ہے۔ لیکن باہر کی طرف ان کی حفاظت مسلح سپاہیوں کا ایک بڑا دستہ کرتا ہے جو رات دن پہرہ دیتا ہے۔ بڑے امرا کے خیمے بھی ایسے ہی بڑے بڑے ہیں اور شاہی خیمے کے گرد نصب ہیں کہ ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ بالکل سیدھ میں جاسکتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک ہی جگہ کھڑے ہیں۔ مختلف راستوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے ہم اپنا رخ یکساں خیموں کے درمیان بادشاہ کے خیموں کے رخ سے معین کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر مستقل ہیں"[۵۵]

کئی امرائے یہاں آنے کے جلد ہی بعد عارضی عمارتیں کھڑی کرلیں جو چند سال بعد کھنڈر ہوگئیں[۵۶]

جہانگیر نے اجمیر میں اپنے تین سال کے قیام میں برابر جھروکہ، دربار اور کونسل میں نشست کی[۵۷]۔ یہاں شہزادہ خرم کو زبردست فتح حاصل ہوئی جب وہ بادشاہ کے سامنے سربسجود ہوا تو بادشاہ نے اُسے قریب بلاکر گلے لگایا اور اس پر تحفوں کی بارش کردی[۵۸]۔ شہزادہ کرن دربار میں حلقہ کی داہنی طرف آگے کھڑا کیا گیا اور ایک اعلیٰ درجہ کی خلعت اور مرصع تلوار اُسے دی گئی۔ بعد کو اُسے طرح طرح

---

۵۵ ٹیری صفحات ۲۹۸ تا ۳۰۰ و ۳۰۱۔ تفصیلی حالات اور شاندار الفاظ میں دیکھو برنیر صفحات ۲۵۹ تا ۲۷۰۔ آئین جلد اول صفحات ۴۵ تا ۴۸۔ دیکھو بلوکمین کی کتاب کے آخر میں تصویریں۔ مختصر حال مانسٹراٹ (حوالہ لینڈ و بنرجی) صفحات ۷۵ تا ۷۷ میں ہے۔

۵۶ پیٹر منڈی صفحہ ۲۴۲۔ نیز دیکھو رو صفحات ۱۰۵ و ۱۱۳۔ پرچہ جات چہارم صفحات ۴۴ و ۶۰ تا ۹۱۔ پیٹر منڈی جلد دوم صفحات ۲۴۳ تا ۲۴۴۔ تھیونات جلد سوم صفحہ ۴۸۔ ٹائفین تھیلر جلد اول صفحہ ۳۱۰۔ ہیبر جلد دوم صفحہ ۳۱۔ ٹاڈ جلد اول صفحات ۶۰۶ تا ۶۱۳۔ خلاصۃ التواریخ ترجمہ سرکار انڈیا آف اورنگزیب میں صفحات ۵۷ تا ۵۸۔ آرکیالوجیکل سروے جلد ۲۳ صفحات ۲۹ تا ۴۰۔

۵۷ اجمیر میں وہ ۱۸ نومبر ۱۶۱۳ء کو پہنچا اور ۱۰ نومبر ۱۶۱۶ء کو وہاں سے روانہ ہوا۔ جہانگیر راجرس بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۴۰۔ دربار کے متعلق سر طامس رو کی سفارت صفحات ۱۰۶ تا ۱۰۸ و ۱۱۰ و ۱۱۲۔ ٹیری صفحہ ۳۸۹۔ کوریات کی کروڈی ٹیزان بیچڈ پرچہ جات جلد چہارم صفحہ ۴۷۵

۵۸ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۷۷

Marfat.com

کے تحفے ملے۔ اگلے نوروز کو مارچ ۱۶۱۵ء میں اُسے پانچ ہزار ذات و سوار کا منصب ملا گرچہ نئے ماحول سے وہ کسی طرح سے مانوس نہ ہو سکا تھا۔[۵۹]

---

[۵۹] شہزادہ کرن ذرا بے چین اور پریشان رہتا تھا شاید جیسا کہ ٹاڈ کا خیال ہے (جلد اول صفحہ ۲۹۱) ماتحتی اور ذلت کے احساس کی وجہ سے جس کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی تھی۔ جہانگیر نے اُسے اس کی جنگلی فطرت اور آدمیوں کے مجمع سے وحشت پر محمول کیا اور اس کے ازالہ کی اصلاح کوشش کی۔ وہ بڑی سادگی سے لکھتا ہے:۔

"چونکہ کرن کا دل ہاتھ میں لینے کی ضرورت تھی اس لئے میں نے روزانہ اس سے طرح طرح کی مہربانی کی چنانچہ اس کی دربار میں حاضری کے دوسرے دن اُسے ایک خاص عراقی گھوڑا معہ مرصع ساز کاٹھی کے دیا جس دن وہ زنان خانہ میں گیا تو نور جہاں بیگم کی طرف سے ایک بیش قیمت خلعت ایک مرصع تلوار ایک گھوڑا مع ساز کے اور ایک ہاتھی دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے اُسے ایک نہایت قیمتی موتیوں کی لڑی دی۔ اس کے دوسرے دن ایک خاص ہاتھی مع سجاز کے دیا گیا۔ چونکہ میرا خیال تھا کہ اُسے ہر قسم کی کوئی نہ کوئی چیز دی جائے۔ اس لیے میں نے اُسے تین عقاب تین شکرے، ایک خاص تلوار ایک زرہ بکتر اور دو انگوٹھیاں دیں جن میں سے ایک میں ایک عقیق اور ایک میں زمرد جڑا تھا۔ مہینہ کے آخر میں میں نے حکم دیا کہ اُسے ہر قسم کے کپڑے اور قالین مع تکیوں کے دیئے جائیں اور ہر قسم کے عطر، سونے کے برتن، گجراتی گاڑیاں اور کپڑے سو کشتیوں میں رکھ کر دیئے جائیں۔ یہ سب احدی ہاتھوں اور کندھوں پر لے کر دربار عام میں آئیں اور کرن کے حوالے کریں۔"

سر ٹامس رو نے شہزادہ کرن کو دربار میں دیکھا۔ دیکھو ایمبسی (مرتبہ فاسٹر) صفحات ۱۴۵۔ ۱۴۹ و ۱۵۰

شہزادہ کرن کو جو عطیات دیئے گئے اُن کے متعلق سفیر مذکور نے لکھا کہ رانا کو (جسے وہ سکندر اعظم کے غنیم پورس کا سچا جانشین سمجھتا تھا) طاقت سے نہیں بلکہ مراعات سے قابو میں کیا گیا۔ بادشاہ نے اُس پر قبضہ نہیں کیا بلکہ اُس کی آؤ بھگت کی۔ اسکی وجہ سے سلطنت کی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس اُس کی ایک بھاری پنشن مقرر کی گئی۔ (رو کا خط لارڈ کیریو کے نام ایمبسی صفحہ ۱۱۱) کرن اور دوسرے راجپوت سرداروں کے نام فرامین اور عطیات جاری کئے گئے جواب تک اودے پور میں محفوظ ہیں ان کے ہندی ترجمے بیر ونود کے صفحات ۲۶۹ تا ۲۷۹ و ۲۸۰ تا ۲۹۵ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

جہانگیر نے ماہ بہمان اور جشن نوروز کے بعد بھی شہزادہ کرن پر عنایات جاری رکھیں۔ کبھی کبھی وہ کرن کو شکار پر لے جاتا اور اپنی نشانہ بازی کے کارنامے دکھاتا (جلد اول صفحات ۲۸۶ و ۲۸۷)

۵۰ اردی بہشت کو اُس نے کرن کو ایک لاکھ دارب دیے (صفحہ ۲۸۰)، ۲۰۰ کو بیس گھوڑے، ایک کشمیری کپڑے کی قبا۔ بارہ ہرن اور دس عربی کتے دیئے اور دوسرے دن بیم خورداد کو چالیس گھوڑے اور ۲ کو اکتالیس گھوڑے اور ۳ کو ستّر گھوڑے۔ ہے (صفحہ ۲۸۹)۔ مختصر یہ کہ مہربان اور علیق بادشاہ نے میواڑ کے ہونے والے راجا کو اپنا دوست بنانے کے لئے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سب سے زیادہ خوشی کی بات جہانگیر کا یہ رویہ تھا کہ اس نے شکست خوردہ غنیم کی ہمت و شجاعت کی سچے دل سے تعریف کی اور آگرہ میں جھروکہ کے نیچے دو پورے جسم کے بت گھوڑے پر سوار رانا امر سنگھ اور کنور کرن کے نصب کرائے تھے۔

سر طامس رو کے مشن پر تبصرہ

سر طامس رو تقریباً ۱۵۸۱ء میں انگلستان کے مقام لیٹن میں پیدا ہوا اور اکتوبر ۱۵۹۳ء آکسفورڈ میگڈلن کالج میں داخل ہوا اور ۱۵۹۷ء میں میڈل ٹمپل میں کچھ دن بعد وہ ملکہ الزبتھ کے حفاظتی دستہ میں اسکوائر کے عہدہ پر مامور ہو گیا اور ۱۶۰۴ء میں جیمس اول نے اسے نائٹ کر دیا۔ اسے شہزادہ ہنری اور اس کی بہن الزبتھ کی دوستی حاصل ہو گئی۔ ۱۶۱۰ء میں وہ تحقیقاتی سیاحت پر گیانا گیا جس میں کہا جاتا ہے کہ وہ غیر معروف دریائے امیزن پر تین سو میل اندر تک چلا گیا اور اس کا کنارہ دہانہ سے لے کر

(بقیہ صفحہ) جو کچھ ممکن ہو سکا وہ سب کیا۔ ۲۵ کو کرن اپنے وطن واپس ہوا اور بادشاہ نے رخصتی تحفہ کے طور پر ایک گھوڑا اور ایک خاص ہاتھی، ایک خلعت، ایک بیش قیمت موتیوں کی لڑی پچاس ہزار روپیہ کی قیمت کی اور ایک مرصع خنجر دو ہزار روپیہ کی قیمت کا، جہانگیر نے حساب لگایا کہ کرن کو دربار میں پہلے دن حاضر ہونے کے وقت سے اس کی رخصت ہونے تک اس نے نقد زیورات و جواہرات و مرصع اشیا جتنی اسے دیں ان کی مجموعی قیمت دو لاکھ روپیہ ہوتی ہے اور ۱۱۰ گھوڑے اور پانچ ہاتھی دیئے علاوہ ان تحفوں کے جو وقتاً فوقتاً شہزادہ خرم نے اسے دیئے (صفحات ۲۹۳ و ۲۹۴) شہزادہ اگلے نوروز کے دن ۵ فروری ۱۶۱۶ء پھر دربار میں حاضر ہوا اور سو مہر ایک ہزار روپیہ، ایک ہاتھی مع ساز اور چار گھوڑے بادشاہ کو تحفہ دیئے (صفحہ ۳۱۷)

ےہ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۳۲۔ مجسمے ۸ر شہر یار کو تیار ہوئے مجسموں کی تفصیل کے لئے دیکھو کیمبل، جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کننگھم ۱۸۶۳ء صفحات ۵۹ تا ۶۱، کرنیل جے ایٹ، جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۸۶۳ء صفحات ۲۰۵ تا ۲۰۷۔ کننگھم جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی الحاقی نمبر حصہ اول نمبر ۷ تا ۱۰ بیوریج جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی جولائی ۱۹۰۹ء صفحات ۷۴۳ تا ۷۴۶ ۔ اور ڈاکٹر فلاڈ لوکر، جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی اپریل ۱۹۱۰ء صفحات ۲۹۰ تا ۲۹۴۔ وہ پتھر کے ہاتھی کے مجسمے ۱۶۶۸ء میں اورنگزیب نے ہٹا دیئے (سرکار جلد سوم صفحہ ۹۷)

نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت ان مجسموں کی موجودگی کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا۔

Marfat.com

ا۔ مسٹر تک جہاز ڈالا اور جولائی ۱۶۱۱ء میں انگلستان واپس پہنچ گیا تین سال ۱۶۱۴ء میں وہ ممبر تحریر
اے ریف سے ایڈنڈ پارلیمنٹ کا ممبر ہوگیا مگر اُسے محسوس ہوا کہ اس کے سیاسی خیالات جیمس اول سے
مختلف ہیں۔

۱۶۱۴ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے مغل اعظم کے دربار میں سینٹ جیمس کے سفیر کے عہدہ
کی پیش کش کی تو اُس نے اُسے فوراً منظور کرلیا۔

اُس کے فاضل روزنامچہ نگار کا کہنا ہے کہ "اس سے زیادہ خوشگوار انتخاب کوئی اور نہیں ہوسکتا
تھا وہ جوان تھا اور تخلیقی ذہانت کا مالک۔ اچھی شہرت کا۔ اعلیٰ علمی قابلیت کا اور شخصی انسان تھا
ہو۔ باری یادداشت، ، رستمبر ۱۶۱۴ء) اس کی بارعب شخصیت اور باوقار انداز ایک مشرقی دربار
میں سفارت کے لئے بہت موزوں تھے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی سوجھ بوجھ اور ہوشمندی کے
لحاظ سے وہ پوری طرح اہل تھا ایک نامور شہری خاندان کا چشم وچراغ ہونے کی وجہ سے اُسکے
دماغ میں عقلمندی، خوش تدبیری اور کاروباری قابلیت کا معقول سرمایہ تھا جس نے اُس کے
اجداد کو بلندی اور ثروت کے نمایاں درجہ تک پہنچایا تھا اور اس کے ساتھ ہی مختلف قسم کی
تربیت اور نہایت ہی خوشگوار ماحول نے اُسے تہذیب اور شائستگی عطا کردی تھی۔

۲ رفروری ۱۶۱۵ء کو وہ پندرہ ہمراہیوں کے ساتھ ٹلبری ہوپ کی بندرگاہ سے لائین
جہاز پر روانہ ہوا اور ۱۸ ستمبر ۱۶۱۵ء کو سورت کے قریب سوالی روڈ پر پہنچ گیا۔ ۲۹ اکتوبر کو
وہ اجمیر کے لئے روانہ ہوا اور راستہ میں برہان پور ٹھہرا جو افواج دکھن کے رسمی کماندار
شہزادہ پرویز کا مستقر تھا اور ۲۳ دسمبر کو وہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا، مگر
راستہ میں سخت علیل ہوگیا جس کی وجہ سے وہ مغل دربار میں ۱۰ جنوری ۱۶۱۶ء سے پہلے
حاضر نہ ہوسکا۔

بادشاہ نے اُس کی پذیرائی بڑی مہربانی اور خوش اخلاقی سے کی اور اکثر اس سے
یورپ کے حالات کے متعلق گفتگو کی۔ اس نے اپنی سفارت کے مقصد پر فوراً ہی کام شروع
کردیا یعنی ہندوستان اور انگلستان کے مابین ایک تجارتی معاہدہ۔ وہ معمولی طرح کے
شاہی فرامین سے مطمئن نہ ہوا بلکہ جیسا کہ فاسٹر نے لکھا ہے وہ اس طرح کے خصوصی مراعات
چاہتا تھا جیسے ترکی سلطنت میں یورپینوں کو حاصل تھے۔ معاہدہ کا مسودہ اس نے بنایا
اس میں یہ شرائط تھے کہ مغل اعظم کی سلطنت کے ہر حصہ میں بشمول بنگال و سندھ کے انگریزوں

Marfat.com

کو آزادی سے آنے جانے کی اجازت ہو، اُن کا تجارتی مال معمولی کسٹم کے علاوہ ہر قسم کے محاصل سے بری ہو۔ انہیں آزادی سے خرید و فروخت کی اجازت ہو اور کرایہ پر کارخانے اور کشتیاں اور گاڑیاں لینے کی اور حسب معمول قیمتوں پر رسد حاصل کرنے کی اجازت ہو۔ دوسری شرائط میں فوت شدہ عملہ کی املاک کی ضبطی، ساحل پر جانے والوں کی تکلیف دہ تلاشی، بادشاہ کے لئے تحفوں کو کھولنے اور دیگر ایسی ہی بے ضابطگیوں کی ممانعت شامل تھی۔ انگریزوں کی طرف سے وہ یہ پابندی لینے پر تیار تھا کہ بجز دشمن کے ممالک کے جہازوں کے یا کوئی اور جو انہیں نقصان پہنچانا چاہے وہ دوسرے ممالک کے جہازوں کو نہ ستائیں گے اور یہ کہ اُن کے جو کارکن ساحل پر مقیم ہوں گے وہ پُرامن اور خلیق ہوں گے اور مغل اعظم کے لئے نوادر مہیا کرنے کی کوشش کریں گے اور مغل اعظم کو جس سامان یا فرنیچر یا اسلحہ کی ضرورت ہوگی وہ (بہ قیمت) مہیا کریں گے اور یہ کہ وہ امن عامہ کے کسی دشمن کے خلاف مغل اعظم کی مدد کریں گے اور پرتگالی اگر آمادہ ہوں گے تو اُن سے اس معاہدہ میں شرکت کے لئے کہا جائے گا اور انہوں نے چھ ماہ کے اندر اس میں شرکت پر آمادگی نہ ظاہر کی تو انہیں دشمن قرار دیا جائے گا اور سمندر میں اُن سے جنگ کی جائے گی جس سے مغل اعظم کو کوئی ناراضی نہ ہوگی۔

(فاسٹر۔ مقدمہ صفحات ۲۰ و ۲۱)

اس قسم کا معاہدہ بادشاہ اور اس کے وزیروں کے خیال میں شاہی وقار کے منافی ہوتا سرطامس رو کی تمام شخصی کوشش، اصرار، سفارتی تدابیر اور دھمکیاں انہیں ایسے معاہدہ کو منظور کرنے پر آمادہ نہ کر سکیں۔ سفیر کافی مدت تک دربار میں مقیم رہ کر کوشاں رہا جس سے اُسے بڑے لوگوں سے ملنے جلنے کا موقع ملا اور باوجود اُس کی فارسی سے ناواقفیت کے اُسے دربار کی سیاسی سرگرمیوں اور حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اُس کی ناکامی نے اُسے دربار کے بعض عمائد مثلاً شہزادہ خرم اور وزیر آصف خاں کے متعلق ناخوشگوار رائے قائم کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے دربار کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ذرا مبالغہ آمیز ہے۔ اگر اس میں بعض دلچسپ باتیں اور کچھ نئی معلومات ہیں۔

نومبر ۱۶۱۶ء میں وہ بادشاہ کے ہمراہ مالوہ کے صدر مستقر مانڈو گیا جہاں بادشاہ شہزادہ خرم کی دکھن کی مہم میں سہارا دینے اور مدد کرنے کے لئے مقیم تھا۔ اکتوبر ۱۶۱۷ء میں جہانگیر مانڈو روانہ ہو کر احمد آباد گیا جہاں رو پہلے سے روانہ ہو کر ۱۲ دسمبر کو پہنچ گیا۔ ۱۶۱۸ء کے شروع میں سفیر برہان پور گیا اور وہاں سے شروع مئی میں احمد آباد واپس آ گیا۔ ستمبر ۱۶۱۸ء میں وہ دربار

Marfat.com

سے رخصت ہوکر انگلستان روانہ ہونے کے لئے سورت پہنچا۔ ۷ ارفروری ۱۶۱۹ء کو وہ جہاز این پر روانہ ہوکر اگست میں پلائی ماؤتھ پہنچ گیا۔

رو کے حالات کے لئے دیکھو فاسٹر کا مقدمہ ایمبسی میں۔ اسٹینلی لین پول کی ڈکشنری آف نیشنل بیاگرافی جلد ۴۹ صفحات ۸۹ و ۹۳۔

دسویں باب کا ضمیمہ

جہانگیر کا سفر آگرہ سے اجمیر

تاجپوشی کا آٹھواں سال سنہ ایرانی	مقام
۲۴ر شہریورا	آگرہ سے روانگی
۲۵ر	دلناب باغ میں
یکم مہر	باغ سے روانگی
۱۰ر ۰	روپ باس موجودہ امن آباد میں قیام اور شکار
۱۰ر تا ۲۱ مہر	″ میں قیام اور شکار
۲۵ ″	امن آباد سے روانگی
۲۶ آبان	اجمیر میں داخلہ

Marfat.com

گیارھواں باب

دکن

شمالی ہند اور دکن میں تاریخی تعلقات

مغلوں کی دکن کی پالیسی ایک ہزار سال کی ہندوستانی تاریخ کا ورثہ تھی۔ دکن کی سطح مرتفع کو وندھیا اور ست پورہ پہاڑی سلسلوں نے گنگا کے میدانی علاقہ سے الگ کر دیا ہے مگر دونوں کے درمیان کا راستہ بالکل ہی بند نہیں کر دیا ہے۔ درمیانی سطح مرتفع کی آبادی کے خون، ان کی زبان اور طور طریقوں میں شمالی آریوں اور دراوڑی کے نمونے ملے جلے ہیں جس صورت حال میں اختلاف تو بہت ہے لیکن اس کی وجہ سے ہمالیہ سے لے کر سمندر تک ملک کی وحدت میں فرق نہیں پڑتا۔ نیز دونوں میں ایک مذہب، ایک کلچر اور ایک نقطہ نظر کے نشو و نما میں جو سارے ملک میں مشترک ہو کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ شمال اور جنوب کی اس یک رنگی نے ہمیشہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے رجحان کو تقویت دی اور اختلافی عناصر نے ہمیشہ اس کی مزاحمت کی۔ یہ عمل فطرت سے اتنا ہم آہنگ تھا کہ ہندوستانی سیاسی مفکرین نے ایک کل ہند عام حکومت کا مقصد ہر حکمران کے سامنے رکھا۔ تاہم سیاسی اختلاط اتنا مشکل تھا کہ دور افتادہ حصہ ملک میں حوصلہ مند حکمرانوں نے زیادہ سے زیادہ محض برائے نام اقتدار تسلیم کرنے کو کافی سمجھا۔ چوتھی اور تیسری صدی قبل مسیح کے موریہ حکمرانوں نے جو کئی لحاظ سے مغلوں کے پیشرو تھے دکنی حکمرانوں سے اپنا اقتدار تسلیم کرایا۔ اندھراؤں نے شمال پر اپنا اقتدار مسلط کر کے اس کا انتقام لیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں گپت بادشاہوں نے پورے برِ اعظم پر اقتدار اعلیٰ حاصل کیا۔ مگر محض مختصر مدت کے لئے۔ ساتویں صدی عیسوی میں شمال کا طاقتور حکمران ہرش وردھن اور جنوب کا پلاکیشن ایک دوسرے سے جنگ کے لئے صف آرا ہوئے مگر بالآخر ملک کی آپس میں تقسیم پر راضی ہو گئے۔ جنگ ایک سے زیادہ مرتبہ تو برابر کی رہی مگر شمال کی آبادی اور دولت میں فوقیت نے اس کا پلہ بھاری رکھا۔ مسلم حکومت نے جیسے ہی

Marfat.com

شمال میں قدم جمالئے، علاؤالدین خلجی نے اپنے ہندو پیشروؤں کی روایاتی پالیسی کو پھر سے زندہ کیا چودھویں صدی کے آغاز میں خود علاؤالدین اور اس کے جنرل کافور کی مہمات نے کئی ہندو سلطنتوں کی آزادی پر کاری ضرب لگائی لیکن نصف صدی کے اندر ہی علیحدگی کے عناصر نے جو ہمیشہ موجود رہے تھے پھر سے سر اٹھایا۔ دکن کی مسلم ریاستوں نے دہلی کی ماتحتی سے آزاد ہونے کی جدوجہد کی۔ محمد تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) کی مستبدانہ پالیسی نے اس رفتار کو اور تیز کردیا۔ چونکہ شمال اور جنوب کی طرف سے دباؤ نے اتحاد کی ضرورت پیدا کردی تھی اس لئے ۱۳۴۷ء میں دکن کے افسروں نے حسن گنگو بہمنی کو بادشاہ منتخب کرلیا۔

بہمنی سلطنت ۱۳۴۷-۱۴۹۸ء اس طرح بہمنی سلطنت وجود میں آئی جو ڈیڑھ صدی سے زیادہ عرصہ تک تاریخ کا ایک عنصر رہی۔ اس کی ماتحتی میں دکن کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہنا سیکھا اور دیسی ادب میں ایک نئے باب کا افتتاح ہوا۔ فارسی ادب کو بیش قیمت جواہر پاروں سے دولت ملی فنون لطیفہ نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی لیکن اس کا تاریک پہلو بھی تھا یعنی فرقہ بندی۔ سازش، خانہ جنگی فضول خرچی اور دربار کے اخلاق کی خرابی۔

پانچ آزاد ریاستیں جو اسباب دوسری سلطنتوں کے زوال کا باعث ہوتے ہیں۔ قریب قریب انہیں اسباب سے تقریباً پندرھویں صدی کے آخر میں بہمنی سلطنت پانچ آزاد ریاستوں میں بٹ گئی۔ برار عماد شاہیوں کے ماتحت (۱۴۸۴-۱۵۷۲ء) بیدر شاہیوں کے ماتحت (۱۴۸۹-۱۶۰۹ء) احمد نگر نظام شاہیوں کے ماتحت (۱۴۹۰-۱۶۳۳ء) بیجاپور عادل شاہیوں کے ماتحت (۱۴۸۹-۱۶۸۶ء) اور گولکنڈہ قطب شاہیوں کے ماتحت (۱۴۸۹-۱۶۸۷ء) ان کے تمدن کی تاریخ میں کوئی دلچسپی یا سبق نہیں ہے۔ لیکن ان کی سیاسی تاریخ بیشتر اندرونی چپقلشوں اور بیرونی حملوں پر مشتمل ہے۔ جنوب میں طاقتور ہندو سلطنت وجے نگر کی موجودگی نے ایک اور پیچیدگی کا اضافہ کردیا۔ ایک وقت یقیناً ایسا تھا جبکہ کوئی بات خلاف قیاس نہیں معلوم ہوتی تھی کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کی سیاست جنوب کے زیر اثر ہو جانے گی لیکن رام رائے کی بیجا مداخلت نے بیجاپور، گولکنڈہ، اور احمد نگر کو ایک اتحاد میں منسلک کردیا جس نے جنوبی سلطنت کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔ تالی کوٹ کی لڑائی نے ۱۵۶۵ء میں اس کے مفسوم پر مہر لگادی، جو ہندوستانی تاریخ کا ایک فیصلہ کن واقعہ ہے۔ شمالی ہند میں کسی طاقتور حکومت کی

Marfat.com

عدم موجودگی نے دکن کو سیاسی ترقی کرنے کا بہت اچھا موقع دیا۔

مغلوں سے تعلقات اکبر کی سلطنت جم جانے کے بعد صدیوں پرانی اور جنوب کی کشمکش پھر شروع ہو گئی۔ برار کو احمد نگر نے پہلے ہی ہڑپ کر لیا تھا۔ بیدر کی حکومت بے حقیقت ہو گئی لیکن خاندیش کی چھوٹی سی ریاست جو ۱۳۸۸ء میں قائم ہو گئی تھی۔ قوت دولت اور شہرت میں نمایاں ہو گئی تھی۔

خاندیش نے مغل اقتدار مان لیا اکبر نے جب دکن کی طرف توجہ کی تو اسے چار خود مختاری حکومتوں سے سابقہ پڑا۔ یعنی خاندیش، احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ۔ اگست ۱۵۹۱ء میں اکبر نے ان سے مطالبہ کیا کہ اس کا اقتدار تسلیم کریں۔ خاندیش جو بہت چھوٹی سلطنت تھی اور مغل سرحد کے قریب اُس نے تعمیل کی مگر اوروں نے مبہم جواب دیئے [1]

مغلوں کا احمد نگر پر حملہ احمد نگر جو مغل سلطنت کی سرحد سے ملا ہوا تھا اس نے بادشاہ کی طاقت کو سب سے پہلے محسوس کیا۔

شہزادہ دانیال کے ماتحت ۱۵۹۳ء اکتوبر ۱۵۹۳ء میں ستر ہزار رسالہ اور بہت بڑی تعداد پیادہ سپاہ کی برائے نام شہزادہ دانیال کی سربراہی میں لیکن دراصل عبدالرحیم خان خاناں، رائے سنگھ۔ رائے بیل، حکیم عین الملک اور دیگر سرداروں کی ماتحتی میں احمد نگر پر حملہ آور ہوئی۔

شہزادہ مراد کے ماتحت مگر شہزادہ دانیال کو جلد ہی واپس بلا لیا گیا اور ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد کو اعلیٰ کمان پر مقرر کیا گیا مگر دونوں شہزادوں نے فوجی کارروائیوں میں رخنہ ڈالنے کے سوا کچھ نہ کیا۔

کمانداروں میں پھوٹ کماندار ایک دوسرے سے حسد [2] اور دکن کے روپیہ کے اثر میں آگئے۔ احمد نگر نے برابر جنگ جاری رکھی جس کی اُسے

---

[1] ابوالفیض فیضی کو خاندیش کے راجہ علی خان کے پاس بھیجا گیا۔ خواجہ شمس الدین کو احمد نگر کے برہان الملک کے پاس، میر امین بیجاپور اور میر مرزا کو گولکنڈہ۔ نظام الدین دالیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۴۶۰۔ فیضی کی نہایت دلچسپ رپورٹ کے متعلق دیکھو الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۱۴۷ تا ۱۴۹

[2] نظام الدین (الیٹ وڈاوسن) جلد پنجم صفحہ ۴۶۷۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۷۱، (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۹۲ تا ۹۳

Marfat.com

گراں قیمت دینی پڑی مگر اس کا دیوالہ نہیں نکلا۔

چاند سلطانہ

۱۴ اپریل ۱۵۹۵ء کو برہان الملک کا انتقال ہوگیا اور بیجاپور کے سابق حکمراں کی بیوہ چاند سلطانہ اس کی جانشین ہوئی جو برہان الملک کی بہن تھی اور اگرچہ وہ باضابطہ تخت نشین نہیں ہوئی مگر اختیارات سنبھال لیے۔ پُر سکون ناقابل شکست ہندوستانی سورمایانہ شجاعت اور حیرت انگیز حاضر دماغی کے ساتھ اس میں اعلیٰ درجہ کی حکمت عملی کی صفت تھی اور اندرونی اختلافات کو سلجھانے کی صلاحیت اور اس کی مقناطیسی شخصیت اس کے ہمراہیوں کا دل بڑھانے والی تھی۔

احمد نگر کا دفاع

جب مغلوں نے احمد نگر پر حملہ کیا تو اس نے ایسی مزاحمت منظم کی جس سے اس کے نام کو شہرت دوام حاصل ہوگئی۔ سرنگوں کو سرنگوں سے اُڑایا گیا اور شکست و ریخت کی فوراً مرمت کی گئی۔

مصالحت

لیکن یہ بات خود چاند سلطانہ پر بھی واضح ہوگئی کہ احمد نگر کے وسائل بہت جلد جواب دے جائیں گے۔ فریقین مصالحت پر آمادہ تھے۔ احمد نگر نے برار مغلوں کو دے دیا اور مغلوں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر لیا[1] صلح کے شرائط بہت نرم خیال کئے گئے مگر دکن کی سلطنتوں کے سر پر جو سنگین خطرہ تھا اُس سے آگاہ کرنے کے لئے کافی تھے۔

متحدہ محاذ منظم کیا

چاند سلطانہ نے موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر احمد نگر، بیجاپور اور گولکنڈہ کا متحدہ محاذ منظم کیا۔

قتل کر دی گئی

یہ چاند سلطانہ کی آخری کامیابی تھی اس لئے کہ اس کے بعد وہ ایک فرقہ وارانہ مخاصمت میں قتل کر دی گئی۔

مغلوں کی ایک فتح

جب پھر جنگ شروع ہوئی تو مغلوں میں پھر وطن دشمنی کی رقابتیں چھڑی ہوئی تھیں۔ شاہی فوجیں دریائے گوداوری پر فروری ۱۵۹۰ء میں اشتی کے قریب سوپا کے مقام پر کامیاب تو ہوگئیں مگر بھاری نقصان اٹھا کر اور اس فتح سے وہ کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکیں بلکہ غیر فیصلہ کن لڑائی لڑتی رہیں۔

---

[1] اکبر نامہ جلد سوم صفحات ۴۴۲ و ۴۴۳

[2] اکبر نامہ جلد سوم صفحات ۷۱۹، و ۷۴۴، (الیٹ اینڈ ڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۹۵۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۴ و ۵۵ مراد کی سرشت کے متعلق دیکھو بدایونی (لو) جلد دوم صفحات ۳۹۱ و ۳۹۲ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۴

Marfat.com

اکبر میدان جنگ میں اکبر کو جب عبداللہ خاں کی موت سے شمال کی طرف ازبکوں کے طویل خطرہ سے سکون حاصل ہوا تو وہ پنجاب سے روانہ ہوا[ش] لیکن قبل ازیں وہ دکن میں پہنچا اسے یہ مایوس کن خبر ملی کہ خاندیش بھی غنیم کے متحدہ محاذ میں شامل ہوگیا۔

اسیر گڈھ کی تسخیر جس وقت وہ اسیر گڈھ کے تقریباً ناقابلِ تسخیر قلعہ کو تسخیر کرنے میں مصروف تھا اسی وقت اُسے سلیم کی بغاوت کی دل ہلا دینے والی خبر ملی۔

شمال کو واپسی قلعہ کی تسخیر ہوتے ہی اسے عجلت کے ساتھ شمال کی طرف جانا پڑا اور اس کے اثر سے اس کے افسروں کی جو کشمکش دبی ہوئی تھی وہ پھر اُبھر آئی اور اس کی اعلیٰ ذہانت سے جنگی کارروائیوں میں جو زور پیدا ہوا تھا وہ ختم ہوگیا۔ لڑائی چار ناچار جاری رہی اور کبھی ایک کو اور کبھی دوسرے کو کامیابی ہوتی رہی۔

جہانگیر اکبر کی پالیسی پر جہانگیر نے تخت نشین ہوتے پر ہر سمت میں اکبر کی پالیسی اختیار کی۔ لیکن خسرو کی بغاوت اور قندھار کے محاصرہ کی وجہ سے کچھ دنوں تک وہ دکن میں شدت کے ساتھ حملہ جاری نہ کر سکا اور جب اس نے ادھر توجہ کی تو وہ زیادہ کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اپنی حکومت کی ساری مدت میں وہ دکن کے ایک قابل ترین کماندار اور عقلمند ترین مدبر سے اُلجھا رہا۔

ملک عنبر ملک عنبر پیدائشی تو حبشی تھا، مگر وطنیت اختیار کر کے وہ پکا دکنی ہوگیا تھا۔ اُس نے احمد نگر کے ایک عظیم ترین امیر چنگیز خاں خانخ برار کے ماتحت سیاسی زندگی شروع کی تھی۔ اُس نے اپنے آقا کی خدمت مثالی عقیدت کے ساتھ کی اور اس کے ساتھ ہر طرح کے مواقع سے مستفید ہوا اور اپنا نام پیدا کیا۔ اس کی اعلیٰ ذہانت اور اخلاقی قوت نے رفتہ رفتہ اُسے نظام شاہی حکمرانوں کی مجلس شوریٰ میں اول درجہ تک پہنچا دیا۔ مغلوں کے درباری مورخین جو اُسے بُرا بھلا کہنے سے کبھی نہیں چوکتے یہ اقبال کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کی مثالی سرگرمی اور انتظامی قابلیت کا کوئی جواب نہ تھا۔ احمد نگر کے سقوط پر اس نے حکومت کا مستقر کھڑکی میں منتقل کر دیا جو ایک پہاڑی سرزمین پر تھا اور شاہی خاندان کے ایک لائق فرد کو مرتضےٰ

ش اسی زمانہ میں مراد کثرت شراب نوشی سے فوت ہوگیا۔ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۸۰۲ و ۸۰۶، ڈالیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحات ۹۰ و ۹۷۔ جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۳۴

نظام شاہ کے لقب سے تخت نشین کر دیا۔ اس نے نیا مالی نظام رائج کیا جو راجہ ٹوڈرمل کے نظام پر مبنی تھا اور دوسری اصلاحیں کیں۔

مراٹھوں کا چھاپہ مار رسالہ

لیکن اس کی خاص توجہ فوجی وسائل کو منظم کرنے اور مغلوں سے مقابلہ کی تدابیر کی طرف تھی؎ روایاتی طریقِ جنگ کے برخلاف اُس نے ایک نیا طریقِ جنگ رائج کیا جو اُس کی زندگی بھر غیر معمولی طور پر کامیاب رہا اور جس نے اُس کے انتقال کے بعد ایک صدی کے اندر اندر مغل سلطنت کو تباہ کر دیا۔ سبک رو مراٹھا رسالہ کی قدر سب سے پہلے اُسی نے پہچانی اور اُسے منظم کر کے مغلوں کے خلاف کھڑا کر دیا۔

مراٹھوں کا ملک

مراٹھے ست پورہ پہاڑیوں اور گوا سے دریائے وار دھا کے کنارے کے مقام چاندہ تک ایک خط کے درمیان کے علاقہ میں آباد ہیں۔ لیکن سترھویں صدی میں اُن کی ساری قوت مغربی گھاٹ اور ساحل سمندر کے درمیان ایک پتلی سی سرزمین میں محدود تھی۔ اس نشیب و فراز کی سرزمین کو جسے کونکن کہتے ہیں اس کی نمایاں خصوصیت اس کی جغرافیائی ساخت ہے۔

الفنسٹن کی تشریح

"ساحل سمندر کی طرف چھوٹے چھوٹے سرسبز میدان ہیں جہاں دھان پیدا ہوتا ہے۔ باقی حصہ پہاڑیوں اور جنگلوں کی وجہ سے تقریباً ناقابل گزر ہے۔ البتہ اسے کاٹ کر کئی دریا نکلتے ہیں جو ساحل کے قریب پہنچ کر درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان دلدلی گھاٹیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں سپاٹ پتھریلی ہیں جن کی ڈھلان پر بڑے درختوں اور جھاڑیوں کے جنگل ہیں۔ جنگل سطحِ مرتفع پر بڑھتا ہوا مشرق کی طرف دور تک چلا جاتا ہے جس کے درمیان گہری چکر دار گھاٹیاں اور درے ہیں جو جنگلی جانوروں کی بہترین آماجگاہ ہیں اور بھی ان پہاڑیوں میں رہتے ہیں۔ پہاڑی سے پندرہ میل کے فاصلہ پر وادیاں جنگلی اور سرسبز ہو جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ کھلے میدانوں میں گم ہو جاتی ہیں جو ساحل سمندر تک چلے گئے ہیں جہاں کھیت ہیں مگر درخت نہیں ہیں۔ البتہ کہیں کہیں پہاڑیاں ہیں جو زیادہ بلند نہیں ہیں مہینوں بلند مقامات بادل سے ڈھکے رہتے ہیں اور بارش

؎ اقبال نامہ صفحات ۲۰۱، ۲۰۲ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۴۲۸ و ۴۲۹ گرانٹ ڈف کی ہسٹری آف مراٹھا جلد اول صفحات ۳، ۴ و ۴۔ گلیڈون صفحہ ۵۸

Marfat.com

اور طوفان آتے رہتے ہیں لیکن تری بہت جلد بلندیوں سے نشیب میں چلی جاتی ہے اور کوکن کو مرطوب اور غیر صحت بخش بنا دیتی ہے۔۔ گھاٹ کی ساری بلندیاں اور آس پاس کی پہاڑیاں اوپر کی طرف چکنی چٹان پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں جن کے سب سے اونچے حصے اور نیز ایک دوسرے سے الگ پہاڑیاں ایک طرح کا قدرتی قلعہ بن جاتی ہیں اور صرف مسطح مقام تک پہنچنے کے لئے جو عموماً بلندی پر ہوتا ہے محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختلف حکمرانوں نے مختلف اوقات میں ان حالات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے چٹانوں تک زینے بنا دیے ہیں یا چکر کھاتی ہوئی سڑکیں بنا دی ہیں۔ داخلہ کا راستہ جا بجا پھاٹک بنا کر اور قلعہ بند کر کے مستحکم کر دیا ہے اور مینار کھڑے کر دیئے ہیں جہاں پر راستہ پر نگاہ رکھی جا سکتی ہے اور اس طرح گھاٹ اور آس پاس کی پہاڑیوں کے سارے علاقے میں جگہ جگہ قلعے بن گئے ہیں جو بار بار کے تجربات سے تقریباً ناقابل تسخیر سمجھے جاتے ہیں۔"[1]

مراٹھوں میں بیداری اس علاقہ میں مراٹھے آباد تھے اور ملک میں جو سیاسی اور ذہنی تحریکیں چلتی تھیں ان سے متاثر ہوتے تھے مگر سولھویں صدی تک وہ الگ ہی الگ رہے۔ انہوں نے ادبِ عالیہ کی تخلیق کی جو آج تک ذہنوں کو متاثر کئے ہوئے ہے۔ یہیں انہوں نے مذہبی اصلاح کی تحریک شروع کی جو شمالی مذہبی تحریک سے غیر معمولی طور پر ملتی جلتی ہے اور جسے ان کی تاریخ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہیں ذہنی روشنی اور مذہبی آزادی نے سب سے پہلے ذات پات اور برہمنی تفوق کے قیود ہلکے کئے۔ یہ تحریک سارے مراٹھا علاقہ میں پھیل گئی۔ اس نئی زندگی نے دکن کی سیاست کو متاثر کیا۔ مراٹھے دکن کے حکمرانوں کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ سترھویں صدی کے آغاز میں انہیں احمد نگر کے نظام شاہی دربار میں طاقتور عنصر کی حیثیت حاصل تھی۔ دکن کی افواج میں مراٹھا کا تیز رفتار رسالہ ایک گراں قدر امدادی دستہ تھا۔ ملک عنبر نے ان کی اہمیت کو پورے طور پر محسوس کیا اور انھیں کثیر تعداد میں فوج میں بھرتی کر کے منظم کیا اور مغلوں کے مقابلہ کے لئے تیار کر دیا۔[2]

---

[1] الفنسٹن ہسٹری آف انڈیا مرتبہ کاویل صفحات ۶۰۰ و ۶۰۱ بمبئی گزیٹیر حصہ اول صفحات ۲۰۷ و ۲۱۲۔ راناڈے۔ رائز آف مراٹھا پاور باب اول گرانٹ ڈف۔ ہسٹری آف مراٹھاز باب اول۔

[2] راناڈے۔ رائز آف دی مراٹھا پاور۔ باب نہم۔

Marfat.com

مراٹھوں کا طریقِ جنگ ان کا طریقِ جنگ وہی تھا جو پہاڑی علاقہ کے بسنے والے ہمیشہ میدانی علاقہ والوں کے خلاف اختیار کرتے تھے۔ وہ دو بدو جنگ سے بچتے تھے اور ہمیشہ غنیم کی فوج کے آس پاس منڈلاتے رہتے تھے۔ اس کی رسد کو روک دیتے تھے۔ علاقہ کو تاراج کر دیتے تھے۔ لوٹ مار کرتے اور چھاپے اور شبخون مارتے۔ اکثر وہ اپنی طاقت پر گھمنڈ رکھنے والے غنیم کو لبھا کر ناقابلِ گذر پہاڑیوں اور گھاٹیوں میں لے جا کر ان کا برا حال کرتے۔ اسپین نے نپولین بوناپارٹ کی طاقتور فوج کو تھکا کر بے بس کر دیا تھا اور مغل جو فنونِ جنگ میں ہمیشہ کمزور تھے انہوں نے نئے طریقِ جنگ کو کبھی نہیں اپنایا اور بالآخر اسی کے مقابلہ میں دم توڑ دیا۔

مراٹھا قوم کی تعمیر اس نقطۂ نظر سے مغلوں کی دکن کی مہم کی خاص اہمیت ہے کہ اس سے مراٹھوں کو فوجی تربیت اور اقتدار حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہو گئے۔ ملک عنبر جو چھاپہ مار جنگ میں اتنا ہی استاد تھا جتنا خود شیواجی مراٹھا قوم کی تعمیر میں سب سے آگے نظر آتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد تو اپنے آقا کی خدمت تھا لیکن لاشعوری طور پر اس نے ایک ایسی قوت کی پرورش کی جس نے جنوب کی شکستوں کا پورا پورا انتقام شمالی سلطنت سے لے لیا۔

ملک عنبر کی فتوحات مغلوں نے جو علاقہ چھین لیا تھا اسے پھر سے حاصل کرنے کی ملک عنبر نے جدوجہد شروع کر دی۔ مغل سرداروں کی باہمی رنجشوں اور بزدلی کی بدولت اسے فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی اور غنیم کا برا حال ہو گیا۔

خان خاناں ۱۶۱۰ء میں جہانگیر نے خان خاناں کو خود اس کی درخواست پر بارہ ہزار فوج کی کمک کے ساتھ اعلیٰ کماندار کی حیثیت سے دکن روانہ کیا[ل] لیکن وہ بھی اپنے ماتحتوں کو قابو میں نہ کر سکا۔

ک جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد اول صفحات ۱۴۹ و ۱۵۳۔ ماثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۶۰

ل اقبال نامہ صفحات ۴۳ و ۵۲ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۵۵ گلیڈون صفحہ ۱۰۔ خان خاناں نے لکھ کر دیا تھا: "میں اس کام کو دو سال کے اندر پورا نہ کر دوں تو میں قصور وار ہوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ دکن میں جو افواج موجود ہیں ان کے علاوہ ۱۲ ہزار فوج امدادی جائے اور دس لاکھ روپیہ اخراجات کے لئے۔"

Marfat.com

شریف خاں

ہم آہنگی اور احکام کی بابت تعمیل حاصل کرنے کی غرض سے جہانگیر نے درجہ اوّل کے امیر شریف خاں کو دکن روانہ کیا

پرویز کماندار اعلیٰ

نیز شہزادہ پرویز کو آصف خاں کی نگرانی میں اعلیٰ کمان پر اور خاندیش و برار کی گورنری پر مقرر کیا گیا۔ ۱۶۱۰ء کے شروع میں شہزادہ ایک ہزار احدیوں اور اس سے زیادہ منصب داری فوجوں کی کمک لے کر برہان پور پہنچا۔[1]

پرویز کی سیرت

پرویز جو اب بیس سال کا ہو گیا تھا مغرور اور جاہ طلب تھا اور شراب نوشی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس سے کبھی فوجی یا انتظامی قابلیت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ دکن کے کئی سال کے قیام میں وہ محض شیر قالین بنا رہا۔

برہان پور میں اس کا دربار

برہان پور میں اس کا بالکل شاہانہ دربار ہوتا جس کا حال بڑی وضاحت سے سر طامس رو نے بیان کیا ہے جو ۱۶۱۵ء کے آخر میں وہاں گیا تھا۔

سرطامس رو کا بیان

"دربار کے باہر تقریباً سو مسلح سوار تعینات تھے۔ یہ شرفا تھے جو شہزادہ کے باہر نکلنے پر آداب بجالاتے تھے اور دو رویہ قطار میں کھڑے تھے دربار میں شہزادہ ایک مدور بلند شہ نشین پر بیٹھا تھا جس کے اوپر چھتری تھی۔ شہزادہ بڑی شان سے مگر وحشیانہ انداز سے بیٹھا تھا اور سامنے قالین بچھا تھا۔ لوگوں کے درمیان سے گذرتا ہوا جب میں قریب پہنچا تو ایک افسر میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اپنی پیشانی زمین پر رکھنا چاہیے اور اپنی ٹوپی اتار دینا چاہیے۔ میں نے جواب دیا "میں باعزت طور پر شہزادہ سے ملنے آیا ہوں اور یہاں کے ملازمین کے قاعدہ کا پابند نہیں"۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا گیا اور ایک جنگلے کے پاس بالکل شہزادہ کے سامنے پہنچ گیا۔ میں آداب بجالایا اور شہزادہ نے اپنے جسم کو خم کیا اور پھر میں اندر داخل ہوا جہاں شہر کے عمائد دست بستہ غلاموں کی طرح کھڑے تھے (؟) ایک بیش قیمت شامیانہ اوپر اور قالین کا فرش نیچے تھا۔ اس کا نقشہ ٹھیک ایک تھیٹر کی طرح تھا اور بادشاہ تھیٹر کے مصنوعی بادشاہ کی طرح بیٹھا تھا۔ جب میں اندر پہنچایا گیا تو میری سمجھ میں نہیں

---

[1] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد اول صفحات ۱۵۶ و ۱۵۷، مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدابخش)، صفحہ ۳۱ب، اقبال نامہ صفحات ۴۰ و ۴۲، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۶۰، گلیڈون صفحہ ۱۵۔

Marfat.com

آیا کہ میری جگہ کہاں ہے اس لئے میں نے شہزادہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا جو تین زینہ اوپر تھا اور جہاں شہزادہ کا سکریٹری جو کچھ حکم ہو یا عطا کیا جائے وہ پہنچا لے کے لئے کھڑا تھا[11] لیکن اس سارے شان و شکوہ اور ٹھاٹھ کے باوجود ۱۶۱۵ء میں اور یقیناً ۱۶۱۶ء میں (جیسا کہ رو نے لکھا ہے) یہ صاف ظاہر تھا کہ شان و شوکت تو شہزادہ کی ہے لیکن حکومت خان (خان خاناں) کی ہے[12]۔

صورت حال بدستور پرانے دھرے پر چل رہی تھی۔ مغل افسران ایک دوسرے کی برائی کرتے رہے۔ دکنی ہمیشہ سے زیادہ طاقت کے ساتھ جمے تھے۔ آصف خاں نے بادشاہ کی موقعہ پر موجود ہونے کی تجویز کی۔ جہانگیر نے اس تجویز پر غور کیا مگر خود اپنی فوجی نااہلیت اور خوشامدی اہل دربار کے اصرار سے مجبور ہو گیا اور دکن کے حالات سدھارنے کے لئے خاں جہاں کی پیش کش منظور کر لی[13]۔

خان جہاں لودی کا تقرر

خان جہان لودی یا پیر خاں لودی جو اس کا پہلے نام تھا آگرہ کے قدیم حکمران کے خاندان کا تھا اور اکبری عہد کے ایک مشہور جنگی ماہر دولت خاں لودی کا منجھلا لڑکا وہ اپنے بچپن میں اپنے باپ سے لڑ گیا اور یکے بعد دیگرے راجہ مان سنگھ، شہزادہ دانیال اور شہزادہ سلیم کی ملازمت کی۔

اُس کی سیرت

اس کی جنگی صلاحیتوں نے جلد ہی اُسے نامور کر دیا۔ جہانگیر کی حکومت کے دوسرے سال اُسے تین ہزار ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور

---

[11] رو صفحات ۹۱ و ۹۲۔ پرچہ جات چہارم صفحات ۲۲۲ و ۲۲۵۔ برہانپور صوبہ خاندیش (یا جیسا کہ رو نے نام رکھا تھا "ان دیش") دریائے تاپتی پر ۲۱.۱۸ شمالی طول البلد اور ۷۶.۱۳ مشرقی عرض البلد پر واقع ہے۔ دیکھو جارٹ جلد دوم صفحہ ۲۲۲۔ ڈی لاٹ ترجمہ لیتھبرج کلکتہ ریویو ۱۸۷۰ء صفحہ ۲۵۸۔ ولیم انچ پرچہ جات چہارم صفحہ ۲۰۔ وہٹنگٹن پرچہ جات چہارم صفحہ ۲۰۱۔ جان جورڈن صفحہ ۱۳۶۔ منڈی جلد دوم صفحہ ۵۰۔ ٹیورنیر جلد اول صفحہ ۱۵۔ امپیریل گزیٹیر

قلعہ لال قلعہ اب بالکل شکستہ حالت میں ہے۔

[12] رو صفحات ۹۰ و ۹۱ فاسٹر نے احمد آباد سے کیرنج کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے (نمبر ۲ ستمبر ۱۶۱۵ء) (برٹش میوزیم زائد مخطوطہ نمبر ۹۳۰۶ الف ۸) جس میں رو کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ پرویز سے ضرور ملے جس کا ذہن کمزور ہے اور جو عیاشی میں مبتلا ہے اس سے کسی عزت یا بے عزتی کی توقع نہیں ہے۔ وہ محض نام کے لئے اُس جگہ ہے۔ زمیندار خان خاناں ہے جس کا حکم چلتا ہے اور جو امور کو منتا ہے اور ہماری میں سارے ملک میں بکتا ہے۔

[13] جہانگیر راجرس و بیورج جلد اول ۱۷۱۔ اقبال نامہ صفحات ۸۰ تا ۹۲ گلیڈون صفحہ ۲۱

Marfat.com

صلابت خاں کا خطاب عطا ہوا اور فرزند کہلانے کا امتیاز حاصل ہوا۔ ۱۶۰۸ء میں اُسے خان جہاں کا خطاب اور پانچ ہزار ذات دسوار کا منصب ملا۔ شاہی مقربین میں چند ہی امرا ایسے تھے جن کا اتنا رسوخ ہو[14]

۱۶۱۰ء میں جب وہ دکن روانہ ہوا تو اس کے ساتھ بیر سنگھ دیو، شجاعت خاں اور راجہ بکرماجیت جس کے ماتحت چار ہزار سے اوپر سوار تھے اور سیف خاں بارہہ، حاجی بی اُزبک سلام اللہ عرب اور دوسرے افسران جو تقریباً سات ہزار شاہی رسالہ کے دستہ کے انچارج تھے اُس کے ہمراہ تھے۔ محمد بیگ بطور بخشی کے ساتھ تھا جو اخراجات کے لئے دس لاکھ روپیہ لئے تھا اور فدائی خاں کو بطور سفیر بیجاپور روانہ کیا گیا[15]

مغلوں کو شکستیں برہان پور پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ مغلوں کو کئی سخت شکستیں ہو چکی ہیں۔ خان خاناں نے ۱۶۱۰ء کے بارش کے موسم میں غنیم پر اچانک حملہ کا منصوبہ بنایا تھا اور برہان پور سے اپنے عملہ کے معقول مشورہ کے برخلاف ناکافی رسد لے کر تیزی سے روانہ ہوا اور احمد نگر پر یکایک حملہ کر دیا۔ ملک عنبر ایسا بے خبر نہ تھا کہ وہ اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیتا۔ اس نے اپنے تیز رفتار مراٹھا رسالہ کو غنیم کو پریشان کرنے پر مسلط کر دیا اور مغلوں کو دھوکہ دے کر ناہموار پہاڑیوں اور دروں کی طرف لے آیا اور ان کی رسد کا راستہ بند کر دیا اور فوج سے اِدھر اُدھر جانے والوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ قحط نے بکثرت آدمیوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو ختم کر دیا۔ مغل افسروں نے کھلم کھلا خان خاناں پر نالائقی، جلد بازی اور غداری کا الزام لگایا جو انتہائی لاچاری میں ایک توہین آمیز صلحنامہ پر دستخط کر کے برہان پور واپس آگیا[16]

اس شکست سے احمد نگر ہاتھ سے جاتا رہا جسے دکنیوں نے بہت دن سے محصور

---

[14] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۸۷، ۸۹، ۱۲۸، ۱۳۹ و ۱۶۱۔ عبدالحمید جلد اول صفحہ ۲۷۲ بلوکمین صفحات ۵۰۲ تا ۵۰۶

[15] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۶۱ تا ۱۶۳۔ اقبال نامہ صفحات ۳۸ تا ۳۹۔ خافی خاں، جلد اول صفحات ۱۶۱ تا ۲۶۲۔ گلیڈون صفحہ ۲۱

[16] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۷۹۔ اقبال نامہ صفحات ۲۶۱ و ۲۶۲ خافی خان جلد اول صفحات ۲۶۱ تا ۲۶۲

Marfat.com

کر رکھا تھا اور مغل کمانڈر خواجہ بیگ صفوی خان خاناں کی طرف سے کمک آنے کے انتظار میں بڑی بہادری سے مدافعت کر رہا تھا۔ وہ اب بھی جما رہتا مگر میدانِ جنگ کی شکست نے اُس کی قلعہ بند فوج کا دل توڑ دیا اور اس نے مجبور ہو کر برہان پور سے بحفاظت چلے جانے کی شرط پر قلعہ حوالے کر دیا۔[17]

خان جہاں نے یہاں پہنچ کر خان خاناں پر اعتراض کرنے والوں کا ساتھ دیا اور اُسے واپس بلانے اور اُس کی جگہ پر خود کمانڈر بننے پر اصرار کیا اور دو سال کے اندر احمد نگر اور بیجاپور کو فتح کر لینے کا ذمہ لیا۔ جہانگیر نے تجویز کو مان لیا اور خان اعظم کو خان جہاں کی مدد کے لیے روانہ کیا اور مہابت خاں کو شکست کے اسباب کی تحقیق اور خان خانان کو حاضر دربار کے لیے بھیجا ہر طرف سے لعن طعن کی پکار نے جہانگیر کا دل بھی بُرا کر دیا اور اس نے اپنے سابق اتالیق خانخاناں کی پذیرائی بڑی سرد مہری سے کی۔[18]

خان اعظم معقول تعداد کی کمک کے ساتھ جس میں دو ہزار احدی اور دس ہزار سپاہی اور خان عالم فریدوں خان برلاس، یوسف خاں علی خاں نیازی اور قلماق جیسے بہادر افسران تھے اور اخراجات کے تیس لاکھ روپیہ لے کر خان جہان کے پاس پہنچا[19] لیکن پرانی مشکلات بدستور موجود تھیں جن کا وہی تباہ کن نتیجہ ہوا۔ مغل فوج چھاپہ مار جنگ کے نئے طریقہ کو اپنانے سے قاصر رہی، اُس کے افسران دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر الزام لگانے میں زیادہ لطف حاصل کرتے تھے اور ملک عنبر کی ذہانت سے وہ ٹکر نہ لے سکے۔ خان جہاں نے اپنے حسب معمول جوش اور قابلیت سے جاں فشانی کی مگر اس کا غرور بہت جلد ٹوٹ گیا۔

زبردست حملہ کا منصوبہ

اب حکومت نے احمد نگر پر حملہ کا زبردست منصوبہ بنایا۔ عبداللہ خاں کو جو میواڑ کی مہم کے کارناموں کا تازہ تجربہ لئے ہوئے تھا گجرات کی گورنری پر مقرر کیا گیا اور یہ ہدایت کی گئی کہ چودہ ہزار کی فوج تیار کر کے ناسک اور ترمبک کی طرف روانہ ہوا۔ اُسے اُن فوجوں سے رابطہ رکھنا تھا جو خان جہاں لودی، راجہ مان سنگھ اور

---

[17] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۱۸۲۔ اقبال نامہ صفحات ۳۰ و ۳۹ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۶۱ و ۲۶۲

[18] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۱۷۸ تا ۱۸۰ گلیڈون صفحہ ۲۲

[19] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۱۸۳ تا ۱۸۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۴۵ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۶۳

Marfat.com

میر الامرا کی ماتحتی میں برار اور خاندیش کی طرف بڑھ رہی تھیں ۔ انہیں غنیم کو چاروں طرف سے گھیر کر تباہ کرنا تھا ۔[۶۰]

خان جہاں اور مان سنگھ تو روانہ ہو گئے ۔ لیکن عبداللہ خاں نے غرور میں سرشار خود اپنے لئے عظمت حاصل کرنے کے شوق میں اپنے ماتحت افسروں کے مشورے کے برخلاف اپنی نقل و حرکت کا شمال کی فوج کے ساتھ رابطہ نہیں رکھا ۔ اُسے یہ گھمنڈ تھا کہ خود اس کی قابلیت اور اس کی فوج کافی ہے وہ گھاٹ کی پہاڑیاں پار کر کے غنیم کے ملک میں داخل ہو گیا ۔ ملک عنبر نے فوراً اپنے چھاپا مار دستوں کو روانہ کیا کہ اُسے دھوکہ دے کر ناہموار پہاڑیوں اور ناقابل گذر جنگلوں اور گھاٹیوں کی طرف لے آئیں ۔ مغلوں نے ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ انہیں معلوم ہوا کہ تیز رفتار سواروں کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے ۔ ان کی رسد کا راستہ بند کر دیا گیا اور ان کا سامان لوٹ لیا گیا ۔ ان کے اونٹ پکڑ لئے گئے اور ان پر ہتھ پھولوں اور گولیوں کی بارش ہونے لگی بہت سے آدمی غنیم کے ہاتھ لگ گئے جن کے انہوں نے ناک کان کاٹ لئے ۔ مراٹھوں کو آمنے سامنے لڑائی پر لانا یا اُن سے بچنا ممکن نہ تھا ۔

عبداللہ خاں کی جلد بازی کا نتیجہ

عبداللہ خاں جب دولت آباد پہنچا جو دکنی افواج سے رابطہ کا مقام تھا تو اُس نے اپنی حالت کو ناگفتہ بہ پایا ۔ اس کی حماقت کا نتیجہ سب پر ظاہر ہو گیا اور اُس نے پسپائی کا ارادہ کیا اور صبح ہوتے ہی اس کی فوجوں نے واپسی شروع کر دی مگر انہیں بُری طرح پریشان کیا گیا اور کئی بہادر افسر جیسے علی مردان خاں اور ذوالفقار بیگ راستہ ہی میں ختم ہو گئے اور جب وہ احمد نگر کی سرحد پار کر کے بگلانہ کے دوستانہ علاقہ میں پہنچے تو شاہی افواج نے اطمینان کی سانس لی ۔ اور پھر وہاں سے وہ گجرات واپس ہوئے ۔[۶۱]

جہانگیر کی سخت ناراضی

ان واقعات کی خبر پا کر برار کی فوج شہزادہ پرویز کی جائے قیام عادل آباد کو واپس ہو گئی جو برہان پور سے قریب تھا ۔ اس زبردست حملہ کی ناکامی سے جہانگیر سخت غضبناک ہوا اور سارے افسروں اور خاصکر عبداللہ خاں پر سخت

---

[۶۰] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۱۹

[۶۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۱۵ تا ۲۲۰ - اقبال نامہ صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۲ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۰۲ تا ۲۰۱ گلیڈون صفحہ ۲

Marfat.com

ملامت کی۔ ایک مرتبہ پھر اُس نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا مگر یہ ارادہ بدل دیا۔[۴۲]

خان خاناں کا پھر تقرر

اب ہر شخص کو خان خاناں کی قدر معلوم ہوئی۔ صورتِ حال پر غور کرنے کے لیے جو مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی۔ اس میں خواجہ ابو الحسن نے کہا کہ جس پرانے افسر پر ناحق غداری کا الزام لگایا گیا اس سے بڑھ کر دکن کے معاملات پر کسی اور کو عبور نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر کوئی ان کا حل کر سکتا ہے چنانچہ جہانگیر نے پھر اُسے چھ ہزار کا منصب دے کر دکن کی افواج کی اعلیٰ کمان پر مقرر کیا اور اُسے ایک اعلیٰ درجہ کی خلعت، ایک مرصع خنجر، ایک خاص ہاتھی اور ایک عراقی گھوڑا عطا کیا اور اس کے لڑکوں شاہ نواز خاں، داراب خاں اور رحمان داد کے منصب بڑھا دیے۔

آصف خاں اور امیر الامرا کا انتقال

خان خاناں ۱۶۱۲ء میں پھر دکن پہنچا اور اپنا راستہ صاف پایا۔[۴۳] آصف خاں جعفر بیگ کا برہان پور میں ایک طویل تکلیف دہ بیماری سے انتقال ہو گیا اور امیر الامرا کا ۱۶۱۲ء میں پرگنہ نہال پور میں انتقال ہو گیا۔ اگلے سال خاں اعظم کو خود اس کی استدعا پر میواڑ کے محاذ پر تبدیل کر دیا گیا اور اگلے سال راجہ مان سنگھ بھی دنیا سے سدھار گئے۔[۴۴]

خان خاناں نے حالات کو سدھار لیا

ایک طرف تو خان خاناں کو اندرونی خلفشار سے کچھ سکون حاصل ہوا اور دوسری طرف غنیم کے محاذ میں فرقہ وارانہ کشمکش سے رخنہ پڑ گیا۔ خان خاناں نے خود ان کی مخاصمت کو بھڑکانے میں پوری کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ممتاز دکنی سردار جیسے آدم خاں، یاقوت خاں، جادو رائے، بابو کانتیا، شاہ نواز سے مل گئے جو بالاپور میں مغل افواج میں کماندار تھا۔ ملک عنبر نے بیجاپور اور گولکنڈہ سے اتحاد کر لیا تھا مگر اُس کے افسروں کی غداری نے اُسے بہت کمزور کر دیا۔ دوسری طرف مغلوں کو پچھلی شکستوں کے تجربہ اور غنیم کو چھوڑ کر آنے والوں سے بہت فائدہ ہوا۔ شاہ نواز خاں احتیاط کے ساتھ آگے بڑھا اور راستہ میں دکن کے ایک چھوٹے

---

[۴۲] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۱۔ اقبال نامہ صفحہ ۷۰۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۹۹

[۴۳] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۲۱۔ اقبال نامہ ۷۶۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۷۲

[۴۴] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۴، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۴۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۷۸۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۷۶

Marfat.com

فوجی دستہ کو شکست دے دی اور پھر متحدہ غنیم کی افواج پر ٹوٹ پڑا۔ جنگ سہ پہر کو شروع ہوئی اور دو گھنٹہ تک شدت سے جاری رہی۔ شاہی ہراول دستہ نے جو داراب خاں کی کمان میں تھا اور جس میں بیر سنگھ دیو، رائے چند، علی خان تاتار اور جہانگیر قلی بیگ جیسے نامی سردار شامل تھے۔ نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ بالآخر دکنی منتشر ہو کر ہر طرف بھاگ گئے۔ شاہی فوج نے چند میل کا تعاقب کیا اور ان کے کئی سرداروں کو گرفتار کر لیا اور سارے توپخانہ اور ہاتھی اور گھوڑے اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے اونٹ اور اسلحہ اور گولہ بارود پر قبضہ کر لیا اور شام کے اندھیرے میں اپنے کیمپ واپس آ گئے۔ اگلے دن انہوں نے کھڑکی پر دھاوا کیا اور عمارتوں کو ڈھا دیا اور شہر کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ دکنی دوبارہ منظم ہو جائیں گے اس لئے شاہی فوج روہن کھنڈہ درّے سے ہو کر اپنے کیمپ واپس آ گئی[۲۵]

خان خاناں نے اس دوسری مہم میں مغل وقار کو جزوی طور پر بحال کر دیا مگر اس کے افسران اب بھی مخل ہو رہے تھے۔ وہ ۱۶۱۶ء تک اعلیٰ کمان پر قائم رہا اور اعزاز کے ساتھ کارنامے انجام دیے، پھر بھی اس پر دکنی رشوت میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا۔ شہزادہ خرم کو بڑا اشتیاق تھا کہ وہ دکن کی مہم کو فاتحانہ انجام دے خصوصاً اس خیال سے کہ پرویز نے وہاں سخت بدنامی حاصل کی تھی۔

شہزادہ خرم دکن کی کمان پر

چنانچہ نور جہاں کے گروہ نے یہ انتظام کیا کہ پرویز کو الہ آباد تبدیل کر دیا اور خان خاناں کو واپس بلا کر دکن کی مہم شہزادہ خرم کو سپرد کر دی[۲۶]

---

۲۵ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۱۱ تا ۳۱۴؛ اقبال نامہ صفحات ۷۵ تا ۸۰، خافی خان جلد اول صفحات ۲۸۲، ۲۸۵، ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۷۵)، خان خاناں کی مہم کے کارناموں کے ساتھ پورا انصاف نہیں کیا ہے۔

۲۶ سر طامس رو (جلد دوم صفحات ۲۷۸ و ۲۷۹) انگریزی سفیر بھی عام خیالات کا حامی ہے کہ "خان خاناں یقیناً دکنیوں کے ساتھ ساز باز کرتا تھا جن سے اُسے پنشن ملتی تھی"۔ رو نے خان خاناں کی واپس طلبی اور شہزادہ خرم کی دکن میں تعیناتی کے متعلق ایک عجیب روایت بیان کی ہے جو اس وقت مشہور رہی ہوگی مگر جس کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ "بادشاہ کو شہزادہ خرم کی جاہ طلبی اور گروہ بندی اور اُسکے دوسرے بھائیوں کی ناخوشی کا بخوبی علم تھا نیز خان خاناں کی قوت کا اسلئے اس نے سب کو خوش کرنا چاہا۔ اس طرح کہ سلطنت کو منظور کرے اور خان خاناں کو اسکے موجودہ منصب پر قائم رکھے چنانچہ اس مقصد سے اس نے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

یہ بھی طے کیا گیا کہ بادشاہ کو اپنا مستقر مالوہ کو دار السلطنت مانڈو میں قائم کرنا چاہیئے جو مقام جنگ کے قریب ہے۔ اکتوبر ۱۶۱۶ء کے شروع میں خرم کا ڈیرہ خیمہ اجمیر سے دکن کو روانہ ہوا۔ شروع نومبر میں اُسے شاہ کا خطاب دیا گیا جو اس سے پہلے خانوادہ تیمور کے کسی شہزادہ کو نہیں ملا تھا۔ اعزاز اور تحفوں سے لدا ہوا ممتاز امرا کی جماعت اور ایک زبردست فوج کے ساتھ شہزادہ دکن کے لئے روانہ ہوا۔ درباری مورخ معتمد خاں کو ایک ہزار ذات اور ڈھائی سو سوار کا منصب دے کر بخشی مقرر کیا گیا۔[۲۷]

جہانگیر کی اجمیر سے روانگی

منگل ۱۰ نومبر ۱۶۱۶ء (یکم ذی قعدہ - ۲۱ آبان) کو ٹھیک نو بجے منجموں کی تجویز کی ہوئی ساعت بتائی ہوئی پر بادشاہ اپنے اہل حرم اور اہلِ دربار کے ساتھ روانگی کے لئے تیار ہوا۔ اُس دن بھی وہ تحفے لینے اور دینے کیلئے جھروکہ میں بیٹھا۔[۲۸]

(بقیہ حاشیہ صفحہ) ایک عنایت آمیز خط لکھا اور مصالحت کی نشانی کے طور پر خان خاناں کو ایک واسکٹ بھیجی لیکن اس کے روانہ کرنے سے پہلے اُس نے اپنی ایک عزیز خاتون کو جو محل میں اُسکے ساتھ رہتی تھی اس مقصد کی اطلاع دے دی۔ اس خاتون نے خواہ اپنی مرضی کے خلاف (؟) خواہ سلطان خرم کے زیر اثر یا اپنی فراخ دلی سے کہ اپنے خاندان کے بڑے کو تمام خوبیوں کے باوجود انتہے تذبذب کی حالت میں دیکھ کر صاف صاف جواب دیا کہ خان خاناں اس واسکٹ کو کبھی نہ پہنے گا اسلئے کہ اُسے معلوم ہے کہ بادشاہ اُس سے نفرت کرتا ہے اور دو مرتبہ اُسے زہر دینے کی کوشش کی مگر خان خاناں نے اُسے منہ میں ڈالنے کے بجائے اپنے سینے پر اُنڈیل لیا اس لئے کہ وہ یقیناً بادشاہ کی بھیجی ہوئی کوئی چیز استعمال نہ کریگا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ اسے بھیجنے سے پہلے خود اپنے اوپر اسے ایک گھنٹہ پہن کر آزمائے گا اور وہ خط لکھ کر اسکی شہادت دے سکتی ہے۔ خاتون نے جواب دیا کہ وہ اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے دونوں میں سے کسی کا اعتبار نہ کرے گا لیکن اگر وہ سکون کے ساتھ اپنے عہد پر قائم رہے تو صدقِ دل سے بادشاہ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنا ارادہ بدل دیا اور سلطان خرم کو مزید فوج کے ساتھ دکن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ رو جلد دوم صفحات ۲۷۹ و ۲۸۰

۲۷ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۳۳۸ و ۳۳۹ - اقبال نامہ صفحات ۹۰ و ۹۱ - خافی خان جلد اول صفحہ ۲۸۹ رو نے (صفحات ۳۴۹ تا ۳۵۰) خرم کو جو تلوار دی گئی اسکی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ کیا ہے اور جو خنجر دیا گیا اسکی قیمت کا اندازہ چالیس ہزار روپیہ کیا ہے شہزادہ ایسی گاڑی میں روانہ ہوا جو اسکی جہانگیر کو نذر دی ہوئی گاڑی کی طرح تھی۔ شہزادہ گاڑی کے بیچ میں بیٹھا جو چاروں طرف کھلی ہوئی تھی۔ اس کے خاص امرا خیمہ تک جو چار میل کے فاصلہ پر تھا اسکے ساتھ پا پیادہ چلے شہزادہ کے آگے پیچھے لوگوں کا ہجوم تھا اُن پر شہزادہ جو ہی کے سکے پھینکے اٹھالو اپنا ہاتھ اُس نے بڑھا کر کو جوان کے ہاتھ میں سو روپے رکھ دیئے۔

۲۸ سر طامس رو جس نے اس منظر کو خود دیکھا۔ اس کا بیان ہے کہ بادشاہ جو تحفہ دیتا تھا وہ ایک ریشمی تار کے ذریعے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس کے بعد کا منظر سر طامس رو نے نہایت دلچسپ اور معلوماتی تحریر میں بیان کیا ہے۔
اس عینی شاہد کا بیان ہے کہ دفعتہً بادشاہ اٹھا اور ہم دربار کی طرف چلے گئے اور قالین پر بیٹھ کر بادشاہ کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں وہ باہر آیا اور قریب نصف گھنٹہ کے بیٹھا جب تک کہ اس کی حرم کی بیگمات ہاتھیوں پر سوار ہو گئیں۔ ہاتھی بچاس تھے اور سب پر نہایت قیمتی ساز تھا۔ خاص کر تین ہاتھیوں پر جن کے اوپر سونے کی سیڑھیاں تھیں اور باہر دیکھنے کے لئے ہر طرف تاروں کی جالی اور اوپر کمخواب کی چھتری۔ اب بادشاہ زینے سے اترا اور بادشاہ سلامت کا اتنا شور ہوا کہ توپ کی آواز دب جائے۔ زینے کے نیچے جہاں میں کھڑا تھا اور ہجوم کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا تھا وہاں ایک شخص بہت بڑی مچھلی لایا اور دوسرا شخص ایک کلفت کی طرح کی سفید چیز کا برتن (یہ دہی ہوگا۔ مترجم) بادشاہ نے اس برتن میں انگلی ڈالی اور مچھلی کو چھوا اور پھر اپنی پیشانی پر لگا لیا۔ یہ ایک برکت کے شگون کی رسم تھی۔ ایک اور شخص تھیلا لٹکائے تھا جس میں تیس تیر اور ایک کمان تھی۔ یہ تھیلا وہی تھا جو ایران کے سفیر نے نذر کیا تھا۔ بادشاہ کے سر پر پگڑی تھی جس پر ہنس کے پروں کی کلغی تھی۔ پر زیادہ نہ تھے مگر لمبے تھے انہیں میں ایک طرف بغیر ترشا ہوا ہیرا لٹکتا تھا جو اخروٹ کے برابر تھا۔ گلے میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا موتیوں کا تین لڑی کا ہار تھا جس کے موتی اتنے بڑے تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اس کے بازوبند میں ہیرے جڑے تھے اور کلائی میں کئی طرح کے زیور تھے۔ ہاتھوں میں کوئی

(بقیہ صفحہ) جو ایک پہیہ پر لگا تھا۔ نیچے کر دیا جاتا تھا اور جو تحفہ بادشاہ کو دیا جاتا تھا وہ اسی طرح اوپر کر دیا جاتا تھا اور ایک بوڑھی بدشکل موٹی عورت اسے گھسیٹ لیتی تھی۔ اسی موقعہ پر رو نے شاہی بیگمات کی جھلک دیکھی۔ وہ لکھتا ہے "ایک طرف کھڑکی میں بادشاہ کی دو خاص بیگمات تھیں جنھوں نے باہر دیکھنے کے شوق میں چلمن میں سوراخ کر لئے تھے میں نے پہلے انکی انگلیاں دیکھیں اور جب انہوں نے ایک آنکھ چلمن سے لگا کر دیکھا تو یکے بعد دیگرے دونوں آنکھیں نظر آئیں۔ ذرا دیر کے لئے میں نے پورا چہرہ دیکھا۔ ان کا رنگ کسی قدر صاف تھا اور ان کے سیاہ بال کنگھی سے برابر کئے ہوئے تھے اور اگرچہ وہاں کوئی روشنی نہ تھی مگر انکے ہیرے اور موتیوں کی چمک کافی تھی جب میں نے ادھر دیکھا تو وہ چھپ گئیں۔ وہ اتنی خوش تھیں کہ میں سمجھا کہ وہ میرے اوپر ہنس رہی ہیں" رو، جلد دوم صفحات ۵۲۰ و ۵۲۱۔

Marfat.com

زیور نہ تھا مگر ہر انگلی میں ایک انگوٹھی تھی۔ اُس کے دستانے انگریزی ساخت کے تھے اور اُس کی کمر کی پیٹی سے لٹکے ہوئے تھے۔ اُس کے زربفت کوٹ میں آستین نہ تھی اور ایک چھتری (شامیانہ) آبِ رواں جیسی باریک اون کا[29] اس کے پیروں میں زرکار اونچے تلے کے جوتے تھے جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اور ان کا اگلا حصہ نوک دار ہو کر پیچھے کو الٹا ہوا تھا۔ اس طرح مسلح اور مرصع وہ کوچ کی طرف گیا جو اُس کے لئے تیار تھی۔ اُس کا انگریز ملازم ایکٹرون کی طرح نہایت قیمتی اور شوخ رنگ لباس پہنے تھا۔ کوچ میں چار گھوڑے تھے جن کا ساز زرکار مخمل کا تھا۔ کوچ دیسی کاریگروں کا بنایا ہوا تھا بالکل اسی نمونہ کا تھا جیسا انگلستان سے آیا تھا اور بادشاہ اس پر پہلی مرتبہ سوار ہوا تھا۔ یہ انگلستان کے بنے ہوئے کوچ سے اتنا مشابہ تھا کہ میں اُس کے ایرانی مخمل کے غلاف سے ہی پہچان سکا۔

---

[29] جیسا کہ فاسٹر نے کہا ہے سیمین شامیانہ سناہات کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو ایک باریک ہلکے کپڑے کا ہوتا تھا جس کی مسلمان قبا یا کپڑے بناتے ہیں۔ (خطوط موصولہ ایسٹ انڈیا کمپنی جلد اول صفحہ ۲۹)

[30] فاسٹر کو برٹش میوزیم میں کیریج کا ایک خط ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر طامس رو نے اپنے دربار میں پہلے دن پیش ہونے کے وقت جو کوچ نذر کیا تھا اُسکی انگلستان میں قیمت ۱۵۱ پونڈ گیارہ شلنگ تھی بادشاہ نے کوچ کے ہر حصہ کو بغور دیکھا اور بہت پسند کیا (دیکھو رو جلد اول صفحات ۱۱۸ تا ۱۱۹)

بادشاہ نے انگریزی کوچ کا سارا چینی کپڑا اتروا دیا اور اسکی جگہ ایک بہت قیمتی زرکار کپڑا ریشمی پھولوں سے کڑھا ہوا لگوا دیا جس کے پھولوں کا رنگ نہایت ہی موزوں تھا اور جو باریک کٹے ہوئے تھے اور بجائے پیتل کی کیلوں کے چاندی کی کیلیں لگوا دیں تھیں جو ملمع تھا اور دونوں کوچوں کو گھوڑوں اور ساز سے آراستہ کر کے باری باری اُن پر سواری کرتا تھا اور انگریز کوچوان کو اپنی خدمت کے لئے طے کر لیا اور اسے قیمتی کپڑے اور بھاری پنشن دی اور اگرچہ وہ اسے ان میں سے کسی کوچ پر نہیں لے جاتا تھا مگر اسے کم از کم دس پونڈ انعام دیتا تھا جس سے کوچوان بہت دولت مند ہو گیا تھا اگر اسے ملازمت نہ جاتی تو وہ اس طرح ملازمت پر رہا قائم رہتا (ٹیری صفحہ ۳۰۵)

کوچوان کا نام فاسٹر نے طامس کیریج کے خط کی سند پر ولیم ہیسل بتایا ہے۔ وہ پہلے لارڈ فاران اور لارڈ بشپ کوونٹری لچفیلڈ کا ملازم تھا (صاحبی یادداشت مورخہ ۲ جنوری ۱۶۱۶ء) فاسٹر نے انڈیا آفس کے کاغذات کی سند پر اس ٹیری پلٹن کی نقل نقل کی ہے جو بعد از بتاتی ہے جہانگیر نے اپنے جنوب کے سفر میں کوچ کی سواری اس ہندو رسم کے بموجب کی تھی کہ بادشاہ اور بڑے لوگوں کو جو مہم پر جاتے ہوئے مشرق کی طرف جانا ہو ہاتھی پر جنوب کی طرف ایک رنگ کے گھوڑے پر اور شمال کی طرف پالکی یا ڈولی پر اور جنوب کی طرف رتھ یا بہل پر جانا چاہیے۔
جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۳۰

Marfat.com

بادشاہ کوچ کے آخری سرے پر بیٹھا جس کے دونوں طرف دو خواجہ سرا تھے جن کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے عصا تھے جو عقیق سے مرصع تھے اور ایک سفید گھوڑے کے بالوں کی جھوُر مکھیاں جھلنے کے لئے تھی۔ اس کے آگے نقارے تھے جو زور زور سے بجائے جا رہے تھے اور کئی چھتریاں اور طرح طرح کے عجیب قسم کے شاہی نشانات تھے جو زربفت کے بنے تھے اور ان میں بڑے بڑے عقیق ٹکے تھے۔ بعض میں ہیرے اور زمرد تھے اور بعض میں صرف ملمع کئے ہوئے ہیں۔ ایرانی سفیر نے بادشاہ کو ایک گھوڑا نذر کیا۔ پیچھے تین پالکیاں تھیں انہیں میں سے ایک کے جوڑوں اور پایوں پر سونے کی چادر چڑھی تھی جس کے سرے پر قیمتی پتھر موتی تھے۔ غلاف سرخ مخمل کا تھا اور جھالر میں ایک فٹ لمبی موتیوں کی لڑیاں آویزاں تھیں۔ ایک ملازم قیمتی پتھروں سے جڑا ہوا سونے کا پاندان لئے تھا اور دوسرے دو پاندان رنگین زربفت کے حاشیے کے تھے۔ ان کے پیچھے ایک انگریزی کوچ تھی جسے نئے سرے سے سجایا اور آراستہ کیا گیا تھا۔ یہ بادشاہ نے اپنی بلکہ نورمحل کو دیا تھا جو اس میں سوار تھی۔ اس کے بعد ایک تیسری کوچ ملکی ساخت کی تھی جو میرے خیال میں پسند کی نہ تھی۔ اس پر بادشاہ کے چھوٹے لڑکے سوار تھے۔ اس کے پیچھے تقریباً بیس ہاتھی تھے جو بادشاہ کی سواری کیلئے فاضل رکھے گئے تھے۔ ان کا ساز اور زیور اتنا بھاری تھا کہ انہیں دھوپ کی پروانہ تھی۔ ہر ہاتھی پر ہر قسم کے زربفت، گلٹ ساٹن اور کتان کے جھنڈے تھے۔ شاہی امرا پیدل ساتھ چل رہے تھے۔ میں بھی پھاٹک تک پیدل گیا اور پھر الگ ہو گیا۔ شاہی بیگمات جو اپنے ہاتھیوں پر تھیں نصف میل پیچھے چلتی تھیں۔ جب بادشاہ اس دروازہ تک پہنچا جہاں اس کا لڑکا قید تھا تو اس نے کوچ رکوائی اور لڑکے کو بلایا جس کی ڈاڑھی بڑھ کر کمر تک پہنچ گئی تھی جو ناراضی کی علامت تھی۔ بادشاہ نے اُسے ایک فاضل ہاتھی پر سوار ہونے کا حکم دیا اور اس طرح وہ بادشاہ کے برابر چلا جس پر تمام لوگوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور ان کے دل نئی امیدوں سے بھر گئے۔ بادشاہ نے اُسے ایک ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے دیا۔ اس کے جیل کا نگران آصف خان اور سارے بڑے بڑے لوگ پیدل تھے۔ میں ہجوم کے دباؤ اور زحمت سے بچنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لشکر کو پار کر کے بادشاہ سے پہلے پہنچ گیا اور بادشاہ کے اپنے خیمے تک پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ بادشاہ ہاتھیوں کی قطار کے بیچ سے نکلا۔ سب ہاتھیوں کی طرف زینے لگے تھے۔ چاروں کونوں پر کتان کے جھنڈے تھے۔ سامنے ایک گوکھن تھا جس میں ایک گولہ ٹینس کے گیند کے برابر لٹک رہا تھا اور اس کے پیچھے توپچی تھا۔ ہاتھی تقریباً سو کی تعداد میں تھے اور اُمرا کے

Marfat.com

ہاتھی جو ان کے پیچھے تھے ان کی تعداد چھ سو تھی اور سب پر مخمل یا زردوزی کی جھول تھی اور ان کے اوپر دو یا تین سنہرے جھنڈے تھے۔ راستہ میں متعدد بہشتی آگے آگے مشکوں سے پانی چھڑک رہے تھے۔ کوئی گھوڑا یا آدمی دو فرلانگ تک بادشاہ کے قریب نہیں جا سکتا تھا بجز ان امراء کے جو ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ چنانچہ میں جلدی سے خیمہ کے پاس پہنچ گیا کہ بادشاہ کے سواری سے اترنے پر آداب بجالاؤں۔ خیمہ کے چاروں طرف تقریباً ایک انگریزی میل کے احاطہ میں مختلف قسم کی بلند قناتوں کی دیوار کھچی تھی جو موٹے کپڑے کی تھیں اور باہر کی طرف سرخ اور طرح طرح کے نقوش سے مزین تھیں اور ایک خوبصورت دروازہ تھا۔ ان قناتوں کی بلیوں کے سرے پیتل کے تھے۔ مجمع بہت تھا۔ میں نے اندر جانا چاہا مگر کسی کو اجازت نہ تھی۔ ملک کا بڑے سے بڑا آدمی دروازے پر بیٹھا تھا۔ مگر میں نے کچھ رقم دی تو مجھے اندر جانے دیا گیا۔ اس دربار کے درمیان میں ایک سیپ کا بنا ہوا تخت تھا جو دو ستونوں پر زمین سے اونچا کیا گیا تھا۔ اس کے اوپر ایک بلند شامیانہ تھا اور بلیوں کے سرے پر سونے کی موٹھ تھی اور زربفت کی چھتریاں تھیں اور فرش پر قالین بچھا تھا۔ جب بادشاہ خیمہ کے قریب آیا تو چند امراء اور ایرانی سفیر اندر آئے۔ ہم ایک دوسرے کے قریب اس طرح کھڑے ہوئے کہ بیچ میں ایک راستہ بن گیا۔ بادشاہ نے داخل ہو کر مجھ پر نظر ڈالی اور میں آداب بجالایا۔ پھر اس نے ایرانی سفیر کی طرف اشارہ کیا۔ میں زینہ تک اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ سب لوگوں نے مبارک سلامت کی صدا بلند کی اور ہم سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے پانی مانگا۔ ہاتھ دھوئے اور اندر چلا گیا۔ شاہی بیگمات دوسری طرف اپنے خیموں میں چلی گئیں۔ اس احاطہ میں خیموں کے تقریباً تیس قطعات تھے۔ سارے امرا اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے جو نہایت خوبصورت تھے، کچھ سفید اور کچھ سبز اور کچھ ملے جلے اور سب مکانوں کی طرح آراستہ تھے۔ ایسا بے نظیر شاندار منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ساری وادی ایک خوبصورت شہر معلوم ہوتی تھی جہاں کوئی سامان بے ترتیبی سے نہیں رکھا تھا اور نہ کوئی پھٹا پرانا کپڑا سامان کے ساتھ خلط ملط تھا۔ میرا لباس وغیرہ اس مجمع کے مناسب نہ تھا اور میں اپنے دل میں شرمندہ تھا۔ لیکن میرا پانچ سال کا مشاہرہ بھی مجھے ایک معمولی ایسا لباس مہیا نہیں کر سکتا تھا جو دوسروں کے ساتھ کھپ سکے کہ ہر ایک کے پاس دوہرا سامان تھا اور ہر روز جب بادشاہ بیدار ہوتا تھا لباس بدلا ہوا ہوتا تھا۔ چنانچہ میں اپنے غریب سے

Marfat.com

خیمہ میں چلا گیا[31]

دیورانی میں مقام

دیورانی[32] کے مقام پر سات دن قیام ہوا۔ رام سیر میں جو نورجہاں بیگم کی جاگیر ہے ایک شاندار ضیافت کی گئی۔

---

[31] رو جلد دوم صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۶۔ رو کے پادری ٹیری نے جہانگیر کے شاہی کیمپ کا مفصل حال لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "وہ یقیناً نہایت شاندار تھا جیسا کہ ہر وہ شخص جس نے بے شمار خیموں کو دیکھا ہو اور شہ نشینیں ایک دوسرے کے پاس نصب کی ہوئی دیکھی ہوں اعتراف کرے گا۔ اس لئے کہ یہ سب مل کر ایک شاندار اور خوبصورت شہر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب خیمے جب پاس پاس نصب ہوتے ہیں تو اتنی وسیع زمین کا احاطہ کرتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کم از کم پانچ انگریزی میل کے رقبہ میں ہوں گے۔ کسی پہاڑی پر سے دیکھنے میں جہاں سے یہ سب نظر آئیں نہایت خوبصورت معلوم ہوتا

"اس لشکر میں بادشاہی کیمپ میں جتنے خیمے نصب ہیں وہ بیشتر سفید ہیں جیسے انکے مکینوں کے لباس لیکن مغل کے خیمے سرخ ہیں اور جن بلیوں پر وہ نصب ہیں وہ دوسروں سے بہت اونچی ہیں۔ یہ خیمے کیمپ کے وسط میں نصب ہیں اور وسیع رقبہ پر ہیں اور ہر طرف سے نظر آتے ہیں اور یقیناً وہ بہت کشادہ ہوں گے جن میں بادشاہ اسکی بیگمات اور شہزادوں اور خواجہ سراؤں کی گنجائش ہوگی۔ آگے کی طرف یا بیرونی حصہ میں جو بادشاہ کے خیمہ کے اندر صحن ہے وہ بہت وسیع ہے جس میں بادشاہ رات سات اور نو بجے کے درمیان داخل ہوتا ہے اور جسے غسل خانہ کہتے ہیں۔

شاہی خیمہ کے چاروں طرف قناتیں گھری ہیں جو ہمارے پردوں کی طرح ہیں اور لپیٹی جا سکتی ہیں۔ یہ قناتیں نو دس فٹ اونچی ہیں اور مضبوط چھینٹ کی بنی ہوئی ہیں اور ان کا حاشیہ بھی اسی کپڑے کا ہے اور ہر جوڑائی چھڑی سے مضبوط کر دی گئی ہیں لیکن باہر کی طرف انکی حفاظت مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ کرتا ہے جو رات دن پہرہ دیتا ہے۔ شاہی امرا کے خیمے بھی وسیع ہیں جو چاروں طرف نصب ہیں۔ لشکر بھر میں سارے خیمے اس طرح قاعدے سے نصب ہیں اور ایسی ترتیب سے ہیں کہ جب ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو ان عارضی مکانوں کے بیچ سے سیدھے چلے جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک ہی جگہ موجود ہیں اور مختلف راستوں اور بازاروں سے بادشاہ کے خیموں کے حساب سے راستہ معلوم کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کبھی ہٹائے نہیں گئے۔ داغ ڈوابسٹ انڈیا صفحات ۲۹۰ تا ۳۰۱

[32] متن میں دیوراے ہے لیکن بیوریج کا بیان ہے کہ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر ۳۰۵ میں دیورانی ہے۔ قطعی طور پر کہا گیا ہے کہ شہزادہ خرم نے میواڑ کی فاتحانہ مہم سے واپسی میں دیورانی میں قیام کیا تھا۔ یقیناً اس موقع پر جہانگیر نے اسی میدان میں قیام کیا ہوگا۔ مآثر جہانگیری میں ریواری ہے اور گلیڈون نے بھی اسی کی نقل کی ہے۔ (صفحہ ۱۱۱)

Marfat.com

بادشاہ کی جدروپ سے ملاقات

دوسرا قابلِ لحاظ مقام اجین کے قریب تھا۔ بادشاہ مشہور ہندو درویش جدروپ سے ملنے چوتھائی میل پیدل گیا۔ درویش ایک کھوہ میں رہتا تھا[۳۳]۔ جہاں نہ چٹائی تھی نہ پیال اور نہ وہ سخت سے سخت سردی میں بجز ستر ڈھانکنے کے ایک چیتھڑے کے کوئی کپڑا پہنتا تھا۔ وہ تاپنے کے لئے کبھی آگ نہیں جلاتا تھا اور ہمیشہ قریب کے ایک تالاب میں دن میں دو مرتبہ نہاتا تھا۔ دن میں ایک مرتبہ وہ اجین کے شہر میں جاتا تھا اور سات برہمن خاندانوں میں سے اپنی پسند سے تین خاندانوں میں جاتا تھا اور ان کا تیار کیا ہوا کھانا پانچ لقمے بغیر چبائے ہوئے کھا لیتا تھا۔ اس زمانہ کی ایک تصویر موجود ہے جو شاید اجمیر میں بادشاہ کی فرمائش پر تیار کی گئی تھی جس میں اس درویش کو دبلا پتلا آدمی دکھایا گیا ہے جس کے چہرے پر دماغی قوت اور روحانی بندگی کی چمک ہے۔ وہ خلوت پسند تھا اور شاذونادر ہی لوگوں کی صحبت میں باہر آتا تھا علمیت اور پاکبازی اور ریاضت میں اس نے بڑی شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس نے دفلسفہ کے چھ سلسلوں میں سے ایک سلسلہ ویدانت پر عبور حاصل کر لیا تھا جسے باخبر بادشاہ نے تصوف کا ایک سلسلہ کہا ہے۔ اکبر اعظم نے ۱۶۰۱ء میں دکن سے آگرہ جاتے ہوئے اس درویش سے ملاقات کی تھی اور اسے خوب یاد رکھا تھا۔ جہانگیر نے کئی گھنٹہ تک اس سے گفتگو کی اور اس سے بہت متاثر ہوا[۳۴]۔

---

۳۳ اس کھوہ کی گنجائش کے متعلق مختلف بیانات ہیں جہانگیر (صفحہ ۳۵۰) کا بیان ہے کہ اس کا دہانہ ۵ گرہ اور ایک گز کے تہائی سے ذرا زیادہ اور چوڑائی ۳ گرہ (ایک گز کا چوتھائی یا پانچواں حصہ)

اقبال نامہ (صفحہ ۹۴) نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ مآثرالامرا (صفحہ ۲۰۵) نے اسی کی نقل کی ہے۔

۳۴ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی جولائی ۱۹۱۹ء صفحات ۳۸۹ تا ۳۹۲۔ ڈاکٹر کماراسوامی کے خیال میں یہ تصویر فن نقاشی کا بہترین نمونہ ہے۔ ابوالفضل (آئین جلد اول صفحہ ۲۲۶) نے اسے دوسرے درجہ کے درویشوں میں شمار کیا ہے جو دل کے راز سمجھ سکتے ہیں۔ جہانگیر نے چند دن بعد پھر اس سے ملاقات کی اور کئی گھنٹے اس کی صحبت میں کاٹے (راجرس بیورج جلد اول صفحہ ۳۵۹)

اقبال نامہ نے اس کا نام اتیجا روپ لکھا ہے اور مآثرالامرا نے بھی یہی نام لکھا ہے۔

رو نے (جلد دوم صفحہ ۳۰۰) اپنے سفرنامہ ۱۲ فروری ۱۶۱۶ء کی تاریخ میں یہ اندراج کیا ہے "بادشاہ سوار ہو کر اجین کے ایک درویش سے ملنے گیا جو ایک پہاڑی پر رہتا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کی عمر ۳۰۰ سال کی ہے"۔

اس بزرگ کے متعلق کئی افسانے مشہور تھے۔ عام طور سے وہ تین سو سال کی عمر کا کہا جاتا ہے (رو صفحہ ۳۰۰)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مانڈو میں داخلہ چار ماہ کے آرام کے ساتھ سفر کے بعد شاہی قافلہ ۶ مارچ ۱۶۱۷ء کو مانڈو میں داخل ہوا اور اُن عالی شان عمارتوں میں قیام کیا جو ماہر تعمیرات عبدالکریم نے حال ہی میں تین لاکھ روپیہ کے خرچ سے دوبارہ اس غرض سے تعمیر کئے تھے[۵]

مانڈو کی تاریخ مانڈو ۲۰ ر ۲۲ شمالی عرض البلد اور ۲۸ ر ۷ مشرقی طول البلد پر سطح سمندر سے ۱۹۴۴ فٹ بلندی پر اُجین سے تقریباً ۶۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وسط ہند کی مسلم اور ہندو سلطنتوں کا تیرہ سو برس تک خاص شہر رہا ہے۔ دلاور خاں غوری (۱۳۸۷-۱۴۰۵ء) جو مالوہ کی خود مختار سلطنت کا بانی تھا اس نے اپنا مستقر قدیم ہندو دارالسلطنت دھار اور مانڈو میں منقسم رکھا۔ اس کے لڑکے الپ خاں نے سلطنت کا مستقر مستقل طور پر

(بقیہ صفحہ) جرمن سیاح ہینرچ وان پوزر نے یہ واقعہ سنا اور یقین کیا۔ درویش چوبیس گھنٹہ میں صرف اسی قدر کھانا کھاتا تھا جتنا غلہ اس کی پانچ انگلیوں کی گرفت میں آسکے

ولیم اروِن نے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۰ء صفحہ ۹۵۴ میں اسی کی نقل کی ہے۔

[۵] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحات ۳۶۳ تا ۳۶۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۹۶۔

اس سفر کے دوران میں بادشاہ نے دو شیر، ستائیس نیل گاؤ، چھ چیتل، ساٹھ ہرن، تئیس خرگوش اور لومڑیاں اور ۲۰۰۰ دریائی جانور شکار کئے۔ اسی زمانہ میں اُس نے وقائع نگاروں، شکار کے محاسبوں اور شکاریوں کو حکم دیا کہ اس نے بارہ سال کی عمر (۹۸۸ھ) سے اب تک یعنی اپنی پچاس سال قمری اور اڑتالیس سال شمسی عمر تک جتنے جانور شکار کئے ہیں ان کی مکمل فہرست پیش کی جائے۔ چنانچہ حساب لگایا گیا کہ ۲۸۵۳۲ شکار کئے ہوئے جانور اس کے سامنے پیش کئے گئے جن میں سے ۱۷۱۶۷ خود اُس کے شکار کئے ہوئے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

چوپائے: شیر ۸۶ — ریچھ لومڑیاں اود بلاؤ اور لکڑ بھگے ۹ — نیل گاؤ ۸۸۹ — مہا کے (بارہ سنگھے کی ایک قسم) ۳۵ — بارہ سنگھے، چکارے، چیتل، پہاڑی بکریاں وغیرہ ۱۶۷۰ — مینڈھے اور ہرن ۲۱۵ — بھیڑیے ۶۴ جنگلی بھینسے ۳۶ — سور ۹۰ — رنگ ۲۶ — پہاڑی بھیڑیں ۲۲ — ارغلی ۳۲ — جنگلی گدھے ۶ — خرگوش ۲۳ = میزان ۳۲۰۳

پرند: کبوتر ۱۰۳۴۸ — لگڑ جھگڑ (شکرے کی ایک قسم) ۳ — عقاب ۲ — چیل ۲۳ — الو چغد ۳۹ چیل (چوہے خور) ۵ — قنتان (سنہری چڑیاں) ۲ — گنجشک ۴۱ — آلو (بوم) ۳۰ — راج ہنس وغیرہ ۱۵۰ — کوے ۳۴۷۶ میزان ۱۳۹۶۴ — دریائی جانور: مگرمچھ ۱۰ میزان ۱۰ — کل میزان: ۱۷۱۶۷

مانڈو میں منتقل کر دیا اور اس قلعہ کی بنیاد رکھی جو دنیا کے اس حصہ میں مضبوط ترین قلعہ مشہور ہوا۔[1]
اُس کے جانشینوں نے باغ اور فوارے نصب کئے اور وہ عالی شان مسجدیں، مدرسے، سرائیں، محلات اور مقبرے تعمیر کئے جنھوں نے مانڈو کو سارے ہندوستان میں خوبصورت ترین شہر بنا دیا۔

سولھویں صدی میں جب دوسری پٹھان سلطنت اور مغل سلطنت کے دَور میں مالوہ یکے بعد دیگرے میواڑ اور گجرات کا صوبہ بنا تو مانڈو کا زوال تیزی سے شروع ہو گیا۔ چند عالی شان عمارتیں جیسے سلطان ہوشنگ غوری کی تعمیر کردہ جامع مسجد اور سلطان غیاث الدین کا مقبرہ اپنے تمام حسن و شکوہ کے ساتھ باقی رہیں اور قلعہ بیشک ہمیشہ کی طرح ناقابلِ تسخیر رہا مگر شہر کا بیشتر حصہ کھنڈر ہو گیا۔

مانڈو کا حال

اکبر کے عہد میں اسے قدرے زندگی حاصل ہوئی مگر اسے پہلی سی شوکت کبھی نہ حاصل ہو سکی۔ معاصر یورپین سیاحوں کے بیانات سے کچھ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ۱۶۱۷ء میں جب جہانگیر نے قیام کیا تو اس وقت شہر کی کیا حالت تھی۔ ٹیری جو اپنے آقا سفیر کے ساتھ دربار شاہی میں مقیم تھا۔ اُس نے لکھا ہے: "یہ شہر . . . ایک بلند پہاڑ کے اوپر ہے جس کی چوٹی مسطح میدانی اور وسیع ہے۔ ایک طرف کے علاوہ ہر طرف چڑھائی بہت بلند اور ڈھلوان ہے اور راستہ ہمیں غیر معمولی طور پر طویل معلوم ہوا۔ اس لئے کہ پہاڑ پر چڑھنے میں ہمیں پورے دو دن لگ گئے اور بڑی مشکل سے ہم گاڑیوں پر وہاں پہنچ سکے . . . جس پہاڑ پر مانڈو واقع ہے وہ خوبصورت درختوں کے بیچ میں ہے جو ایک دوسرے سے

---

[1] فرشتہ کا بیان ہے: "یہ قلعہ دنیا میں سب سے عجیب ہے۔ یہ ایک الگ پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ کوس کے احاطہ میں ہے۔ خندق کی جگہ ایک گھاٹی ہے جو قدرت نے چاروں طرف گھیر دی ہے اور جو اتنی گہری ہے کہ معمولی راستے سے قلعہ میں پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ قلعہ کے اندر پانی اور چارہ کی وافر مقدار ہے مگر چونکہ کاشت کے لئے کافی زمین نہیں ہے جو فوج بھی اس کا محاصرہ کرے وہ قلعہ کی سڑکوں کو بند کر کے ہی محاصرہ جاری رکھ سکتی ہے اسلئے کہ اتنے وسیع مقام کا محاصرہ تقریباً ناممکن ہے۔ قلعہ سے آنے والی اکثر سڑکیں ڈھلواں ہیں جن پر چلنا دشوار ہے۔ جنوب کو جانے والی سڑک جس کا نام تارا پور دروازہ ہے اتنی ناہموار اور ڈھلوان ہے کہ اس پر رسالہ نہیں لے جایا جا سکتا۔ شمال کی طرف کی سڑک جو دہلی دروازہ کو جاتی ہے وہ البتہ آسانی سے استعمال ہو سکتی ہے۔"

Marfat.com

اتنے فاصلے پر ہیں کہ خواہ اوپر سے دیکھا جائے یا نیچے سے بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ پہاڑ '..... یہ جگہ .... جو ہمارے یہاں آنے سے پہلے زیادہ آباد نہ تھی اس میں سالم مکانوں سے زیادہ کھنڈر ہیں لیکن جو عمارتیں کھنڈروں سے اوپر کھڑی ہیں ان میں چند غیر آباد مسجدیں ہیں۔؎

ولیم فنچ لکھتا ہے: "یہ قدیم شہر پھاٹک سے پھاٹک تک شمال جنوب میں چار کوس ہے لیکن مشرق مغرب میں دس یا بارہ کوس اور اس کے مشرق میں کئی میل کی چراگاہ ہے۔ پہاڑ کی بلندی پر کوئی سولہ شفاف تالاب ہیں جو شہر کے مختلف حصوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔

جو عمارتیں ابھی موجود ہیں وہ سب خوبصورت ہیں اگرچہ پہلی جیسی نہیں۔ یہ سب مضبوط پتھر کی خوبصورت اور بلند دروازوں کی ہیں۔ سارے عیسائی ممالک میں کہیں بھی ایسی عمارتیں نہیں جنوب کی طرف اندر جانے کے دروازے میں اندر شہر کی طرف جو اب آباد ہے بائیں طرف ایک خوبصورت مسجد ہے اور اس کے برابر ایک خوبصورت محل جس کے اندر چار بادشاہوں کی نہایت خوبصورت اور بیش قیمت قبریں ہیں۔ اس کے برابر ایک بلند زینہ ایک سو ستر سیڑھیوں کا ہے جس کے چاروں طرف برآمدے اور ہر کمرے میں کھڑکی ہے جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہیں اور محرابیں اور ستون ہیں اور ساری دیواروں میں سبز پتھر کی پچی کاری ہے جو بے حد حسین ہے۔ جب میں شمال کی طرف آیا تو وہاں زمین میں ایک ڈیڑھ فٹ چوڑا سوراخ تھا۔ دروازہ بہت ہی مضبوط ہے اور نیچے اترنے کے زینے ہیں اور اس کے باہر چھ اور دروازے ہیں۔ سب مضبوط ہیں جن کے پاس دیواروں سے گھرے ہوئے پھاٹک سے پھاٹک پہرہ داروں کے لئے صحن ہیں۔ اسی کے پاس ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے لیکن اس کا راستہ بہت ڈھلوان ہے۔ کنارے کے سارے حصہ میں دیوار ہے جس میں جابجا مورچے ہیں۔ پھر بھی پہاڑی اس قدر ڈھلوان ہے کہ چاروں ہاتھ پیروں سے بھی اس پر چڑھنا تقریباً ناممکن ہے۔ یہ بالکل پوشیدہ راستہ ہے... شہر پناہ کے باہر اس سمت میں چار کوس تک مضافات پھیلے ہیں مگر بجز چند قبروں، مسجدوں اور سراؤں کے سب شکستہ حالت میں ہیں اور یہ سب آباد ہیں۔"؎

؎ ٹیری صفحات ۱۸۱ و ۱۸۲۔

؎ ولیم فنچ پرچہ جات بچہارم صفحات ۴۳ تا ۴۷ میں مانڈو کے حالات کے لئے دیکھو جہانگیر (ازجی میٹنگ) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کرن شاہ خرم سے مل گیا

اس دوران میں شاہ خرم اپنی فوج کے ساتھ دکن کے محاذ کی طرف راستہ طے کرتا رہا۔ میواڑ کی سرحد پر دود پور میں رانا امر سنگھ نے اس کا استقبال کیا اور شہزادہ کرن کی سربراہی میں ڈیڑھ ہزار سوار کا دستہ اس کے ساتھ کر دیا۔[۹] نربدا کے بائیں کنارے پر خان خاناں، خان جہاں اور مہابت خاں ملے جن کے ہمراہ وہ ۶ مارچ ۱۶۱۷ء کو برہان پور میں داخل ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ) جلد اول صفحات ۳۶۳ تا ۳۶۷۔ اقبال نامہ صفحات ۹۵ تا ۹۶۔ پرانی عمارتوں کے حالات ۷۹ تا ۹۰
تاریخ تبصرہ خافی خان جلد اول صفحات ۲۸۹ تا ۲۹۰

فرشتہ (اصل کتاب) جلد دوم صفحات ۴۶۸ تا ۵۳۴ خصوصاً صفحات ۵۰۴ تا ۵۲۲

بانسٹارٹ کمینٹریس (حوالہ لینڈو بنرجی) صفحات ۱۵ تا ۱۸

برگس جلد چہارم صفحات ۲۰۹ تا ۲۸۰۔ نیز دیگر مورخین، ابوالفضل، بدایونی وغیرہ

آئین جلد دوم (جیرٹ) صفحہ ۱۹۶

ٹیری صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۴

ڈیلا ویل جلد اول صفحہ ۹۷۔ ہربرٹ کا سفرنامہ صفحہ ۹۹

ڈی لائٹ، ترجمہ بیتھ برج کلکتہ ریویو ۱۸۷۱ء صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰

کوریات کریوڈیٹز جلد سوم، ملحقات (ان پیپشا جرنیز) صفحات ۱۴۸ و ۱۴۹

نیز مسٹر جی ہالکم کی سنٹرل انڈیا جلد اول صفحات ۲۹ و ۳۰، ہسٹری آف مانڈو (بمبئی کے ایک غیر معلوم سپاہی کی کتاب کی نقل) کپتان سی ہیرس کی روئنس آف مانڈو۔ جے ایم کیمپل کا مانڈو پر مضمون رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی بمبئی شاخ کے جرنل نمبر ۵۲ تا ۵۳ بابت ۱۸۹۶ء صفحات ۱۵۴ تا ۲۰۱

کپتان ایف بارنس کا مضمون اسی جرنل نمبر ۱۷ صفحات ۵۰ تا ۵۹۔ ایضاً ۱۹۰۳ء صفحات ۳۳۹ تا ۳۹۲۔ مطالعہ مانڈو مسعودیوں کے متعلق بموجودہ زمانہ میں عمارتوں کی جو حالت ہے ان کے نہایت ہی دلکش بیان کو دیکھو فرگسن جلد دوم صفحات ۲۴۶ تا ۲۵۲۔ نیز آرکیالوجیکل سروے کی سالانہ رپورٹ ۱۹۰۳ء صفحات ۳۰ تا ۴۵ نیز امپیریل گزٹیئر

[۹] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد اول صفحہ ۳۴۵ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۸۸۔ آثر جہانگیری کا بیان ہے کہ ملاقات اندم پور میں ہوئی۔ اور یہ کہ جگت سنگھ کو شہزادہ کے ہمراہی پر تعینات کیا گیا۔ جہانگیر اور معتمد خاں کے بیان متضاد ہیں۔ معتمد ہے۔ نیز دیکھو بیر نمود۔

Marfat.com

شاہ خرم کی صلح کی سلسلہ جنبانی

شاہ خرم نے حال ہی میں غنیم سے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی تھی۔ اس نے بیجاپور کے عادل شاہ اور ملک عنبر کے پاس افضل خاں اور راجہ بکرماجیت کو صلح کی شرائط لے کر بھیجا۔ ان سفیروں کا استقبال بڑی عزت اور آؤ بھگت سے کیا گیا۔ صلح کی تجاویز میں خراج دینے اور مفتوحہ علاقوں کی واپسی کا مطالبہ تھا۔ دکنیوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ شاہ خرم کی آمد اور بادشاہ کے قریب سے مغل سرداروں کی باہمی مخالفتوں سے انہیں جو موقعہ حاصل تھا وہ فوراً ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے دیکھ لیا ہو گا کہ باوجود ان کے چھاپہ مار طریق جنگ کے وہ شاہ خرم کی زبردست فوج اور سازوسامان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں گے۔ مزید برآں ملک عنبر نے جو دکنی اتحاد قائم کیا تھا اس میں مغلوں کے روپے اور سفارتی تدابیر سے رخنہ پڑ رہا ہے

شرائط مان لئے گئے

دکنیوں نے صلح کی پیشکش فوراً قبول کر لی اور عادل شاہ خود دکنی امرا سے وصول کئے ہوئے پچاس لاکھ روپیہ کے قیمتی تحفے لے کر شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بالاگھاٹ کا سارا علاقہ جو حال میں ملک عنبر نے فتح کیا تھا مغلوں کو دے دیا گیا [note] اور احمد آباد اور دوسرے قلعوں کی کنجیاں بھی حوالے کر دی گئیں۔

صلح ہو گئی

شاہ خرم نے فوراً سید عبداللہ بارہہ کو شاہی مستقر پر خبر پہنچانے کے لئے بھیجا جو پہلے نور جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور نور جہاں نے بادشاہ کو اطلاع دی اور اس کے صلہ میں دو لاکھ کی قیمتی جاگیر حاصل کی جشن مسرت منانے کا حکم دیا گیا اور نقارے بجنے لگے [note] چند دن بعد بادشاہ کو خرم کا خط ملا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ افضل خاں اور رائے رایان عادل شاہ کے سفیروں کے ساتھ جواہرات، زیورات، ہاتھیوں اور گھوڑوں کے تحائف کے ساتھ اور ایسے تحائف کے ساتھ جو اب تک کسی حکومت اور کسی زمانے میں نہیں آئے لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ شہزادہ نے استدعا کی کہ عادل شاہ کو فرزند شاہ کے لقب سے ممتاز کیا جائے۔ چنانچہ ایک فرمان لکھا گیا جس میں بادشاہ نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا: "شاہ خرم کی استدعا پر فرزند شاہ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔" [note]

---

[111] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحات ۳۰۰، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲۔ اقبال نامہ صفحات ۹۹ تا ۱۰۱۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۳۰۰

[112] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۳۰۷ و ۳۰۸۔ اقبال نامہ جلد سوم صفحہ ۱۰۱۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۹۲

Marfat.com

صلحنامہ ہو جانے کے فوراً بعد خرم نے دکن کے صوبوں کے دفاع اور نظم و نسق کے انتظامات شروع کر دیئے۔ خان خاناں برار، خاندیش اور احمد نگر کا گورنر مقرر کیا گیا اور اس کے بڑے لڑکے شاہ نواز خاں کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ دکن سے حاصل کئے ہوئے علاقہ میں مامور کیا گیا اور ہر عہدہ پر موزوں افسروں کا تقرر کیا گیا۔ تیس ہزار سوار اور سات ہزار پیادہ بندوقچی دکن کے صوبوں میں رکھے گئے [۱۲۴]

شہزادہ مانڈو پہنچ گیا

باقی پچیس ہزار سوار اور دو ہزار بندوقچیوں اور خان جہاں لودی، عبداللہ خاں مہابت خاں، داراب خاں اور سردار خاں جیسے ممتاز افسروں کے ساتھ شہزادہ برہان پور سے روانہ ہوا اور ۱۲ اکتوبر ۱۶۲۱ء (۱۱ شوال ۱۰۳۰ھ، ۲۰ مہر ۱۶ الٰہی) کو مانڈو پہنچ گیا۔ اجمیر چھوڑنے کے بعد سے وہ پورے سال بھر بھی باہر نہیں رہا تھا اور دکن میں تو اس نے صرف چھ مہینے صرف کئے تھے۔

شاندار استقبال

جیسی کہ امید تھی شہزادہ کا استقبال غیر معمولی شان و شکوہ کے ساتھ کیا گیا۔ اس کی دادی اور تمام بڑے اُمرائے تحفوں کے ساتھ باہر نکل کر استقبال کیا [۱۲۵] جہانگیر نے لکھا ہے "جب اُس نے آداب اور زمین بوسی کی رسم ادا کرلی تو میں نے اُسے جھروکہ میں بلایا اور انتہائی شفقت اور مسرت سے اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور اُسے پیار سے گلے لگایا۔ جتنا جتنا وہ انکسار کا اظہار کرتا رہا میں مراعات میں اضافہ کرتا جاتا تھا اور اُسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ شہزادہ کو غیر معمولی تیس ہزار ذات و سوار کے منصب پر اور شاہ جہاں کے خطاب سے فائز کیا گیا اور اُسے دربار میں بیٹھنے کے لئے تخت شاہی کے پاس کرسی دی گئی۔

افسروں کو انعامات

شہزادہ کے ماتحتوں خان جہاں لودی، عبداللہ خاں، مہابت خاں، خان خاناں کے لڑکے داراب خاں، عبداللہ خاں کے بھائی سردار خاں، شجاعت خاں عرب، دیانت خاں، شہباز خاں، معتمد خاں بخشی اور عنبر کو چھوڑ کر آنے والے اودے رام کو بادشاہ سے شرف ملاقات بخشا گیا اور تحفے اور انعامات دیئے گئے۔ بیجاپور کے سفیروں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا [۱۲۶]

---

۱۲۴ جہانگیر بدالجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۳۹۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۰۰۔ ۱۲۵ ایضاً صفحہ ۳۹۴ تا ۴۰۲

۱۲۶ جہانگیر بدالجرس و بیوریج جلد اول صفحات ۳۹۴ تا ۳۹۵۔ اقبال نامہ صفحات ۲۰۰ تا ۲۰۲۔ خافی خان جلد اول صفحات ۳۰۲-۳۰۴ (کذا)

Marfat.com

خود شاہجہاں کو ایک مخصوص خلعت دی گئی اور ایک چوغا معہ گریبان کے

شاہجہاں کو انعام

جس کی آستینوں اور دامن کے سرے پر پچاس ہزار روپے کے قیمتی موتی ٹنکے تھے اور ایک مرصع تلوار اور مرصع خنجر۔[۷۵]

شاہجہاں کے تحفوں کی نمائش

جمعرات ۱۰ آبان کو دیوان عام میں جگمگاہٹ کا منظر تھا جہاں شاہجہاں کے پیش کیے ہوئے تحفوں کی مع سو عراقی گھوڑوں اور ڈیڑھ سو ہاتھیوں کے جن کے ساز سونے چاندی کے اور کاٹھیاں مرصع تھیں۔ نیز ایک ۱/۲ ۹ ٹنکہ وزن کا عقیق غیر معمولی خوبصورتی کا جس کی قیمت کا اندازہ دو لاکھ روپیہ کا تھا، ایک نیلم چھ ٹنکہ وزن کا اور ۷ سرخ جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی اور چمکورہ ہیرا[۷۶] ایک ٹنکہ ۶ سرخ وزن کا چالیس ہزار روپیہ کا قیمتی اور ایک زمرد غیر معمولی حسنِ رنگت اور چمک کا۔ آخری تینوں چیزیں ابراہیم عادل شاہ کا تحفہ تھیں۔ ان کے علاوہ دو موتی ۶۴ سرخ اور ۱۶ سرخ وزن کے پچیس ہزار اور بارہ ہزار روپیہ کی قیمت کے اور ایک ہیرا قطب الملک کا تحفہ ایک ٹنکہ وزن کا تیس ہزار روپیہ کی قیمت کا۔

ہاتھیوں میں سوا لاکھ روپیہ کی قیمت کا نور بخت خود شاہجہاں نے پیش کیا تھا اور مہی پتی اور بخت بلند، عادل شاہ اور بقدر خاں اور امام رضا قطب الملک کے تحفے تھے۔ جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی۔ نور جہاں کو شاہجہاں نے دو لاکھ کا قیمتی تحفہ دیا اور اپنی دوسری سوتیلی ماؤں کو ساٹھ ہزار کے قیمتی تحفے کے تحفوں کی مجموعی قیمت بیس لاکھ روپیہ تھی۔[۷۷]

---

[۷۵] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۹۵۔ اقبال نامہ صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۴۔ خافی خاں صفحہ ۱۹۳

[۷۶] اس ہیرے کا نام چمکورہ درخت کے نام پر ہے۔ جس وقت مرتضیٰ نظام الملک نے برار فتح کیا تو ایک دن وہ اپنی خواتین حرم کے ساتھ باغ میں سیر کرنے لگا وہاں ایک خاتون نے چمکورہ کے درخت کے پاس یہ ہیرا پایا اور نظام الملک کو دیا۔ اسی وقت سے اس کا نام چمکورہ ہیرا ہو گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے احمد نگر کے قیام کے زمانہ میں یہ اس کے قبضہ میں آ گیا۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۰۳

[۷۷] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۹۹ تا ۳۰۱۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۰۵۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۹۴۔ دکن کے معاملات پر مختصر بیان ماٰثر الامرا جلد اول صفحات ۱۸۵ و ۱۸۸ میں ہے۔ (بیوریج) جلد اول صفحات ۹۹، ۱۶۷، ۲۸۳، ۲۵۰، ۲۸۳ و ۵۳۲ تا ۵۳۳

Marfat.com

شاہجہاں نے کیا حاصل کیا؟ جواہرات کی جگمگاہٹ اور ضیافتوں کا جوش و خروش شاہجہاں کے کارناموں پر نمائشی روشنی ڈال رہا تھا۔ درحقیقت اس نے محض خان خاناں کی فتوحات کا چربہ اتارا تھا اور محض ایک عارضی صلح حاصل کی تھی۔ اس حقیقت سے کسی طرح چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ کروڑوں روپیہ خرچ اور ہزاروں جانوں کے نقصان کے باوجود مغل حدودِ سلطنت میں ۱۶۰۵ء کے مقابلہ میں ایک میل کا بھی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے برعکس کچھ دنوں کے لئے بہت نقصان ہوا تھا۔ احمد نگر ہاتھ سے جاتا رہا۔ بالاگھاٹ کا بھی وہی انجام ہوا اور مغل سلطنت کو ایک خطرہ پیدا ہو گیا۔ خان خاناں اور اس کے لڑکے نے صورت حال کو کچھ سنبھالا۔ شاہجہاں نے صرف اتنا کیا کہ اپنی زبردست فوج کا رعب بٹھا دیا اور جیسا تیسا ایک صلحنامہ کر لیا لیکن لوگوں نے اسی کامیابی پر شاندار جشن منایا۔ جس سے اس کے وقار اور شکوہ میں اضافہ ہوا۔

Marfat.com

گیارہویں باب کا ضمیمہ

جہانگیر کا سفر اجمیر سے مانڈو تک

سنہ ہجری	سنہ الٰہی	سنہ عیسوی	مقام
یکم ذی القعدہ	گیارہواں سنہ جلوس		
	۲۱ر آبان		اجمیر سے روانگی
	۲۱ر تا ۲۸ر آبان		دیورانی میں قیام
	۲۹ر		دساولی
	۳ر آذر		بادھل
	۴ر ″		رام سیر میں ضیافت
	۴ر تا ۱۲ر ″		رام سیر میں قیام
	۱۳ر ″		بلودہ
	۱۳ر تا ۱۵ر ″		بلودہ میں قیام
	۱۶ر ″		نہال
	۱۸ر ″		جونسا
	۲۰ر ″		دیوگاؤں
	۲۰ر تا ۲۲ ″		دیوگاؤں میں قیام
	۲۳ر ″		بہاسو
	۲۶ر ″		موضع کاکل کے باہر
	۲۹ر ″	۱۹ر دسمبر	بودا کے قریب لاسا میں
	۲ر دے		کوزا کے جوار میں
	۴ر ″		سورتھ
	۶ر ″		بردرہ

Marfat.com

سنہ ہجری	سنہ الٰہی	سنہ عیسوی	مقام
	۷؍ دے		....
	۸؍ "		....
	۹؍ "		خوش تال
	۱۰؍ "		رنتھبور
	۱۰؍تا ۱۲؍ "		رنتھبور میں قیام
	۱۲؍ "		کویالا
	۱۴؍ "		اکتورہ
	۱۴؍تا ۱۶؍ "		اکتورہ میں قیام
	۱۷؍ "		سایا
	۱۹؍ "		کوراکا
	۲۲؍ "		سلطان پور وچھیرال
	۲۵؍ "		باسور
	۲۷ "		چندوہا
	۲۷؍تا ۲۹؍ "		چندوہا میں قیام
۲؍محرم ۱۰۲۶ھ	یکم بہمن	۲۰؍جنوری ۱۶۱۷ء	روپاہیرا
	۳؍ "		گھاداس
	۶؍ "		اجہر
	۸؍ "		خیرآباد کے قریب
	....		سدھارا
	۱۱؍ "		....
	۱۲؍ "	۳۱؍جنوری	بھیاری
	۱۴ "		بلبلی
	۱۶ "		گیری

Marfat.com

سنہ ہجری	سنہ الٰہی	سنہ عیسوی	مقام
	۱۸ر بہمن		امریا
	۱۹ر "		قیام
	۲۰ر "		سفر
	۲۱ر "		قیام
	۲۲ر "		بلغاری
	۲۳ر "		قیام
	۲۴ر "		قاسم کھیڑہ
	۲۵ "		قیام
	۲۶ "		ہندورال
	۲۸ "		کلیادھا
	۲ر اسفندارمذ		سفر
	۴ر "		جراو
	۶ر "		دیبل پور بھریا
	۱۱ر "		دولت آباد
	۱۴ "		نلچا وساگر
	۱۷ر "		حاصل پور
	۲۲ر "	اتوار	قلعہ مانڈو کے دامن میں جھیل
	۲۳ر "	دوشنبہ	مانڈو میں داخلہ

Marfat.com

بارھواں باب

جہانگیر گجرات میں

وبائیں

جہانگیر کی گجرات کے دورہ پر روانگی

دکن کا مرحلے ہوتے ہی جہانگیر نے گجرات کے دورہ کا قصد کر دیا تاکہ وہاں کے حالات بچشم خود دیکھے جنگلی ہاتھیوں کا شکار کرے اور وسیع سمندر کے منظر کا لطف حاصل کرے۔ بڑی بیگمات، ملازم اور کچھ سامان آگرہ سے روانہ ہو گیا اور خود جہانگیر، نور جہاں اور شاہجہاں کے ساتھ کھمبیات کی طرف روانہ ہوا جہاں آرام سے سفر کرتے ہوئے وہ دو ماہ میں پہنچا۔[1]

کھمبیات

کھمبیات جو مغربی ساحل پر سب سے قدیم سب سے بڑا مشہور بندرگاہ تھا اب بڑے جہازوں کی آمد و رفت کے قابل نہیں رہا تھا چنانچہ جہاز اب قریب کی گوگا بندرگاہ پر اپنا سامان اُتارتے تھے۔ اس معروف بندرگاہ کے محاصل گجرات کی خود مختار سلطنت کی آمدنی کا خاص ذریعہ تھے۔ جب یہ مغل سلطنت میں شامل ہوا تو اکبر نے اس بندرگاہ اور بازار کو کچھ ترقی دی اور شہر کے گرد تقریباً بارہ فٹ اونچی ایک دیوار تعمیر کر دی جس میں جگہ جگہ مینار تھے۔ بادشاہ کی طرف سے تجارت کی سرگرم ہمت افزائی کی وجہ سے یہ شہر بقول پائرارڈ ڈی لاول کے ہندوستانی شہروں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دولت مند شہر ہو گیا تھا۔ جہاں دنیا کے تمام حصوں کے تاجر آتے تھے۔ سڑکیں کشادہ تھیں جن کے سرے پر پھاٹک تھے جو رات کو بند ہو جاتے

---

[1] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۰۱ و ۲۰۲۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۰۶۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش صفحہ ۱۲۹ الف) خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۹۰۔ گلبدن صفحہ ۴۲

Marfat.com

تھے۔ عمارتیں بلند اور پختہ بنی ہوئی تھیں۔ جن پر کھپروں کی چھتیں تھیں اور بارش کا پانی روکنے کے لئے حوض تھے۔ ہاتھی دانت کی چوڑیاں، پتھر کے پیالے، ہار اور انگوٹھیاں بکثرت بنتی تھیں۔ اکثر دکانوں میں خوشبودار عطر، مسالے، ریشم اور ہاتھی دانت کی بکثرت مصنوعات کا ذخیرہ تھا۔ شہر سے بھی بڑے مضافات چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ تفریحی باغوں نے گرد و پیش کو بہت خوبصورت بنا دیا تھا۔ آبادی بیشتر ہندوؤں کی تھی۔[1]

پرندوں کا اسپتال

سب سے زیادہ عجیب چیز پنجراپول یا جانوروں کا اسپتال ہے۔ ان میں سے ایک پرندوں کا اسپتال ہے جس میں ہر قسم کی چڑیاں جو بیمار یا لنگڑی یا بے سہارا یا کمزور ہوں وہ رکھی جاتی ہیں اور ان کی بڑی احتیاط سے نگہداشت کی جاتی ہے۔

ہیبر کا بیان ہے کہ "... اسپتال کا مکان چھوٹا سا ہے۔ چھوٹا سا کمرہ بہت سی چڑیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ تاہم جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ہر قسم کی چڑیوں سے بھرا ہوا تھا جن کا علاج ہوتا تھا۔ جیسے مرغ، مرغیاں، کبوتر، مور، بطخ اور چھوٹی چڑیاں جو لنگڑی یا بیمار یا بے سہارا ہونے کی وجہ سے یہاں رکھی جاتی ہیں اور تندرست ہونے پر اگر جنگلی ہوتی ہیں تو چھوڑ دی جاتی ہیں اور پالتو ہوتی ہیں تو کسی نیک آدمی کو گھر پر پالنے کے لئے دے دی جاتی ہیں۔ سب سے زیادہ عجیب چیز جو میں نے دیکھی وہ چھوٹی چوہیاں تھیں جو بغیر ماں باپ کے ہونے کے یہاں رکھی جاتی ہیں اور ان کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اسپتال میں ایک بوڑھے بزرگ شخص سفید داڑھی کے۔ انہیں روئی میں لپیٹ کر بکس میں رکھتے ہیں اور چڑیوں کے پر سے انہیں دودھ دیتے ہیں۔ ان کی ناک پر

---

[1] حیارٹ جلد دوم صفحہ ۱۴۱ جہانگیر ردا جرس و بیوریج جلد اول صفحات ۱۶،۳۱۶ و ۳۱۷۔ ڈی لائٹ ترجمہ لیتھ بریج کلکتہ ایڈیشن نمبر ۱ ۱۹ شلہ صفحہ ۲۵۰۔ پیٹرو ڈی لا ویل جلد اول صفحات ۶۲، ۶۶ و ۶۷۔ پالی مارڈ ڈی لاول جلد دوم حصہ اول صفحہ ۲۵۰ تھیونات جلد سوم باب ششم صفحات ۱۲ و ۱۴ اور ولیم فنچ۔ پرگس سٹیزآف گجرات صفحہ ۲۸۱

Marfat.com

عینک ہے۔ یہ چوہیاں اتنی چھوٹی ہیں کہ کوئی اور چیز نہیں کھا سکتی ہیں اور ان بزرگ نے کہا کہ جب یہ بڑھ جائیں گی تو چھوڑ دی جائیں گی کہ جہاں جاہیں جائیں[1]

چوپایوں کا اسپتال

اگلی صبح کو ڈیلا ویل نے ایک اور اسپتال دیکھا جس میں بکری کے بچے، بھیڑیں اور بینڈھے تھے جو یا تو بیمار تھے یا لنگڑے اور اسی میں چند مور، مرغ اور دوسرے جانور تھے جنہیں کچھ مدد کی ضرورت تھی اور یہ سب نہایت احتیاط سے ایک وسیع احاطہ میں رکھے تھے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے کمروں میں عورتیں اور مرد بھی تھے جو اُن کی نگہداشت کرتے تھے۔ ایک اور جگہ یہاں سے ذرا فاصلہ پر ہم نے ایک اور اسپتال دیکھا جس میں گائیں یا گایوں کے بچے تھے جن کے یا تو پیر ٹوٹے تھے یا بہت کمزور دبلے پتلے تھے اور اس لئے علاج کے لئے یہاں رکھے گئے تھے۔ انہیں جانوروں میں ایک مسلمان چور بھی تھا جس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے گئے تھے اور چونکہ اب یہ اپنی روزی کمانے کے قابل نہیں رہا تھا اس لئے رحم دل گنواروں نے اسے یہاں غریب جانوروں میں رکھا تھا اور اس کی ساری ضروریات پوری کرتے تھے[2]

کھمبیات میں بادشاہ دس دن ٹھہرا اور دلچسپی کے مقامات دیکھے۔ تاجروں سے ملاقات کی اور فیاضی سے خیرات تقسیم کی اور جہاز پر سوار ہو کر سمندر پر گیا۔

احمد آباد

کھمبیات سے ۳۰ دسمبر ۱۶۱۷ء کو روانہ ہو کر ۲ جنوری ۱۶۱۸ء کو احمد آباد پہنچا یہ شہر ایک سرسبز علاقہ کے درمیان دریائے سابرمتی پر واقع ہے اور مدتوں گجرات کا دار السلطنت اور حرفت و تجارت کا مرکز رہا ہے۔ قریب کے سرکھیج اور دوسرے دیہاتوں میں نہایت اعلیٰ قسم کی بکثرت نیل بنتی ہے جو ہندوستان کی تجارت میں بہت اہم سمجھی جاتی ہے خود شہر زربفت، کمخواب، مخمل اور طرح طرح کی حرفتوں کا مرکز تھا جنہیں سارے

---

[1] ڈیلا ویل جلد اول صفحات ۶۷ و ۶۸

[2] پیٹرو ڈیلا ویل جلد اول صفحہ ۷۰

Marfat.com

ملک میں اور باہر شہرت حاصل ہوگئی تھی۔ ہندو مسلم اور عیسائی تاجر اور اہل حرفہ کثیر تعداد میں یہاں جمع ہوتے تھے۔ ایک پوری سڑک درزی سرائے کے نام سے مشہور تھی اور تاجر کاروانوں کے لئے مخصوص تھی جو رات کو بند ہو جایا کرتی۔ دوسری سڑکیں کشادہ صاف اور سیدھی تھیں اگرچہ خاک آلود۔ سارا شہر جو ہمارے لندن کے برابر تھا ایک پختہ مضبوط اینٹ اور پتھر کی دیوار سے گھرا تھا جس کے گوشوں پر مینار اور مورچے مقررہ فاصلے پر تھے اور بارہ بڑے بڑے خوبصورت پھاٹک تھے۔ شاہی محل میں ایک جھروکہ کی کھڑکی تھی جو ایک چوکور صحن کی طرف کھلتی تھی اور تختوں سے بلند کردی گئی تھی اور اس کے گرد لکڑی یا کٹہرا تھا۔ دیوان عام بہت ہی وسیع صحن تھا جو پالش کی ہوئی سفید دیواروں سے گھرا تھا۔ خوبصورت مسجدوں مندروں اور وسیع باغات اور دورویہ درختوں کی قطاریں، فرانسیسی سیاح کو پیرس کی کورڈیلارین کی خوبصورتی کی یاد دلاتی تھیں جن سے یہ شہر ہندوستان کا خوبصورت ترین شہر ہوگیا تھا۔ آگرہ، مانڈو اور لاہور کے ساتھ یہ سلطنت کے چار بڑے شہروں میں تھا شہر پناہ کے باہر وسیع مضافات پھیلے تھے جنوب مشرق میں ایک مشہور مصنوعی جھیل کنکریا تالاب کے نام سے تھی جس میں سورت کی جھیل کی طرح نیچے جانے کے لئے زینے بنے تھے اور بیچ میں ایک خوبصورت عمارت اور باغ تھے جس کے درمیان میں ایک حوض تھا جو ایک طویل محراب دار پل کے ذریعہ سے کنارے کی زمین سے ملا دیا گیا تھا۔ رات کو جب اس میں روشنی ہوتی تھی تو نہایت ہی دلکش منظر ہوتا تھا۔[۵۴]

---

۵۴ آئین جارٹ جلد دوم صفحات ۲۴۰ و ۲۴۱۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۴۱۹ و ۲۲۳-۲۲۴ تا ۴۲۵ و ۴۲۹۔ اقبال نامہ صفحات ۱۰۷ و ۱۰۸۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۹۴۔ ڈی لائٹ، ترجمہ لیتھ برج صفحات ۳۵۰ و ۳۵۱۔ ٹیری صفحہ ۱۴۹۔ تھنگنن پرچاس جلد ۴ صفحہ ۱۶۷۔ جورڈین صفحات ۱۷۱ و ۱۷۲۔ ڈیلاویل جلد اول صفحات ۹۵ و ۹۶۔ ہربرٹ صفحات ۶۱ و ۶۲۔ پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۲۶۶۔ تھیونٹ جلد سوم باب پنجم صفحات ۸ و ۱۰۔ ٹاورنئیر جلد اول صفحات ۳۴۳ تا ۳۴۹۔ ٹیورنیر جلد اول صفحہ ۴۲۔ منڈل سلو صفحہ ۳۰۔ خلاصۃ التواریخ ترجمہ سرکار انڈیا آف اورنگ زیب صفحات ۵۹ تا ۶۲۔ برگس کی سٹیز آف گجراشٹر صفحہ ۲۱۳۔ گلیڈ ورن صفحہ ۲۲۔ ہوپ اینڈ فرگوسن، آرکی ٹیکچر آف احمد آباد

Marfat.com

بادشاہ نے احمد آباد میں ساڑھے تین ماہ قیام کیا اور اہلِ فن اور اہلِ حاجت میں فیاضی سے روپیہ تقسیم کیا۔[لہ]

انفلوئنزا

جہانگیر نے ایک دن شکار سے واپس آکر دیکھا کہ ہر شخص ایک وبائی مرض میں مبتلا ہے، جیسی وہاں ایک مرتبہ سنہ ۱۵۹۰ء میں آئی تھی اور جیسی سنہ ۱۷۷۵ء میں اور سنہ ۱۸۲۳ء میں سارے ہندوستان میں پھیلی تھی جسے اس وقت انفلوئنزا کہا گیا تھا تقریباً ہر شخص سوجن کے بخار یا درد میں مبتلا رہا۔ بیشتر لوگ صحت یاب تو ہو گئے لیکن کئی ہفتہ تک ضعف میں مبتلا رہے۔ خود جہانگیر پر بھی حملہ ہوا۔ وہ دو دن میں صحت یاب ہو گیا مگر کئی دن تک کمزوری محسوس کرتا رہا۔ شاہجہاں دس دن تک بیمار رہا اور بعد کو چند ہفتہ بہت کمزور رہا۔ وبا کا سبب شدید گرمی اور اس کی وجہ سے ہوائی آلودگی تھا لیکن اس وقت کی طرح اُس وقت بھی اصل سبب معلوم کرنا طبی سائنس کے بس میں نہ تھا۔ قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ یہ وبا جنگ کے اور قحط کے بعد پھیلی[کہ]۔ یہاں کے رہنے والے یوروپینوں کے یہ مہلک ثابت ہوئی اس لئے کہ وہ اس آب و ہوا کے عادی نہ تھے اور جو شدید گرمی سے سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے[شہ]۔ احمد آباد کی آب و ہوا اور گرد و نواح کے

لہ جہانگیر کا بیان ہے کہ "احمد آباد کے قیام کے دوران میں میری رات دن کی مصروفیت ضرورت مندوں سے ملنا اور انہیں روپیہ اور جاگیر دینا تھی۔ میں نے صدر شیخ احمد اور چند دیگر ہوشیار ملازموں کو ہدایت کی کہ وہ جن لوگوں کو حاجت مند سمجھیں انہیں میرے پاس لائیں۔ اسی طرح میں نے شیخ معروف کے لڑکوں اور دیگر ممتاز شیوخ کو ہدایت کی کہ وہ جن لوگوں کو حاجت مند سمجھیں انہیں میرے پاس لائیں۔ نیز چند لوگوں کو بھی مقرر کیا کہ وہ عورتوں میں یہی کام کریں۔ میری ساری کوشش یہ تھی کہ چونکہ میں بحیثیت بادشاہ کے کئی سال بعد اس ملک میں آیا اس لئے کسی شخص کو محروم نہ رہنا چاہیئے۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے اس میں کوتاہی نہیں کی اور اس غرض سے میں نے کبھی آرام نہیں کیا۔" جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۴۴

کہ جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد دوم صفحات ۱۰ و ۱۳ و ۱۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۱۰۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۹۰۔ گلیڈون صفحہ ۴۴

شہ اس وبا نے سر طامس رو کے سفارت خانے میں جو تباہی برپا کی اس کی ہولناک تفصیل ایک بچے ہوئے ممبر ٹیری نے حسب ذیل (باقی حاشیہ صفحہ پر)

Marfat.com

سخت عاجز ہوکر[۱] بادشاہ نے جمعرات ۱۰ اگست کو نجومیوں کی بتائی ہوئی شبھ گھڑی میں آگرہ روانہ ہونے کی تیاری کی مگر شدید گرمی کے بعد موسلا دھار بارش کی وجہ سے روانہ نہ ہوسکا۔

بیان کی ہے:

"یہ وبا ایسی حالت کردیتی ہے کہ جیسے کسی مکان کو دفعۃً آگ لگ جائے اور سارے مکان میں پھیل جائے! احمد آباد شہر جہاں ہم بادشاہ کے ساتھ ٹھہرے جب وہاں مئی کے مہینہ میں یہ وبا نازل ہوئی اور ہمارا سارا خاندان اس نہایت تکلیف دہ وبا میں مبتلا ہوگیا۔ اس لئے کہ ہمارے خاندان میں سات آدمی تھے۔ ان میں سے جو انگریز تھے وہ مرگئے اور مرنے والوں میں کوئی چوبیس گھنٹے سے زیادہ بیمار نہ رہا بلکہ بیشتر تو بارہ ہی گھنٹے کے اندر ختم ہوگئے۔ ہمارا سرجن جو اس گروہ میں تنہا معالج تھا اس نے سب پر سبقت کی اور دوپہر کو بیمار ہوکر آدھی رات تک چل بسا۔ اسکے بعد ہی تین آدمی یکے بعد دیگرے اور سرجن ہی کی طرح چٹ پٹ ختم ہوگئے اور باقی لوگ بھی جتنی مدت میں نے بیان کی ہے اتنی مدت میں ختم ہوگئے اور جیسا میں نے اوپر بیان کیا ان سب کے جسموں میں بیمار ہوتے ہی جیسے آگ لگ گئی اور جب وہ مرنے لگے یا مرگئے تو انکے سینوں پر بڑے بڑے سیاہ یا نیلے رنگ کے آبلے نمودار ہوئے اور انکا جسم بخار سے اس طرح تپتا تھا کہ ہم لوگ جو بچے ہوئے تھے ہاتھ نہیں رکھ سکتے تھے ——— "یہ بڑا دکھ بھرا وقت تھا۔ آگ برسانے کی آزمائش تھی:

"ہمارا سارا خاندان (بجز اکیلے سفیر صاحب کے) اس بخار میں مبتلا تھا اور ہم سب جو خدا کے فضل سے بچ گئے تھے انکے جسم پر بڑے بڑے آبلے تھے جن میں ایک زرد رنگ کا گاڑھا مادہ بھرا تھا اور جب یہ ٹوٹتے تھے تو جہاں جہاں یہ بہہ کر لگتے تھے جلد میں جلن اور خارش پیدا کردیتے تھے۔ سفرنامہ ایسٹ انڈیا صفحات ۲۲۶ و ۲۲۷۔

[۱] مجھے سخت حیرت ہے کہ اس مقام میں جو خدا کی مہربانی سے بالکل محروم ہے آباد کرنے والوں کو کیا خوبی یا آسائش نظر آئی کہ یہاں شہر بسایا۔۔۔۔ اس کی فضا زہر آلود ہے اور اسکی زمین پر پانی کی قلت ہے اور گرد اور ریگ کی کثرت۔۔۔۔ اس کا پانی بہت خراب ہے اور پینے کے قابل نہیں ہے اور دریا جو شہر کے پاس ہے وہ علاوہ بارش کے زمانہ کے ہمیشہ خشک رہتا ہے اس کے کنوؤں کا پانی کھاری اور تلخ اور شہر کے آس پاس جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے کپڑے دھونے کی وجہ سے صابن کے جھاگ سے بھر جاتے ہیں۔ شہر کے باہر ہری گھاس اور پھولوں کے بجائے چٹیل میدان ہے جس میں خاردار درخت ہیں اور ہوا ان کے کانٹوں کو اڑا کر پھیلا دیتی ہے اور اس کی حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے۔ اے خداوند کریم میں تجھے کس نام سے پکاروں"
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جہانگیر کی احمد آباد سے روانگی ۲ر ستمبر ۲۱ر شہریور، ۲۲ر رمضان ۱۰۲۸ھ کو جو شمسی ۱۶۱۹ء کے حساب سے جہانگیر کی پچاسویں سالگرہ تھی۔ بالآخر وہ سونے چاندی کی بارش کرتا ہوا روانہ ہوا اور کنکریا تالاب پر جو خوب روشن کر دیا گیا تھا خیمہ زن ہوا[12]

اورنگ زیب کی پیدائش اتوار ۲۴ر اکتوبر ۱۶۱۸ء ۱۲ر آبان، ۱۵ر ذی القعدہ ۱۰۲۷ھ دوہد میں ممتاز محل کے بطن سے برج تلا کے ۱۹ ویں درجہ پر تیسرا لڑکا پیدا ہوا جس کا کچھ دن بعد اُس کے دادا نے اورنگ زیب نام رکھا اور انسانی خواہشات کی بے بنیادی کا اس سے بڑا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ جہانگیر نے یہ دعا مانگی "اس کی (اورنگ زیب کی) پیدائش اس ابدی سلطنت کے لئے مبارک و مسعود ہو" اٹھارہ دن بعد جب شاہی خیمہ اوجین میں نصب ہوا تو شاہجہاں نے لڑکے کی پیدائش کی خوشی میں شاندار ضیافت کی اور زر زیور جواہرات سے بھری ہوئی ایک کشتی اور پچاس ہاتھی بادشاہ کو نذر کئے[13]

گلٹی کا طاعون شاہی کارواں ابھی آگرہ سے بہت فاصلہ پر تھا کہ سردی کا موسم آگیا اور دار السلطنت سے خبر آئی کہ دوآبہ میں طاعون کی وبا پھیل

(بقیہ صفحہ) ... اب میں کہہ نہیں سکتا کہ احمد آباد کو گرد آباد کہوں یا سموستان یا بیمارستان یا زقوم زار یا جہنم آباد اسلئے کہ اس شہر میں یہ ساری صفات ہیں۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۱۵ مطہر آثر جہانگیری نے بالکل یہی خیالات ظاہر کئے ہیں۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۲۹۴ و ۲۹۵ نے اس بیچارے شہر کی تعریف بھی کی ہے اور ابوالفضل (جارٹ جلد دوم صفحہ ۲۴۰) نے بڑے پرجوش الفاظ میں اس شہر کی آب و ہوا کی تعریف کی ہے۔

[12] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۳۵ و ۴۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۱۷، جلد اول صفحہ ۲۹۶

[13] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۴۷۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۹۶۔ گلیڈون صفحہ ۴۵۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۱۹ میں اورنگ زیب کی تاریخ پیدائش ۱۱ر ذی القعدہ، ۲۰ر اکتوبر ۱۶۱۸ء دی ہے۔

Marfat.com

آگئی ہے۔ یہ مہلک وبا جو ۱۸۹۶ء سے ہندوستان میں مانوس ہے سب سے پہلے پنجاب کے مغربی اضلاع میں نمودار ہوئی اور شاید ۱۶۱۶-۱۷ء کے شروع میں وسط ایشیا سے یہاں آئی۔ جہانگیر کا مختصر بیان کہ "بغل میں جانگھ میں یا گلے کے نیچے گلٹی نکلتی ہے اور آدمی مرجاتا ہے۔" آج بھی ویسا ہی صحیح ہے جیسا اس وقت تھا۔[۲۵]

یہ وبا بڑی تیزی سے لاہور میں اور وہاں سے سارے دوآبہ میں پھیل گئی۔ معاصر مؤرخ معتمد خاں لکھتا ہے: "جب یہ وبا پھیلنے کے قریب ہوتی ہے تو ایک چوہا دوڑتا ہوا اپنے سوراخ سے نکلتا ہے اور گھر کے دروازہ یا دیوار سے ٹکرا کر مرجاتا ہے۔ اگر اس اشارہ کے ملتے ہی گھر کے لوگ مکان چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں تو اُن کی جان بچ جائے گی ورنہ بستی کی ساری آبادی ختم ہوجائے گی۔ اگر کوئی شخص اس بیماری سے مرے ہوئے آدمی کو چھوئے یا اُسکے کپڑے کو ہاتھ لگادے تو اُسے بھی یہ مہلک بیماری لگ جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس وبا کا اثر زیادہ ہوا۔ لاہور میں اس کی تباہ کاریاں اتنی شدید تھیں کہ ایک ایک گھر میں دس دس بیس بیس آدمی مرجاتے تھے اور پڑوس کے لوگ تعفن سے عاجز ہوکر اپنے مکان چھوڑ دیتے تھے۔ مُردوں سے بھرے ہوئے مکان مقفل کر دیئے گئے اور کوئی شخص اپنی جان کے خوف سے اُن کے قریب جانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ کشمیر میں بھی اس کی شدت تھی جہاں یہ حالت تھی کہ مثال کے طور پر ایک درویش جس نے اپنے دوست کے جنازہ کو غسل دیا دوسرے ہی دن اپنے دوست سے جا ملا اور ایک گائے جس نے اُس جگہ کی گھاس کھائی تھی جہاں مردہ نہلایا گیا تھا وہ بھی وہیں مرگئی۔ ہندوستان میں کوئی جگہ اس وبا سے محفوظ نہ تھی جو آٹھ سال تک ملک میں تباہی برپا کیے رہی۔"

اس مدت میں (۱۶۱۶ء تا ۱۶۲۴ء) طاعون موسم سرما میں کسی نہ کسی جگہ اُبھرتا اور

---

[۲۵] جہانگیر دراجرس دبیوریج (جلد دوم صفحہ ۶۵

Marfat.com

عموماً گرمی کے موسم میں ختم ہوجاتا۔ کبھی کبھی جیسا کہ ۱۶۱۷-۱۸ء میں ہوا، سردی میں کچھ دنوں کے لئے وبا کم ہوجاتی اور موسم بہار میں پھر آجاتی۔ ۱۶۱۸-۱۹ء میں اس نے آگرہ اور آس پاس کے علاقہ کو تباہ کر دیا لیکن مغرب کی طرف وہ اٹھارہ میل کے فاصلہ پر امن آباد سے آگے نہ بڑھی اور فتحپور سیکری بالکل محفوظ رہا۔ شاید ہندوستان کا یہ سابق دارالسلطنت اور امن کے لوگوں کے گھر چھوڑ کر جانے سے محفوظ رہے۔[12]

بدقسمتی سے ہر سال ہر علاقہ میں اس وبا سے اموات کی تعداد کے متعلق کوئی سرکاری اندراجات موجود نہیں ہیں۔ سب سے پہلے جب یہ اکتوبر ۱۶۱۶ء میں نازل ہوئی تو سالس بینک نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھا تھا کہ یہ عجیب و غریب ہولناک طاعون کبھی کبھی دن میں ایک ہزار جانیں لیتا تھا۔ مبالغہ کو نظر انداز کرنے کے بعد بھی یقیناً اوسطاً روزانہ سیکڑوں تک پہنچتی ہوں گی۔ سر ٹامس رو نے ۲۵ نومبر ۱۶۱۶ء کو لکھا کہ ماسٹر رو تھر نے آگرہ سے آکر اطلاع دی کہ وہاں طاعون شدت سے پھیلا ہوا ہے۔ پھر ۱۵ دسمبر ۱۶۱۶ء کو ماسٹر فسی بلس آگرہ سے لشکر آیا اور چونکہ اس کا کاروبار بند تھا اس لئے اس ماسٹر سالس بینک کو سامان کے ساتھ چھوڑ دیا جس نے یہ قصد کر لیا کہ وہ مکان کو مقفل کر کے فتحپور چلا جائے گا۔ اس لئے آگرہ میں طاعون بہت شدت سے پھیلا ہے۔ ۱۴ جنوری ۱۶۱۷ء کو رو نے آگرہ کی یہ خبر درج کی ہے کہ آگرہ میں طاعون روزانہ سو جانیں لیتا ہے اور شہر میں صفائی ہونے کی امید ہے[13] جس سے

[12] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۴۴۰ جلد دوم صفحات ۶۵ و ۶۶۔ اقبال نامہ ۱۰۰-۱۰۷ (ایلیٹ و ڈاوسن) جلد ششم ۴۰۵، ۴۰۶

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگ مُردوں سے بھرے مکان کو مقفل کیوں کر دیتے تھے۔ شاید مورخ نے کچھ غلطی کی ہے۔

[13] رو جلد دوم صفحہ ۳۰۷ و ۳۰۸-۳۵۲، ۳۴۴ و ۳۰۵ نیز دیکھو خطوط موصولہ ایسٹ انڈیا کمپنی دسمبر ۱۴۴ خطوط موصولہ ایسٹ انڈیا کمپنی جلد ششم صفحات ۱۹۰ و ۱۹۹ نیز دستاویزات انڈیا آفس (او سی نمبر ۵۰۴) جسے فاسٹر نے نوٹ صفحہ ۳۰۰ میں اپنے رو کے جرنل کے اڈیشن میں نقل کیا ہے۔ ۲۹ اکتوبر ۱۶۱۶ء کے خط میں رو نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنا سامان کسی دوسرے مقام کو نہیں بھیج سکتا۔ جہاں کمپنی کا کوئی سامان نہیں جاسکتا اور کمپنی کے ملازموں سے لینا مشکل ہے۔

Marfat.com

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پچھلے نومبر و دسمبر میں ہو... موتیں ہوئی ہوں گی ۱۶۱۸-۱۹ء کی وبا جیسا کہ موجودہ صدی میں اکثر ہوا ہے ۱۶۱۹ء کے سارے موسم بہار میں پھیلی رہی [15] آگرہ کے سرکاری افسروں نے بادشاہ کو جو رپورٹ بھیجی اس میں دارالسلطنت کے اندر روزانہ سو اموات کا تخمینہ کیا ہے [16] اور اس سال کے متعلق اس تخمینہ کو صحیح مان لینا چاہیے۔ غریب لوگوں کو قدرتاً اس وبا سے نسبتہً زیادہ نقصان پہنچا لیکن امراء کے گھر بھی محفوظ نہیں رہے۔ آصف خاں جعفر بیگ کی لڑکی اور خان اعظم کے لڑکے عبداللہ خاں کی بیوی نے ایک واقعہ بادشاہ سے نقل کیا جو عجیب و غریب ہونے اور مفصل ہونے کی وجہ سے بجنسہ نقل کرنے کے قابل ہے۔

ایک واقعہ

اس کا بیان ہے کہ ایک دن صحن میں ایک چوہا شرابی کی طرح لڑکھڑاتا ہوا اور گرتا پڑتا نکلا جو ہر طرف دوڑ رہا تھا اور معلوم نہیں کہ کدھر جانا چاہتا تھا۔ میں نے ایک لڑکی سے کہا کہ اس کی دُم پکڑ کر بلی کے سامنے ڈال دے۔ بلی نے بہت خوش ہو کر اسے دبوچ لیا لیکن فوراً ہی کراہت ظاہر کر کے اسے چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ اس کے چہرے سے درد اور تکلیف کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے دن جب وہ میرے گھر آئی تو قریب مردہ تھی۔ میرے جی میں آیا کہ اسے تھوڑا سا تریاق دے دوں۔ جب اس کا منہ کھولا گیا تو اس کا تالو اور زبان بالکل سیاہ تھے تین دن اُس نے تکلیف سے گذارے اور چوتھے دن اُسے ہوش آیا۔ اس کے بعد لڑکی کے طاعون کی گلٹی نکل آئی اور بخار اور درد کی شدت سے وہ سخت بے چین تھی۔ اس کا رنگ بدل گیا۔ پہلے زرد ہوا پھر کالا ہو گیا اور بخار سخت تیز تھا۔ دوسرے دن اُسے قے ہوئی اور دست آئے اور وہ مر گئی۔ اسی دن گھر میں سات یا آٹھ آدمی مر گئے اور کئی بیمار ہو گئے تو میں گھر چھوڑ کر باغ میں چلی گئی جو لوگ بیمار تھے وہ باغ میں مر گئے مگر اُن کے گلٹی نہیں نکلی تھی۔ مختصر یہ کہ آٹھ نو دن میں سترہ آدمی دنیا سے سدھار گئے۔ اُس نے یہ بھی لکھا کہ "جن لوگوں کے گلٹی نکلی انہوں نے

---

[15] طامس کیریج، ولیم بڈلف، طامس رسٹل اور گائلس نے سورت سے ۱۲ و ۱۳ / مارچ کو گم ہو جانے کے خوف سے نقل کے ساتھ خط بھیجا اور آگرہ سے آئی ہوئی اطلاع پر لکھا کہ وہاں یہ وبا بڑی سے پھیل رہی ہے۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۱۸-۲۱ء صفحہ ۷۰۔ [16] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۶۵ فرانسس فیٹی پلیس نے ۱۷ ستمبر ۱۶۱۹ء کو صرف اس قدر لکھا کہ آگرہ میں طاعون کا زور ہے۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۱۸-۲۱ء صفحہ ۱۰۷

Marfat.com

اگر کسی اور سے پینے یا منہ دھونے کے لئے پانی مانگا تو اُسے بھی بیماری لگ گئی اور آخر کار صورت یہ ہوئی کہ سخت ڈر کی وجہ سے کوئی بیمار کے قریب نہیں جاتا تھا[۱۷]

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بیماری کی کسی حد تک کامیابی سے تدارک کرنے سے بیسویں صدی کی طبی سائنس قاصر رہی۔ اُس سے سترھویں صدی کے لوگ یقیناً بوکھلا گئے ہوں گے جسکی مثال انہوں نے پہلے زمانہ میں کبھی دیکھی یا سنی نہ تھی[۱۸]

انہوں نے یہ تو اچھی طرح دیکھ لیا کہ چوہوں سے یا بیمار آدمی کو چھونے سے یہ بیماری لگ جاتی ہے مگر بظاہر وہ علم جراثیم جیسی چیز سے واقف نہ تھے اور اس کا مؤثر علاج انہیں معلوم نہ ہو سکا تھا۔ صرف ایک ہی سنجیدہ اور مفید حفظِ ماتقدم کی صورت جو انہیں معلوم تھی اور جس پر بڑے پیمانہ پر عمل ہوا وہ گھر چھوڑ دینا تھا چنانچہ اس آباد جیسے پورے پورے شہر خالی ہوگئے۔

دمدار ستارہ

۱۶۱۶-۱۷ء میں اس وبا کا سبب پچھلے دو برسوں کا قحط یا اسکی وجہ سے جو ہوا مسموم ہوگئی تھی یا ایسا کوئی سبب سمجھا گیا[۱۹] لیکن جب معقول بارش اور وافر پیداوار کے زمانہ میں بھی یہ وبا چلتی رہی تو لوگوں نے اسے خدا کے غضب یا آسمان پر نحس آثار ظاہر ہونے سے منسوب کرنے پر قناعت کرلی۔ ایک غبار جیسی چیز ایک کالم کی شکل میں سولہ راتوں تک پھیلے برج عقرب میں اور پھر برج میزان میں ظاہر ہوئی جو گھٹتی بڑھتی تھی جیسا کہ منجموں کو مختلف زاویوں سے پیمائش پر معلوم ہوا اور اسکے بعد ایک عجیب شکل کا دمدار ستارہ نمودار ہوا[۲۰]

آگرہ میں داخلہ

آگرہ میں وبا پھیلی ہونے کی وجہ سے جہانگیر نے ۱۶۱۹ء کا موسم بہار فتحپور سیکری میں گذارا اور وسط اپریل (یکشنبہ یکم اردی بہشت) کو ساڑھے پانچ سال کی غیر حاضری کے بعد دار السلطنت میں داخل ہوا[۲۱]

---

[۱۷] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۶۶ و ۶۷ [۱۸] اقبال نامہ صفحہ ۱۱۰ (الیٹ و ڈاؤسن) جلد ششم صفحہ ۴۰۶ معتمد خاں نے بھی لکھا ہے: کوئی ایسی چیز ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں منکشف ہے۔ جہانگیر (الیٹ و ڈاؤسن جلد اول صفحہ ۴۴۲ میں ہے کہ زیادہ عمر کے لوگوں سے یہ معلوم ہوا اور نیز قدیم تاریخوں سے یہ بیماری اس ملک میں کبھی نمودار نہیں ہوئی ۱۳۱۔ اور بیری صفحہ ۲۹۳ میں ہے

[۱۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۴۲۔ اور بیری صفحہ ۲۹۳ میں ہے کہ ۱۵-۱۶۱۴ء کے ہولناک قحط کے بعد بھی ایک قسم کا طاعون آیا جس نے شہر کے شہروں کو اجاڑ دیا۔ دیکھو شیخ نور الحق کی زبدۃ التواریخ (الیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۱۹۳۔ طاعون کی مزید وباؤں کے متعلق دیکھو مآثر عالمگیری، جادو ناتھ سرکار کی اورنگ زیب جلد چہارم میں صفحہ ۲۹۱ میں منقول (بیجاپور میں ۱۶۸۵ء میں) منوچی جلد چہارم صفحہ ۹۰ (دکن میں ۱۷۰۲-۳ء میں)

[۲۰] اس علامت کی پوری تفصیل کے لئے دیکھو اقبال نامہ صفحات ۱۱۷ تا ۱۱۰، الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۰۶ و ۴۰۷، ہم بیریانی خان جلد اول صفحہ ۳۰۰ - بیری صفحہ ۲۹۳ گلیڈون صفحہ ۴۴

[۲۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۸۰ تا ۸۴۔ اقبال نامہ صفحات ۱۲۵ تا ۱۲۷۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ انجمن) صفحہ ۹۷ (الف)، خافی خاں جلد اول صفحات ۲۹۰ تا ۲۹۱۔

Marfat.com

بارھویں باب کا ضمیمہ

(۱)

جہانگیر کا سفر مانڈو سے احمد آباد تک

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۰ / آبان	جمعہ	مانڈو سے روانگی
....	....	نلچھا میں قیام
۱۴ "	دوشنبہ	قاید حسن گناؤں
۲۰ "	اتوار	حاصل پور، تنہا شکار کھیلا
۲۶ / "	سنیچر	کامل پور
۳ / آذر	جمعہ	پرگنہ دیکھتن
۴ / "	سنیچر	دھار
۹ / "	چہارشنبہ	سادل پور
۱۱ "	سنیچر	بلوات
۱۲ "	یکشنبہ	پرگنہ بدنور
۱۴ "	سہ شنبہ	سیل گڈھ
۱۵ "	چہارشنبہ	رام گڈھ کے قریب
۱۶ "	جمعرات	سفر اور قیام
۱۷ "	جمعہ	دھاول
۱۸ "	سنیچر	باکوریا ناگور
....	یکشنبہ	موضع ثمریا کا تالاب
۲۰ "	دوشنبہ	پرگنہ دوہد کا مستقر
۲۲ "	چہارشنبہ	رنیا دیا رینار

Marfat.com

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۴ ؍ آذر	جمعہ	موضع جالوٹ
۲۶ ؍ ؍	یکشنبہ	موضع نمدہ
۲۷ ؍ ؍	دوشنبہ	ایک تالاب کے کنارے
۲۸ ؍	سہ شنبہ	قصبہ سہرا
یکم دے	جمعہ	جھسودہ
۲ ؍ ؍	سنیچر	دریائے ماہی کے کنارے
۳ ؍ ؍	یکشنبہ	موضع بردلہ
۴ ؍ ؍	دوشنبہ	چترسین
۵ ؍ ؍	سہ شنبہ	مونڈا
۶ ؍ ؍	چہارشنبہ	پرگنہ نریاد
۷ ؍ ؍	جمعرات	پرگنہ پتلاد
۸ ؍ ؍	جمعہ	ساحل کھمبیات
۸ تا ۱۸ دے	....	کھمبیات میں قیام
۱۹ ؍ ؍	سہ شنبہ ۳۰ ؍ دسمبر ۱۶۱۷ء	کھمبیات سے روانگی اور سولا میں قیام
۲۰ ؍ ؍	چہارشنبہ	بہرہ پرگنہ سے گذر کر دریا کے کنارے قیام
۲۲ ؍ ؍	جمعہ	برجا
۲۳ ؍ ؍	سنیچر	کنکریا تالاب
۲۴ ؍ ؍	یکشنبہ	قیام
۲۵ ؍ ؍	دوشنبہ	احمد آباد میں داخل
یکم اسفندارمذ	دوشنبہ	احمد آباد سے روانگی
یکم تا ۴ ؍ ؍	....	کنکریا پر قیام
۵ ؍ ؍	جمعہ	احمد آباد کے دربار پر قیام
۸ ؍ ؍	دوشنبہ	مونڈا دھونت ۴½ کوس
۹ ؍ ؍	سہ شنبہ	جربھا ۵½ کوس

Marfat.com

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۷ر اسفندارمذ	چہارشنبہ	براسینور (بال سینور) ۶ کوس
۱۸ر ″	....	دریائے ماہی کے کنارے ½۲ کوس
۲۰ر ″	سنیچر	جھرمود تالاب ½۳ کوس
۲۳ر ″	سہ شنبہ	بیاہ کے کنارے ½۳ کوس
۲۴ر ″	چہارشنبہ	ہمدا ½۲ کوس
۲۶ر ″	جمعہ	موضع جلود ½۵ کوس
۲۷ر ″	سنیچر	بودا ۳ کوس
۲۸ر ″	یکشنبہ	دوہد ۵ کوس
۱۱ر فروردین	سنیچر	کرابارہ (گربارہ)
۱۲ر ″	یکشنبہ	موضع سجارا (سجوارہ)
۱۳ر ″	....	ہاتھی کا شکار
۱۶ر ″	جمعرات	کرابارہ
۱۸ر ″	سنیچر	پرگنہ دوہد
۲۱ر ″	سہ شنبہ	احمد آباد کی طرف روانہ
۲۳ر ″	....	جلود
۲۷ر ″	....	موضع بدو دالا پرگنہ سہرا میں
۲۹ر ″	چہارشنبہ	دریائے ماہی کا کنارہ
یکم اردی بہشت	سہ شنبہ	سفر میں
۴ر ″	سنیچر	محمود آباد دریا پر
۶ر ″	جمعرات	کنکریا تالاب
۷ر ″	جمعہ	احمد آباد میں داخلہ

Marfat.com

(۲)

جہانگیر کا سفر احمد آباد سے آگرہ

سنہ الٰہی	دن	مقام
	۱۶۱۸ء	
۷ر شہریور	جمعرات	اگلا خیمہ روانہ مگر بارش کی وجہ سے ٹھہر گیا
۲۱ر "	۲ر ستمبر	اصل خیمہ بھی روانہ اور کنکریا تالاب پر نصب
۲۶ر "	....	کنج یا گنج
۲۷ر "	چہارشنبہ	محمود آباد
۸ر مہر	دوشنبہ	مودا
۱۰ر "	....	اینا یا الینا
۲۲ر "	....	سفر میں
۲۳ر "	....	(ایضاً)
۲۸ "	یکشنبہ	ماہی سے روانہ
۲۹ "	دوشنبہ	پھر روانہ
۳۰ "	سہ شنبہ	دریائے بناس
۳ر آبان	جمعہ	سفر میں
۷ر "	سہ شنبہ	سفر میں
۸ر "	چہارشنبہ	سفر میں
۱۰ "	جمعہ	سفر میں
۱۱ر "	سنیچر	دوہد
۱۵ر "	چہارشنبہ	سمرنا یا تمرنا
۱۶ر "	جمعرات	باخور
۱۷ر "	جمعہ	سفر

Marfat.com

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۸ر آبان	سنیچر	رام گڈھ
۲۰ر 〃	دوشنبہ	سیتل کھیرہ
۲۲ر 〃	چہارشنبہ	مدنپور بدھنور
۲۵ر 〃	سنیچر	نواری یا نولائی
۲۶ر 〃	یکشنبہ	دریائے چمبل
۲۷ر 〃	دوشنبہ	دریائے کنار یا گھمبار
۲۸ر 〃	سہ شنبہ	اوجین (اورنگزیب کی پیدائش کی خوشی یہیں ضیافت تھی)
۳ر آذر	یکشنبہ	قاسم کھیڑہ
۴ر 〃	دوشنبہ	سفر
۵ر 〃	سہ شنبہ	
۶ر 〃	چہارشنبہ	
۷ر 〃	جمعرات	تالاب کے کنارے
۸ر تا ۱۳ر 〃	جمعہ تا چہارشنبہ	سفر
۱۴ر 〃	جمعرات	سندھرا
۱۷ر 〃	یکشنبہ	گھاٹی چندا پار کیا
۲۰ر 〃	چہارشنبہ	سفر
۲۲ر 〃	جمعہ	
۲۳ر	سنیچر	
۲ر دے	یکشنبہ	رنتھمبور
۵ر 〃	چہارشنبہ	۵ کوس کا سفر
۷ر 〃	جمعہ	۵ کوس کا سفر
۸ر 〃	سنیچر	۴¼ کوس کا سفر
۱۰ر 〃	دوشنبہ	۳¼ کوس کا سفر

Marfat.com

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۱؍ آذر	سہ شنبہ	۵¾ کوس کا سفر
۱۲؍ "	چہار شنبہ	۲½ "
۱۴؍ "	جمعہ	۵¼ "
۱۵؍ "	سنیچر	بیانہ ۳ کوس
۱۶؍ "	یکشنبہ	بادھا
۱۸؍ "	سہ شنبہ	دیار مان
۱۹؍ "	چہار شنبہ	فتحپور جھیل
۲۸؍ "	....	فتحپور میں داخلہ
یکم اردی بہشت	....	آگرہ

Marfat.com

تیرھواں باب

چھوٹی چھوٹی فتوحات

اور

سلطنت میں الحاق

چھوٹے تبت پر ناکام حملہ

جہانگیر نے ماوراءِ جیحون کا خیال پہلے ہی ترک کر دیا تھا۔ ۱۶۱۲ء میں چھوٹے تبت پر حملہ کیا گیا جو تباہ کن ثابت ہوا۔ اور پھر جہانگیر کے عہدِ حکومت میں اس کی کبھی کوشش نہیں کی گئی[۱] دکن میں اسکی فوجیں کامیاب نہیں ہوئیں۔ سلطنت میں اضافہ صرف میواڑ کا ہوا اور چند منتشر علاقوں کا جو اکبر کے عہد میں سلطنت میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

کھوکھرہ کا الحاق

کھوکھرہ جو بہار کے جنگلوں میں تھا اور اس کے دریا کی تہ کے ہیرے مشہور تھے۔ اُس کے جنگل اور وادیوں سے اُس کی قدرتی حفاظت تھی اور اس کے ہیروں نے کئی مغل سرداروں کو رام کر لیا تھا۔ لیکن ۱۶۱۵ء میں بہار کی رشوت سے نہ متاثر ہونے والے گورنر نورجہاں بیگم کے بھائی ابراہیم خاں نے اس کے رئیس درجن سال پر یکایک حملہ کر دیا اور نہ جنگلوں کے ناقابل گذار راستے اور نہ ہاتھیوں اور ہیروں کی رشوت اس کی راہ میں حائل ہوئے۔ درجن اور اس کے اہلِ خاندان جنگل میں چھپ گئے مگر وہاں بھی دیکھ لئے گئے اور پوری طرح لُوٹ لیے گئے۔ تیئیس ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے۔ کھوکھرہ سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور اس کے ہیرے حکومت کی اجارہ داری میں لے لیے گئے۔ ابراہیم خاں کو فیروز جنگ کا خطاب اور چار

---

[۱] عبدالحمید کا بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۸۱۔ (الیٹ وڈاؤسن) جلد ہفتم صفحہ ۴۳

Marfat.com

ہزار کے منصب پر ترقی ملی اور اس کے ماتحتوں کو بھی معقول انعام دیئے گئے۔[1]

کھُردا اڑیسہ اور گولکنڈہ کی سرحد پر ایک غیر ترقی یافتہ ضلع ہے جسے کھُردا کہتے ہیں۔ یہ پہاڑوں اور جنگلوں سے بھرا ہوا ہے جس پر اکبر کے عہد میں مغلوں نے کئی بار حملے کئے مگر اسے کبھی زیر نہ کیا جا سکا۔ یہ علاقہ ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے جس میں پوری کا مشہور جگن ناتھ مندر بھی ہے جہاں آج کی طرح اس وقت بھی ہندوستان کے ہر حصہ سے یاتریوں کے ہجوم آتے تھے۔ یہاں کا حکمران ہزاروں کی تعداد میں پیادہ اور سوار کی فوج میدان جنگ میں جمع کر سکتا تھا اور ایسی گاڑیاں جو چلتے پھرتے قلعوں کی طرح ہوتی تھیں۔ جس وقت اڑیسہ کا مغل گورنر ہاشم خان کھردا کی فتح کا منصوبہ بنا رہا تھا، تو اس کے راجپوت افسر کیشوداس مارو جس کی اپنی ذات سے اور بادشاہ کی عقیدت نے اس کے دل سے مذہب اور صداقت کے جذبات کو بالکل دبا دیا تھا۔ معاملہ کو نزاکت کی حد تک پہنچا دیا اور یاترا کا بہانہ کر کے جگن ناتھ مندر تک گیا اور دھوکہ سے اس پر قابض ہو گیا اور اس کی ساری املاک کو جس کا اندازہ دو یا تین کروڑ روپیہ کیا جاتا تھا۔ اپنے قبضہ میں کر لیا اور چھپے ہوئے خزانہ کو نکلوانے کے لئے برہمن پجاریوں پر تشدد کیا اور انتہا یہ کہ اس مقدس عمارت کو قلعہ بنا دیا۔

جگن ناتھ مندر کا محاصرہ اس بے حرمتی کی اطلاع جب پرشوتم دیو کو ملی تو وہ پیادہ اور سوار کی بہت بڑی فوج اور گاڑیوں کے ساتھ جنہیں سیکڑوں آدمی کھینچ رہے تھے پہنچ گیا اور مندر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن کیشوداس نے راجپوتی شجاعت سے دفاع کیا اور بانسوں میں گھی اور تیل لگا کر ان اونچی گاڑیوں میں آگ لگا دی لیکن پھر بھی لڑائی میں پرشوتم دیو کا پلہ بھاری رہا اور کیشوداس کے ساتھ صرف سو راجپوت رہ گئے

---

[1] جہانگیر (راجرس و بیورج) معتمد خاں، کامگار اور خافی خاں نے اس کی نقل کی ہے۔ گلیڈون صفحات ۳۴ و ۳۵

جہانگیر نے لکھا ہے: "وہاں ایک چھوٹا سا دریا ہے جس سے نادر ہیرے نکلتے ہیں۔ جب موسم میں پانی کم ہو جاتا ہے تو اس میں نالے سوراخ بن جاتے ہیں اور جو لوگ اس کام پر مقرر ہوتے ہیں۔ ان کا تجربہ ہے کہ جس سوراخ میں ہیرے ہوتے ہیں اس کے اوپر ننھے جانور اڑتے رہتے ہیں جہاں دریا کے بیچ میں پہنچا جا سکتا ہے ان سوراخوں سے پتھر چن لئے جاتے ہیں اور ان سوراخوں کو گز ڈیڑھ گز کھودا جاتا ہے اور اس میں پتھروں کے درمیان چھوٹے اور بڑے ہیرے ملتے ہیں جو نکال لئے جاتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اتنا بڑا ہیرا مل جاتا ہے جو ایک لاکھ روپیہ کی قیمت کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

لیکن اس خبر سے کہ اسلام خاں گورنر بنگال نے ہاشم خاں وغیرہ کی سرکردگی میں بڑی کمک تیزی کے ساتھ موقع پر پہنچنے کے لئے روانہ کردی ہے۔ پرشوتم دیو ہراساں ہوگیا اور دبتی ہوئی شرائط پر صلح کرلی۔ اس نے اپنی لڑکی کی شادی بادشاہ کے ساتھ اور اپنی بہن کی شادی کیشوداس کے ساتھ کرنا منظور کرلیا اور شاہی خزانہ میں تین لاکھ روپیہ بطور خراج جمع کرنے اور اپنے ہونے والے بہنوئی کو ایک لاکھ روپیہ دینا منظور کیا۔ کیشوداس کی شادی تو کھُردا میں ہوگئی لیکن اس تقریب کے بعد ایک جھگڑا ہوگیا جس کی وجہ سے اُسے فوراً وہاں سے روانہ ہوجانا پڑا۔

راجہ کلیان کا حملہ

پرشوتم دیو نے پھر خود مختاری حاصل کرلی لیکن تھوڑے دن بعد راجہ ٹوڈرمل کے لڑکے راجہ کلیان نے جو اب اُڑلیسہ کا گورنر تھا اُس کی ریاست پر حملہ کرکے اُسے تباہ کردیا۔ ایک بار پھر ابتر حالت میں پہنچکر پرشوتم نے صلح کرلی اور اپنی لڑکی شاہی حرم میں بھیج دی اور مقررہ خراج کی رقم کے ساتھ مشہور ہاتھی شیش ناگ بھی تحفہ میں دیا۔

مکرم خاں نے سلطنت میں شامل کرلیا

تاریخ نے پھر خود کو دہرایا اور پرشوتم نے پھر خود مختاری کا اعلان کردیا۔ ۱۶۱۱ء میں جو اَب اُڑلیسہ کا گورنر تھا حملہ کرکے ریاست کو تباہ کردیا اور کھُردا کو سلطنت میں شامل کرکے اُس کے حکمران خاندان کو زمیندار کی حیثیت میں کردیا لیکن چند ہی سال بعد اُس نے پھر بغاوت کی اور کافی پریشان کیا۔ اس مرتبہ مغل فوج گولکنڈہ سے ہوکر گذری جس پر وہاں کے حکمراں قطب الملک کو سخت تشویش ہوئی اور اُس نے شاہجہاں سے جو اَب دکن کا گورنر تھا استدعا کی کہ مکرم خاں کمانداراآئندہ اس کے ملک کے اندر ہوکر نہ گذرے۔[1]

---

[1] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد اول صفحہ ۲۲۲۔ کھُردا کے خلاف مغل کارروائیوں کا حال بہارستان غیبی (مخطوطہ فرانس) پر مبنی ہے جس کا خلاصہ جادو ناتھ سرکار نے جرنل آف بہار اینڈ اُڑلیسہ ریسرچ سوسائٹی جلد دوم حصہ اول صفحات ۵۰ تا ۵۶ میں کیا ہے۔ بہارستان غیبی نے پرشوتم دیو کے قبضہ میں دس لاکھ سوار فوج، تین چار لاکھ پیادہ فوج اور بہت سی گاڑیاں درتھا بتائی ہیں جن میں سے ہر ایک پیدا پانچ سو سے ایک ہزار سپاہی سوار تھے۔ مولانا شیخ مبارک کا بیان ہے کہ ہر گاڑی میں ایک ہزار پہیے تھے جنہیں ایک ہزار آدمی گھسیٹتے تھے۔ اکبرنامہ جلد سوم صفحہ ۴۹۱ (الیٹ و ڈاؤسن، جلد ششم صفحات ۱ تا ۸۰) میں غلطی سے کھُردا کا نام کوکرد لکھا ہے

Marfat.com

جام اور بہارا کا قبول اطاعت اسی سال دو کچھی رئیسوں نے جنھوں نے اب تک کسی مغل حکمراں کی اطاعت نہیں کی تھی اب اطاعت قبول کرلی۔ جام کی ریاست سورتھ اور ساحل سمندر کے درمیان تھی جہاں ہندوستان کے سب سے بہتر گھوڑے پیدا ہوتے تھے اور پانچ سے چھ ہزار تک رسالہ کی فوج رکھتی تھی جو ضرورت کے وقت اس سے دوگنی ہوسکتی تھی۔ بہارا ساحل سمندر پر ایک چھوٹی سی ریاست ساحل سمندر کے کنارے پر حکمران تھا جو سندھ کی سرحد سے ملی ہوئی تھی۔ دونوں ایک طرح سے خودمختار تھے۔ شاہجہاں کے نائب راجہ بکرماجیت گورنر گجرات نے دونوں کو شکست دی چند سال بعد دونوں جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آداب بجالائے [1]

کشتوار تین سال بعد شمال میں ایک اس سے زیادہ اہم فتح حاصل ہوئی کشتوار ایک چھوٹی سی ریاست کشمیر کے جنوب میں پنجاب کی سرحد سے ملی ہوئی تھی۔ تیز رو دریائے چناب کو پار کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ دو رسیوں میں بندھے ہوئے تختے دونوں کناروں کی پہاڑیوں پر باندھ دیئے جاتے تھے اور اسی سے اس کی بیرونی حملوں سے حفاظت تھی۔ دو تیروں کے نشانے کے فاصلے پر ایک پہاڑی چشمہ مارو تھا جو اس کی دوسری حفاظتی لائن تھی۔ گیہوں، جو، مسور، جوار اور دالیں یہاں کی خاص زرعی پیداوار تھیں۔ عمدہ قسم کے سنترے، لیموں خربوزے، انگور اور خوبانی بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ یہاں کا زعفران کشمیر کے زعفران سے بھی بہتر سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کا من ہندوستانی دو سیر کے برابر تھا اور تبادلہ کا سکہ سنہاسی روپیہ کے دو تہائی کے برابر تھا

کشتواری کا مالی نظام عجیب قسم کا تھا۔ کاشت پر من حیثیتہ کوئی لگان نہ تھا بلکہ ہر گھر سے تقریباً چار روپیہ سالانہ وصول کیا جاتا تھا۔ ہر خریدنے والے کو دو ہندوستانی سیر زعفران کی قیمت چار روپیہ دینا ہوتی تھی۔ لیکن ریاست کی سب سے بڑی آمدنی وہ بھاری جرمانے تھے جو خاص کر دولتمند لوگوں سے ذرا ذرا سے قصور پر وصول کئے جاتے تھے۔ ریاست کی مجموعی آمدنی ایک لاکھ روپیہ تھی۔ زعفران سے جتنی آمدنی ہوتی تھی

---

[1] جہانگیر (راجرس وبیوریج) جلد اول صفحہ ۳۴۴۔ اقبال نامہ صفحات ۱۱۰ و ۱۱۱۔ مآثر الامراء بیوریج جلد اول صفحہ ۳۴۳
[2] فتح کانگڑہ مخطوطہ (ایلیٹ وڈاؤسن) جلد ششم صفحات ۵۱۷ و ۵۲۱

Marfat.com

اس کے خرچ سے راجپوت بندوقچیوں کا ایک دستہ رکھا جاتا تھا۔ گھوڑے بہت ہی کمیاب تھے لیکن لڑائی کے وقت راجہ سات ہزار پیادہ فوج جمع کر سکتا تھا۔[ا]

اس قسم کا ملک تھا جسے فتح کرنے کا جہانگیر نے قصد کیا۔ ۱۶۱۶ء میں احمد بیگ کابلی نے کشمیر کا گورنر مقرر ہونے پر یہ ذمہ لیا تھا کہ وہ دو سال کے اندر کشتواڑ اور تبت کو فتح کرے گا۔

دلاور خاں گورنر کشمیر

احمد خاں چونکہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا اس لئے اسے معزول کر کے اس کی جگہ دلاور خاں کو مقرر کیا گیا اور اس نے بھی تحریر لکھ کر یہی وعدہ کیا۔[ب]

کشتواڑ پر چڑھائی

اسی زمانہ میں کشمیر کے قدیم حکمران خاندان کے دو افراد گوہر چک اور ایبا چک نے جو کشمیر کی حکومت کے دعویدار تھے کشتواڑ کے راجہ کے یہاں پناہ لی تھی اور اپنے ہمراہیوں سے راجہ کو تقویت پہنچائی تھی۔[ج]

چنانچہ دلاور خاں نے بڑے پیمانے پر تیاریاں کیں۔ اپنے لڑکے حسن کو گرد علی امیر بحر کے ساتھ اس نے سری نگر میں حکومت کے انتظام پر مقرر کیا اور اپنے بھائی ہیبت کو پیر پنجال کے درہ کے پاس دلیسو کے مقام پر اچانک حملوں سے حفاظت کے لئے مقرر کیا اور خود دلاور خاں دس ہزار آدمیوں کو لے کر جو یقیناً سب پیدل تھے کشتواڑ پر چڑھائی کی جہاں ہیبت تعینات تھا۔ دلاور نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے ایک کو اس نے اپنے لڑکے جلال کو نصر اللہ عرب علی ملک کشمیری کو اس کا ماتحت بنا کر ایک راستہ سے روانہ کیا

[ا] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد دوم صفحات ۱۳۷ تا ۱۳۹۔ اقبال نامہ صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۶۔ مآثر الامرا بیوریج، جلد اول صفحہ ۴۹۰۔ نیز دیکھو امپیریل گزیٹیر کشتواڑ ۳-۱۸-۳۳ شمالی طول البلد اور ۴۸، ۷۵ مشرقی عرض البلد پر چناب کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

[ب] ابراہیم دلاور خاں نے راجپوت اکھی راج کے تین لڑکوں کے معاملہ میں جنھوں نے ۱۶۰۵ء میں رانا سے مل جانے ارادہ کیا تھا اور جنہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا تھا امتیاز حاصل کیا اور اس طرح بادشاہ کی نظر عنایت حاصل کرنے پر وہ پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا تھا جہاں باغی شہزادہ خسرو کے مقابلہ میں قلعہ لاہور کے دفاع میں امتیاز حاصل کیا جس پر اسے مزید ترقی ملی ۱۶۱۳ء میں وہ میواڑ کی کامیاب مہم میں شہزادہ خرم کے ساتھ کیا گیا۔ پانچ سال بعد وہ احمد بیگ خاں کابلی کی جگہ کشمیر کا گورنر مقرر ہوا۔ جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد اول صفحہ ۲۹ جلد دوم صفحات ۵ و ۶۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۱۳۔

[ج] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحہ ۱۳۵۔ مآثر الامرا بیوریج، جلد اول صفحہ ۴۸۸

Marfat.com

اور دوسرے حصہ کے ساتھ جس کی کمان خود دلاورخاں کر رہا تھا تیزی سے سڑک کے ذریعہ سے سنگین پور روانہ ہوا۔ جوانوں کی ایک جماعت دلاور کے دوسرے لڑکے جمال کی سربراہی میں اس دستہ کے ہراول پر تعینات ہوا۔ تھوڑے فاصلہ پر داہنے اور بائیں طرف دو اور دستے روانہ ہوئے۔

جلال اور جمال کے فوجی دستے کشتوار کے ایک مضبوط قلعہ نارکوٹ کے پاس ایک دوسرے سے مل گئے۔ راجہ کو اتنی بڑی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے اس کے آدمیوں نے قلعہ چھوڑ دیا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ نے اپنی فوج کی مارو کے بائیں کنارے پر صف بندی کی جہاں ایک جھڑپ ہوئی۔ ایبا چک مارا گیا اور راجہ دریا کے اس پار پسپائی پر مجبور ہوا جہاں اس نے عموماً دریا کے کنارے اور خاص کر پل کی حفاظت پر اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی۔ یہاں وہ چند دن تک غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔ بیس دن اور رات مغلوں نے دریا پار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر پسپا کر دیے گئے۔ پل کے سرے پر کشتوار کی فوجیں برابر کامیاب رہیں اور اپنے دشمنوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

لیکن بیس دن جب دلاور خاں جو مفتوحہ علاقہ میں فوج تعینات کرنے اور رسد کا معقول انتظام کرنے کے لئے پیچھے رہ گیا تھا جلال کی فوجوں سے آکر مل گیا تو راجہ کا دل ٹوٹ گیا اور اس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور اپنے بھائیوں کو فوراً تحفوں کے ساتھ روانہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ صلح مکمل ہو جانے پر وہ خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ لیکن دلاور نے اپنے شکار کو پوری طرح قابو کرنے کی امید میں صلح کی پیش کش کو رد کر دیا اور اپنی ساری کوشش مارو کو پار کرنے پر صرف کر دی۔ جوانوں کا ایک دستہ لے کر جمال نے دریا کے بہت اوپر کی طرف ایک مقام پر دریا کو پار کر لیا اور اچانک دشمن کو بے خبری میں جا لیا اور باقی فوج نے پل کے سرے پر پوری قوت سے حملہ کر دیا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد کشتوار والوں نے اپنی ابتر حالت کا اندازہ کر لیا اور تختوں کا پل توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شاہی فوج نے پل پھر سے بنا لیا اور دریا پار کر لیا۔ دشمن ان کی آمد پر فرار ہو گیا اور بھندار کوٹ میں مضبوطی سے قلعہ بند ہو گیا۔ اگلا اور سب سے مشکل کام دریائے چناب کو پار کرنا تھا جس کے اس طرف غنیم نے پڑاؤ ڈال لیا تھا اور جہاں کہیں اس کا پل بنانے یا کشتی استعمال کرنے کا موقعہ تھا وہاں بندوقچی، تیرانداز اور فوج تعینات

Marfat.com

کردی تھی۔ دلاور نے رات کی تاریکی میں اسّی جانباز سپاہیوں کو کشتی میں سوار کر کے دریا پار کرنے اور صبح کو دشمن پر اچانک حملہ کی کوشش کی لیکن کشتی تیز دھارے میں بہہ گئی اور اڑسٹھ آدمی غرق ہوگئے۔ دس بہادر جوان جان پر کھیل کر تیرتے ہوئے واپس آئے اور دو جو دوسری طرف پہنچ گئے تھے وہ پکڑ کر قید کردیے گئے۔

شاہی فوج نے دریا پار کرلیا چار مہینے دس دن تک شاہی فوج کی ساری کوششیں کشتیوں کے ذریعہ سے یا رسّی کا پل بناکر دریا پار کرنے کی ناکام رہیں۔ بالآخر ایک مقامی زمیندار نے ایک ایسی جگہ بتائی جو کشتیوں کے استعمال کے لئے موزوں تھی اور جو کشتوار کے لوگ دیکھ نہیں پائے تھے اور محفوظ نہیں کرسکے تھے۔ چنانچہ یہیں ایک رسّی کا پل بنایا گیا اور رات کی تاریکی میں جمال دو سو افغانوں اور کچھ اور لوگوں کو لے کر چپکے سے اور حفاظت کے ساتھ دریا کے پار ہوگیا اور علی الصباح دشمن پر پوری قوت سے حملہ کردیا اور اچانک راجہ کے کیمپ کو گھیر لیا۔

اچانک حملہ اس اچانک حملہ میں راجہ کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے بھاگ گئے۔

راجہ گرفتار ہوگیا خود راجہ ایک سپاہی کی تلوار کی زد میں آگیا تھا مگر اس نے چلاکر کہا: "میں راجہ ہوں۔ مجھے زندہ دلاور خاں کے پاس لے چلو۔" چنانچہ اُسے قتل نہیں کیا گیا بلکہ قید کر کے دلاور خاں کے پاس لایا گیا۔

نصر اللہ عرب کو مفتوحہ علاقوں کا انتظام سپرد کر کے مغل کماندار جلد ہی صدر مستقر کی طرف روانہ ہوگیا[۵]

راجہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا سہ شنبہ ۱۲ مارچ ۱۶۲۰ء (۱۲ فروردین) کو شاہی کیمپ سری نگر پہنچنے کے دوسرے ہی دن دلاور خاں نے راجہ کو زنجیر میں جکڑا ہوا بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ: "یہ رعب داب سے خالی نہیں ہے۔ اس کا لباس ہندوستانی طرز کا ہے اور یہ ہندی اور کشمیری دونوں زبانیں جانتا ہے اور اس علاقہ کے دوسرے زمینداروں

---

[۵] جہانگیر (راجرس و بیوریج)، جلد دوم صفحات ۱۳۵ تا ۱۳۸ و ۱۷۰، اقبال نامہ صفحات ۱۳۵ تا ۱۴۰۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۲۔ گلیڈون صفحہ ۱۷ و ۱۹، مآثر الامراء (بیوریج)، جلد اول صفحات ۴۸۸ تا ۴۸۹ -

Marfat.com

کے برخلاف شہر کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ باوجود اپنے قصور کے اگر وہ اپنے لڑکوں کو دربار میں حاضر کرے تو وہ قید سے رہا کر دیا جائے گا اور اس اَبدی سلطنت کے زیر سایہ آرام سے زندگی بسر کرے گا ورنہ ہندوستان کے کسی قید خانہ میں بند رہے گا۔ میں نے کہا کہ وہ اپنے متعلقین اور اہلِ خاندان اور لڑکوں کو دربار میں لے آئیگا اور میرے مراحم خسروانہ کا اُمیدوار رہیگا"

دلاور خاں کو کشتوار کی ایک سال کی آمدنی دی گئی جو ایک لاکھ روپیہ تھی یعنی تقریباً ایک ہزار ذات و سوار کے منصبدار کے مشاہرہ کے برابر[۹]

کشتوار فتح تو ہوگیا لیکن شاہی حکام نے وہ مصلحانہ روش اختیار نہیں کی جس سے ہندوستان کی دوسری جگہوں پر اتنے خوشگوار نتائج ظاہر ہوئے تھے۔ اس کے برعکس نصر اللہ نے لوگوں کو اتنا تنگ کیا کہ انہیں بغاوت کی حد تک پہنچا دیا اور جب وہ اپنی امدادی فوجوں کے اصرار پر اپنی ترقی کی اُمید اور اپنے خانگی معاملات کا انتظام کرنے حاضر دربار ہوا تو اس کا اچھا موقع ہاتھ آگیا۔ شاہی افواج کی تخفیف نے چاروں طرف آگ بھڑکا دی۔ پُل توڑ دیئے گئے اور راستوں پر رکاوٹیں ڈال دی گئیں اور نصر اللہ کو قلعہ میں محصور کر دیا گیا۔ چند دن کے بعد شاہی افواج کے پاس نہ خوراک کا سامان رہ گیا اور نہ کسی فوری کمک کی امید تو انہیں زیر کر کے قتل اور قید کر دیا گیا۔

جلال پھر تعینات ہوا

۲۷ شہریور دسمبر ۱۶۲۰ء کو جمعہ کے دن جب جہانگیر نے یہ خبر سُنی تو فوراً جلال کو کشمیری افواج اور کچھ اس کے والد کے ہمراہیوں اور قریب کے زمینداروں کے ساتھ پھر روانہ کیا گیا اور جموں کے راجہ سنگرام کو ہدایت کی گئی کہ وہ جموں سے پہاڑی کے راستہ کے ذریعہ وہاں پہنچ جائے[۱۰]

جلال کی ناکامی

جلال اپنا فرض انجام دینے سے قاصر رہا تو اُسے معزول کر کے ارادت خاں کو ملک میں امن قائم کرنے کے لئے سفارتی اختیارات دے کر روانہ کیا گیا اور باغیوں کو سختی کے ساتھ کچل دیا گیا[۱۱] لیکن

---

۹ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۲۳ و ۱۳۹ تا ۱۴۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۴۲

۱۰ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۷۰ تا ۱۷۱، گلیڈون صفحہ ۵۱

۱۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۰۵ تا ۲۱۰ گلیڈون صفحہ ۵۴

Marfat.com

دو سال بعد ملک میں پھر بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ کشمیر کا گورنر ارادت خاں ایک زبردست فوج لے کر پہنچ گیا اور بغاوت کو فرو کر کے فوجی لحاظ سے موزوں مقامات پر قلعہ بند فوجیں تعینات کر دیں[۲۹]

کانگڑہ جہانگیر کے عہد میں چھوٹی چھوٹی فتوحات میں سب سے بڑی قلعہ کانگڑہ کی تسخیر تھی جو اب تک کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں رہا تھا۔

کانگڑہ کا علاقہ جو شمال مغربی پنجاب میں واقع ہے متوازن پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو ساتھ ساتھ کی وادیوں میں منقسم ہے۔ مناظر کی خوشنمائی اور شکوہ میں کشمیر کے بعد ہی اس کا شمار ہے۔ اس میں بکثرت قدرتی قلعے ہیں جنہیں دشمنوں سے مدتوں مدافعت کے لئے معمولی سے خرچ اور فن کاری کی ضرورت ہے۔

ان سب میں مستحکم ترین کانگڑہ کا قلعہ ہے جو ۱۹۰۵ء کے زلزلہ میں تباہ ہو گیا تھا۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر بنا ہوا تھا جو نصف میل لمبا اور تقریباً دو میل کے احاطہ میں اور تقریباً ساٹھ گز اونچا تھا۔ اس میں تئیس مورچے اور سات دروازے تھے قلعہ کے اندر دو وسیع تالاب تھے جن سے برابر تازہ پانی حاصل ہوتا تھا۔ آس پاس کی پہاڑیوں سے قلعہ کے صرف ایک حصہ کو زیر کیا جا سکتا تھا۔ اس کے آس پاس ہی کئی اور پہاڑی قلعے تھے جیسے دھری، بری پور، پہاڑی، ہاڑہ، تھٹہ، پکرونہ، سور، جوالی، تاراگڑھ وغیرہ جو سب پہاڑی رئیسوں کے قبضہ میں تھے۔

قریب کا جوالا مکھی یا آتش پہاڑ کہا جاتا ہے کہ اسی مقام پر ہے جہاں پاربتی کا سینہ گرا تھا۔ جب اس نے اپنے شوہر کی توہین پر اپنے باپ سے ناراض ہو کر خودکشی کی تھی۔ یہ قدیم ترین زمانہ سے پرستش کا مقام رہا ہے۔ نگر کوٹ جو اس علاقہ کا خاص مقام ہے۔ اس کے مندر کا فرش خالص چاندی کا تھا چھت چمکدار جگمگاہٹ کی تھی چھوٹا سا پتھر کا بت جو درگا یا برجیشوری دیوی کے نام پر ہے اسے عالمگیر احترام حاصل ہے۔ اکثر عقیدت مندوں نے اس موہوم امید پر کہ وہ دوپہر تک تندرست ہو جائیں گے اپنی زبان یا حلق کاٹ کر اس پر بھینٹ چڑھا دی تھی[۳۰]

---

[۲۹] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۳۵، ۲۳۸ - گلیڈون صفحہ ۵۴

[۳۰] موجودہ ضلع کانگڑہ شمالی عرض البلد ۳۱٫۲۰ اور ۳۲٫۵۸ اور مشرقی طول البلد ۷۵٫۳۹ و ۷۸٫۳۵ کے درمیان واقع ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۱۰۰۹ء میں محمود غزنوی نے اس کی بے شمار دولت کو لوٹ کر اس کے آس پاس کے علاقہ کو تباہ کر دیا تھا لیکن ایک نسل کے بعد ہندوؤں میں بیداری پیدا ہوئی اور قدیم راجاؤں کا خاندان پھر سے حکمراں ہو گیا۔ دہلی کے حکمرانوں نے بار بار اس قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ پسپا کر دیے گئے۔ دوسروں کے علاوہ فیروز تغلق (۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء) نے ایک زبردست فوج سے حملہ کیا لیکن ایک ناکام محاصرہ کے بعد راجہ کے برائے نام قبولِ اطاعت پر قانع ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہدِ حکومت سے لے کر اکبر کی تخت نشینی تک دہلی کے حکمرانوں نے ۵۲ ناکام محاصرے کیے۔[۱۲] اکبر کے عہد میں چند سال بعد اکبر نے حسین قلی خاں کی سربراہی میں ایک فوج

(بقیہ صفحہ) قلعہ آتش فشاں پہاڑ اور مندر کے حالات کے لئے دیکھو آئین جلد دوم (جارٹ) صفحہ ۳۱۲۔ جہانگیر (راجرس بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۲۳ تا ۲۲۴ و ۲۲۵۔ اقبال نامہ نے اسی کی نقل کی ہے۔ فتح کانگڑہ (مخطوطہ رام پور۔ الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحہ ۵۲۶۔ خافی خان صفحات ۳۰۶ تا ۳۰۷۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۴۱۵ تا ۴۱۶۔ ولیم فنچ پر برجات چہارم صفحات ۴۹ تا ۷۰۔ ٹیری صفحات ۸۲ تا ۸۳۔ خلاصۃ التواریخ ترجمہ سرکار انڈیا آف اورنگزیب صفحات ۹۳ تا ۹۴۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۰۸۔ گلیڈون صفحات ۵۵ تا ۵۶۔ پنجاب ڈسٹرکٹ گزیٹیر کا نمبر ۷ کانگڑہ ۱۹۰۴ء صفحات ۸ تا ۱۰۔ نیز کانگڑہ ڈسٹرکٹ گزیٹیر کا نقشہ صفحہ ۳۵۶

[۱۲] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم ۱۸۴۔ فتح کانگڑہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم ۵۲۶۔ (الیٹ وڈاوسن) جلد دوم صفحات ۴۴ و ۴۴۳ تا ۴۴۵۔ (الیٹ وڈاوسن) جلد سوم صفحات ۳۰۵ تا ۳۰۷ و ۳۱۵ و ۵۰۰۔ (الیٹ وڈاوسن) جلد چہارم صفحات ۶۷ و ۴۱۵ و ۵۴۳۔ بلوکمین، انڈین اینٹی کوری ۱۸۷۸ء صفحہ ۲۶۴۔ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی ۱۸۷۸ء صفحہ ۱۹۲۔ کانگڑہ ڈسٹرکٹ گزیٹیر جلد اول صفحات ۳۴ تا ۳۹

جہانگیر اور اس کے درباری مورخین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سلطان فیروز تغلق نے راجہ کی طرف سے قلعہ کے اندر ایک ضیافت قبول کی۔ سلطان نے سب طرف دیکھ کر اور قلعہ کا معائنہ کر کے راجہ سے کہا کہ قلعہ کے اندر کسی بادشاہ کو بلانا احتیاط کے خلاف ہے اگر اس کے فیروز کے ساتھ جو آدمی ہیں وہ راجہ پر حملہ کر دیں اور قلعہ پر قبضہ کر لیں تو وہ کیا کرے گا۔ راجہ نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور دفعۃً خفیہ مقامات سے بہت سے بہادر مسلح سپاہی نکل آئے اور سلطان کو سلامی دی۔ سلطان کے دل میں شبہ پیدا ہو گیا تو راجہ نے آگے بڑھ کر زمین بوسی کی اور کہا کہ اس کے دل میں اطاعت شعاری اور خدمت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ شبہ کرنے والوں نے کہا ہے، میں دوراندیشانہ احتیاط کر لیتا ہوں اس لئے ہر موقع ایک جیسا نہیں ہوتا۔ سلطان نے راجہ کی تعریف کی اور راجہ چند منزل تک سلطان کے ساتھ آیا اور پھر رخصت لے کر واپس آ گیا۔

Marfat.com

کانگڑہ کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کی لیکن ابراہیم حسین مرزا کی بغاوت کی وجہ سے اس میں خلل پڑ گیا۔ ۱۵۸۲ء میں ایک اور کوشش دوسری مصروفیتوں اور حکمراں راجہ جے چند کی رضا کارانہ اظہار اطاعت اور ایک افسانوی روایت کے بموجب دیوی کے دخل دینے پر ملتوی ہو گئی۔ بعد کی مہم نے پہاڑی علاقوں کو تو تباہ کر دیا مگر خود قلعہ کانگڑہ کے سامنے شکست کھا گئی۔[۱۵]

جہانگیر کے عہد میں

مارچ ۱۶۱۵ء میں جہانگیر نے مرتضیٰ خاں گورنر پنجاب کو حکم دیا کہ وہ راجہ باسو کے لڑکے سورج مل کو بطور ماتحت ساتھ لے جا کر قلعہ کانگڑہ کو فتح کرے۔ سورج مل کو قدرتاً اپنی موروثی ریاست سے اس قدر قریب مغل اقتدار کی توسیع گوارا نہ تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے سردار کے کاموں میں رخنہ ڈالا اور شاید دشمن سے ساز باز بھی کیا۔ مرتضیٰ خاں نے بادشاہ سے شکایت کی اور سورج مل نے شہزادہ خرم کو بیچ میں ڈالا۔ شاہی فرمان کی تعمیل میں وہ مارچ ۱۶۱۶ء میں حاضرِ دربار ہوا اور شہزادہ کو اپنی بے قصوری کا یقین دلا دیا۔

اگلے اکتوبر کو وہ شہزادہ کے دکن کی مشہور مہم میں گیا اور اپنے سرپرست کے دل میں جگہ کر لی۔ مرتضیٰ خاں کے انتقال پر اُسے بر سرِ اقتدار گروہ نے خود جہانگیر کی معقول رائے کے برخلاف کانگڑہ کی مہم کی سربراہی سپرد کر دی گئی۔ اُس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ایک سال کے اندر قلعہ فتح کرلے گا لیکن میدانِ کارزار میں پہنچ کر وہ اپنے شریک کماندار تقی سے لڑ پڑا اور شہزادہ خرم سے اُس کی برطرفی کا پروانہ حاصل کر لیا۔ اس لئے کہ اس وقت شہزادہ کانگڑہ کے معاملات کا مختارِ کُل تھا۔ اب سورج مل نے سپاہ برطرف کر دی اور علَمِ بغاوت بلند کر دیا اور پہاڑی رئیسوں سے مل گیا۔ اُس نے شاہی علاقہ کو تاراج کر دیا اور سید صفی بارہہ کو جو شاہی کماندار تھا شکست دے دی مگر راجہ بکرماجیت نے جو تقی کو معزول کر کے اس کی جگہ مقرر کیا گیا تھا جلد ہی اس کے باغیانہ منصوبوں کو شکست دیدی۔ سورج مل کی جاگیر تاراج کر دی اور شاہی قبضہ میں لے لی گئی

۱۵؎ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۴۸۔ فیضی سرہندی کا اکبر نامہ (الیٹ وڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۲۵ تا ۱۲۹۔ جہانگیر (الیٹ وڈاوسن جلد دوم صفحہ ۳۴۸۔ ماٹر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۴۱۴ تا ۴۱۵

Marfat.com

خود سورج مل نے بھاگ کر پہاڑی قلعوں میں پناہ لی جن پر راجہ بکرماجیت نے یکے بعد دیگرے حملہ کیا۔ لڑائی کے دوران میں ایک شاہی فوج کا دستہ ناقابل گزر گھاٹیوں میں بہت دور تلک اندر چلا گیا اور اسے کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ مگر بحیثیت مجموعی مغلوں کا پلہ بھاری رہا۔ سورج مل شکستہ دل ہو کر ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اُس کے میزبان راجہ چمپا نے بلا شرط اطاعت قبول کر لی اور سورج مل کی ساری املاک بشمول چودہ ہاتھیوں اور دو سو گھوڑوں کے شاہی فوج کے حوالے کر دی جو اب بحقِ سرکار ضبط کر لئے گئے۔ قلعہ اور راجہ باسو کی بنائی ہوئی عمارتیں ڈھا دی گئیں۔ سابق رئیس کے بھائی جگت سنگھ کو ایک ہزار ذات اور پانچ سو سوار کا منصب دے کر اس شرط کے ساتھ گدی پر بٹھا دیا گیا کہ وہ کانگڑہ کی مہم میں راجہ بکرماجیت سے تعاون کرے گا۔[57]

محاصرہ اب پورے زور کے ساتھ جاری کیا گیا۔ رسد کی قطعی بندش کر دی گئی اور قلعہ کے چاروں طرف مورچے کھڑے کر دیے گئے۔ محصورین کو فاقہ کی نوبت آ گئی اور کئی دن تک انہوں نے اُبلی ہوئی گھاس پر بسر کی اور قلعہ بند فوج کو موت کا سامنا تھا۔ بالآخر چودہ ماہ کے محاصرہ کے بعد ۱۶ نومبر ۱۶۲۰ء کو محاصرین نے ہتھیار ڈال دیئے[58]۔ قلعہ میں جمع شدہ بہت بڑا خزانہ شاہی فوج کے ہاتھ آیا[59]۔

---

۵۶ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۸۳، ۲۱۱، ۲۲۴، ۲۲۳ تا ۲۲۵، ۲۸۸، ۲۹۲ تا ۲۹۳ جلد دوم صفحات ۵۲ تا ۵۶، ۴ تا ۵۰، و ۱۲۶۔ اقبال نامہ صفحات ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲ تا ۱۲۴، ۱۲۵ فتح کانگڑہ (مخطوطہ رام پور) ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۵۲۰ تا ۵۲۴، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۹۰ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول ۲۱۲ تا ۲۱۴، ۵۲۵ جلد دوم صفحہ ۱۰، گلیڈون صفحات ۴۵، ۲۵، ۶۲۔

۵۸ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۰، اخبار حلق جلد اول صفحات ۳۰۶ تا ۳۰۰، گلیڈون صفحات ۵۰ تا ۵۰۔ فتح کانگڑہ کے مصنف (ایلیٹ و ڈاؤسن، جلد ششم صفحات ۵۲۵ و ۵۲۶) کا بیان ہے کہ شاہی فوج نے ایک شگاف کیا اور شاہی فوج اور محاصرین میں سخت خونریز لڑائی ہوئی اور دن کے آخر میں جا کر شاہی فوج کو قلعہ پر قبضہ ملا لیکن ہتھیار ڈالنے کے متعلق جہانگیر کا بیان بالکل واضح ہے۔ نیز دیکھو اقبال نامہ۔ مآثر جہانگیری۔ خلاصۃ التواریخ

۵۹ فتح کانگڑہ، ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۵۲۵۔ ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۵۲۰ تا ۵۲۲۔ فتح کانگڑہ کے مصنف کے متعلق دیکھو ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم۔ تتمہ نوٹ صفحات ۵۱۰ تا ۵۱۱ جرنل آف یو پی ہسٹاریکل سوسائٹی جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۲ تا ۶۲ مضمون کے مصنف کا یہ خیال غلط ہے کہ بکرماجیت اور سندر داس دو مختلف اشخاص تھے۔ فتح کانگڑہ کے مصنف کے بارے میں
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جہانگیر کو اس فتح پر بہت بڑی خوشی ہوئی اس لئے کہ ہندوستان کسی مسلمان بادشاہ کو حتیٰ کہ اکبر کو بھی یہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تھی[19] ایک سال بعد وہ قاضی القضاۃ، میر عدل اور کئی راسخ العقیدہ مسلم علماء کے ساتھ وہاں گیا اور ایک ایسا متعصبانہ فعل انجام دیا جو اس کے عہد میں بہت کم ہوا تھا یعنی قلعہ میں ایک بیل ذبح کر دیا اور ایک مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا[20]

(بقیہ صفحہ) میرا خیال وہی ہے جو سر ایچ ایلیٹ کا کہ اسے نعمت علی خاں نے نہیں بلکہ جلال طباطبائی نے تصنیف کیا ہے۔

[19] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۱۸۵ تا ۱۸۶ فتح کانگڑہ ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۵۲۵ و ۵۲۶

[20] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحہ ۲۲۳ معتمد خاں، کامگار خانی خاں، سجان رائے اور دیگر مورخین کا بھی یہی بیان ہے۔

Marfat.com

چودھواں باب

نورجہاں کے گروہ میں پھوٹ

جہانگیر کی صحت گرنے لگی

قدرت نے جہانگیر کو اعلیٰ درجہ کی جسمانی ساخت عطا کی تھی جسے شراب، افیون، آرام طلبی اور عیاشی نے بگاڑ دیا۔ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کر وہ بالکل معذور ہوگیا اور اس کا حال بد سے بدتر ہوگیا۔ ۱۶۱۸ء میں گجرات کی اُمس کی گرمی اُس سے برداشت نہ ہوئی اور وہ انفلوائنزا میں مبتلا ہوگیا اور دمہ کی شدید شکایتیں رونما ہوگئیں۔[۱] طبیبوں کے مشورہ سے اُس نے شراب ذرا کم کردی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔[۲] ۱۶۱۹ء میں خون کے انجماد سے اس کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوگئی اور ایک رگ میں نشتر دینے سے اس میں کچھ کمی ہوئی۔[۳] وہ ہر سال کشمیر جاتا رہا مگر اس سے کوئی مستقل فائدہ نہ ہوا۔ مارچ تا اکتوبر ۱۶۲۰ء اس کا پہلا سات ماہ کا قیام اس لحاظ سے خاص کر دلچسپ ہے کہ اس دوران میں اُس نے کشمیر کے قدرتی حُسن کی بڑی دلکش تصویر کشی کی ہے[۴] مگر اس سے اُس کے مرض میں کچھ افاقہ

---

۱ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۲، ۱۳ و ۳۵

۲ "پہلے ہر شام کو ساڑھے سات سات تولہ شراب کے چھ جام ہوتے تھے سب ملا کر ۴۵ تولہ۔ شراب میں عموماً پانی ملایا جاتا تھا۔ اب میں فی جام چھ تولہ ۳ ماشہ شراب کے چھ جام پیتا ہوں۔ گویا کل ۳۷½ تولہ" جہانگیر جلد دوم صفحہ ۳۵

۳ جہانگیر (راجرس و بیوریج) صفحہ دوم جلد،،   ۴ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۹۷، ۹۸، ۱۳۹۔ اقبال نامہ صفحات ۱۲۷ تا ۱۳۱ ماثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش صفحہ ۲۳۲ الف) (برعکس جہانگیر ۱۳۹ تا ۱۴۰) میں اس سفر کا عجیب و غریب حال لکھا ہے۔

باوجود صحت کی خرابی کے جہانگیر یہاں کے قیام سے بہت لطف اندوز ہوا۔ اس نے یہاں کے جتنے تفریح اور طبعی مقامات تھے وہ سب دیکھے جیسی کہ ایک فطرت کا گہرا مطالعہ کرنے والے اور حُسن پرست سے توقع تھی۔ وہ کشمیر سے بہت متحیر ہوا اور دلی مسرت کے جوش کے ساتھ لکھا ہے: "اگر کوئی کشمیر کی تعریف لکھنا چاہے تو پوری کتاب کی ضرورت ہوگی۔"
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

نہ ہوا۔ اس کے برخلاف اُس پر بار بار دمہ کا دورہ پڑتا رہا حکیم روح اللہ کے علاج سے اسے کافی فائدہ ہوا لیکن نومبر ۱۶۲۰ء میں جب وہ میدانی علاقہ میں آیا تو بیماری پھر

(بقیہ صفحہ) کشمیر ایک سدابہار باغ ہے یا شاہی محل کا ایک آہنی قلعہ، درویشوں کے لئے ایک پھولوں سے لدا ہوا دلفریب ورثہ، اس کے خوبصورت مرغزار اور دلکش چشمے اور بے شمار فوارے تعریف سے بالاتر ہیں۔ یہاں بے شمار بہتے ہوئے دریا اور آبشار ہیں۔ جہاں تک نظر جاتی ہے سبزہ زار اور پھول ہیں۔ سرخ گلاب، بنفشہ اور نرگس از خود اگے ہیں۔ میدان میں طرح طرح کے پھول اور خوشبودار گھاس ہے جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ روح پرور موسم بہار میں پہاڑ اور میدان پھولوں سے بھر جاتے ہیں اور دروازے، دیواریں اور صحن لالہ زار ہو جاتے ہیں جہاں ضیافت کا دسترخوان سجانے والے گل لالہ جگمگاتے ہیں۔ ان وسیع مرغزاروں اور خوشبودار پتیاں پھولوں کا ہم کیا بیان کریں"۔ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد دوم صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۴

طامس مور اپنی لالہ رُخ میں لکھتا ہے:

وادیٔ کشمیر کا حال کس نے نہیں سنا ہے

اس کے بہترین دہکتے ہوئے پھول جو خودرو ہیں سارے پھولوں سے زیادہ شوخ رنگ ہیں۔

اس کے مندر اور مینا اور شفاف چشمے

جن کے لہرانے پر محبت بھری نظر جم جائے

جہانگیر کا بیان ہے "اس پھولوں سے بھری ہوئی سرزمین کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ جہاں تک نظر جاتی ہے ہر رنگ کے پھول لہلہاتے ہیں۔ میری موجودگی میں پچاس قسم کے پھول چنے گئے۔ شاید ان کے علاوہ اور بھی ہوں گے جو میں نے نہیں دیکھے۔ ایضاً جلد دوم صفحات ۱۶۲ و ۱۶۳۔ ایک اور علاقہ کوری مارگ کے متعلق اس نے بالکل شاعرانہ انداز میں لکھا ہے: "میں اس کی تعریف کہاں تک کروں جہاں تک نظر پہنچ سکتی ہے رنگ رنگ کے پھول لہلہاتے ہیں اور سبزہ زار کے درمیان پانی کے خوبصورت چشمے رواں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب تقدیر کے تخلیقی قلم سے ایک دلفریب نقش کھینچ دیا ہے۔ اسے دیکھ کر دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں۔ بیشک اس علاقہ کا دوسرے علاقوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ کشمیر میں دیکھنے کے لائق اس سے بہتر کوئی اور مقام نہیں ہے"۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۶۴۔ نیز مچھی بھون کے خوبصورت چشمہ کا حال بیان کرنے کے بعد اس نے ایک اور چشمہ اچھاول (اچھی بل) کا حال لکھا ہے: "اس کا چشمہ اس (مچھی بھون) چشمہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے اور اس میں ایک خوبصورت جھرنا بھی ہے۔ اس کے گرد فلک بوس چنار کے درخت کھڑے ہیں جن کے سر باہم مل کر خوشنما سستانے کی جگہ بناتے ہیں۔ ایک خوبصورت باغ میں جہاں تک نظر جاتی ہے جعفری کے پھول کھلے ہیں۔ گویا یہ بالکل جنت کا ایک ٹکڑا

Marfat.com

عود کر آئی اور اس نے خود کو قریب المرگ محسوس کیا۔ مغرور اور برخود اعتماد حکیم رکنا اور ایرانی حکیم صدرہ جو اس عہد کا مسیحا مشہور تھا اور حکیم ابوالقاسم جس کی دُور دُور تک شہرت تھی اس کے علاج سے مایوس ہو گئے۔ اس نے شراب کی کثرت سے اپنے درد کو دبانا چاہا

(بقیہ صفحہ) ۲۔ ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۷۳۔

پھر ویرناگ کے چشمہ کا ذکر ہے جو دریائے جہلم کے سرے پر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے جہاں اپنی شہزادگی کے زمانہ میں جہانگیر نے ایک خوبصورت عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ "تالاب کا پانی اتنا شفاف ہے کہ باوجودیکہ چار گز (بارہ فٹ) گہرا ہے تاہم اس میں اگر ایک مسرول دی تو وہ صاف نظر آئے گی۔ نہر کی خوبصورتی اور چشمہ کے نیچے جو گھاس اُگتی ہے اس کی سرسبزی کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ مختلف قسم کے پودے اور خوشبودار گھاس یہاں بکثرت اُگتی ہے اور اس میں ایک پودے کی ڈنڈی نظر آئی جو ہوبہو مور کی دُم کی طرح مختلف رنگوں کی تھی وہ چشمہ کی لہروں میں بل کھاتی تھی اور کہیں کہیں اس میں پھول بھی تھے۔ مختصر یہ کہ سارے کشمیر میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی اور جگہ نہیں ہے جو اتنی دلفریب ہو۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں وادی کا اوپری حصہ جتنا خوبصورت ہے اُس کا نشیبی حصہ کی خوبصورتی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ ان علاقوں میں کچھ دن قیام کرنا چاہیئے اور قرب و جوار کے مناظر دیکھنا چاہیئے۔ میں نے حکم دیا کہ اس چشمہ کے دونوں طرف چنار کے درخت لگائے جائیں۔" ایضاً جلد دوم صفحہ ۱۷۴۔

مناظر: دریاؤں چشموں، دیہاتوں، وادیوں، پہاڑیوں، پودوں، پھولوں، پرندوں، جانوروں اور نیز لوگوں کا جو حال اُس نے لکھا ہے وہ نہایت رواں شستہ اور خوبصورت فارسی میں ہے جسے تقریباً لفظ بہ لفظ معاصر مورخین جیسے معتمد خاں اور کامگار اور نیز بعد کے مورخین جیسے خافی خان، سجان رائے اور دوسروں نے نقل کیا ہے اور آج بھی وہ دلچسپی اور لطف سے پڑھا جا سکتا ہے۔

دیکھو چڑیوں اور جانوروں کی وہ فہرست جو کشمیر میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ (جہانگیر جلد دوم صفحات ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰

دوسری چیزوں کے علاوہ دیکھو اندھی مچھلی کا حال جو اودھ ناگ میں پائی جاتی ہے (جہانگیر راجرس و بیوریج جلد دوم صفحہ ۳۷۱، نیز اقبال نامہ، ماثر جہانگیری، گلیڈون صفحہ ۴۹، خافی خاں جلد اول صفحات ۳۰۲، ۳۰۴، سجان رائے۔ کشمیر کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھو آئین (جارٹ) جلد دوم صفحات ۳۴۳ تا ۳۶۲ حال کا نہایت ہی دلچسپ بیان سرجیری ٹمپل کے جرنل جو حیدرآباد، کشمیر، سکم اور نیپال میں محفوظ ہیں (مرتبہ آر۔ سی ٹمپل، لندن ۱۸۸۷ء)۔ کشمیر کے لئے جلد اول صفحات ۲۹۶ تا ۳۱۳ (مقدمہ) اور جلد دوم صفحات ۱ تا ۱۴۹۔ خصوصاً نقشے بہت اہم ہیں۔ برنیئر مرتبہ کانسٹبل صفحات ۳۹۰ تا ۴۲۵ ڈریو کی جموں اینڈ کشمیر، سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کی کشمیر والٹر ڈیل، ارکی رومانٹک ایسٹ، برما، آسام اور کشمیر، سر والٹر لارنس کی ویلی (بقیہ حاشیہ صفحہ)

Marfat.com

مگر ہمیشہ سے زیادہ ابتر حالت میں ہوگیا۔ شہزادہ پرویز جلد ہی اس کے بستر کے پاس پہنچ گیا۔ نور جہاں کی محبت بھری تیمارداری ہی نے اس کی جان بچائی۔ اُس نے آہستہ آہستہ اس کی شراب کم کرادی۔ مضر صحت کھانوں سے پرہیز کرایا اور مناسب دواؤں کے استعمال پر آمادہ کیا۔ اُسے شفا تو ہوگئی مگر کمزوری برابر رہی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ آگرہ چھوڑ دے اور گنگا کے کنارے پہاڑ کے دامن میں اپنے لئے نیا شہر بسائے لیکن پھر یہ ارادہ ترک کردیا اور سالانہ کشمیر جانے پر قناعت کی۔ ۱۶۲۳ء کے شروع میں وہ اپنا روزنامچہ لکھنے پر قادر نہیں رہا اور یہ کام معتمد خاں کو سپرد کردیا۔ پہلی سی صحت اور قوت اُسے پھر کبھی نہ حاصل ہوسکی [1] حکومت کا سارا انتظام نور جہاں کے ذمہ ہوگیا۔

نور جہاں کو اگرچہ اب کامل اختیارات حاصل تھے مگر بادشاہ کی تیزی سے گرتی ہوئی صحت سے اُسے سخت پریشانی تھی۔ مطلقانہ اختیارات برتنے کی وہ بالکل عادی ہوگئی تھی مگر اس کے مضطرب دماغ اور حاکمانہ جذبات کسی کی دخل اندازی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اُس کے دماغ اور جسمانی قویٰ پوری طرح کام کررہے تھے لیکن اسکے شوہر کا

(بقیہ صفحہ) آف کشمیر نیز ٹی اور ڈی ڈن کشمیر، اینڈ رانس مغل گارڈنس کلکتہ ریویو نمبر ۲۸۸ - اپریل ۱۹۱۷ء۔ جے سی مودی کا مضمون مغل امپیریل ان کشمیر جرنل آف بمبئی ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱۰ نمبر ۳ ۱۹۱۷ء صفحات ۴۲ تا ۵۰۔

جہلم کے نکاس کی جگہ کو جہانگیر کے حکم سے پہلے ایک خوبصورت اور ایک باغ سے خوبصورت بنا دیا گیا جہانگیر راجرس بیوریج جلد دوم صفحات ۱۴۱ تا ۱۴۲۔ اب اُسے شالا مار باغ کو جنت کے ایک گوشہ کا نمونہ بنا دیا جہانگیر کے منظر کی خوبصورتی کی واضح شہادت ان مقامات کے انتخاب سے بہتر نہیں ملتی جہاں عمارتیں بنوائیں اور باغ لگائے اور آرام گاہیں تعمیر کیں۔

وہ لکھتا ہے "میں نے اکثر کشتی میں گشت لگایا اور پھاک اور شالامار کے پھولوں کا نظارہ کیا۔ پھاک جھیل ڈل کے قریب دوسرے کنارہ پر ایک پرگنہ ہے۔ شالا مار جھیل کے قریب ہے جہاں ایک دلکش چشمہ ہے جو پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور ڈل جھیل میں گرتا ہے۔ میں نے اپنے لڑکے کو حکم دیا کہ وہ یہاں ایک جھرنا بنوادے جو دیکھنے میں دلکش معلوم ہو" جہانگیر کی تعمیر کردہ عمارتیں شکستہ حالت میں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

نیز دیکھو شالامار کی موجودہ حالت کا خوبصورت رنگین نقشہ ٹیل کے جرنلس میں جلد دوم مقابل صفحہ ۱۱۷

[1] جہانگیر راجرس وبیوریج) جلد دوم صفحات ۱۶۷، ۱۶۸، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۴۶، ۲۸۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۸۴۔ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۷۷۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۴۷۔

Marfat.com

کسی وقت بھی انتقال ہو سکتا تھا اور سوال یہ تھا کہ کیا شوہر کے انتقال کے بعد اُس کا بھی اقتدار قائم رہے گا؟ اس کا جانشین شاہجہاں ہوگا جس نے اب اپنی عمر کے تیس سال پورے کرلئے تھے اور جو ایسے اعزازات اور مناصب کے ساتھ جو کسی اور شہزادہ کو حاصل نہیں ہوئے تھے تخت نشینی کے لئے نامزد کیا گیا ہے۔ پوری قلمرو کو سکھایا گیا ہے کہ وہ اُسی کو اپنا مستقبل کا آقا سمجھے۔ کئی صوبوں میں اور کئی ممتاز فوجی کمانداروں اور فوجی دستوں پر اُس نے اپنا اثر قائم کرلیا ہے۔ نورجہاں کا اُس سے بہت دنوں تک اور بہت قریبی رابطہ رہا ہے۔ اور اُسے پورا احساس ہے کہ شاہجہاں مغرور اور بہت طاقتور ہے اور جاہ پسندی اُس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور نیز اُس میں حکومت اور اقتدار کی بھرپور صلاحیت ہے۔ وہ جہانگیر جیسے کمزور اور آرام پسند بادشاہ سے بالکل مختلف قسم کا ہوگا۔ وہ اپنی مرضی کا خود مختار ہوگا اور کسی بھی دخل اندازی کو برداشت نہ کرے گا اور خاص کر نورجہاں جیسی حکم چلانے والی کا ایک ہی سلطنت میں نورجہاں اور شاہجہاں جیسے دو اقتدار پسند افراد کا گذر نہیں ہو سکتا۔ دونوں ایک دوسرے کو خوب اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے اور کسی طرح کے مغالطہ کی گنجائش نہ تھی۔ معاملہ بالکل صاف تھا۔ نورجہاں کو یا تو سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو جانا چاہیئے اور شاہجہاں کی جگہ کسی ایسے بادشاہ کو بنانا چاہیئے جو اس کی مرضی پر جھک سکے اور اس کا آلۂ کار بن سکے۔ اپنی فطری جرأت اور جاہ پسندی کے جذبہ سے اُس نے ایک دوسرے طریقہ کا انتخاب کیا۔ مشکلات بہت بڑی تھیں مگر نورجہاں ایسی نہ تھی جو مشکلات سے خائف ہوتی۔ اُس نے اپنے چاروں طرف نظر ڈالی اور جانشینی کے لئے شہریار کو طے کرلیا۔

شہریار شہریار جہانگیر کی اولاد میں سب سے چھوٹا تھا اور ابھی اُس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی اور اُس سے کبھی کسی قابلیت کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ ہاکنس نے البتہ اُس کے شدید درد میں غیر معمولی قوت برداشت کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ اگر سچ بھی ہے تو اس سے کوئی مفید مطلب بات ثابت نہیں ہوتی۔ اُس میں کبھی اخلاقی قوت کی نشو و نما نہیں ہوئی وہ عظمت حاصل کرنے کا اہل نہ تھا اور نہ اُس میں یہ اہلیت تھی کہ اگر عظمت اُس سے زبردستی وابستہ کردی جائے تو وہ اُسے نباہ سکے۔ جب وہ

Marfat.com

چار ناچار شہرت کی روشنی میں لایا گیا تو اس کے متعلق جو عام خیال تھا وہ اُبھر آیا اور "ناشدنی" کا لقب اُس کے ساتھ لگ گیا۔

اس کی جانشینی کے لئے نور جہاں کی کوشش

یہی وہ آلہ کار تھا جس کی نور جہاں کو ضرورت تھی۔ خسرو زیادہ قابل اور جاہ پسند تھا اور عوام میں بہت مقبول تھا اور اُس کے ساتھ نور جہاں نے اتنی زیادتیاں کی تھیں کہ وہ اب اُس کے کام کا نہیں رہا تھا۔ پرویز سخت شرابی، شراب کا بندہ، ادنیٰ ذہانت کا اور قابلیت سے بے بہرہ تھا۔ اگرچہ جاہ پسندی اور غرور کے جذبات سے بھرا ہوا تھا اور جیسا کہ صاف ظاہر ہو رہا تھا وہ جلد ہی قبر میں جانے والا تھا۔ شہریار کی کم عمری، تربیت پذیر طبیعت، کمزور ذہنیت اور ضعیف العقل مزاج نے اُسے ایک اقتدار پسند خاتون کا آلہ کار بننے کے لئے بالکل موزوں بنا دیا تھا۔[1]

مذہبی عنصر

ان ہیر پھیر کی سازشوں اور انقلابی منصوبوں کا فیصلہ تو سیاسی ضرورت کے ماتحت کیا گیا لیکن اس میں تھوڑا سا اثر مذہبی عنصر کا بھی تھا۔

---

[1] نور جہاں کی اپنی لڑکی خسرو سے بیاہنے کی تجویز جس کی ۱۶۱۶ء میں شہرت تھی اور جسے سر طامس رو نے نقل کیا ہے اُس کی کوئی خاص بنیاد نہ تھی۔

۱۲ دسمبر ۱۶۱۶ء کو رو نے جو خط سورت لکھا اس میں یہ ذکر کیا "سلطان خسرو کی نور محل کی لڑکی سے شادی اور وہ قید سے آزاد ہو جائیگا۔ اور سب جماعتیں اس کا ساتھ دینگی۔" پھر ۱۲ اگست ۱۶۱۷ء کو اس نے لکھا "نور محل اور آصف خان اپنے والد کے مشورہ سے خسرو کے ساتھ صلح اور اتحاد کرنے آئے اور بڑی خوشی سے خسرو کو رہائی کی توقع ہے۔" ۲۰ اگست کو اس نے پھر لکھا "آج نور محل اور شہزادہ سلطان خسرو کی ضیافت تھی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اتحاد کے مزید استحکام کے بعد خسرو ایک بیوی لے آئیگا جس کا مطلب اس کی پوری آزادی اور ہمارے متکبر آقا (خرم) کی تباہی ہوگی۔" دیکھو رو صفحات ۳۶۳، ۴۱۰، ۴۲۰، ۴۴۰۔ ایسے ہی اشارات خطوط موصولہ اور انگلش فیکٹریز انڈیا میں ملتے ہیں۔ ڈیلاویل جلد اول صفحات ۵۶ تا ۵۷ میں صاف صاف لکھا ہے کہ نور محل نے کئی مرتبہ اپنی لڑکی کی خسرو سے شادی کی پیشکش کی اور خسرو کی بیوی نے خود اُسے مشورہ دیا کہ اس رشتہ کو منظور کرلے جس سے اُسے آزادی اور فلاح و بہبود حاصل ہو جائیگی لیکن اپنی بیوی سے محبت نے ہمیشہ اس تجویز کو رد کرنے پر آمادہ کیا۔ مایوس ہو کر نور محل نے اپنی لڑکی شہریار سے بیاہ دی۔

ان افواہوں میں صداقت صرف اس قدر ہے کہ شاید نور جہاں نے ایک مرتبہ خسرو کی جماعت سے اتحاد کا خیال کیا ہوگا لیکن یہ یقینی ہے کہ اس نے اس معاملہ کو آگے نہیں بڑھایا۔

Marfat.com

خسرو اپنی تربیت کے لحاظ سے کامل مذہبی مساوات کا حامی تھا لیکن شاہجہاں پر جیسے جیسے دن گذرتے گئے سُنّی عقیدہ کا غلبہ ہوتا گیا اور وہ زیادہ سے زیادہ راسخ العقیدگی کی طرف مائل ہوتا گیا اور اپنے شیعہ ساتھیوں سے بیزار ہوتا گیا۔ نورجہاں کبھی متعصب تو نہ تھی مگر پھر بھی شیعہ تھی اور شیعوں کی حمایت پر زیادہ سے زیادہ بھروسہ کرنے پر مائل ہوتی گئی۔ شاہجہاں کے سُنّی جتھے کے بڑھتے ہوئے عروج میں ایرانی مفادات نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ بالآخر سُنّیوں نے اپنے اقتدار کو مسلط ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس فضا میں غلط فہمیوں، ناچاقیوں اور چہ میگوئیوں کی پرورش ہوئی۔ یہ خلیج دن بدن بڑھتی گئی اور بالآخر پرانی گروہ بندی پاش پاش ہو گئی۔

نئی گروہ بندی دربار اب تین پارٹیوں پر منقسم ہو گیا تھا جو تین شہزادوں خسرو، شاہجہاں اور شہریار کی طرفدار تھیں۔ جہانگیر کے عہدِ حکومت کے آخری سات سال کے جوڑ توڑ کا سررشتہ نورجہاں کی اپنے امیدوار کے لئے راستہ صاف کرنے کی کوشش میں ملتا ہے۔ اس کا یہ انتخاب نامزوار ثابت ہوا اس لئے کہ اس سے صحیح الخیال افراد کی ہمدردی جاتی رہی۔ شہریار جیسے نااہل انسان کے لئے کسی کے دل میں الفت یا احترام یا جوش وخروش کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا مگر نورجہاں اپنے منصوبہ پر برابر کام کرتی رہی۔ اُس نے اپنے راستہ سے یکے بعد دیگرے کئی رکاوٹیں دور کیں۔ اُس نے ایک کے بعد دوسرے رقیب کو ختم کیا۔ مگر بالآخر اسکی کوششوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

شہریار کی لاڈلی بیگم سے منگنی سیاسی جماعتوں کے ادل بدل کی پہلی علامت دسمبر ۱۶۲۰ء میں ظاہر ہوئی جبکہ شہریار کی منگنی نورجہاں کی شیر افگن سے لڑکی لاڈلی بیگم سے ہو گئی۔ لاہور جسے جہانگیر کی کشمیر سے واپسی کے لئے نئی عمارتوں سے آراستہ کیا گیا تھا وہیں حسبِ معمول تزک واحتشام سے یہ رسم منائی گئی۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ کا جہیز دیا اور ضیافت میں بذاتِ خود شریک ہوا۔

شادی اگلے اپریل کے مہینے میں شادی کی تقریب شان وشکوہ اور طمطراق کے ساتھ آگرہ میں منعقد ہوئی۔ بادشاہ اور حرم شاہی کی بیگمات لڑکی کے نانا

Marfat.com

اعتماد الدولہ کے مکان پر گئے۔ قسمت کی نیرنگی یہ تھی کہ جہانگیر نے اپنی اس توضیح کو روزنامچہ میں درج کیا کہ یہ شادی "اس روز افزوں سلطنت کے لئے مبارک ثابت ہوگی"۔ اسی وقت شہزادہ کو آٹھ ہزار ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا گیا اور تحائف و اعزازات کی بارش ہوئی۔[3]

نورجہاں کی والدہ کا انتقال جس خطرناک مہم کو نورجہاں نے شروع کیا تھا اس میں اُسے اس بدنصیبی سے دوچار ہونا پڑا کہ وہ اپنے والدین کے تجربہ کار اور قابو میں رکھنے والے اثر سے محروم ہوگئی۔ اس کی والدہ عصمت بیگم کا ۱۶۲۱ء میں انتقال ہوگیا[4]۔ اس کا انتقال اس ضعیف العمر عقیدت شعار شوہر کے لئے صدمۂ جانگسل تھا۔ اس کے زخمی دل کو اس کے لڑکے یا لڑکی یا داماد کوئی بھی تسلی نہ دے سکے۔ وہ دن بدن ضعف سے مضمحل ہوتا گیا۔ ۲۱-۱۶۲۰ء کے موسم سرما میں جہانگیر اُسے اپنے شمالی ہند کے دورے پر ساتھ لے گیا مگر راستہ میں بہل وان کے مقام پر وہ بیمار ہوگیا۔ بادشاہ اور ملکہ نے اپنا کانگڑہ کی طرف کا سفر جاری رکھا۔ لیکن اگلے دن انہیں اس اطلاع پر واپس آنا پڑا کہ اعتماد الدولہ کی حالت خراب ہے اور وہ زندگی سے مایوس ہے۔ اسی روز شام کو دونوں اس کے بستر کے پاس تھے۔ نورجہاں نے بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "آپ انہیں پہچانتے ہیں؟" قریب المرگ اعتماد الدولہ نے عرفی کے شعر میں جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے

مادر زاد اندھا بھی، اگر یہاں ہوتا ۔۔۔ سو وہ جہانِ زیب کی عظمت کو پہچان لیتا

چند ہی گھنٹوں کے اندر سب کچھ ختم تھا۔[5]

اعتماد الدولہ کا انتقال جنوری ۱۶۲۲ء اپنے عہد کی ایک سب سے زیادہ نمایاں ہستیوں میں سے ایک کا اس طرح خاتمہ ہوگیا۔

---

[3] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۱۸۳، ۱۸۰ تا ۱۸۸، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۰۳۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۷۱۔

[4] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحہ ۲۱۶   [5] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۳۔ اقبال نامہ صفحات ۱۸۷ و ۱۸۸۔ خافی خان جلد اوّل صفحہ ۳۲۵۔ خلاصۃ التواریخ صفحہ ۴۱۹۔ گلیڈون صفحہ ۵۵ بلوکمین صفحہ ۵۹

جہانگیر کے سفر کانگڑہ کے متعلق نیز دیکھو انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحات ۴۴، ۵۳، ۹۱، ۹۲۔

Marfat.com

مفلس بے خانماں قسمت آزما کی حیثیت سے ترقی کرکے وہ دنیا کی شاندار ترین سلطنت کی اوّلین منزل تک پہنچ گیا اور ہوشمندی اور علمیت میں اپنا نام چھوڑ گیا۔ اس کا لڑکا اعتقاد خاں اس کی لاش لے کر آگرہ آیا اور جمنا پار اس کے باغ میں سپرد خاک کر دیا مشہور ہے کہ نورجہاں نے اس کا مقبرہ خالص چاندی کا بنوانے کی تجویز کی تھی مگر زیادہ پائیدار سنگ مرمر پر راضی ہوگئی۔ یہ عمارت جو اب تک موجود ہے اور جس پر اس کا نام نقش ہے کثیر اخراجات سے ۱۶۲۸ء میں مکمل ہوئی۔

مقبرہ اعتماد الدولہ

مشہور نقاد فن فرگوسن نے لکھا ہے۔ یہ دریا کے بائیں کنارے پر ایک باغ میں ہے جس کے چاروں طرف دیواریں ہیں۔

ہر طرف ۵۴۰ فٹ لمبی ہیں۔ اس کے وسط میں اصل قبر ہے جو مربع ہے اور ہر طرف ۶۹ فٹ کی ہے۔ عمارت دو منزلہ ہے جس کے چاروں گوشوں پر ہشت پہل مینار ہیں۔ جس کے گرد کھلی ہوئی شہ نشین ہیں لیکن مینار پست ہیں اور عمارت کا عمومی نقشہ اس سے کم حیثیت کی قبروں کے مقابلہ میں اتنا خوشگوار نہیں ہے۔ اگر اسے سنگ سرخ سے بنایا گیا ہوتا خواہ مقبرہ ہمایوں کی طرح اس میں سنگ مرمر کی پچی کاری ہوتی تو بھی اسکی طرف توجہ نہ ہوتی۔ اس کی اصلی خوبی یہ ہے کہ ساری عمارت سنگ مرمر کی بنی ہے اور سارے میں پچکاری ہے جو اس قسم کی آرائش میں ہندوستان کے اندر پہلی اور شاندار مثال ہے۔ اعتماد الدولہ کا مقبرہ اس قسم کے سنگ مرمر کی پچی کاری کا پہلا اور یقیناً کمترین کامیابی کا نمونہ ہے۔ اکثر نقوش جہاں بنائے گئے ہیں وہاں کے لئے موزوں نہیں ہیں اور فاصلے ہمیشہ مناسب نہیں ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس کی کھڑکیوں کی سنگ مرمر کی جالی دار سلیں، فتحپور سیکری میں شیخ سلیم چشتی کے مزار کے مشابہ ہیں۔ اس کی سنگ مرمر کی دیواروں کی خوشنمائی اور اس کی آرائش کے شوخ رنگ اتنے حسین ہیں کہ ان کا نقص شاہجہاں کی عمارتوں سے مقابلہ کرنے ہی پر معلوم ہو سکتا ہے[۱۱]

اعتماد الدولہ کے سارے اعزازات نقارہ، شہنائی، اختیارات سب نورجہاں

---

[۱۱] فرگوسن۔ ہسٹری آف ایسٹرن اینڈ انڈین آرکی ٹیکچر جلد دوم صفحات ۳۰۶، ۳۰۷۔ عبداللطیف کی آگرہ صفحات ۱۸۲ و ۱۸۴۔ کینی کی آگرہ۔ مرے کی ہینڈ بک فار بنگال (۱۸۸۲ء ایڈیشن) صفحات ۲۹۴ تا ۲۹۵۔

Marfat.com

کو دے دیئے گئے۔ اگر وہ منصبداروں کے زمرے میں شامل ہو سکتی تو اس کا منصب بیس [illegible] کا ہوتا۔

جتھا ٹوٹ گیا

وہ جتھا جس نے دس سال سے اوپر اوپر سلطنت پر حکمرانی کی تھی، بالآخر ٹوٹ گیا۔ اعتماد الدولہ ختم ہو چکا تھا اور نور جہاں اور شاہجہاں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ آصف خاں دل سے اپنے داماد کا ہمدرد تھا اور اپنی بہن کے داماد کے عروج کا مخالف تھا مگر اپنے خیالات دل ہی میں رکھتا کہ یہ لوگ اُسے نقصان نہ پہنچائیں۔ وہ بظاہر بادشاہ اور ملکہ کا طرفدار رہا اور ملکہ کی جاہ پسندی پر آخری ضرب لگانے کی جرأت کو محفوظ رکھا۔

Marfat.com

چودھویں باب کا ضمیمہ

(۱)

جہانگیر کا سفر آگرہ سے کشمیر تک

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۳ر شہریور	جمعرات	نور منزل
۱۳ر تا ۱۶ر ″	....	نور منزل میں قیام
یکم آبان	جمعرات	سکندرہ
۳ر ″	....	اگلی منزل
۸ر ″	جمعرات	بندرابن
۱۶ر آذر	یکشنبہ	دہلی سے روانگی
۲۱ ″	جمعہ	پرگنہ کیرانہ
۵ر بہمن	جمعرات	اکبر پور سے روانگی

یہاں تک ۳۴ دن سفر میں اور ۱۷ دن قیام۔ کل ملا کر ۷۰ دن

۵ر تا ۱۱ر بہمن	جمعرات یا چہارشنبہ	مسلسل سفر
۲ر بہمن	جمعرات	کلانور
۲۸ ″	دوشنبہ	جہلم کے کنارے کروہی میں
۴ر اسفندارمذ	سنیچر	روہتاس
۱۴ر ″	سہ شنبہ	حسن ابدال

اکبر سے حسن ابدال ۱۸۰ میل تھا اور جہانگیر نے اسے ۶۹ دن میں طے کیا جس میں ۴۸ سفر کے اور ۲۱ دن قیام کے تھے۔

Marfat.com

مقام	دن	سنہ الٰہی
حسن ابدال میں قیام	....	۱۴ر تا ۱۶ر اسفندر موز
سلطان پور	جمعہ	۱۷ر "
سنجی	سنیچر	۱۸ر "
نوشہرہ	یکشنبہ	۱۹ر "
سلہر	دوشنبہ	۲۰ر "
مال گلی	سہ شنبہ	۲۱ر "
سوادنگر	جمعہ	۲۴ر "
نین سکھ کو پار کیا	چہارشنبہ	۲۷ر "
کشن گنگا میں قیام	جمعرات	۳۰ر "
بگر	سنیچر	۲ر فروردین
مسران	یکشنبہ	۳ر "
بھول باس	دوشنبہ	۴ر "
ایوان	چہارشنبہ	۶ر "
وچاہا	جمعرات	۷ر "
بل تار	جمعہ	۸ر "
بارہ مولا میں جہلم کو پار کیا۔	سنیچر	۹ "
شہاب الدین پور	اتوار	۱۰ر "
ڈل جھیل کے کنارے	دوشنبہ	۱۱ر "

حسن ابدال سے کشمیر کا ۷۵ کوس کا فاصلہ تھا جو ۱۹ دن سفر اور ۶ دن قیام میں طے کیا کُل ۲۵ دن۔ آگرہ سے کشمیر تک ۱۶۸ دن ۳۰۷ کوس کا فاصلہ ۱۰۲ دن سفر اور ۶۳ دن قیام میں طے ہوئے۔ خشکی کے راستے معمولی راستہ ½۳۰۴ کوس۔

Marfat.com

(۲)

جہانگیر کا واپسی کا سفر کشمیر سے آگرہ

کشمیر جانے اور آنے کے سفر کے متعلق دیکھو نقشہ ٹمپل کے جرنلس جلد دوم میں

سنہ الٰہی	دن	مقام
۲۷ر مہر	دوشنبہ	سری نگر سے روانگی اور بام پور میں قیام
یکم آبان	جمعہ	خان پور
۲ر ″	سنیچر	کلام پور
۴ر ″	دوشنبہ	بیر پنجل
۵ر ″	سہ شنبہ	پوشانہ
۶ ″	چہارشنبہ	بہرام گولا
۷ر ″	جمعرات	تھانہ
۸ر ″	جمعہ	راجور
۱۰ر ″	یکشنبہ	نوشہرہ ؎
۱۱ر ″	دوشنبہ	چوکی ہٹی ؎
۱۲ر ″	سہ شنبہ	بھیم بار

شاید یہاں ایک غلطی ہوگئی ہے چوکی ہٹی موجودہ سرائے جنگیز کو شاید نوشہرہ سے پہلے آنا چاہیے جہانگیر کے سفر کا حال کے سیاحوں کے سفر سے مقابلہ کرو جیسا کہ ٹمپل نے اپنے جرنلس کے جلد دوم صفحہ ۱۱ و ۲۰ میں دیا ہے

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۶ر آبان	سنیچر	گیر جھک کی طرف روانگی
۱۶ تا ۲۱ر ″	سنیچر تا جمعرات	سفر
۲۵ر ″	دوشنبہ	متھیالا کے شکارگاہ میں شکار
۵ر آذر	جمعرات	جہانگیر آباد
۶ر ″	جمعہ	منیم عشق باز کا باغ
۹ر ″	دوشنبہ ۲۰ر نومبر ۱۶۲۰ء	لاہور میں داخلہ
۹ر تا ۲۰ر ″		لاہور میں قیام
....	چار دن	جہانگیر کا قیام

Marfat.com

سنہ الٰہی	دن	مقام
۱۲ر آذر	اتوار	اگلا کیمپ لاہور سے روانہ
۴ر دے		جہانگیر کی لاہور سے روانگی اور نوشہرہ میں قیام
۶ر "		راجہ ٹوڈرمل کے تالاب کے کنارے
۶ر تا ۱۰ "		تالاب پر قیام
۱۳ر دے		دریائے گوندوالی پر قیام
۱۳ر تا ۱۷ر "		قیام
۲۱ر "		نور سرائے
۲۱ر تا ۲۳ر "		قیام
یکم بہمن	جمعرات	سرہند کے باہر
۷ر "		شہر مصطفیٰ آباد کے جوار میں
۸ر "		اکبر پور
۸ر تا ۱۳ر "		پرگنہ کیرانہ
۱۳ر "		دہلی
۱۲ر تا ۲۲ر "		سلون گڑھ میں قیام
۲۳ر "		شیشے تالاب کے کنارے
۲۲ر تا ۳۰	سنیچر	سلون گڑھ کے جوار میں شکار وغیرہ
یکم اسفندارمذ		سلون گڑھ سے روانگی
۳ر تا ۹ر "		بندرابن
۱۰ر "		گوکل
۱۱ر "		باغ نور افشان
۱۱ر تا ۱۳ر "		باغ میں قیام
۱۴ "		آگرہ

لاہور سے آگرہ تک کا سفر ۷۰ دن میں طے ہوا ۴۹ دن سفر اور ۲۱ دن قیام (حصہ دوم صفحہ ۱۹۷ میں دو ماہ اور دو دن کا سفر غلط لکھا ہے۔

Marfat.com

پندرھواں باب

دوبارہ دکن میں

سلطان خسرو کی وفات

مغل فوجوں کی ناکامیاں

جیسے ہی دکن میں جہانگیر اور شاہجہاں کا پیچھا ہوا وہاں کی سرحد پر پہلے جیسے حالات پیدا ہو گئے۔ مغل فوجی افسران آپس کی کشمکش اور الزام تراشیوں میں لگ گئے۔ ملک عنبر نے بیجاپور اور گولکنڈہ سے اتحاد کر کے ایک جتھا بنا لیا اور اپنے مراٹھا دستوں کو طلب کر کے پوری ساٹھ ہزار کی فوج جمع کر لی ۱۶۲۰ء میں اس معاہدہ کو ختم کر دیا جو بزور قوت اس پر عاید کیا گیا تھا اور جس سے اس کی قوت میں کوئی رخنہ نہیں پڑا تھا۔ اس نے طوفان کے سامنے گردن جھکا دی تھی مگر اب پھر سر اٹھایا۔ اسے بہترین موقعہ بھی مل گیا اور وہ سیلاب کی طرح مغل فوجوں پر ٹوٹ پڑا۔ خنجر خاں کو قلعہ کے اندر بھگا کر محصور ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ دوسرے مغل سردار داراب خاں کی فوج سے ملنے کے لئے پیچھے ہٹے جن کا مراٹھا رسالہ نے سختی سے تعاقب کیا۔ تین آمنے سامنے کی لڑائیاں ہوئیں اور سب میں مغلوں کو فتح ہوئی مگر ایسے غنیم کے مقابلہ میں اس قسم کی فتوحات سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ مغل چوکیوں پر یکے بعد دیگرے غنیم کا قبضہ ہوتا گیا یہاں تک کہ لڑائی کے شروع ہونے سے تین ماہ کے اندر احمد نگر اور برار کا بیشتر حصہ اپنے سابق قابضوں کے پاس چلا گیا۔ مغل فوجیں روہن گدھہ درہ سے ہو کر پسپا ہوئیں اور بالاپور میں جمع ہوئیں جہاں یہ پتہ چلا کہ ہر جائی دشمن سے وہ کسی جگہ محفوظ نہیں ہیں۔ بالاپور کا قرب و جوار پورے طور پر لوٹ کر تباہ کر دیا گیا۔ مغل فوجیں اور پیچھے ہٹیں اور اب دوبدو جنگ کی صورت پیدا کر کے دکنیوں کی ایک پہلے سے بڑی فوج

Marfat.com

شکست دے دی اور ان کے کیمپ کو تاراج کر دیا۔ لیکن جیسے ہی مغل فوج اپنے کیمپ کو روانہ ہوئی اس پر چاروں طرف سے حملہ ہو گیا اور کئی آدمیوں کی قربانی کے بعد وہ اپنے کیمپ تک پہنچ سکی۔ بالاپور کو اب محاصرہ کی ساری مصیبتوں کا سامنا تھا خطرے اور سامان کی کمی سے بکثرت لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ غنیم کی روزانہ بڑھتی ہوئی قوت اور کسی طرف سے کمک نہ آنے پر مایوسی کی وجہ سے مغل فوجیں شمال کی طرف اور پیچھے ہٹ کر برہان پور کے قلعہ میں پہنچ گئیں۔ دکنیوں نے تعاقب کیا اور خود برہان پور کا محاصرہ کر لیا اور گرد و پیش کا سارا علاقہ غنیم کے ہاتھ میں چلا گیا جس نے نربدا کو عبور کر کے خور مانڈو کے گرد کے علاقہ کو تاراج کر دیا۔ اگر رسد کی وافر مقدار پہلے سے جمع نہ کر لی گئی ہوتی تو مغل فوجیں فاقہ سے تنگ آ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئی ہوتیں لیکن موجودہ صورت میں وہ چھ ماہ کے محاصرہ کو جھیل گئیں[1]

شاہجہاں کو دکن جانے کا حکم خان خاناں نے کمک بھیجنے کی اشد ضرورت پر بار بار صدر مستقر سے استدعا کی تھی۔ اب جہانگیر نے شاہجہاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں لے کر دکن جائے لیکن اس کی فوج کے بہت سے آدمی کانگڑہ کے محاصرہ میں لگے تھے اور اس قلعہ کے فتح ہو جانے کے بعد بھی سیاسی صورتِ حال کے متعلق اُسے جو اندیشے تھے اُن کی وجہ سے وہ اپنی روانگی ملتوی کرتا رہا۔ معاملات نازک ہوتے جا رہے تھے مگر شاہجہاں نے اپنی روانگی کے متعلق یہ شرط لگائی کہ اس کا بھائی خسرو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ شاہجہاں کو اپنی قوت معلوم تھی۔ وہ سلطنت کا سب سے بڑا فوجی کماندار تھا اور دوسروں کے مقابلہ دکن کے حالات سے زیادہ واقفیت رکھتا تھا۔ اس کی شہرت اور وقار کی فوج میں جان اور دشمنوں پر رعب بٹھانے کے لئے ضرورت تھی۔ اسی کے ساتھ وہ خود اپنے خطرات سے بھی باخبر تھا۔ دارالسلطنت سے اس کی غیر حاضری پر اُسے محروم کر دینے

---

[1] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد دوم صفحات ۱۵۵ تا ۱۵۷، ۱۸۸ تا ۱۹۰ و ۲۰۶۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۸۱۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۱۴ ـــ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۱۸ء-۱۶۲۱ء صفحات ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۶: ۳۰۲، ۳۲۲، بحوالہ خصوصی جنگ کی وجہ سے تجارتی کاروبار میں خلل۔ گلیڈون صفحات ۵۰ تا ۵۲

Marfat.com

کا زریں موقع ہاتھ آجائے گا۔ وہ روانگی سے صاف انکار تو نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ اس کا مطلب بغاوت ہوتا۔ لیکن اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ کم از کم اپنے ایک رقیب کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے جائے۔ پرانے اُمرا میں ابھی کچھ خسرو کے طرفدار تھے۔ عوام میں وہ بہت ہردلعزیز تھا اور وہ شہریار کی طرح بے وقوف بھی نہ تھا۔ اگر جہانگیر کی نازک صحت نے جواب دیدیا تو یقیناً خسرو کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا مزید براں اس کا بھی امکان تھا کہ نورجہاں اُس کے ساتھ عارضی طور پر اتحاد کرلے جس کی افواہیں گذشتہ چار سال سے اڑ رہی تھیں۔

خسرو ساتھ کر دیا گیا

جہانگیر کا اپنے بڑے لڑکے کو اسکے رقیب کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا یقیناً بہت ہی ناگوار ہو لیکن نورجہاں کو یہ صورت حال ناپسند نہ ہوئی کہ اسکے دو رقیبوں میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ خاتمہ ہو جائے۔ اگر سرطامس رو کچھ دنوں اور دربار میں رہتا تو ہمیں پتہ چلتا کہ حرم شاہی میں کتنا واویلا اور سوگ برپا ہوا ہوگا اور عوام پر کتنا خوف طاری ہوا ہوگا۔

لاہور میں شاہجہاں جہانگیر سے رخصت ہو دونوں کو اُس کے بعد پھر کبھی ملنا نصیب نہ ہوا۔

جنگی کارروائیوں کا آغاز ۲۲-۱۶۲۱ء

ایک ہزار احدی، ایک ہزار ترک بندوقچی، پانچ ہزار توڑے دار بندوقوں والے سپاہی، ۶۵۰ منصبدار اور ان کے ہزاروں اہلِ عملہ اور توپخانہ اور ہاتھیوں کی کثیر تعداد کے ساتھ شہزادہ دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اوجین میں اس نے پانچ ہزار رسالہ کا ایک دستہ الگ کر کے مدار المہام خواجہ ابوالحسن کی ماتحتی میں روانہ کیا کہ مانڈو کے قرب و جوار میں مراٹھوں کا استیصال کرے۔ اس فوج نے مانڈو کی قلعہ بند فوج کی مدد لے کر مراٹھوں کو مار بھگایا اور اُن کا تعاقب کر کے سخت ہلاکت برپا کی اور انہیں نربدا کے پار بھگا کر شاہجہاں کے حکم کے بموجب دریا کے جنوبی کنارے پر ڈیرہ ڈال دیا۔ شہزادہ خود پوری فوج لے کر پہنچ گیا اور تیزی کے ساتھ برہانپور کی طرف بڑھا۔ دکنی خوف زدہ اور مرعوب ہو کر محاصرہ سے دست بردار ہو گئے۔ شاہجہاں نے مبتلائے مصیبت قلعہ بند فوج اور خود اپنی تھکی ہوئی فوج کو نو دن آرام لینے کا موقع دیا اور پھر چالیس ہزار فوج لیکر روانہ ہو گیا۔

دکنیوں نے راہِ فرار اختیار کی اور احمد نگر کے نئے دار السلطنت کھرکی تک اُن کا تعاقب کیا۔ نظام شاہی فرمانروا اور اس کے اہلِ خاندان مغل فوج کے ہاتھ آ گئے ہوتے مگر دورانديش ملک عنبر نے بہ نظرِ احتیاط انہیں ایک ہی رات پہلے دولت آباد کے قلعہ میں روانہ کر دیا تھا۔ کھرکی میں شاہی افواج نے تین دن قیام کیا اور شہر کو مع ان خوبصورت عمارتوں کے جو

Marfat.com

گذشتہ عمارتوں کے جو گذشتہ بیس سال میں تعمیر ہوئی تھیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا یہاں سے شاہی فوج احمد نگر کی مخلصی کے لئے روانہ ہوئی۔ جہاں خنجر خاں رسد کی کمی کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہونے کے باوجود بڑی بہادری سے جم رہا تھا۔ یہ فوج ابھی پٹن تک پہنچی تھی کہ ملک عنبر نے جو دولت آباد میں خیمہ زن تھا اور قلعہ اس کی پشت پر تھا اور دلدل سامنے تھا۔ قبول اطاعت کی پیش کش کی۔ شاہجہاں سیاسی وجوہ سے لڑائی جلد سے جلد مناسب موقع پر ختم کر دینا چاہتا تھا۔ مزید براں اس کی فوج نے برہان پور میں جو رسد کا سامان لیا تھا اس کا بیشتر حصہ صرف ہو چکا تھا اور علاقہ میں جو تباہ کاری کی گئی تھی اس کی وجہ سے فوج میں فاقہ کی نوبت آپہنچی تھی عین اس وقت یہ خبر آئی کہ دکنیوں نے خوف زدہ ہو کر احمد نگر کا محاصرہ اٹھا دیا ہے۔

صلح

چنانچہ شاہجہاں صلح کرنے پر اور غنیم کو نسبتہً نرم شرائط پر چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ سارا شاہی علاقہ جو گذشتہ دو سال میں دکنیوں نے فتح کر لیا تھا اور چودہ کوس کا ملحقہ علاقہ مغلوں کے حوالہ کیا جائے اور پچاس لاکھ روپیہ بطور خراج دیا جائے۔ اٹھارہ لاکھ بیجاپور سے، بارہ لاکھ احمد نگر سے اور بیس لاکھ گولکنڈہ سے۔ ایک کمک کا دستہ اور کچھ رقم خنجر خاں کو بھیجی گئی اور بارش ختم ہونے پر شہزادہ نے برہانپور کی طرف کوچ کیا۔[1]

جس شاندار طریقہ سے دکن کا معاملہ چھ مہینے سے کم کی مدت میں فیصل ہوا اس سے شاہجہاں کے اعزاز و وقار میں بہت اضافہ ہو گیا لیکن جو صورت حال تھی اس کے لحاظ سے پائیدار صلح کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ دکنی ایک مرتبہ پھر طوفان کے دباؤ سے جھک گئے تھے مگر ہمت نہیں ہارے تھے۔ مغلوں سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ جارحانہ منصوبوں سے باز آجائیں گے اور نہ دکنیوں سے یہ امید کی جا سکتی تھی کہ وہ بغیر شدید جدوجہد کے اپنی آزادی سے دست بردار ہو جائیں گے۔ مراٹھوں کے عروج نے ایک نیا عنصر پیدا کر دیا گیا تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس پیچیدہ صورتِ حال پر اس کا کیا اثر ہوگا۔

بادشاہ کو فتح کی خبر ملی ۱۶۲۱ء

لیکن اس وقت فاتح کے کیمپ اور سارے ملک میں خوشیاں منائی گئیں۔ شاہجہاں کا دیوان افضل خاں جو اپنے آقا کی فتوحات کی خبر بادشاہ کے پاس لے گیا اسے انعام میں ایک خلعت ملی اور

---

[1] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۱۹۰، ۱۹۱ و ۲۰۶ تا ۲۰۸۔ اقبال نامہ ۱۸۲ تا ۱۸۴ خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۱۲۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۱۵۰ (ب) و مابعد۔ گلیڈون صفحات ۵۳ و ۵۴

Marfat.com

ایک ہاتھی، ایک مرصع قلمدان دیا گیا۔ خنجر خاں کو چار ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب دیا گیا۔ دوسرے تیئیس افسروں کو خلعت اور اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ خواجہ ابوالحسن چند مہینوں میں دیوان اعلیٰ کر دیا گیا۔ خود شاہجہاں کو ایک قیمتی یاقوت کی کلغی دی گئی جو شاہ ایران کی دی ہوئی تھی اور ایک شاندار گھوڑا روم رتن نامی جو شاہ ایران کو ترکی کے مال غنیمت میں ملا تھا۔[1]

اگلے چند مہینے شہزادہ نے دکن میں صرف کئے اور ملک جو حال ہی میں دشمن کے ہاتھوں بری طرح تباہ ہوا تھا اُسے پھر سے آباد کرنے اور خود اپنی قوت مستحکم کرنے میں لگا رہا یہیں پر اُس نے اگست ۱۶۲۱ء میں جہانگیر کی اندیشہ ناک بیماری کی خبر سنی تھوڑے ہی دن بعد اس نے برہانپور میں اپنے بڑے بھائی خسرو سے نجات حاصل کی اور اس کی موت کو کچھ دنوں پوشیدہ رکھا اور پھر یہ اعلان کیا کہ اس کا انتقال دردِ گردہ کی بیماری میں ہوا۔[2]

---

[1] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد دوم صفحات ۲۰۵ تا ۲۱۱ و ۲۲۸۔ اس کلغی کی تفصیل کے لئے دیکھو۔ جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۱۹۵ و ۱۹۶۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۷۸

[2] جہانگیر راجرس و بیوریج جلد دوم صفحہ ۲۲۸) میں صرف اس قدر ہے کہ اسی زمانہ میں (یعنی ۳ ربیع الاول اسفندارمذ کے مہینہ میں) خرم نے یہ اطلاع دی کہ اسی ماہ کی بیس تاریخ کو (نسخہ تاریخ کو جیسا کہ توزک کے مطبوعہ متن میں ہے) خسرو کا درد گردہ کی بیماری میں انتقال ہو گیا۔" اقبال نامہ ۱۹۰ میں بالکل یہی لکھا ہے کہ مصنفوں میں سے کسی نے اس واقعہ کو مہینہ کا تعین نہیں کیا بیوریج (راجرس و بیوریج جلد دوم صفحہ ۲۲۸) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مہینہ بہمن کا تھا یعنی اسفندارمذ سے پہلے کا۔ بہمن ۲۰ سنہ ۱۶۲۲ء (جیسا کہ بیوریج نے حساب لگایا ہے۔ ۲۹ جنوری ۱۶۲۲ء کے مطابق ہے۔ یہ انہوں کا خلاصہ جو انڈیا آفس ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاغذات میں محفوظ ہے اور جس کا بیوریج نے ایڈورڈ فاسٹر کی سند سے (جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶۰۳) حوالہ دیا ہے اس میں خسرو کی موت کو جمال کا واقعہ بتایا گیا لیکن یہ نقطہ نظر سے متضاد نہیں کہ واقعہ دو یا تین ماہ پیشتر کا ہے۔

مسٹر بیوریج کی اس دلیل سے (جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحہ ۵۹۹) کہ اس بات کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے کہ خسرو کو زہر دیا گیا یا گلا گھونٹ دیا گیا مجھے اتفاق نہیں ہے۔ اس معاملہ میں جہانگیر یا معتمد خاں سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا جہانگیر تو کسی ایسے فعل کا شاید ہی ذکر کرتا جس کی ضرورۃً ذمہ داری بالآخر کسی کی قرار پائی اور معتمد خاں
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس طرح ایک اپنے عہد کی سب سے زیادہ قابل رحم ہستی کا خاتمہ ہو گیا۔ عوام کے خیالات

بقیہ صفحہ) شاہجہاں کا درباری تھا خافی خاں جس کی ان ذرائع معلومات تک رسائی تھی جو اب ختم ہو گئے ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ شاہجہاں نے خسرو کو قتل کر دیا۔ یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُسے شاہجہاں سے تعصب تھا اور اس کے خلاف ہر قسم کی افواہ پر یقین کرنے پر آمادہ تھا۔

ماثر قطب شاہی (جس کا حوالہ بیل نے اپنی اورینٹیل بائیوگرافیکل ڈکشنری کے صفحہ ۲۲۰ پر دیا ہے) اس میں بھی یہی ہے کہ ایک شخص مسمی رضا نے شاہجہاں کے حکم سے خسرو کا گلا گھونٹ دیا۔

معاصر رائے عامہ کا بالاتفاق یہی یقین تھا کہ شاہجہاں خسرو کے قتل کا مجرم تھا۔ چنانچہ ڈی لائٹ کا بیان (جس کا خلاصہ وی اے اسمتھ کی آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۳۸۸ میں ہے) یہ ہے کہ اس وقت شاہجہاں نے جو برہان پور میں آرام لینے کے لئے ٹھہرا ہوا تھا بلا کسی بدنامی کے اپنے بھائی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ خان خاناں اور دیگر اُمرا کی چشم پوشی سے وہ شکار پر چلا گیا تاکہ موقعہ واردات سے دور رہے۔ غلام مسمی رضا جو اس کام پر مقرر کیا گیا تھا اس نے رات کی ایک نا وقت گھڑی میں شہزادہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور یہ بہانہ کیا کہ اس کی آزادی کے لئے بادشاہ کا تحریری حکم اور خلعت لایا ہے۔ جب شہزادہ نے دروازہ کھولنے سے انکار کیا تو زبردستی کھولا گیا اور شہزادہ کا گلا گھونٹ دیا گیا اور لاش جہاں پڑی تھی وہیں چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا گیا اس کی وفادار اور بے حد محبت کرنے والی بیوی نے صبح کو جب اُسے دیکھا اور شور سے واویلا مچایا۔ شاہجہاں نے اپنے درباریوں کی دستخطی تحریر سے غلط اطلاع بھیجی مگر نور الدین قلی نے بادشاہ کو صحیح واقعہ بتایا اور جہانگیر بظاہر بہت رنجیدہ ہوا۔

ایک انگریز کمپنی کے ملازم نکولاس بینگہم کا خط برہانپور سے جو اس نے ۵ فروری ۱۶۲۲ء کو سورت کے کارخانہ کو لکھا اس میں ایسے ایک ہنگامہ کا ذکر ہے جو کہ ایک خسرو کی موت پر رونما ہوئے جس کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں ہیں خرم اس وقت کئی کوس کے فاصلہ پر شکار میں گیا ہوا تھا (انگلش فیکٹریز انڈیا ۱۶۲۲-۱۶۲۳ء صفحہ ۳۰)

ایک خط مورخہ ۲۳ فروری ۱۶۲۲ء میں اس افواہ کی اطلاع ہے کہ بادشاہ نے آصف اور حکیم علیم الدین اور بکرماجیت کو اپنے لڑکے خسرو کی موت کے سلسلہ میں طلب کیا تھا یعنی غیر یقینی افواہیں پھیل رہی ہیں اس شہزادے کو لوگوں کے خیالات کا خوف نہیں ہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۱)

ایک خط رابرٹ ہگس اور جان بارکر کا سورت کے کارخانہ کے نام مورخہ ۲۴ فروری ۱۶۲۲ء میں صاف صاف لکھا ہے کہ حال میں سلطان خسرو کے قتل کا ذکر ہے جس سے وہاں اور نیز یہاں آگرہ میں کچھ غوغا ہے (ایضاً صفحہ ۳۲)

ولیم میتھولڈ، میتھولڈ بوک، فرانسس اسٹلر نے مچھلی پٹم سے ۱۰ مارچ ۱۶۲۲ء کے سورت کے کارخانہ کے نام خط میں لکھا ہے کہ "یہاں تازہ ترین خبر یہ ہے کہ سلطان خرم نے اپنے سب سے بڑے بھائی کو قتل کر دیا
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

انسانیت اور شہزادگی کی تمام خوبیاں اس سے منسوب کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ صرف ایک

(بقیہ صفحہ) لیکن ہمیں یہ علم نہیں کہ کس طرح قتل کیا ... (ایضاً صفحہ ۵۹)

طامس رسل گائز جیمس اور جوزف ہاپکنس نے سورت سے اپنے صدر اور کونسل کو ۱۸ مارچ ۱۶۲۲ء کو اپنے خط کے آخر میں یہ لکھا:

ان تمام غیر متوقع اسباب میں اس مشتبہ واقعہ اور بغاوت کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے جو ملک میں بادشاہ کے سب سے بڑے لڑکے کی موت سے ملک میں پھوٹ پڑے جو بادشاہ کی دور دراز سفر میں غیر موجودگی زمانہ میں واقع ہوا کہ برہانپور میں خرم نے اپنے بھائی کا گلا گھونٹ دیا۔ (ایضاً صفحہ ۶۵)

مچھلی پٹم کے فکٹر نے اپنے ۳۰ جون ۱۶۲۲ء کے خط میں صدق دلانہ غیض کے ساتھ خسرو کی غیر فطری برادر کشی کا حوالہ دیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۹۸)

نکولاس بنگھم نے احمد آباد سے سورت کے کارخانہ کو ۳۰ جون ۱۶۲۲ء کے خط میں پورے یقین کے ساتھ بادشاہ کے سب سے بڑے لڑکے کے قتل کا حوالہ دیا ہے جس نے بادشاہ کے مزاج کو بہت بدمزہ کیا۔ (ایضاً صفحات ۲۴۳ و ۲۴۵)

پی ڈیلاویل نے ۱۶۲۳ء میں بظاہر عام افواہ کی سند پر لکھا ہے:

جب اس نے (خرم) نے خسرو کو اپنے قبضہ میں حاصل کر لیا تو وہ اپنی حکومت پر گیا اور وہاں اُسے عزت کے ساتھ سال دو سال رکھا لیکن بعد کو جیسا اس کا ارادہ تھا کہ سلطنت کی جانشینی کے سلسلہ میں اُسے راستے سے ہٹا دے تو اس نے اپنی غیر موجودگی میں (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں) اُسے زہر ملا کر گوشت بھیجا اور اپنے بعض ماتحت افسروں کو مقرر کیا کہ جس طرح ممکن ہو سکے مناسب یا غیر مناسب طریقہ سے اُسے یہ گوشت کھلا دیں۔ اُن افسران نے حکم کی تعمیل کی لیکن ان کے اس گوشت کھلانے کے اصرار پر سلطان خسرو کو شبہ ہوا اور اُس نے گوشت کھانے سے قطعی انکار کر دیا اور صاف صاف کہا کہ اُسے زہر دیا جا رہا ہے اور جیسا کہ شاید ان افسروں کو حکم دیا گیا تھا وہ اس پر چڑھ بیٹھے۔ خسرو نے بڑی بہادری سے مدافعت کی لیکن اُسے زمین پر گرا کر ایک کمان کی تانت سے اُس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ سلطان خرم نے علانیہ اُسے خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ بہرحال جو صورت ہو سلطان خسرو کا انتقال اپنی موت سے نہیں ہوا بلکہ زبردستی جان لی گئی اور سلطان خواہ براہ راست یا بالواسطہ اس کا قاتل ہے۔ ڈیلاویل جلد اول صفحہ ۵۰)

پیٹر منڈی نے (سفر نامہ جلد دوم صفحات ۱۰۴ و ۱۰۵) ۱۶۳۲ء میں یہ تحریر کیا:

" برہان پور میں اُسے ایک کمرہ دیا گیا اور ایک بہشتی، ایک دربان اور ایک لڑکی اُس کی خدمت اور کپڑے پہنانے اور کھانا کھلانے پر مقرر کی گئی۔ بالآخر اپنے بھائی سلطان خرم کے حکم سے اسے ختم کر دیا گیا۔ سلطان خرم کے تاثرات جلد بہادر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بیوی پر قانع رہا اور بیوی بھی تمام نسوانی کمالات اور جذبۂ ایثار کی دیوی تھی ٭

(بقیہ صفحہ) خسرو اس کمرے پر گئے اور پہلے دربان کو قتل کیا جس نے انہیں اندر جانے سے روکا تھا اور پھر زبردستی اندر گھس کر اس پر حملہ کر دیا جبکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ خسرو نے حملہ آوروں میں سے ایک کا آفتابہ مار کر خاتمہ کر دیا مگر دوسرے اس پر چڑھ دوڑے اور اُسے بے قابو کر کے بڑی بے رحمی سے ایک رسّی سے گلا گھونٹ دیا اور اس طرح جہانگیر کے سب سے بڑے لڑکے کا خاتمہ ہو گیا۔ اُس نے اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کی طرف نہیں دیکھا تھا اور اس بیوی سے ایک لڑکا تھا جس کا نام بلاقی تھا وہ اپنی زندگی میں بہت ہر دلعزیز تھا اور مرنے پر اُس کا بڑا غم منایا گیا۔

ٹیری (صفحہ ۴۰۴) پر صاف صاف لکھتا ہے کہ خرم نے اس بہادر شہزادہ کو جو اس کا بھائی تھا گلا گھونٹ دیا۔

پلسارٹ (ترجمہ صفحہ ۱۸) ۱۶۲۲ء میں لکھتا ہے کہ "سلطان خسرو کو اس کے بھائی سلطان خرم نے ۱۶۲۱ء میں قتل کر دیا۔

ہربرٹ نے شاید ڈی لائٹ کی سند پر لکھا ہے اور اس کا بیان ہے کہ "شاہجہاں کی عدم موجودگی سازش کا ایک فرد تھی جس کے مطابق خان خاناں نے "رضا بار اجیہ باندور" کو تعینات کیا کہ رات کے وقت اس کا گلا گھونٹ دے۔

(چند سال کے سفرنامے ۱۶۳۸ء صفحہ ۸۰)

مآثرِ قطب شاہی جس کی بیل نے اپنی اورینٹل بیاگریفیکل ڈکشنری میں (صفحہ ۲۰۴) پر نقل کی ہے۔ اس بیان کی تائید کرتی ہے۔ معاصر جرمن سیاح وان پوزر نے بھی صاف الفاظ میں خرم کی برادرکشی کا ذکر کیا ہے (جس کا اردن نے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۱ء کے صفحہ ۹۴۹ پر حوالہ دیا ہے)

آخر میں لیکن کافی اہم راجپوت تاریخیں ہیں جن میں خرم کو خسرو کے قتل کا مجرم قرار دیا گیا ہے پہلودی کمیات کا بیان ہے اسی سال سمبت ۱۶۷۸ء کے پھاگن کے اندھیرے پاکھ میں رات کے وقت برہان پور میں شہزادہ (خرم) نے شہزادہ خسرو کو جو قید میں تھا قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی بادشاہ کو اطلاع دی گئی تو وہ ناراض ہوا۔"

ایل پی ٹیسی ٹوری کے ترجموں میں بارڈک اینڈ ہسٹاریکل سروے آف راجپوتانہ" کے مضمون (جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی نیو سیریز جلد ۱۵ ۱۹۱۹ء نمبر ا صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے۔

"یہ بات واضح ہے کہ شاہجہاں نے خسرو کے قتل کی کامیاب سازش کی اگرچہ اس میں خود اپنی شرکت کو چھپانے کے لئے وہ اس دن برہان پور سے دُور شکار پر چلا گیا اور ظاہر یہ کیا کہ شہزادہ کا انتقال درد گردہ کی بیماری میں ہوا مگر بعد کو جہانگیر کو اس واقعہ کی صحیح تفصیل معلوم ہو گئی اور وہ کچھ دیر کے لئے بہت غمگین ہوا اور عوام الناس کو اصل صورت حال کے متعلق کبھی کوئی مغالطہ نہیں ہوا۔"

اورنگ زیب نے شاہجہاں کی قید کے زمانہ میں اُسے اپنے ایک خط میں واضح طور پر خسرو اور پرویز کے قتل کی یاد دلائی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

عام طور پر خیال تھا کہ جہانگیر خلوص کے ساتھ خسرو سے محبت کرتا تھا اور اس نے گوشۂ دل میں یہ خواہش تھی کہ اُسے سلطنت کا جانشین نامزد کر دے۔ یہ امید تھی اور اسی کی پیشگوئی کی جاتی تھی کہ اس کا عہد حکومت، امن و امان اور خوشحالی کا زرین دور ہوگا اس لئے اس کی موت پر نہ صرف رنج و غم اور ہمدردی ظاہر کی گئی بلکہ ساری سلطنت لرزہ براندام ہوگئی اور اس وقت ساری نگاہیں بادشاہ پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ قاتلوں کو کوئی سزا دے۔ لیکن جہانگیر نے بظاہر خسرو کی موت کے متعلق کہ وہ دردِ گردہ کی بیماری میں ہوئی۔ شاہجہاں کے بیان پر یقین کر لیا اور کسی قسم کی سرکاری کارروائی نہیں کی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ اس واقعہ سے سخت برافروختہ تھا اور نورجہاں کو اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانے کا خاص موقع حاصل ہوگیا۔ اس نقطۂ نظر سے یہ خونیں کارنامہ صرف محض ایک جرم تھا بلکہ ایک شدید غلطی جس کے کلنک کا ٹیکہ مدت العمر شاہجہاں کی پیشانی پر رہا۔

خسرو کا مقبرہ خسرو کی لاش جلدی سے برہان پور میں دفن کر دی گئی لیکن چند ماہ

(بقیہ صفحہ) سرکار کی ہسٹری آف اورنگزیب جلد سوم صفحہ ۵۵ الفنسٹن کی یہ رائے ہے "اگرچہ ہمیں آسانی سے یقین نہیں آتا کہ جو زندگی کسی اور جرم سے داغدار نہ ہوئی ہو وہ اتنے سنگین جرم سے داغدار ہو" شاہجہاں کی صفائی میں کوئی معقول دلیل نہیں ہے اپنے والد کے انتقال پر اپنی باضابطہ تخت نشینی پر اس نے یمین الدولہ آصف خاں کو ایک فرمان بھیجا کہ مناسب ہوگا کہ داور بخش خسرو کا لڑکا اور اس کا ناشدنی بھائی شہریار (دو شہزادہ دانیال کے لڑکے) یہ سب اس دنیا سے ختم کر دیئے جائیں۔ اقبال نامہ ۳۰ (الیٹ اینڈ ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۳۸) نیز بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۳۳۰ یا شاہجہاں کے عہد کی کوئی اور تاریخ۔ جو شخص اپنے پورے اقتدار کی حفاظت میں داور بخش جیسے لڑکے کو اپنے لئے اتنا خطرناک سمجھے وہ تذبذب کی حالت میں اُس شخص کے لئے جو واقعی خطرناک تھا رحم و کرم کے جذبات کیسے رکھ سکتا تھا!

ڈیلاویل (جلد اول صفحات ۵۶ و ۵۷) نورجہاں کی اپنی لڑکی کی شادی خسرو سے کرنے کی پیشکش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔۔ جس زمانہ میں وہ قید میں تھا اور بار بار پیام بھیج کر اُس سے کہا گیا کہ اگر وہ نورمحل کی لڑکی سے شادی کرے تو وہ فوراً رہا ہو جائے لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوا حتیٰ کہ اس کی بیوی بھی جو اس سے محبت کرتی تھی اور وہ خود بھی اس سے محبت کرتا تھا اور اس نے جیل خانہ میں خدمت گار کی حیثیت سے اُس کے ساتھ رہنے کی اجازت حاصل کر لی تھی تو جبتک وہ قید رہا اُسکے ساتھ رہی۔ اس نے بھی مسلسل اصرار کیا کہ نورمحل کی لڑکی سے شادی کر لے تو تمام مصیبتوں سے نجات مل جائے وہ خود محض خادمہ کی حیثیت سے رہنے پر قانع ہو جائے گی بشرطیکہ وہ اُسے آزاد اور خوشحال دیکھے۔ مگر خسرو کبھی راضی نہ ہوا۔

Marfat.com

بعد مئی ۱۶۲۲ء میں جہانگیر کے حکم سے وہ وہاں سے نکال کر[6] آگرہ لائی گئی جہاں وہ ۲۰ جون ۱۶۲۲ء کو پہنچی[7] اور وہاں سے اسے الہ آباد پہنچایا گیا[8] جہاں وہ خلد آباد میں اپنی ماں کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ راستہ بھر جہاں جہاں جنازہ ٹھہرا وہاں یادگار کے طور پر قبر کے نمونے اور مکان بنا دیئے گئے اور ۱۶۲۶ء میں پلسارٹ نے لکھا کہ "کئی فقیروں نے ان جگہوں کو اپنا ڈیرہ بنا لیا اور عام لوگوں کو یقین دلایا کہ انہیں خواب میں اللہ تعالٰی کی زیارت ہوئی جس نے انہیں حکم دیا کہ جو لوگ اُن سے مشورہ کرنے آئیں انہیں چند نصیحتیں کریں اور اس ترکیب سے وہ بہت روپیہ کما لیتے تھے۔[9]

خسرو باغ خسرو باغ جو شہزادہ کے دفن کے مقام کا نام ہے۔ آج بھی خلد آباد میں موجود ہے اور ایسٹ انڈین ریلوے اسٹیشن سے ذرا فاصلہ پر شہر سے تقریباً ایک میل پر واقع ہے۔ اس کے وسیع باغ کو دیوار سے گھیر دیا گیا ہے جسے جہانگیر نے قلعہ الہ آباد کے بچے ہوئے مال مسالہ سے تعمیر کرایا تھا۔[10]

سرائے اس کے پاس ہی ایک سرائے جس میں اب مچھلی بازار ہے جسے ۱۸۲۵ء میں

---

[6] نکولاس بنگھم اور جسٹی مین آفلے نے برہان پور سے ۸ مئی ۱۶۲۲ء کو سورت کے کارخانہ کو لکھا: "سلطان خسرو کو قبر سے نکال کر دہلی لے جایا گیا جیسا کہ بادشاہ کا حکم تھا (انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۹)، آگرہ کی بجائے دہلی کا نام غلط ہے۔ پیٹر منڈی نے بھی (جلد دوم صفحہ ۱۰۵ میں) لکھا ہے کہ خسرو کی لاش برہان پور سے آگرہ لے جائی گئی۔

[7] اسی تاریخ کو آگرہ کے فیکٹر رابرٹ ہفس نے سورت فیکٹری کو لکھا: "آج یہاں خسرو کا لاہوت (جنازہ) برہان پور سے آیا اور کل ایچ (الہ آباد) روانہ کیا جائے گا جہاں وہ ماں کی قبر کے پاس دفن کیا جائے گا۔ (انگلش فیکٹریز ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۹۴)

[8] منڈی نے (جلد دوم ۱۰۵ و ۱۰۶) ایک عامیانہ روایت نقل کی ہے کہ خسرو کو دراصل آگرہ میں دفن کیا گیا جہاں عام لوگ بطور ولی اس کا احترام کرتے تھے۔ نور جہاں جو اس کی زندگی میں ہمیشہ اس سے نفرت کرتی تھی مرنے کے بعد اس اعزاز کو گوارا نہ کر سکی اور بادشاہ سے اس ادا سے اصرار کیا کہ وہ اس پر راضی ہو گیا کہ اُسے وہاں سے ہٹا کر مریا باد یا کزور آباد (جو دراصل الہ آباد ہے) لے جایا جائے۔

[9] پلسارٹ ترجمہ صفحہ ۱۸۔ نیز پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۱۰۶

[10] بیل کی مفتاح التواریخ منقولہ بیوریج، جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۰۸ نمبر ۲

Marfat.com

اُس کی شکستہ حالت میں بھی دیکھ کر بشپ ہیبر نے لکھا: "یہ ایک شاندار چوکور احاطہ ہے جس میں چار خوبصورت نوکدار محراب کے پھاٹک ہیں جس کے چاروں طرف شہر پناہ کے طرز کی دیوار ہے جس میں مسافروں کے قیام کے لئے قطار در قطار حجرے ہیں"

باغ یہی معتبر راوی لکھتا ہے: "سرائے کے متصل ایک بے حرمت باغ ہے جس میں خوشنا آم کے درخت لگے ہیں اور اس میں تین مقبرے ہیں جو دو شہزادوں کے اور ایک شہزادی (؟) کی قبر پر بنے ہیں۔ ہر ایک میں بڑے بڑے چبوترے ہیں جن کے نیچے محراب دار کمرے ہیں درمیانی مقبرہ جس کے اندر قبر پتھر کے تابوت کی طرح ہے بہت منقش ہے۔ اس کے اوپر ایک بہت بلند مرکزی کمرہ ہے جس کے اوپر گنبد ہے جس کے اندر بڑی خوبصورت نقاشی ہے اور باہر کی طرف تراش کے نقش ہیں جو نہایت خوبصورت ہیں۔ یہ سب نہایت سبک اور جاذب نظر ہیں مگر مزین یا شوخ نہیں ہیں اور انگلستان میں جو عام خیال ہے کہ مشرق کی ساری عمارتیں بدذوقی اور بربریت کا نمونہ ہیں اُس کی تردید کرتی ہیں"[۱۱]

باؤلی باغ کے پاس ہی ایک خوبصورت باؤلی ہے جس میں اوپر سے ۱۲۰ زینے ہیں، اور خوبصورت حجرے اور محرابیں ہیں اور گرمی کے موسم کے لئے ہوادار کمرے نیچے اوپر تک اس طرح بنے ہیں کہ ایک بچہ بھی تیزی سے نیچے اُتر کر پانی پی سکتا ہے۔ پیٹر منڈی لکھتا ہے کہ جہاں پانی ہے اس کے بالکل اوپر کنوئیں کا دہانہ ہے جہاں سے پانی ڈول میں یا رہٹ وغیرہ سے نکالا جاتا ہے[۱۲]

شاہ بیگم کی قبر شاہ بیگم کی قبر باغ کے مغربی سمت میں ہے۔

سلطان النساء کی قبر باغ کے وسط کی عمارت میں خوبصورت پھاٹک کے مقابل خسرو کی بہن سلطان النساء کی قبر ہے جسے اس نے ۱۶۲۵ء میں اپنی زندگی میں بنوانا شروع کیا تھا لیکن ۱۶۳۲ء میں جب اسے پیٹر منڈی نے دیکھا وہ مکمل نہیں ہوئی تھی[۱۳]

خالی قبر شہزادی کا قبر کی تیاری سے پہلے ہی انتقال ہوگیا اس لئے وہ کہیں اور دفن

[۱۱] ہیبر کا جرنل جلد اول صفحہ ۲۴۴   [۱۲] منڈی جلد دوم صفحہ ۱۰۱ مرے کی ہینڈبک فار [illegible] صفحہ ۳

[۱۳] پیٹر منڈی (جلد دوم صفحہ ۱۰۱) میں وہ لکھتا ہے کہ قبر بنی ہے جو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مقبرہ تاریخ ارض پاک سے ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۵ء کی تاریخ نکلتی ہے۔

Marfat.com

کردی گئی اور یہ قبر خالی ہے[۱۴]

خسرو کی قبر

مشرق کی طرف جہاں آج کل میونسپلٹی واٹر ورکس اور پانی صاف کرنے کے حوض ہیں۔ اُس کے قریب اصل عمارت ہے جو باغ میں سب سے زیادہ شاندار ہے۔ اُس میں خسرو کی قبر ہے۔ ۱۶۳۲ء میں جب منڈی نے اسے دیکھا اُس وقت اس کے اوپر ایک لکڑی کا کٹہرہ تھا جس پر سیپ کا کام بنا ہوا تھا اور ایک مخمل کے شامیانہ کی چھتری تھی جس پر اُس کی دستار رکھی تھی اور اس میں وہ مصحف (یعنی قرآن) رکھا تھا جو اس سیاح کے نزدیک وہ قتل ہوتے وقت پڑھ رہا تھا[۱۵]

کتبہ

لیکن اب بجز ایک سادی سی لمبی قبر کے کچھ نہیں ہے۔ البتہ ایک فارسی میں درد آمیز کتبہ پڑھا جا سکتا ہے۔ جس سے ۱۰۳۱ھ ۔ ۱۶۲۲ء کی تاریخیں نکلتی ہیں[۱۶]

نورجہاں کی چال

خسرو تو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو گیا لیکن جس سلطنت پر حکومت کرنے کی اُس نے امید کی تھی وہ ہمیشہ سے زیادہ گروہ بندی اور سازشوں کا مرکز ہو رہی تھی۔ نورجہاں نے ان تھک سرگرمی کے ساتھ شاہجہاں کو بالکل تباہ کرنے کی کوشش کی اور اُسے موقعہ بھی جلد ہی مل گیا۔ قندھار کو ایرانیوں نے محاصرہ کر کے فتح کر لیا تھا۔ اگر شاہجہاں کو اس طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا جائے اور وہ تعمیل کرے تو وہ اپنے اقتدار کے مرکز سے دُور ہو جائے گا اور ایک ایسی مہم میں لگ جائے گا جو تقریباً مایوس کن ہے اور جس میں طویل مدت صرف ہوگی اور اس کا وقار اور شہرت برباد ہو جائے گی اور اگر اُس نے حکم عدولی کی تو گستاخ اور باغی قرار پائے گا اور بغاوت کرنے پر ہمیشہ کچل دیا جائے گا۔

---

[۱۴] بیل کی مفتاح التواریخ صفحہ ۲۵۵۔ اس عمارت کی دیواروں پر عام مسلم عمارتوں کی طرح بہت سے کتبے ہیں جن میں سے بعض وقت کی تباہ کاریوں سے مٹ گئے ہیں۔ بیوریج نے رجرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۹ ان کتبوں کو پڑھا ہے مگر بہت سی غلطیاں کی ہیں جن کی آر پی ڈیو ہرسٹ نے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جولائی ۱۹۱۹ء صفحات ۴۰۹ تا ۴۱۰ میں تصحیح کی ہے۔

[۱۵] پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۱۰۰

[۱۶] دیکھو بیوریج جرنل آف رائل آف ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۰۷ء صفحات ۶۰۵ و ۶۰۶۔ ڈیو ہرسٹ جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۱۹ء صفحات ۴۰۹ تا ۴۱۰۔ علاوہ ان مقبروں کے جن کا یہاں ذکر ہے۔ باغ میں ایک چوتھی عمارت بھی ہے جسے تنبولن کا مقبرہ کہتے ہیں اور جو انیسویں صدی میں بہت دنوں تک رہائشی مکان کے طور پر استعمال ہوتا رہا لیکن لارڈ کرزن کے حکم سے اسے بحال کیا گیا۔

Marfat.com

سولھواں باب

قندھار۔ شاہجہاں کی بغاوت

ایرانی سفارت ایرانی اگرچہ ۱۶۰۷ء میں ناکام رہے تھے مگر قندھار کے متعلق وہ اپنے منصوبوں سے دست بردار نہیں ہوئے تھے لیکن یہ قلعہ اس قدر مستحکم قلعہ بند فوج سے آراستہ اور سامان رسد سے کافی بھرا ہوا تھا کہ مدتوں اس پر حملہ کرنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ شاہ عباس نے مغل کمانڈر کو رشوت دینے کی کوشش کی مگر اس نے اپنے پیش رو ایرانی کی طرح جال میں پھنسنے سے انکار کر دیا۔[1] اب شاہ عباس نے اپنی سفارتی چالوں کا جال اور وسیع کیا اور خود جہانگیر کے اندیشوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ شروع ۱۶۱۱ء میں ایک سفیر یادگار قلی کو روانہ کیا جو اپریل میں مغل دربار پہنچا اور کئی جاندار اور بے جان تحفے پیش کئے اور اپنے آقا کا ایک خط پیش کیا جس میں اکبر کی وفات پر دل سوز ماتم کیا گیا تھا اور جہانگیر کی تخت نشینی پر مبارکباد دی گئی تھی۔ یہ خط پُرشکوہ الفاظ اور پیچ دار تعریفی جملوں سے بھرا ہوا تھا جسے اس زمانہ میں آداب شاہی کہا جاتا تھا۔[2]

---

[1] مآثر الامراء (بمبئی) جلد اول صفحات ۵۰۲ و ۵۰۳۔ مرزا غازی کا انتقال ۱۶۱۲ء میں ہوا۔ وہ علم کا بڑا زبردست سرپرست تھا مگر ضرورت سے زیادہ عیاش تھا۔

[2] اس خط کا پورا مضمون فارسی تاریخوں نے دیا ہے۔ دیکھیے جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۹۳ تا ۱۹۶۔ اقبال نامہ صفحات ۵۰ تا ۵۵ خافی خان جلد اول صفحہ ۲۷۳ و دیکھیے گلیڈون صفحہ ۲۲۔ اس خط کا ایک جملہ درج ذیل ہے۔ انگریزی ترجمے کے مطابق ذیل میں درج کرنا مناسب ہوگا

• بادشاہی باغ و گلزار کے پھولوں کا بستر نشیمن اور ستاروں جیسا اعلیٰ اسرار، درخشاں شکوہ کا سبزہ زار، حرم سلطنت کی روشنی والے بادشاہ جس کا طالع جوان ہے اور جس کی سلطنت زحل کی مثال ہے، شہرۂ آفاق کرسی ... پر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

دوسری ایرانی سفارت

یادگیر کا استقبال بہت شاندار ہوا اور وہ دو سال تک دربار میں حاضر رہا۔ ۱۶۱۳ء میں جب بالآخر وہ رخصت ہوا تو اُسے قیمتی تحفوں سے نوازا گیا اور ایک مغل سفیر خان عالم اُس کے ساتھ کیا گیا۔ مارچ ۱۶۱۵ء میں ایران کی دوسری سفارت مصطفےٰ بیگ کی سربراہی میں آئی جس کے ساتھ حسبِ معمول بکثرت تحائف گھوڑوں، اونٹوں، جواہرات، موتیوں اور ترکی اور حلب کے نوادرات اور جہانگیر کے مطلوبہ یورپین شکاری کتے اور حسبِ معمول انتہائی اظہارِ ملاطفت اور احترام کا مراسلہ تھا۔ سلام و پیام اور تحفوں کے تبادلے ہوتے رہے مگر اس تمام مدت میں عام طور پر خیال تھا کہ شاہ ایران مغربی علاقہ کے کچھ حصّہ کا خواستگار ہے اور جنگ چھڑ جانے کا بھی امکان ہے۔ لیکن شاہ عباس جہانگیر کی برابر دل جوئی کرتا رہا اور یمنی عقیق کی تسبیحیں وینیشین کام کے پیالے اور دوسرے تحفے بھیجتا رہا جو اگر قیمتی نہ تھے مگر شاندار تھے ۔[۱]

محمد رضا بیگ کی سفارت ۱۶۱۶-۱۷ء

۱۹ر اکتوبر ۱۶۱۶ء کو ایران کی سب سے زیادہ شاندار سفارت محمد رضا بیگ کی سربراہی میں اجمیر کے دربار شاہی میں وارد ہوئی جس کا استقبال شہر سے باہر نکل کر سو ہاتھیوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اقتدار رکھنے والے خدیو جہانگیر فاتح ممالک بادشاہِ سکندر عظمت دارا کا پرچم رکھنے والے جو عظمت و مسرت کے تخت پر جلوہ گر ہے اور عظمت و شان کے چتر کے سایہ میں ممالک ہفتم اقلیم مسرت و اقبال و خوش حالی کے بڑھانے والے شمع مسرت کی ضو فگن، باغ گل کی آرائش صاحب قران السعدین نقاب رخ اٹھانے والے کمال شاہنشاہی افلاک کے مانند سربستہ کھولنے والے علم و دور اندیشی کے چہرہ و زیبا کتاب تخلیق کے حرف اولین انسانی کمالات کا مجموعہ شان کبریائی کا آئینہ بلند رتبہ کو بلندی دینے والا، خوش بختی بڑھانے والا اور فیاضی پھیلانے والا، شکوہ افلاک کا آفتاب، خالقِ کائنات کے علم و کرم کا سایہ، جس سیارہ ہائے فلک میں عظمت جمشید حاصل ہے۔ مالک قران السعدین جہاں پناہ در ماۓ نعماۓ الٰہی پاکیزگی کے میدان کی سرسبزی اور رحمت کے سرچشمہ، اللہ آپ کی سرزمین کو نظر بد کی معیبت سے محفوظ رکھے۔ اللہ آپ کے چشمہ کمال کو صداقت کے ساتھ باقی رکھے۔ آپ کی نوازشات اور ملاطفات اور آپ کی خوبیاں اور فیاضیاں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔"

[۱] جہانگیر (راجرس دبیوریج) جلد اول صفحات ۲۳۰، ۲۳۰، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۱۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۹۹۔ خلاصۃ التواریخ صفحہ ۴۵۰۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو موصول خطوط جلد اول صفحہ ۲۷۸۔

جلوس اور طبل و نقارہ کے ساتھ شاہی افسروں نے کیا اور اپنے تزک و احتشام کے ساتھ دربار شاہی میں داخل کیا گیا جو صرف ایران کے نمائندوں کے لئے مخصوص تھا شہ

شاہ عباس کا خط جو ۲۰ اکتوبر ۱۶۱۵ء کو جہانگیر کے سامنے پیش کیا گیا اس میں کوئی قابل ذکر بات نہ تھی۔ عام خیال یہ تھا کہ سفارت کا مقصد ترکی کے خلاف ایران کو مالی امداد دینے کی گفت و شنید تھا اور جہانگیر اور دکن کے شیعہ حکمرانوں کے مابین جو شاہ کے ہم مذہب تھے مصالحانہ سمجھوتہ کرانا تھا یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اس میں قندھار کا بھی ذکر ہوا ہو۔ بہرنوع جو صورت بھی ہو محمد رضا شاہی دربار کے ساتھ مانڈو تک گیا اور وہاں سے بددل اور مایوس ہو کر اپریل ۱۶۱۸ء میں واپس ہوا اور راستہ میں فوت ہو گیا۔ اس کا اثاثہ جہانگیر کے ایک تاجر کے ہاتھ اسکے وطن بھیجا۔ شہ

شہ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۱۹ و ۳۲۰۔ اقبال نامہ صفحات ۸۹ و ۹۰ سر طامس رو صفحات ۲۹۵ تا ۲۹۷، ۳۰۰ و ۳۰۱

رو نے اسکے استقبال کا یہ حال بیان کیا ہے "دوپہر کے قریب وہ بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ شہر میں آیا۔ بادشاہ نے اسکے استقبال کے لئے سو ہاتھی مع نقارہ کے روانہ کئے مگر بجز ایسے افسروں کے جو عموماً غیر ملکیوں کا استقبال کرتے ہیں کوئی بڑا آدمی نہ تھا۔ خود اس کے ساتھ تقریباً پچاس آدمی تھے جو زرق برق لباسوں میں ملبوس تھے۔ ان کے اسلحہ شفاف اور چمکدار تھے اور سامان کے لئے کئی حمال تھے۔ اسے آرام سے جا کر محل شاہی کے باہر ایک مکان میں ٹھہرایا گیا جہاں اس نے شام تک آرام کیا اور پھر دربار میں حاضر ہوا اور اس تقریب کو دیکھنے کے لئے میں نے اپنے سکرٹری کو بھیجا۔

محمد رضا کا دربار میں استقبال سفیر نے قریب پہنچ کر پہلے کٹہرے کے پاس تین سلام کئے اور سجدہ کیا اور اسی طرح اندر پہنچ کر شاہ عباس کا خط پیش کیا جسے بادشاہ نے ذرا جھک کر وصول کیا اور صرف اتنا کہا "بھائی صاحب کیسے ہیں؟" اس نے "اعلیٰحضرت" بھی نہیں کہا اور چند الفاظ کے بعد اسے ساتویں درجہ میں کٹہرے کے برابر دروازہ کے پاس کھڑا کیا۔ شاہی ملازمین جو دونوں طرف کھڑے تھے ان سے کئی درجے نیچے جو میرے خیال میں اس سفیر کے آقا کی توہین تھی۔

تحفے اس کے تحفے جو کئی قسطوں میں کئی دن تک پیش ہوتے تھے۔ ان میں ستائیس ایرانی اور عربی گھوڑے۔ نو بہت خوبصورت اور شاندار خچر، سات اونٹ مخمل سے لدے ہوئے۔ آٹھ ریشمی قالین، دو جوڑے یورپین وضع کے، دو الماریاں ایرانی کھنڈوں کی۔ ایک قیمتی الماری، دو صندوق کے زیور، اکیس اونٹ شراب انگور کے لدے ہوئے، چودہ اونٹ شربت سے لدے ہوئے اور سات عرق گلاب سے لدے ہوئے، سات مرصع خنجر، پانچ مرصع تلواریں، سات دیگچیں آئینے نہایت شفاف اور نہایت قیمتی گرمیں خود اسے تحفوں سے شرمندہ ہو گیا تھا۔ رو کے برخلاف اس سفیر نے تمام قدیم شاہی آداب کی پابندی کی۔

شہ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۳۰، ۳۳۴، ۳۹۰۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زنبیل بیگ کی سفارت دو سال بعد مغل سفیر تحفوں، نوازشوں اور آداب و تسلیمات کی فراوانی کے ساتھ واپس آیا[5] دسمبر ۱۶۲۰ء میں اس کا ہم سفر زنبیل بیگ آیا جو ایران کا چوتھا سفیر تھا اور جو راستہ میں رُک گیا تھا۔ وہ بھی بہت سے بہت سے تحفے لایا اور بہت سے تحفے اُسے دیئے گئے اور دوستی اور خیر سگالی کے وعدے وعید ہوئے[6]

تحفوں اور وعدے وعید سے دھوکہ کھا کر مغلوں نے قندھار کی مدافعت پر توجہ کم کردی۔ ۱۶۲۱ء میں پرانے گورنر بہادر کی جگہ عبدالعزیز خاں کو مقرر کیا گیا جو کانگڑہ کی مہم میں کارہائے نمایاں سے تازہ دم تھا اور دو لاکھ سات ہزار کی رقم سامان رسد کے لئے دی گئی لیکن قلعہ بند فوج کی مؤثر قوت کو چند سو افراد تک گھٹ جانے دیا گیا۔ مغل سلطنت کے اندرونی خلفشار سے فائدہ اُٹھا کر شاہ عباس نے قندھار کو فتح کرنے کے لئے زبردست فوج جمع کی۔ اس منصوبہ کی خبریں مغل دربار تک بھی پہنچیں مگر وہ اونچے درجہ کی سیاست میں اتنا

بقیہ صفحہ اور صفحات ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۳۱، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۴۶، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۳، ۳۷۴، ۴۰۰، ۴۰۵، ۴۰۹، ۴۲۴

[6] "بھائی صاحب نے جن عنایات و نوازشات سے خان عالم کو نوازا اُن کی تفصیل اگر میں بیان کروں تو مبالغہ سمجھا جائے گا۔ گفتگو میں ہمیشہ خان عالم کے خطاب سے مخاطب کیا اور کبھی اپنے سامنے سے جُدا نہیں ہونے دیا۔ اگر وہ کبھی اپنی مرضی سے اپنے کمرے میں چلا گیا تو وہ (شاہ عباس) خود وہاں بغیر شاہی آداب کے چلا گیا اور اُسے زیادہ سے زیادہ عنایتوں سے سرفراز کیا۔"

ایک نادر مرقع یہ سفیر علاوہ شاہ کے بیش بہا اور حسین تحفوں کے ایک روغنی تصویروں کا مرقع لے کر آیا جس میں تیمور کی تقتمش خاں سے جنگ کی تصویر تھی اور نیز تیمور کے لڑکوں اور امرا کی شبیہیں، کل ۲۴۰ تصویریں جس میں سب پر نام لکھے تھے۔ مرقع پر خلیل مرزا شاہ رُخ کے دستخط تھے۔ ورنہ یہ مشہور بہزاد کا کارنامہ سمجھا جاتا۔

خان عالم کے ساتھ شاہی مصور بشن داس بھی واپس آیا جس نے شاہ اور اس کے خاص خاص اُمرا کی تصویر کشی میں کامیاب محنت کی تھی۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۱۵ تا ۱۱۷

[7] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۷۸، ۱۸۶ تا ۱۹۰، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۱۱

Marfat.com

مصروف تھا کہ اس دور افتادہ قلعہ کی ضروریات کا خیال نہ کیا۔[8]

شاہ عباس نے قندھار کا محاصرہ کر لیا ۱۶۲۲ء

مغل دربار جب غفلت سے بیدار ہوا تو اس نے ایک باہری دشمن کو شکست دینے کے معاملہ کو ایک گھر کے قریب ہی کے دشمن کو تباہ کرنے کے مقصد سے منسلک کر دیا۔ مارچ ۱۶۲۲ء میں شاہجہاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ساری فوج کو لے کر قندھار پر دھاوا کرے۔ عین اس وقت گورنر ملتان خاں جہاں کا مراسلہ آیا کہ شاہ عباس نے واقعی قلعہ قندھار کا محاصرہ کر لیا ہے۔ یہ افواہ بھی تھی شاہ نے ایک فوج نخشہ بھی روانہ کر دی ہے۔ اب بالآخر نور جہاں اور جہانگیر کشمیر کی خوشگوار وادی سے روانہ ہوئے اور اس خطرناک صورت حال سے مقابلہ کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ قندھار جلدہی مفتوح ہو جائے گا اور اس کے دوبارہ واپس لینے سلطنت کے وسائل اور فوجی استعداد پر بہت بڑا بار پڑے گا۔

مغلوں کی تیاری

تیاریوں کی بہت بڑے پیمانہ پر ضرورت تھی۔ کمک کی فوجوں کے ملنے کا مقام ملتان مقرر کیا گیا۔ شہزادوں اور منصب داروں کو حکم دیا گیا کہ وہ جلد سے جلد سپاہ اور سامان لے کر وہاں پہنچ جائیں۔ خواجہ ابوالحسن دیوان اور صادق خاں بخشی کو ہر طرف کی فوجیں مجتمع کرنے کے کام پر تعینات کیا گیا۔ قطار در قطار ہاتھی اور سامان رسد اسلحہ اور توپ خانہ جمع کیا گیا۔ مہم کے اخراجات کے لئے بہت بڑی رقم منظور کی گئی۔[9] یہ تجویز کی گئی کہ رسد رسانی کے لئے خانہ بدوش غلہ بیچنے والے بنجاروں کے ایک لاکھ بیل کام میں لگائے جائیں۔[10]

---

[8] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحہ ۲۳۰ میں صادق لکھا ہے کہ قلعہ میں صرف تین سو یا چار سو سپاہی تھے۔ اقبال نامہ (صفحہ ۱۹۲) نے تین ہزار کی تعداد لکھی ہے لیکن اس میں شاید کیمپ کے کارکن بھی ہوں گے۔

نیز دیکھو جہانگیر راجرس و بیورج جلد دوم صفحات ۱۹۲، ۲۳۲، ۲۳۳۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۲ء-۱۶۲۱ء صفحہ ۲۲۲

[9] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحات ۲۳۱ و ۲۳۳۔ اقبال نامہ صفحات ۱۹۱ و ۱۹۲ خافی خاں جلد اول صفحات ۳۲۰ تا ۳۲۸۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۳ء-۱۶۲۲ء صفحات ۹۵ و ۱۱۲

[10] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم ۲۳۳ میں بنجاروں کے متعلق لکھا ہے:

بنجارے بنجارے ایک قبیلہ ہیں جن میں سے بعضوں کے پاس ایک ہزار بیل ہوتے ہیں اور بعضوں کے پاس اس سے بھی زیادہ۔ یہ مختلف اضلاع سے غلہ لے کر فروخت کرتے ہیں۔ یہ فوجوں کے ساتھ [illegible]

فوجوں کی نقل وحرکت نے قدرِ ناکافی وقت لیا۔ خان جہان نے تجویز کی کہ وہ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے اور اپنی فوج لے کر فوراً روانہ ہو جائے لیکن اسے سختی سے روک دیا گیا کہ بڑی فوج کے آنے کا انتظار کرے جو ایران کے دارالسلطنت اصفہان تک بڑھتی چلی جائے گی ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ، ہیں ۔ اونٹ وہ شاذونادر ہی استعمال کرتے ہیں۔ یورپین سیاحوں کو جب کبھی اتفاقاً اُن کے کارواں سے سامنا ہوا تو وہ اُن کی لمبی قطار دیکھ حیران ہو گئے۔ منڈی (صفحات ۹۵ و ۹۶) کا بیان ہے کہ یہ لوگ بیشتر خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ رکھتے تھے۔ خاص طور پر ان کا کاروبار غلہ کا تھا۔ لیکن کبھی کبھی نمک و شکر اور گھی وغیرہ بھی زیادہ تر خود اپنی طرف سے اور کبھی دوسرے تاجروں کے ایجنٹ کی حیثیت سے لے جاتے تھے۔ بنجاروں کے ایک کیمپ یا ٹھنڈا میں چھ سات سو مرد عورت اور بچے ہوتے تھے ۔ اُن کے مرد لاٹھی اور عورتیں منتی ہوتی تھیں اور لڑائی کے وقت مردوں کے دوش بدوش لڑتی تھیں۔ ٹیورنر (مترجمہ بال جلد اول صفحات ۴۳ تا ۴۴) نے ان پر ایک طویل نوٹ لکھا ہے جو دراصل منڈی ہی کے مطابق ہے۔ سیاحوں نے سترھویں صدی سے انیسویں صدی تک انکی لمبی قطاریں دیکھی ہیں۔ چنانچہ پیٹر منڈی نے ۲۲ دسمبر ۱۶۳۲ء کو لکھا "آج میں نے بہت سے بنجاروں کو دیکھا جو بکثرت بیل اور بھینسے رکھتے ہیں اور برہان پور کی رسد کے لئے غلہ وغیرہ لے جا رہے تھے۔ جلد دوم صفحہ ۹۵۔ ۱۰۰ دسمبر ۱۶۳۲ء کو اس نے لکھا "آج بھی ہم نے بہت سے بنجاروں یا کھیلوں کو دیکھا جو غلہ گھی وغیرہ برہان پور کے کیمپ میں لے جا رہے تھے جہاں بادشاہ دکن کی مہم کے لئے مقیم ہے (صفحہ ۵۵)۔

۲۴ دسمبر کی تاریخ میں: راستہ میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ہم نے ایک بنجارہ (یعنی انکی قطار) کو دیکھا جس کے ساتھ رسد سے بھرے ہوئے کئی ہزار بیل تھے اور بہت سے دوبارہ لاد کے لئے خالی واپس جا رہے تھے صفحہ ۵۶۔

۲۳ اگست ۱۶۳۲ء کی تاریخ میں: "صبح ہمیں بنجاروں کا ایک ٹنڈا ملا جس میں ... ۱۴ بیل تھے، سب پر غلہ جیسے گیہوں چاول لدا تھا اور ایک دوسرا قافلہ جس میں ہر ایک چار من لادے ہوئے تھا ایک من انگریزی تقریباً ۱۹ گیلن یا ... ۲ بشل ناپ کا ہے (صفحہ ۱۵) پھر ۲۵ اگست ۱۶۳۲ء کی تاریخ میں، آج صبح .... ۲۰ بیلوں کے ایک ٹینڈا کے پاس سے گذرے جس میں ہر بیل پر ۱½ ۲ ہنڈرڈ ویٹ غلہ لدا تھا۔ بارش کی وجہ سے سامان ایک جگہ ڈھیر تھا جس پر بڑے بڑے ترپال پڑے تھے جو میرے خیال میں ۱۵۰ سے کم نہ ہوں گے ۔ یہ ... ایک لشکر کا کیمپ جیسا معلوم ہوتا تھا۔ (صفحہ ۹۸)

دس ہزار بیل ایک قطار میں جن پر غلہ لدا تھا ۱۶ نومبر ۱۶۱۵ء کو سرٹامس رو کو ملا اور نیز اس سے کم کے قافلے جو اس نے اور دنوں میں دیکھے یہ سب بنجاروں کے ہوں گے ۔

دس بارہ ہزار بیلوں کی قطار چاول اور دوسرے غلہ سے لدے ہوئے دیکھنا عجیب منظر ہے ۔ ٹیورنر (مترجمہ بال) جلد اول صفحہ ۳۹

Marfat.com

شاہجہاں کا قندھار جانے سے انکار

لیکن یہ ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ شاہجہاں نے اپنے خیمہ ڈیرہ کو ۳۰ مارچ ۱۶۲۲ء کو برہان پور سے روانہ کر دیا اور اس کے جلد ہی بعد خود بھی روانہ ہو گیا لیکن اس نے مانڈو سے آگے بڑھنے سے عملاً انکار کر دیا۔ اس نے یہ اجازت چاہی کہ برسات کا موسم مانڈو کے قلعہ میں گزارے اور یہ تجویز کی کہ جب وہ قندھار کے لئے روانہ ہو تو اُسے فوج پر پورا اختیار ملنا چاہیئے اور پنجاب پر اس کا پورا اقتدار ہونا چاہیے اور اُس کے متعلقین کے لئے رنتھمبور کا قلعہ ملنا چاہیئے۔[1]

معاصر مورخوں نے شاہجہاں کے اس عدول حکمی کا رویہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں لکھی ہے لیکن وجہ آسانی سے قیاس کی جا سکتی ہے۔ اگر دکن سے اس کا اثر ختم ہو گیا جہاں اُس نے اپنی قوت مستحکم کر لی تھی تو اسے ایک بڑی فوج کی کمان حاصل ہونا چاہیئے جس سے وہ اپنی پوزیشن پھر سے حاصل کر سکے اور نقصان کے امکانات کی تلافی ہو سکے۔ اُسے بخوبی علم تھا کہ محاصرہ کے معاملہ میں مغل کتنے کمزور ہیں اور قندھار کا دوبارہ حاصل کرنا جو مشرق کا مستحکم ترین قلعہ ہے اور جس پر ایک طاقتور ایرانی قلعہ بند فوج فتح کی مسرتوں کے ساتھ قابض ہے اور اس حال میں جبکہ افغانستان اور سرحدی علاقے بغاوت سے بھڑک رہے ہیں۔ بہت ہی دیر طلب، مشکل بلکہ تقریباً ناقابل عمل کام ہو گا۔ اس کی عدم موجودگی میں نور جہاں یقیناً اپنے امیدوار شہریار کو پیش پیش کر دے گی اور اسکے (شاہجہاں کے) حامیوں کی جگہ اپنے طرفداروں کو اونچے عہدوں پر مقرر کر دے گی اور اپنے شوہر کے احساسات و تصورات پر حاوی ہو کر اور اس دوران میں جو مواقع بھی ملیں اُن سے فائدہ اٹھا کر خود اس کی (شاہجہاں کی) قوت کو کمزور کر دے گی۔ اگر جہانگیر کی گرتی ہوئی صحت نے جواب دیدیا تو نور جہاں یقیناً شہریار کی بادشاہی کا اعلان کر دے گی اور امرا کی تائید حاصل کرنیکی کوشش کرے گی ان چالوں کا توڑ وہ اسی طرح کر سکتا ہے کہ ایک بڑی فوج اس کے ماتحت ہو۔ کابل کے گورنر مہابت خاں جس کی نور جہاں اور اس کے بھائی سے عداوت مشہور ہے وہ اپنے ساتھ ملا سکے گا جس پر وہ بھروسہ کر سکے گا اور اس وقت اس کی کامیابی کے کچھ امکانات ہو جائیں گے۔ جس وقت منتخب شاہی افواج اُس کے جھنڈے کے نیچے ہوں گی اور وسائل کے ذرائع اور فوجی مستقر

---

[1] جہانگیر (راجرس، بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۲۳، ۲۲۴۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۹۹۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۴۱۸۔ گلبدن صفحہ ۵۰

Marfat.com

کے طور پر افغانستان اور پنجاب اس کے ہاتھ میں ہوں گے تو وہ ہندوستان کی کسی مخالف جماعت کا مقابلہ کر سکے گا۔ نیز بحیثیت ایک خوددار اور اپنے اوپر اعتماد رکھنے والے انسان کے اُس نے یہ سوچا ہوگا کہ جس فوج کی کمان اس کی طرح کی اعلیٰ سوجھ بوجھ والے آدمی کے ہاتھ میں نہ ہو قندھار کے سامنے ہار جائے گی اور خود اس کی شہرت اور وقار میں داغ لگ جائے گا۔
نور جہاں اپنی چالوں سے اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے گی یا جنگ کو اس انداز سے چلائے گی جس میں اُس کی (شاہجہاں کی) تباہی ہو یا جنگ کو غیر محدود مدت تک طوالت دے گی ان امکانات کے مقابلہ میں شاہجہاں کا واحد سہارا فوج کی اعلیٰ کمان ہے۔ تجویز یہ تھی کہ قندھار کی فتح کے بعد شاہی فوجیں ایران میں داخل ہوں اور اصفہان پہنچ کر اپنی شرائط منوائیں۔ قندھار کی طرح یہ مہم بھی طویل اور خطرناک ہوگی اور یقینی شکست اور ذلت پر ختم ہوگی۔ انہیں وجوہ کی بنا پر شہزادہ نے فوج کی اعلیٰ کمان پنجاب کی حکومت اور رنتھمبور کے قلعہ پر قبضہ کی شرطیں رکھی تھیں۔ علاوہ بریں دکن میں اپنے سارے معاملات استوار کرنے اور جس قدر بھی ہو سکے وہاں اپنی قوت مضبوط کرنے کے لئے اُسے وقت کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے اس نے بارش کا موسم ختم ہونے تک مانڈو میں قیام کی اجازت کی درخواست کی تھی۔

لیکن باوجود اپنی تمام احتیاط پسندی اور ہوشمندی کے وہ یہ اندازہ لگانے سے قاصر رہا کہ نور جہاں کبھی ایسی تجاویز سے دھوکہ کھانے والی نہ تھی اور وہ اپنے شوہر سے جو اب ذہنی طور پر بالکل اس کے قابو میں تھا یہ کہہ سکتی تھی کہ اُن تجاویز کی پس پشت باغیانہ منصوبے ہیں۔ پچھلے چند برسوں سے شاہجہاں ایک طرح کا نائب شاہ تھا۔ اس کی قابلیت حوصلہ مندی اور تکبر کا حال سب کو معلوم تھا۔ اس کا اقتدار یقیناً استحکام سلطنت کے لئے خطرہ کا باعث تھا۔[20]

نور جہاں کو جو موقع ملا اُسے اس نے اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کی جان توڑ کوشش کی۔ جہانگیر کو شہزادہ کے خلاف سخت برافروختہ کر دیا گیا اور شہزادہ کے اقتدار و اثر کو گھٹانے کی ضرورت کا پورے طور پر یقین دلا دیا گیا۔ اُس کی استدعا کے جواب میں اُسے صاف صاف لکھا گیا کہ چونکہ اس کا ارادہ برسات کے بعد آنے کا ہے اس لئے اُسے شاہی افسروں اور فوجوں کو فوراً بھیج دینا چاہیے۔ یعنی سادات بارہہ و بخارا و شیخ زادگان، افغان و راجپوت

[20] اگر زد کا اعتبار کیا جائے تو جہانگیر ۱۶۲۱ء ہی میں شاہجہاں کے اقتدار سے مشکوک ہو گیا تھا دیکھو آٹھواں اور چودھواں باب

گویا سلطنت کی بہترین افواج قندھار کی مہم میں کام کرنے کے لئے جلد دربار روانہ کر دی جائیں۔ کوکب اور خدمت گار خاں اور دس دوسرے دکنی افسروں کو شمال کی طرف روانگی میں عجلت کرنے کے لئے بطور سزاول مقرر کیا گیا۔

دھول پور میں جھڑپ

ابھی شاہجہاں شاہی حکم کی تعمیل میں پس و پیش ہی کر رہا تھا کہ ایک ایسا معمولی واقعہ پیش آگیا جو اکثر معاملہ کو خطرناک حد تک پہنچا دیتا ہے اور مدت سے بھرے ہوئے جذبات اور جوش کو بھڑکا دیتا ہے۔ کچھ دن پہلے شاہجہاں نے استدعا کی تھی کہ دھولپور کا پرگنہ اُسے جاگیر میں دیدیا جائے[۳۱] اور اپنی کامیابی پر یقین کر کے اس نے دریا خاں افغان کے ماتحت کچھ لوگوں کو اس کا چارج لینے کے لئے روانہ کر دیا مگر قبل اس کے کہ یہ لوگ وہاں پہنچیں نور جہاں نے یہ پرگنہ شہر یار کے لئے حاصل کر لیا تھا اور شہر یار کے ملازم کی حیثیت سے شریف الملک کو وہاں کا فوجدار بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب دریا خاں موقع پر پہنچا تو شریف نے اس کی مسلح مزاحمت کی۔ نتیجہ میں ایک جھڑپ ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے اور شریف الملک کی آنکھ تیر سے زخمی ہو گئی[۳۲]

جہانگیر کی ناراضی

نور جہاں نے اپنی پوری چالاکی سے اس واقعہ کو اپنے مقصد کے لئے بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور جہانگیر کو یقین دلایا گیا کہ "میں نے جو نوازشات اور نوازشیں شاہجہاں کے ساتھ کی ہیں اُس کا وہ اہل نہ تھا" اور یہ کہ اُس کا دماغ چل گیا ہے۔ اُسے سخت فہمائش کی گئی اور کہا گیا کہ آئندہ سے وہ ہوش اور ادب کا واضح راستہ اختیار کرے۔ اُسے دربار میں حاضری سے قطعاً منع کر دیا گیا اور مکرر سخت تاکید کی گئی کہ افسروں اور فوجوں کو جلد روانہ کرے۔ اگر اس کے خلاف کوئی بات معلوم ہوئی تو اسے پچھتانا پڑے گا۔

ایک خفیف الحرکاتی

ایک خفیف الحرکاتی سے جہانگیر کی ذہنیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پانچ سال پیشتر اپنے نوزائیدہ پوتے شجاع کی تشویشناک

---

[۳۱] آئین جارٹ جلد دوم صفحہ ۹۶

[۳۲] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۳۵ و ۲۳۶ - اقبال نامہ صفحات ۱۹۳ و ۱۹۴ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۴۴ مآثر الامراء جلد اول صفحات ۱۲۲ و ۱۲۳ - بیوریج جلد اول صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۰ - انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۹۹ گلیڈون صفحہ ۸۰

Marfat.com

حالت پر اُس نے قسم کھائی تھی کہ اگر بچے کو شفا ہو جائے تو وہ بندوق سے شکار کرنا چھوڑ دیگا چنانچہ پانچ سال تک اُس نے اس قسم کی پابندی کی لیکن اب جبکہ بچے کے والد سے ناراضی ہو گئی تھی تو نہ صرف جہانگیر نے جی بھر کر شکار کھیلنے پر اصرار کیا بلکہ محل کے ملازموں کو بھی شکار کھیلنے کے لئے بندوقیں دے دیں[۱۰]

شاہجہاں کو شمال کی جاگیروں سے محروم کردیا گیا

یکم شہریار کو شہریار کا منصب بڑھا کر بارہ ہزار ذات اور آٹھ ہزار سوار کا کر دیا گیا اور اُسے قندھار کی مہم کا کمانڈر بنا دیا گیا۔ مرزا رستم کو اس کا اتالیق اور مہم کا حقیقی کمانڈر مقرر کیا گیا۔ مرزا رستم اور اعتقاد خاں کو پہلے ہی جنگی تیاریوں میں مدد دینے کے لئے ایک لاکھ روپیہ پیشگی دے کر لاہور روانہ کر دیا گیا تھا[۱۱] دوسری فیصلہ کن کارروائی یہ کی گئی کہ شاہجہاں کی شمالی جاگیریں شہریار کو منتقل کر دی گئیں اور شاہجہاں سے کہا گیا کہ وہ اپنے لئے اسی کے برابر جاگیر دکن میں منتخب کرے[۱۲] ہر شخص یہ قیاس کر سکتا تھا کہ اگر وہ شاہی حکم کی تعمیل میں اپنی فوجیں قندھار بھیجدے تو اُسے دکن کی جاگیروں سے کتنی آسانی کے ساتھ محروم کیا جا سکتا تھا۔ اس کے برخلاف اگر وہ تعمیل نہیں کرتا ہے تو باغی قرار پائے گا اور سخت سزا پائے گا۔

افضل خاں کی سفارت

حالت کا یہ رُخ دیکھ کر شاہجہاں خوف زدہ ہو گیا۔ اپنے والد کو راضی کرنے کی اس کی دلی خواہش تھی اس لئے اسے اپنے لائق اور معتمد سفارتی افسر افضل[۱۳] خاں کو ایک عاجزانہ خط کے ساتھ روانہ کیا اور لکھا کہ وہ ساری

---

[۱۰] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۳۶ تا ۲۳۰۔ [۱۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۱۲۲، ۲۱۰، ۲۳۶، ۲۳۰، اقبال نامہ صفحات ۱۹۴ تا ۱۹۵، انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۹۴۔

[۱۲] خافی خان جلد اول صفحات ۳۳۰ تا ۳۳۱۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۱۵۰۔ گلیڈون صفحہ ۵۸۔ اقبال نامہ (صفحہ ۱۹۶) کا بیان ہے کہ شہریار کی فوجوں کا خرم کی جاگیر سے دخل کرنے کا حکم جس کا مقصد غالباً خرم کا تبادلہ تھا۔ جہانگیر نے نہیں بلکہ نورجہاں نے دیا تھا۔ اُس زمانہ کے تقریباً تمام شاہی احکام کی یہی صورت تھی۔

[۱۳] ملا شکر اللہ شیرازی ایران کے ایک علمی مرکز شیراز میں طالب علم و مدرس تھا ہندوستان آکر اُس نے برہان پور میں خان خاناں کی ملازمت کر لی اور تھوڑے دن بعد وہ شہزادہ خرم کی ملازمت میں شامل ہو گیا۔ ۱۶۱۳ء میں میواڑ کی مہم میں اس کے سکریٹری (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

عمرِ سلطنت کی اطاعت شعارانہ خدمت کرتا ہے اور اُسے افسوس ہے کہ بغیر اس کے کسی قصور کے وہ شاہی عنایت سے محروم ہوگیا۔ اس نے جہانگیر سے عرض کیا کہ وہ معاملہ پر سنجیدگی سے غور کرے۔ ایسا نہ ہو کہ سلطنت کو نقصان پہنچ جائے۔ اسے بذاتِ خود معاملات کو سرانجام دینا چاہیے اور محض عورتوں کی رائے پر نہ چلنا چاہیے۔ اگر نورجہاں کے کہنے سے وہ (شاہجہاں) اپنی جاگیر سے محروم کر دیا گیا تو اس کی گذر کیسے ہوگی جبکہ وہ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے یہ تجویز بھی کی کہ اُسے دکن سے نکال دیا جائے اور مکہ معظمہ میں جا کر فقیرانہ زندگی گذارنے کی اجازت دی جائے۔[۵۹] لیکن جہانگیر نے افضل خاں کی بات نہ سنی اور اُسے معمولی خلعت دے کر رخصت کر دیا۔[۶۰]

اب شاہجہاں اپنی باقی شمال کی جاگیروں سمیت حصار کے جو ولیعہد کی جاگیر تھی اور اب شہریار کو دے دی گئی محروم کر دیا گیا۔ ایک مرتبہ اُس سے پھر کہا گیا کہ وہ اسی کے برابر دکن میں اپنے

(بقیہ صفحہ) کی حیثیت سے کام کیا۔ رانا سے صلح کی گفت و شنید میں وہ بھی شریک تھا اور اپنی خدمات کے صلہ میں افضل خاں کا خطاب پایا۔ شروع ۱۶۲۳ء میں وہ ایک سفارت کا جو بیجاپور بھیجی گئی سربراہ تھا۔ دربار شاہی میں اس کی ناکامی کے بعد شاہجہاں نے اسے بیجاپور کے دربار میں حصول امداد کی کوشش پر متعینات کیا۔ وہ اپنی خوش تقریری کے لئے عام طور پر مشہور تھا اور بحیثیت ریاضی داں محاسب اور منجم کے اس کی بہت بڑی شہرت تھی۔ اخلاقی حیثیت سے وہ بالکل بے داغ تھا۔ شاہجہاں نے اکثر کہا کہ اٹھائیس سال کی ملازمت میں اُس نے افضل خاں کی زبان سے کسی کو برا بھلا کہتے کبھی نہیں سنا۔ دیکھو مآثر الامرا صفحات ۱۶۲ تا ۱۶۳ (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۳ بادشاہ نامہ جلد دوم صفحات ۳۲۹ تا ۳۳۰۔ بیل کی اورنٹیل بایوگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۲۶۔ بیجاپور اور دربار شاہی میں اس کی سفارتوں کا انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۳-۱۶۲۲ میں اکثر ذکر ہے صفحات ۲۱، ۲۹، ۴۱، ۴۴، ۵۰، ۵۹، ۹۹، اس کے مزار کا حال جو چینی کا روضہ کہلاتا ہے اور آگرہ کے قریب دریائے جمنا کے کنارے پر واقع ہے دیکھو کین کی گائیڈ ٹو آگرہ میں

[۵۹] خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۱ گلیڈون صفحات ۵۸، ۵۹ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۶۳، بیوریج جلد اول صفحات ۱۵۰ تا ۱۵۱، اقبال نامہ (صفحہ ۱۹۶) کا بیان ہے کہ در اصل نورجہاں نے افضل خاں کو بادشاہ سے ملنے ہی نہ دیا لیکن بادشاہ نے اپنے روزنامچہ میں صاف لکھا ہے کہ "افضل خاں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہانگیر نے خط کے مضمون کی تشریح نہیں کی ہے اور صرف یہ کہا ہے کہ اسے اپنی نازیبا حرکات کو معافی کا جامہ پہنایا اور اسے اس خیال سے بھیجا کہ شاید خوشامد میٹھے الفاظ سے مطلب برآری ہو جائے۔ نیز خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۲

[۶۰] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۳ تا ۲۹۔ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۶۳۔ بیوریج جلد اول صفحات ۱۵۱ تا ۱۵۲، ——— کامگار اور اس کے بعد خافی خاں، جلد اول صفحہ ۳۴۲) شاہنواز خاں، مآثر الامرا بیوریج جلد (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

لئے جاگیر منتخب کرنے اور ایک بار پھر اُسے تاکید کی گئی کہ وہ اپنی فوجیں دربار روانہ کردے اور یہ کہ اُسے خود اپنی ذمہ داریوں پر نظر کرنا چاہیئے اور شاہی حکم سے سرتابی نہ کرنا چاہیئے [۲۱]

آصف خاں کا رویہ اس تمام گفت و شنید کے دوران میں آصف خاں بڑی ہوشمندی سے بالکل خاموش رہا۔ دل سے تو اپنے داماد کا طرفدار تھا لیکن وہ اپنی حاکمانہ طبیعت کی بہن کو اس کے طے شدہ ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتا تھا اور بادشاہ کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوئی توقع نہ تھی۔ نور جہاں کو اس پر اعتبار نہ تھا مگر اُسے دربار میں حاضر رہنے دیا۔

مزید مشکلات کے اندیشہ سے نور جہاں نے قابل ترین جنگی سپہدار کو اپنی مدد کے لئے بلایا جو اب تک اس کے گروہ کا سخت دشمن رہا تھا۔ گذشتہ چند سال سے مہابت خاں افغانستان میں ایک طرح کی جلاوطنی کی حالت میں رہا تھا اور سلطنت کے کسی معاملہ میں اُسے بولنے کی اجازت نہ تھی۔ سلطنت کے پس پشت جو طاقتیں تھیں اُن سے عداوت اسے بہت گراں ثابت ہوئی تھی۔ ۱۶۲۳ء میں جبکہ ایک طرف قندھار کا قضیہ تھا اور دوسری طرف شاہجہاں کی حکم عدولی تو نور جہاں کو یہ محسوس ہوا کہ وہی ایک شخص ہے جو سلطنت کو بچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اُسے ایک فرمان کے ذریعے سے جس پر نور جہاں کی مہر تھی، چھ ہزار ذات اور اور پانچ ہزار سوار کے منصب پر ترقی دے کر دربار میں بلایا گیا۔ لیکن مہابت خاں نے اس بلاوے کو فریبی آصف خاں کی چال سمجھا کہ وہ اُسے اپنے قابو میں کر کے تباہ کر دے اس لئے اُس نے اس کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا۔ جب تک کہ اُس کے دشمن کو باہر نہ بھیجدیا جائے۔ چنانچہ اُس کے اندیشہ کو رفع کرنے کے لئے نور جہاں نے اپنے بھائی کو آگرہ بھیج دیا کہ وہاں سے شاہی خزانہ لے آئے [۲۲]

شاہ عباس کے سفرا اس دوران میں ایرانیوں نے پینتالیس روز کے محاصرہ کے

(باقی حاشیہ صفحہ ؛ اول صفحہ ۱۵۱) اور گلیڈون (صفحہ ۵۹) کا بیان ہے کہ جہانگیر شاہجہاں کے خط کے الفاظ اور لہجے سے متاثر ہوا اور اسے نور جہاں سے صلح کرنے کے لئے کہا لیکن نور جہاں کو اور زیادہ ضد اور عداوت ہوگئی۔ لیکن معتمد خاں اس بیان کی تائید نہیں کرتا ہے۔ اگرچہ وہ بغاوت کے حالات بیان کرنے میں شروع سے آخر تک شہزادہ کا طرفدار اور نور جہاں کا مخالف معلوم ہوتا ہے۔

[۲۱] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۲۹۔

[۲۲] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۴۰ و ۲۴۵۔ گلیڈون صفحہ ۶۰۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید، جلد دوم صفحہ ۲۰، الیٹ و ڈاوسن جلد ہشتم صفحہ ۹۴

Marfat.com

بعد قندھار کو فتح کر لیا تھا[67] چند ہی دن بعد ایرانی سفیر حیدر خاں اپنے آقا کا خط لے کر آیا جس میں قندھار کے معاملہ پر اُس نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا اور قندھار کے محاصرہ اور تسخیر کو اس بنا پر حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اتفاقاً قندھار ایرانی حکمران خاندان کا ہے اور جہانگیر کو اسے پُرامن طریقہ پر ایران کے حوالے کر دینا چاہیئے تھا اور یہ نیک توقع ظاہر کی گئی تھی کہ دونوں حکمرانوں کے مابین امن واتحاد و ملاطفت کے سدا بہار پھول ہمیشہ شاداب رہیں گے اور باہمی اتحاد کی بنیاد کو مستحکم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جہانگیر نے شاہ کی فریب دہی اور کمینہ پن کی ملامت کی اور ایک انتقامی مہم بھیجنے کا تہیہ کیا[68] خان جہان کو ہراول پر متعین کیا گیا اور علی قلی بیگ درمان کو ڈیڑھ ہزار منصب پر ترقی دے کر اس کا ماتحت کماندار بنایا گیا اور اللہ داد خان افغان، محمد عیسیٰ ترخاں، مکرم خاں، اکرام خاں اور دیگر دکنی اُمرا کو بطور ماتحت کمانداروں کے مقرر کیا گیا۔ مرزا رستم خاں جو مہم کا اصلی کماندار اعلیٰ تھا اُسے پانچ ہزار کے منصب پر ترقی دی گئی۔ پرویز جو سال گذشتہ سے بہار کا گورنر تھا اُسے اُس کے وکیل شریف کے ہاتھ اشد ضروری پیام بھیجا گیا کہ وہ بہار کی فوج لے کر جلد سے جلد دربار حاضر ہو جائے[69]

لیکن عین اُس وقت خبر آئی کہ شاہجہاں نے عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا ہے اور بہت بڑی فوج کے ساتھ مانڈو سے شمال کی طرف روانہ ہو گیا ہے[70]

---

[67] بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۲۲۔ ایلیٹ وڈاؤسن جلد ہفتم صفحہ ۳۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۱۰۰

[68] یہ دو خطوط جو شاہ عباس اور جہانگیر نے ایک دوسرے کو لکھے۔ جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحات ۲۴۰ تا ۲۴۵ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

[69] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحہ ۲۴۵ پرویز کی بہار کی گورنری پر تقرر کے متعلق دیکھو انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحات ۲۳۱-۲۴۸، ۲۵۲۔ منوچی جلد دوم ضمیمہ ۲۶۳-۲۶۴

[70] جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحات ۲۴۶، ۲۴۷

Marfat.com

سترھواں باب

شاہجہاں کی بغاوت

شاہجہاں کے حمایتی

شاہجہاں نے نورجہاں کی عدول حکمی کا جو رویہ اختیار کیا تھا اسمیں اس کی حمایت میں دکن، گجرات اور مالوہ میں مامور بیشتر اُمرا تھے۔ بزرگ خاں خاناں اور اس کا لڑکا داراب خاں اور ہمت خاں، سربلند خاں، منیرہ خاں، عابد خاں جادو رائے، اودے رام، آتش خاں، رستم خاں، بیرم بیگ، دریا خاں تقی اور منصور خاں جو سب کے سب نامی فوجی سردار تھے شاہجہاں کے منصوبہ میں اس کے ساتھ تھے اور سب سے بڑھکر رائے رایاں بکرماجیت سندر اپنی بہادر راجپوت فوج سمیت شہزادہ کے ساتھ تھا جس نے میواڑ کی تسخیر، کانگڑہ کی فتح اور دکن کی شورش دبانے میں نمایاں حصہ لیا تھا اور سلطنت کا ایک عظیم جنرل اور مُدبر شاہجہاں کا دست راس تھا اور جہانگیر کے بیان پر اعتماد کیا جائے تو شہزادہ کو حکومت کے خلاف بہادری سے جمے رہنے پر اُسی نے اکسایا تھا۔ دکن کے اُمرا میں سے کچھ تو حاضر دربار ہوئے لیکن بیشتر اپنی فوجوں کے ساتھ شاہجہاں کے ساتھ تھے اور حکومت کی بار بار طلبی کی پرواہ نہ کی۔ خوش قسمتی سے اس وقت عارضی طور پر دکن کی سرحدوں پر بالکل سکون تھا۔ دربار شاہی میں ہوشمند آصف خاں اور بے باک عبداللہ فیروز جنگ کی حمایت پر شاہجہاں بھروسہ کرسکتا تھا۔ مورخ معتمد خاں کا اُسی طرف رجحان تھا اور محرم خاں خلیل بیگ اور فدائی خان پر مفید معلومات بہم پہنچانے کا اعتماد کیا جاسکتا تھا۔

شاہجہاں کی صورت حال

افضل خاں نے اپنے آقا کے پاس مانڈو واپس آکر اطلاع دی کہ جہانگیر پر نورجہاں کا پورا پورا قابو حاصل ہے اور معاملہ اس خطرناک حد تک پہنچ گیا ہے کہ اگر شاہجہاں نے سرگرمی نہ دکھائی تو اس کی شمال کی جاگیریں ضبط ہوکر رہیں گی اور فوری کارروائی پر جاں بخشی کی امید ہے۔ فرامین شاہی کا لب و لہجہ، خفیہ اطلاعات اور جو افواہیں اُڑ رہی تھیں اُن کا بھی یہی تقاضا تھا کہ

Marfat.com

فیصلہ تلوار ہی کے زور پر ہوگا۔

نورجہاں کی تیاریاں شاہجہاں نے اپنے تجربہ کار فوجی دستوں کے ساتھ مانڈو سے اس امید پر روانہ ہوا کہ وہ شاہی فوجوں کو بے خبری میں لے لیگا مگر نورجہاں بھی اس موقع کے لئے تیار تھی۔ شہزادہ پرویز کو خصوصی احکام بھیجے گئے تھے کہ وہ بہار سے اپنی فوجیں لے کر جلد سے جلد حاضر دربار ہوجائے۔ راجپوت باجگذار رُدسا سلطنت کی مدد کے لئے طلب کئے گئے۔ امبر، مارواڑ، کوٹہ بوندی اور دوسری ریاستوں کے فرمانرواؤں نے وفاداری اور فیاضی سے تعمیل کی۔ راجہ بیر سنگھ دیو اپنے سرپرست کے حکم کی تعمیل میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ بوڑھے خان اعظم کو سات ہزار ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب دے کر ہموار کرلیا گیا۔ بہت سے دیگر اُمرا جو عہدہ کم کرنے یا شاہی خوف کی وجہ سے ناخوش تھے انہیں معافیاں اور ترقیاں دی گئیں۔ سب سے بڑھ کر عظیم مہابت خاں کو اس طرح راضی کیا گیا کہ آصف خاں کو دور دراز بنگال میں مقرر کردیا گیا اور اُسے فوراً روانہ کرنے کے لئے آگرہ سے شاہی خزانہ لانے پر متعین کردیا گیا۔ مہابت خاں جنوری ۱۶۲۳ء کو شاہی دربار پہنچا اور شاہی افواج جو نقل و حرکت کررہی تھیں ان کی اعلیٰ کمان سنبھال لی۔ جہانگیر اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر لاہور سے روانہ ہوگیا اور نورسرائے ہوتا ہوا فروری ۱۶۲۳ء میں دہلی پہنچ گیا۔

ناکام گفت وشنید اس دوران میں شاہی حکومت نے شاید کچھ وقت لینے کے لئے موسوی خاں کو شاہجہاں سے گفت وشنید کے لئے روانہ کیا گیا۔ موسوی خاں نے شہزادہ کو آگرہ کے قریب فتحپور سیکری کے دروازہ پر پایا۔ اس ملاقات کا صرف یہ نتیجہ نکلا کہ شاہجہاں نے خود اپنے ملازم قاضی عبدالعزیز کو تعینات کیا کہ وہ اس کے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کرے۔ قاضی نے جہانگیر سے ملاقات کی مگر اس کا پیام اتنا ناگوار ہوا کہ اُسے قید میں ڈالدیا گیا۔ پُرامن مصالحت کے سارے مواقع پہلے ہی ختم ہوچکے تھے۔

آگرہ پر تاخت فتحپور سیکری کا دروازہ تو باغی شہزادہ پر بند کردیا گیا تھا مگر راجہ بکرماجیت نے آگرہ کے بے شہر پناہ شہر پر تاخت کی اور اُمرا کی دولت لوٹ لی اور دوسروں کے ساتھ لشکر خاں کے دو لاکھ روپے بھی لوٹ لئے۔[1]

---

[1] جہانگیر دراجرس وبیوریج، جلد دوم صفحات ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۹ ، ۲۵۰ - اقبال نامہ صفحات ۱۹۴ تا ۲۰۰ ماثر جہانگیری مخطوطہ خدا بخش صفحات ۱۶۴ (الف) ۱۶۸ (ب) خافی خاں نے معتمد خاں کی نقل کی ہے۔ ۳۲۳ جلد دوم صفحات ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۳۰۶ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ)

Marfat.com

شاہجہاں کا دھاوا

شروع مارچ ۱۶۲۳ء میں شاہجہاں ستائیس ہزار رسالہ فوج کے ساتھ جمنا کے کنارے شاہی فوج سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ شاہ پور میں اس نے تھوڑی سی فوج راستہ پر چھوڑ دی اور خود تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر کوٹیلا کی طرف پوری فوج کے ساتھ رخ کیا اور بلوچ پور میں خیمہ زن ہوگیا۔ اس نے چھاپہ مار جنگ کا تجربہ کیا اور غنیم کی رسد کا راستہ بند کرنے کی کوشش کی مگر معلوم ہوا کہ دکن کا طریق جنگ میدانی سرزمین کے لئے موزوں نہیں ہے۔

شاہی فوجیں مہابت خاں کی ماتحتی میں آگے بڑھیں اور عبداللہ خاں فیروز جنگ دو میل آگے بڑھ کر جنوب کی طرف گیا اور ۲۸ مارچ کو قطب پور میں قیام کیا۔ اسی دن ایک جھڑپ ہوگئی جس میں باقر خاں کے ماتحت شاہی دستہ کو فتح ہوئی۔

بلوچ پور کی جنگ

اگلے دن فیصلہ کن لڑائی ہوئی۔ شاہی فوج ۲۶۰۰۰ ہزار رسالہ کی تعداد میں تین حصوں میں بٹ گئی: آٹھ ہزار خواجہ ابوالحسن کے ساتھ اور اتنی ہی تعداد آصف خاں کے ساتھ اور ایک دس ہزار کی منتخب جماعت عبداللہ خاں کے ماتحت لیکن ہراول کے دھوکہ باز کماندار نے پہلے شاہجہاں سے سازش کرلی تھی کہ وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ شاہی فوج کو چھوڑ کر اس سے مل جائے گا۔ راستہ میں اس نے شاہی فوج کو اس ترکیب سے کمزور کرنے کی کوشش کی کہ کئی وفادار قابل افسروں پر غداری اور فریب کا الزام لگایا۔ مگر نور جہاں اس جال میں نہیں آئی اور کوئی تعزیری کارروائی نہیں کی [1]

دونوں فوجوں میں لڑائی کو زیادہ دیر ہوئی تھی کہ عبداللہ خاں اپنے سازشیوں اور نیز

بقیہ صفحہ) نیز بیر نہود گلیڈون صفحات ۶۲ و ۶۳۔ آگرہ پر حملہ میں شاہجہاں کی فوجوں نے جو مظالم کئے انکی تفصیل کے لئے دیکھو ڈیلا ویل جلد اول صفحہ ۱۲۱۔ نور سرائے کا نام نور جہاں کے نام پر رکھا گیا تھا اور جن مقامات کا نام اس کے نام پر رکھا گیا تھا ان کا ذکر ہے منڈی جلد دوم صفحات ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ تا ۲۵۴۔ اقبال نامہ صفحہ ۱۲۳

[1] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ تا ۲۵۴۔ اقبال نامہ صفحات ۲۰۰ تا ۲۰۲۔ گلیڈون صفحات ۶۳-۶۴۔ آصف خاں کے ماتحت افسروں میں قابل ذکر قاسم خاں، لشکر خاں، ارادت خاں اور فدائی خاں تھے۔ خواجہ ابوالحسن کے ماتحتوں میں باقر خاں، نورالدین قلی اور ابراہیم حسین خاں کاشغری شامل تھے اور عبداللہ خاں کے ساتھ نوازش خاں، عبدالعزیز خاں، عزیز اللہ اور کئی بارہہ و امروہہ کے سادات تھے۔

Marfat.com

نوازش خاں جیسے اور لوگوں کے ساتھ جنھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ رسالہ کے ساتھ حملہ کرنے جارہا ہے غنیم کی صفوں میں چلے گئے اور چونکہ سازش کا حال خفیہ رکھا تھا اور صرف شاہجہاں اور بکرماجیت کو معلوم تھا۔ اس لئے داراب خاں نے اُسے دشمن سمجھ کر مزاحمت کی۔ بکرماجیت گھوڑا دوڑا کر داراب کے پاس صورتِ حال بتانے کے لئے پہنچا لیکن جب وہ اپنی جگہ واپس آیا تو اس کی کنپٹی پر نوازش خاں کی گولی لگی اور وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ عبداللہ خاں کی مدد سے جتنا فائدہ ہوا تھا اُس سے زیادہ بکرماجیت کے ختم ہونے سے نقصان ہو گیا۔ باقی فوج خلفشار میں پڑ گئی اور صرف بوندی کے شہزادہ کنور بھیم سنگھ کی بہادری نے اُسے ذلّت آمیز بھگدڑ سے بچا لیا۔ انھوں نے جنگ اُس وقت تک جاری رکھی جب تک رات کی تاریکی نے دونوں فوجوں کو الگ نہیں کیا۔ شاہجہاں نے ہوشمندی سے مانڈو کی طرف رُخ کیا لیکن یہ احتیاط کی کہ شاہی فوج کی توجہ ہٹانے کے لئے راجہ باسو کے لڑکے پہاڑی رئیس جگت سنگھ پنجاب پر حملہ کرنے کے لئے مامور کر دیا۔

ایک شاہی فوجی دستہ نے جو اتفاقاً اُس جگہ پہنچ گیا جہاں راجہ بکرماجیت کی لاش جلانے کے لئے آئی تھی اور اُس کا سر کاٹ لیا اور جہانگیر کے سامنے پیش کیا جو اُسے دیکھ کر اتنا خوش ہوا جیسے واقعی فتح پر خوش ہوتا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں پر شاہانہ فیاضی کے ساتھ ترقیوں، خطابات اور اعزازات تقسیم کئے۔[۱]

شاہی افواج کی پیش قدمی

ایک دن بعد شاہی افواج نے جن کے ساتھ کچھ عبداللہ کے ہمراہی شامل ہو گئے تھے پھر پیش قدمی شروع کر دی اور

---

[۱] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۵۳ تا ۲۵۷ و ۲۵۹۔ اقبال نامہ صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۴۔ مآثرالامرا، (بیوریج) جلد اول صفحات ۹۹ و ۲۴۹۔ گلیڈون صفحہ ۶۳۔ مآثر جہانگیری کا بیان ہے کہ شاہجہاں مہابت خاں کے اس وعدہ پر اعتبار کرکے مانڈو کی طرف واپس ہوا کہ اگر وہ دکن کی طرف واپس چلا جائے تو اُسے معافی مل جائے گی اور اسکی جاگیریں بحال ہو جائنگی مگر یہ قرین قیاس نہیں ہے۔ اس لڑائی کے بعد جہانگیر نے جو ترقیاں دیں ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں۔ خواجہ ابوالحسن کا منصب پانچ ہزاری کر دیا گیا۔ نوازش خاں کا چار ہزار ذات اور تین ہزار سوار تک۔ باقر خاں کا تین ہزار ذات اور پانچ سو سوار تک مع نقارہ۔ ابراہیم حسین، عزیز اللہ اور راجہ رام داس کا دو ہزار ذات اور ایک ہزار سوار تک، نور الدین علی کا دو ہزار ذات اور ساتھ سو سوار تک۔ لطف اللہ و بہروش خاں ایک ہزار ذات پانچ سو سوار تک۔ اگر ساری ترقیوں کا ذکر کیا جائے تو بہت طویل ہو جائیگا جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحہ ۲۶۰

Marfat.com

آہستہ رفتار سے بڑھتی ہوئی یکم اردی بہشت (اپریل ۱۶۲۳ء) کو فتح پور کی جھیل پر پہنچ گئیں۔ یہاں آگرہ کے گورنر خواجہ سرا اعتبار خاں کو اس کی اعلیٰ خدمات پر چھ ہزار ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی گئی اور ممتاز خاں کا خطاب دیا گیا اور بھی بہتوں کے منصب بلند کئے گئے۔ حالات چونکہ تشویشناک تھے اس لئے یقیناً اس کی ضرورت تھی کہ افسروں کو خوش رکھا جائے کہ شاہجہاں کا تعاقب شہزادہ پرویز کے اپنی فوجوں کے ساتھ آنے تک ملتوی رکھا گیا اس لئے عبداللہ خاں کی حرکت کی وجہ سے آصف خاں، ابوالحسن اور دوسروں پر شبہ ہوگیا تھا۔

پرویز کی آمد

۱۱ کو شہزادہ پرویز دریائے ہنڈن پر پہنچ گیا۔ ابھی تک شاید وہ حالات کی رفتار کا منتظر تھا اس کا استقبال شہزادوں، امیروں اور اعلیٰ افسروں نے بڑے شاندار طریقے سے صف بہ صف کھڑے ہوکر کیا اور پورے شان و شکوہ کے ساتھ دربارِ شاہی تک پہنچایا۔ بادشاہ نے معمولی رسوم کے بعد اُسے عام مجمع میں گلے لگایا اور زیادہ سے زیادہ ضیافات سے نوازا اور اس کا رتبہ شاہجہاں سے زیادہ بلند کرنے کے لئے اُسے چالیس ہزار ذات اور تیس ہزار سوار کا غیر معمولی منصب دیا۔[۵]

شاہجہاں کا تعاقب

پندرہ روز کے بعد ۲۵ اردی بہشت (مئی ۱۶۲۳ء) کو شاہی افواج شاہجہاں کے تعاقب پر روانہ ہوئیں اس میں چالیس ہزار سوار اور خان عالم خان، مہاراجہ گج سنگھ، رشید خاں، راجہ گردھر، راجہ رام داس کچھواہہ، پرورش خاں، اکرام خان، خواجہ میر عبدالعزیز عزیز اللہ، اسد خاں، سید ہزبر خاں، لطف اللہ خاں اور نرائن داس جیسے افسران شامل تھے اور بہت بڑا توپ خانہ اس کے ساتھ تھا۔ اعلیٰ کمان برائے نام پرویز کے ہاتھ میں تھی مگر در اصل مہابت خاں کے ہاتھ میں۔ شاہی بخشی فاضل خاں بخشی اور وقائع نگار مقرر ہوا اور بیس لاکھ اخراجات کے لئے

---

[۵] سید بہوا کو دو ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب پر ترقی دی گئی۔ مکرم خاں کو پانچ ہزاری دو ہزار پر خواجہ قاسم کو ایک ہزار چار سو پر منصور خاں کو چار ہزاری تین ہزار پر اور نوبت خاں کو دو ہزاری ایک ہزار پر۔ اس سے ذرا پہلے مہابت خاں کے لڑکے امان اللہ کو تین ہزار ذات و سوار پر ترقی دی گئی تھی اور علم و نقارہ عطا ہوا تھا۔ جہانگیر راجرس بیورج جلد دوم صفحات ۲۵۰ و ۲۵۱

Marfat.com

دیا گیا۔[6]

اسی کے ساتھ خسرو کا لڑکا داور بخش جسے اب آٹھ ہزار ذات اور تین ہزار سوار کا منصب دیا گیا تھا اور جواب تک اپنے فراموش کئے ہوئے اور ستائے ہوئے نانا خان اعظم کی اتالیقی میں گجرات کی گورنری پر مامور تھا۔ اس کی برائے نام کمان میں ایک فوج احمد آباد کی طرف روانہ کی گئی تاکہ گجرات کو سلطنت کے لئے پھر سے حاصل کرے۔[7]

جہانگیر اجمیر میں

میدانِ جنگ سے قریب قیام کے خیال سے حسبِ معمول جہانگیر اجمیر کی طرف روانہ ہوا اور ۹ خورداد، ۱۹ رجب ۱۰۳۲ھ، ۹ مئی ۱۶۲۳ء کو وہاں پہنچ گیا۔[8] یہیں اس نے میواڑ کی مہم میں شاہجہاں کو مدد دینے کے لئے قیام کیا تھا۔ اور اب اسی جگہ شاہجہاں کے خلاف مہم میں مدد دینے کے لئے قیام کیا تھا اور اب اسی جگہ شاہجہاں کے خلاف مہم میں مدد دینے کے لئے قیام کیا۔

شاہجہاں اور مہابت خاں کے مابین جھڑپیں

اس دوران میں شاہجہاں نے مانڈو کے قلعہ میں پناہ لی تھی مگر جب اس نے سنا کہ پرویز اور مہابت خاں نے گھاٹی چاندہ کو عبور کر لیا تو وہ بیس ہزار سوار تین سو ہاتھی اور توپوں کی بڑی تعداد لے کر آگے بڑھا اور مرہٹہ سواروں کا ایک دستہ جادو رائے اور اودے رام کی ماتحتی میں شاہی فوج کو پریشان کرنے کے لئے آگے بھیج دیا لیکن مہابت خاں

---

[6] ویسے ہی اعزازات جو پہلے شاہجہاں کو دیئے گئے تھے اب فیاضی کے ساتھ پرویز کو دیئے گئے۔ پرویز کو رخصت ہوتے وقت بادشاہ نے ایک خصوصی خلعت اور ایک زردوزی کی نادری گلے اور دامن میں موتی لگے ہوئے جس کی قیمت ...۱۰۰۰ روپیہ تھی اور جو شاہی کارخانوں میں تیار ہوئی تھی اور ایک رتن گج نام کا ہاتھی اور ایک خصوصی گھوڑا اور ایک ....، روپیہ کی قیمتی مرصع تلوار دی گئی اور نور جہاں بیگم نے ایک خلعت ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی دیا۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۶۰۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۰۳ گلیڈون صفحہ ۶۵

[7] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۶۰-۲۶۲۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۰۵۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۴۹ و ۵۵۰۔ فاضل خاں کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۲۸ تا ۵۵۰۔ راجہ گج سنگھ کے حالات زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۵۰۰ تا ۵۰۲

[8] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۶۱

Marfat.com

اس کے لئے تیار تھا اور اس نے چھاپہ مار فوج کا موثر طور پر تدارک کر دیا۔ اسی کے ساتھ اُس نے کوشش کر کے خفیہ طور پر شاہجہاں کے بعض قابل ترین اور سب سے زیادہ طاقتور حامیوں جیسے برقنداز خاں اور سب سے بڑھ کر رستم خاں کو بلا لیا۔ ان کی مدد کے بغیر وہ مہم کو برسات کے بعد تک ملتوی رکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ مراٹھوں نے شاہی فوج کے ایک دستہ کو جو شراب میں بدمست کماندار منصور خاں کی حماقت سے حملہ کے لئے بہت آگے بڑھ گیا تھا کاٹ کر رکھ دیا لیکن بحیثیت مجموعی مہابت خاں نے انہیں دُور ہی رکھا۔ شاہجہاں نے اپنے غدّار لفٹنٹ رستم خاں کی سربراہی میں برقنداز خاں کو نائب کمانداروں میں مقرر کر کے بطور ہراول کے آگے روانہ کیا اور خود اصل فوج لے کر بعد کو روانہ ہوا۔ جب کلبا دہا کے قریب جنگ کی نوبت آئی تو رستم خاں، برقنداز خاں کئی دوسرے افسروں کے ساتھ غنیم سے جا کر مل گئے جس سے شاہجہاں کا سارا انتظام درہم برہم ہو گیا۔

شاہجہاں کے افسروں کی غداری

ان واقعات کے بعد شاہجہاں کو کسی پر اعتبار نہیں رہا اور نربدا کو پار کر کے پسپا ہو گیا۔ صرف اُتار کی جگہ قابل اعتبار آدمیوں کے ذریعہ سے حفاظت کر لی اور ایک دستہ بیرم بیگ اور چند مراٹھوں کی سربراہی میں مہابت خاں کے دریا پار کرنے میں مزاحمت کے لئے پیچھے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اور لوگوں نے بھی بے وفائی کی۔ شاہجہاں کے ایک ہمراہی نے مہابت خاں کا ایک خط پکڑ لیا جو زاہد خاں کے نام اُس کے خط کے جواب میں تھا اور جس میں زاہد خاں نے مہابت خاں سے مل جانے کی پیش کش کی تھی۔ اس غدار کو حراست میں لے لیا گیا اور اس کی ایک لاکھ تیس ہزار کی جائداد ضبط کر لی گئی۔

خان خاناں کا خط

اس سے زیادہ تشویش انگیز بات یہ ہوئی کہ تقی نے ایک قاصد کو پکڑ کر شاہجہاں کے سامنے پیش کیا جو خان خاناں کا خط مہابت کے پاس لے جا رہا تھا۔ شاہجہاں نے ان بزرگ کو مع اُن کے لڑکوں کے طلب کیا اور خط دکھا کر انھیں شرم دلائی اور پھر حکم دیا کہ ان سب کو اُس کے خیمہ کے پاس حراست میں رکھا جائے۔[۵۹]

---

۵۹ جہانگیر (راجرس دبیورج) جلد دوم صفحات ۲۷۱ تا ۲۷۴۔ گلیڈون صفحات ۶۵، ۶۶

Marfat.com

شاہجہاں کا قلعہ اسیر پر دھاوا اب شہزادہ نے قلعہ اسیر کی طرف رُخ کیا جو دنیا کے مضبوط ترین قلعوں میں شمار ہوتا تھا[۱۰] اور جو اس وقت نور جہاں کی بھتیجی کے شوہر میر جمال الدین کے لڑکے میر حسام الدین کی حفاظت میں تھا بلوچ پور کی لڑائی کے بعد نور جہاں نے اُسے لکھا تھا! "ہوشیار! ہزار بار ہوشیار رہو کہ وہ بے دولت (پہلے کے بادشاہ عالم کا اب یہی سرکاری لقب ہو گیا تھا) اور اُس کے آدمی قلعہ کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ بلکہ قلعہ کے مورچوں اور دروازوں کو خوب مضبوط کر لو اور ایسی حرکت ہرگز نہ کرنا کہ ایک سیّد کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگ جائے۔ حسام الدین نے قلعہ کو تو مضبوط کر لیا لیکن اُس نے اُسے بلا کسی مزاحمت شاہجہاں کے حوالے کر دیا اور شاہجہاں سے مرتضیٰ خاں کا خطاب اور چہار ہزار کا منصب معہ نقارہ و علم حاصل کر لیا[۱۱] اس قلعہ کا حاصل کرنا شاہجہاں اور اس کے اہل خاندان اور خزانہ اور سامان کی حفاظت کے لئے بہت بیش قیمت تھا مگر بحیثیت جنگی مورچہ کے یہ زیادہ دن کام نہیں دے سکتا تھا۔ گجرات میں شہزادہ کے مقصد پہ ناقابل تلافی ضرب پڑی تھی۔

گجرات میں شہزادہ کی شکستیں ۱۶۱۲ء میں دکن روانہ ہوتے وقت شاہجہاں نے اس صوبہ کو اس کے مستقل گورنر راجہ بکرماجیت کے بھائی کنہرداس کے سپرد کر دیا تھا۔ بلوچ پور سے پسپائی پر اس نے عبداللہ خاں کو گورنری پر مقرر کیا اور کنہرداس اور شاہجہاں کی بیگم ممتاز محل کی ایک بھتیجی کے شوہر دیوان صفی کے ساتھ سارا خزانہ اور سونے کا مرصع تخت پانچ لاکھ روپیہ قیمت کا اور تلوار کی پیٹی دو لاکھ روپیہ کی یہ سب لے کر مانڈو آجائے۔ یہ خبریں پہلے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بنوائی گئی تھیں۔ عبداللہ خاں شاہجہاں کے ساتھ مانڈو ہی میں رہا اور اپنے نائب خواجہ

---

[۱۰] اسیر ۲۱٫۲۸ شمال اور ۷۶٫۱۸ مشرق پر واقع ہے۔ اس قلعہ کی دلچسپ تفصیل کے لئے دیکھو لیفٹی سرہندی کا اکبر نامہ (الیٹ و ڈاوسن) جلد ششم صفحات ۱۳۸ تا ۱۴۶۔ نیز ڈی لائٹ ترجمہ لیفٹی بن کلکتہ ریویو نمبر ۵۱ ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۵۹ بمبئی گزیٹیر۔ خاندیش جلد ۱۲ حصہ دوم ۱۸۸۰ء۔ کنگھم کی آرکیالوجیکل سروے جلد ۹ ۱۸۷۹ء میں اس کا خاکہ ہے۔

[۱۱] جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد دوم صفحات ۲۰۷ تا ۲۰۸ گلیڈون صفحات ۶۵، ۶۶

Marfat.com

سرا وفادار کو اپنی جگہ روانہ کیا جس نے احمد آباد میں اپنا عہدہ سنبھال لیا۔

لیکن شاہجہاں کی قسمت کا ستارہ اب قطعی طور پر مائل بہ زوال تھا۔ اس کی پسپائی کے نتائج اب ہر جگہ نمایاں ہو رہے تھے اور اُس کے گجرات کے اکثر افسران اور نیز اس کے ساتھ کئی افسران ہاری ہوئی جماعت سے الگ ہو کر فاتح جماعت سے مل جانے کے لئے بیقرار تھے۔ اس وقت صفی کو موقعہ ہاتھ آگیا۔ وہ کنہر سے بہ بہانہ کر کے کہ وہ شاہجہاں سے ملنے جا رہا ہے۔ چند دن پہلے احمد آباد سے روانہ ہو کر محمود آباد پہنچا اور ناہر خاں، سید دلیر خاں، نالو خاں افغان اور دوسرے افسران سے مل کر ایک انقلاب لانے کی کوشش میں خفیہ گفت و شنید شروع کی۔

اس منصوبہ کی کچھ بھنک شاہجہاں کے وفادار ملازم صالح فوجدار پٹلاد کے کانوں میں پہنچ گئی اور وہ تقریباً دس لاکھ کا خزانہ لے کر تیزی کے ساتھ مانڈو روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد کنہر تلوار کی پیٹی بھی لیکر روانہ ہو گیا۔ اگرچہ بھاری تخت وہ نہ لے جا سکا[۲۱] اُن کی اس کارروائی سے شہزادہ کو معقول رقم حاصل ہو گئی جس کی اُسے شدید ضرورت تھی لیکن ان لوگوں کی روانگی سازشیوں کا کام اور آسان ہو گیا۔

صفی تیزی سے نالو خاں کے مستقر کرنگ پہنچا اور وہاں اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر اپنے سازشیوں سے یہ طے کیا کہ علی الصباح مختلف سمتوں سے احمد آباد میں داخل ہوں۔ وفادار کی نالائقی اور غفلت سے یہ منصوبہ پورے طور پر کامیاب ہو گیا اور شہر بادشاہ کی فتح کے اعلان سے گونج اُٹھا۔

وفادار نے ایک شخص شیخ حیدر کے مکان میں پناہ لی تھی جس نے اُس سے دغا کی اور وہ پکڑا گیا اور دیوان محمد تقی اور بخشی حسین بیگ کے ساتھ جو اپنے گھروں میں پکڑے گئے تھے جیل میں ڈال دیا گیا۔ شاہجہاں کے کئی اور ساتھی بھی اپنی جائدادوں سے محروم کر دیے گئے اور قید کر دیے گئے۔ سازشیوں کو خزانہ سے دو لاکھ روپیہ نقد اور طلائی تخت اور شاہجہاں کی املاک سے جو کچھ بچ رہا تھا وہ سب حاصل ہو گیا۔ انھوں نے یہ احتیاط کی کہ قلعہ کے

---

[۲۱] خزانہ کے مانڈو منتقل ہو جانے سے منڈیوں کا نرخ گھٹ گیا اور روپیہ کی کمی ہو گئی۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا سنہ ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۱۸۱ ماخوذ از کاغذات سورت فیکٹری جلد ۱۰۲ صفحہ ۲۳۶۔

Marfat.com

مورچوں اور دروازوں کو مضبوط کر لیا۔

ان واقعات کی خبر سن کر عبداللہ خاں پانچ چھ ہزار کی فوج لے کر مانڈو سے نکلا، اس کی ماتحتی میں ہمت خاں، سرزہ خاں، سرفراز خاں، قابل بیگ، رستم بہادر اور صالح بدخشی جیسے کئی بہادر افسر شامل تھے۔ غنیم پر اچانک حملہ کے قصد سے وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور آٹھ دن میں بڑودہ پہنچ کر خیمہ زن ہوگیا۔ مگر یہ سن کر وہ حیرت زدہ ہوگیا کہ صفی بہت بڑی فوج کے ساتھ کنکر یا جھیل کے کنارے اس کا منتظر ہے۔

شاہی افواج نے ایدر کے راجہ کلیان اور دوسرے رئیسوں کو ان کی فوجوں کے ساتھ طلب کر لیا تھا اور پرانے سپاہیوں کے علاوہ بہت سے نئے رنگروٹ بھرتی کر لئے تھے۔ ان لوگوں میں فیاضی سے روپیہ تقسیم کیا گیا اور طلائی تخت بھی توڑ کر اس کا سونا تنخواہوں میں دے دیا گیا۔ البتہ اُس کے جواہرات نکال کر ہوشیاری سے جیبوں میں رکھ لئے گئے۔

کنکر یا جھیل پر تیاریوں کی خبر سن کر عبداللہ نے طے کیا کہ بڑودہ میں کمک کا انتظار کیا جائے اور کمک آجانے پر وہ چند میل کے فاصلہ پر محمود آباد پہنچا اور ۱۰ جون ۱۶۲۳ء کو اپنی فوجیں جنگ کے لئے صف بستہ کیں۔ اس اثنا میں شاہی فوجیں بٹوہ کے مقام پر قطب عالم کے مزار کے پاس پہنچ گئی تھیں۔

مناسب مقام حاصل کرنے کے لئے عبداللہ نے یہ طے کیا کہ اپنی فوج کو سرکھیج پہنچا دے اور اس طرف روانہ ہوگیا اور اپنے آدمیوں سے یہ کہا کہ غنیم نے آگے کی طرف زمین کے نیچے بارود کی سرنگیں بچھادی ہیں لیکن غنیم نے آگے اُس کا راستہ روک دیا اور وہ ترنجا میں ٹھہر جانے پر مجبور ہوگیا جہاں خاردار جھاڑیاں اور تنگ راستے اُس کے حق میں کارآمد بھی تھے اور نقصان دہ بھی۔ شاہی فوج کا بڑا حصہ تین کوس فاصلہ پر بلود پہنچ گیا۔

اگلی صبح کو جو لڑائی ہوئی اس میں شہزادہ کے ہراول حصہ کی کمان ہمت خان، رستم بہادر اور صالح بیگ کر رہے اور شاہی فوج کے ہراول دستہ کے کمانڈر ناہر خاں اور راجہ کلیان تھے جن سے پہلے جنگ ہوئی۔ ہمت خاں بندوق کی گولی سے مہلک طور پر زخمی ہوگیا اور صالح کو ایک ہاتھی نے گھوڑے سے گرا کر پیروں سے روند ڈالا۔ ایک اور زبردست ہاتھی توپ کے گولوں کی آواز سے خوف زدہ ہو کر پیچھے لوٹ پڑا اور باغی فوج کے بہت سے آدمیوں کو کچل ڈالا۔ لیکن بحیثیت مجموعی شاہی افواج نقصان میں رہیں۔ اُن کے ہراول دستہ کو عبداللہ خاں نے

Marfat.com

بالکل منتشر کر دیا اور اگر قلب کا کماندار ہوشیاری سے فوراً ان کی مدد کو نہ پہنچ گیا ہوتا توان کا بالکل خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ عین اس وقت ہمت خاں اور صالح بیگ کی موتوں کی خبر نے عبداللہ خاں اور اُس کی فوج کو سخت دل شکستہ کر دیا اور وہ پیچھے ہٹا۔ سید دلیر خاں نے ایک کوس تک اس کا تعاقب کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

شرزہ خاں جس کے اہلِ خاندان شاہی فوج کے قبضہ میں تھے وہ چھوڑ کر صفی سے مل گیا شاہی فوجوں نے اپنی وفاداری کا بھرپور صلہ پایا۔ صفی خاں کو سیف خاں جہانگیر شاہی کا خطاب ملا اور علم و نقارہ اور تین ہزار ذات و دو ہزار سوار کا منصب۔ ناہر خاں کو بھی یہی منصب ملا اور شیر خاں کا خطاب۔ سید دلیر خاں کو دو ہزار ذات اور بارہ سو سوار کے منصب پر ترقی دی گئی اور نانو خاں کو ڈیڑھ ہزار ذات اور بارہ سو سوار کے منصب پر۔ دوسرے افسروں کو بھی مناسب اخراجات دیئے گئے۔

عبداللہ خاں کی پسپائی

عبداللہ خاں بڑودہ سے بھاگ کر بھڑوچ پہنچا اور ہمت خاں کے لڑکوں سے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی لیکن انھوں نے ایک بے یار و مددگار پناہ گزیں کا ساتھ دینا کسی طرح منظور نہ کیا اور اُس کی درخواست سختی سے رد کر دی اور پانچ ہزار محمودی دے کر اُسے رخصت کر دیا۔ وہاں سے عبداللہ خاں سورت گیا اور شاہجہاں کے عمال سے تقریباً چار لاکھ روپیہ وصول کیا اور کچھ روپیہ اور لوگوں سے لیا اور اس روپیہ سے ایک نئی فوج بھرتی کی اور برہان پور جا کر اپنے آقا سے مل گیا۔[۳۱]

یہاں شہزادہ ابھی اپنے چند ساتھیوں، بیگمات اور اپنے بچوں اور چند باندیوں کے ساتھ پہنچا اُدھر اپنے باقی متعلقین کچھ ملازموں اور ضرورت سے زیادہ سامان راجپوت گوپال داس کی سپردگی میں قلعہ اسیر گڑھ میں چھوڑ آیا تھا۔ گوپال داس اس سے پہلے سربلند رائے کا ملازم تھا اور پھر کئی سال سے خود شہزادہ کا جاں نثار ملازم تھا جس نے

---

[۳۱] جہانگیر راجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۶۱ تا ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹۔ اقبال نامہ صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۰۔ گلیڈون صفحات ۶۶ تا ۶۸۔ مآثر الامرا (بیوریج)، جلد اول صفحہ ۲۹۳۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا سنہ ۱۶۲۲-۲۳ء صفحات ۲۲۶، ۲۳۹ تا ۲۴۰، ۲۹۴، ۲۹۹ میں گجرات کے ان واقعات اور اس کے متعلق افواہوں کا اکثر ذکر ہے۔

Marfat.com

اُسے قلعہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔[۳۱] پہلے شہزادہ کا خیال تھا کہ خان خاناں اور داراب خاں کو قلعہ میں قید کر دے لیکن پھر یہ طے کیا کہ اُسے اپنے ساتھ حراست میں برہان پور لے جائے۔

مغل دکن کے اس مستقر میں شہزادہ نے مدتوں ایک بادشاہ کی طرح حکومت کی تھی جہاں سے اُس نے بڑی بڑی فوجیں دکن کے حکمرانوں سے جنگ کے لئے روانہ کی تھیں اور اُلٹے اپنے شرائط منوائے تھے۔ موجودہ حالت اور سابق کے طمطراق میں جو زبردست فرق تھا اور اب اُس کی اور اُس کے خاندان اور چند بچے کھچے ساتھیوں کو اس ابتر حالت سے سخت دکھ ہوا۔ وہ شمال سے بڑی ذلت کے ساتھ بھگایا گیا تھا۔ گجرات بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اسکی فوج ختم ہو گئی تھی۔ فوج کے جو لوگ بچے کھچے تھے ان کی وفاداری پر بھی اُسے بھروسہ نہ تھا۔

احمد نگر اور بیجاپور سے نامہ و پیام

اگر بیرم بیگ نے کشتیاں نہ فراہم کر لی ہوتیں اور نربدا کے کنارے توپوں کے ذریعہ سے مضبوطی کے ساتھ نہ بچایا ہوتا تو اب تک شاہجہاں کا پتہ بھی نہ ہوتا اور اب بھی اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی تو وہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔ اس ابتر حالت میں اُس نے اپنے معتبر سفیر افضل خاں کے ذریعہ سے اپنے سابق دشمن ملک عنبر سے امداد کی استدعا کی مگر وہ چالاک دکنی مدبر کبھی زبردست مغل سلطنت سے جھگڑا مول لینے کو تیار نہ تھا کہ ایک بے یار و مددگار پناہ گیر کی خاطر وہ مہابت خاں جیسی عظیم شخصیت کے ماتحت مغل سلطنت کی طاقتور فوج اپنے خلاف لا کھڑا کرے اور پھر عین اس وقت ملک عنبر بیجاپور سے جنگ کرنے کے لئے مغل سلطنت سے مدد لینے کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔

ناکامی

چنانچہ اس نے شاہجہاں سے کسی قیمت پر سودا کرنے سے قطعی انکار کر دیا مگر چالاکی سے افضل خاں کو صلاح دی کہ وہ عادل شاہ کے پاس جائے۔ عادل شاہ نے سفیر کو بری طرح ذلیل کیا۔ کئی دن تک تو اس سے ملاقات ہی نہیں کی اور اس کے بعد بھی کئی دنوں تک اُسے روکے رکھا اور اس کے تحفے تو لے لئے مگر کسی قسم کی مدد دینے کو ٹال دیا۔

---

[۳۱] تھانہ کے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں ایک اُس وقت کا کتبہ اس واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ دیکھیے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی شاخ بمبئی ۱۹۱۰ء صفحات ۱۴۰، ۱۴۲

Marfat.com

مہابت خاں سے نامہ وپیام جب شہزادہ نے ہر طرف تاریکی ہی تاریکی دیکھی تو اس نے بادشاہ سے مصالحت کی کوشش کی۔ بونڈی کے راجہ بھوج ہاڑا کے لڑکے سربلند رائے کے ذریعہ سے اس نے مہابت خاں سے سلسلہ جنبانی کی جو بیرم بیگ کی چستی چوکسی اور ہوشیاری کی وجہ سے اب تک نربدا کے شمالی کنارے پر خیمہ زن تھا مگر شہزادہ پرویز یا مہابت خاں میں سے کسی کا ارادہ شاہجہاں کو امن دینے کا نہ تھا۔ البتہ انھوں نے شاہجہاں کو بہلانے اور اس کے ساتھ کوئی اور چال چلنے کے ارادہ سے گفت و شنید کو طوالت دی اور پھر صاف کہہ دیا کہ جب تک خان خاناں شاہجہاں کی نمایندگی کرنے نہ آئے اس وقت تک کوئی مصالحت کی بات نہیں ہوسکتی۔

خان خاناں کی ناکام سفارت اس بوڑھے آدمی پر سے شاہجہاں کا اعتبار بالکل اٹھ گیا تھا مگر اپنی موجودہ بیچارگی کی حالت میں اس نے خان خاناں کو اپنا سفیر بنایا اور اس سے قرآن کریم پر حلف لیا اور اپنے زنان خانہ میں لے جاکر اپنی بیگم اور لڑکوں سے التجا کرائی اور مدد کی استدعا کی۔ اس نے کہا "میرے اوپر کڑا وقت پڑا ہے اور میرا حال ابتر ہو رہا ہے۔ میں خود کو آپ کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی عزت کا محافظ بناتا ہوں۔ آپ ایسی کوشش کریں کہ میں اس ذلت اور پریشانی سے نجات پا جاؤں"۔

مصالحت کا راستہ بالکل بند ہوگیا خان خاناں شاہجہاں کے کیمپ سے روانہ ہوا مگر قبل اس کے کہ وہ دریا کے جنوبی کنارے تک پہنچے جہاں سے وہ مہابت خاں سے نامہ وپیام کرسکتا، شاہی فوج کے کچھ لوگ بیرم بیگ کی ذراسی غفلت سے رات کے وقت ایک مقام سے دریا پار کرکے باغیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اب مصالحت کی ساری امیدیں ختم ہوگئیں۔ بیرم کے آدمی ہر طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور مہابت خاں سے مل گئے۔ چنانچہ جب خان خاناں وہاں پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ اس کے موکل کا حال ہمیشہ سے زیادہ مایوس کن ہوگیا ہے۔ چنانچہ باوجود اپنے حلف کے اس نے مہابت خاں کی بات مان لی اور پورے احترام کے ساتھ شہزادہ پرویز کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اب مصالحت کی گفت وشنید کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ شاہی فوج کا نربدا سے عبور، بیرم بیگ کے فرار، خان خاناں کی بیوفائی اور سب سے

Marfat.com

بڑھ کر شاہی افواج کی مزید پیش قدمی سے شہزادہ کو سخت دھکا لگا۔ اب فرار کی راہ بھی دشوار ہو گئی تھی اس لئے کہ بارش بہت دنوں سے شروع ہو گئی تھی اور دریائے تاپتی میں سیلاب آ گیا تھا۔ لیکن چونکہ اس کے سوا کوئی اور صورت نہ تھی اس لئے

شاہجہاں نے تاپتی پار کیا

شہزادہ نے دریا پار کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ اپنے سابقہ دشمن گولکنڈہ کے حکمران کے علاقہ میں پہنچ جائے اور وہاں سے اڑیسہ اور بنگال کا رُخ کرے۔ اس کے بعض بڑے سرگرم ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ سربلند خاں افغان نے دریا پار کرنے سے بالکل انکار کر دیا اگرچہ اُسے بہت کچھ سمجھایا گیا اور دریا کے اُس پار بھیجے ہوئے شاہجہاں کے پیامبر نے بھی بہتیری التجا کی[۱]۔ جادو رائے، اودے رام اور آتش خاں نے کچھ دُور تک اس کا ساتھ دیا۔ اس لئے کہ ان کی جائدادیں راستہ ہی میں تھیں۔ جادو رائے قصداً پیچھے رہا تاکہ مصیبت زدہ شہزادہ کی چھوڑی ہوئی املاک پر قبضہ کر لے۔

بادشاہ نے یا یہ کہنا چاہیئے کہ نور جہاں نے پرویز اور مہابت کو ہدایت کی کہ وہ تعاقب پوری سرگرمی سے جاری رکھیں یہاں تک کہ یا تو شاہجہاں کو زندہ گرفتار کر لیں اور یا اُسے سلطنت کی سرحد سے باہر بھگا دیں۔ چنانچہ انھوں نے سیلابی دریائے تاپتی کو پار کیا اور باوجود موسلا دھار بارش کے چالیس کوس بڑھتے ہوئے پرگنہ انکوت پہنچ گئے۔

گولکنڈہ کی مملکت میں

شاہجہاں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی اور ماہور کے قلعہ تک پہنچ گیا۔ جہاں اُس نے اپنے ہاتھی جانور اور سامان اودے رام کی سپردگی میں چھوڑ دیا اس لئے کہ دوسرے دکنیوں کی طرح اُس نے بھی آگے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ خود شاہجہاں اپنی جاں نثار بیگم اور اپنے لڑکوں دارا شکوہ، شجاع اور اورنگ زیب اور اپنے سدا کے وفادار راجہ بھیم کے ماتحت راجپوتوں اور کچھ اور لوگوں کے

---

[۱] شاہجہاں کے پیامبر ذوالفقار نے دریا کے کنارے سربلند کو شہزادہ کا پیام پہنچایا جبکہ سربلند گھوڑے پر سوار تھا۔ سربلند نے کوئی صاف جواب نہ دیا بلکہ ذوالفقار سے کہا کہ اُس کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دے۔ ذوالفقار نے تلوار نکالی اور سربلند کی کمر پر مارنا چاہا مگر ایک افغان سپاہی نے تلوار برچھے پر روک لی۔ دونوں طرف تلواریں نکل آئیں اور ذوالفقار کو نیز اُس کے ساتھی سلطان محمد خزانچی کے جو شاہجہاں کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ چلا آیا تھا کاٹ کر رکھ دیا گیا۔

Marfat.com

کے ساتھ گولکنڈہ کی مملکت میں داخل ہو گیا[۶۱]

شاہجہاں نے گر کر اُٹھتے ہوئے پھر ٹھوکر کھائی تھی لیکن اس وقت اُسے ساری تکلیفوں سے نجات مل گئی تھی۔ دوسری طرف پنجاب کی پہاڑیوں میں جگت سنگھ نے جو شورش برپا کی تھی وہ قریب قریب قابو میں آگئی تھی۔ صادق خاں اور اس کے ماتحت افسروں نے جگت سنگھ کو قلعہ مان کے اندر پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا اور اس کی رسد بند کر دی تھی اور اس کے کئی حملوں کو کامیابی کے ساتھ پسپا کر دیا تھا۔ وہ فاقہ کشی سے تنگ آکر قریب قریب اطاعت قبول ہی کرنے والا تھا۔ شمال مغربی سرحد پر چند ہمیشہ کی ہونے والی شورشوں اور بعض اِکا دُکا دُور دراز مقامات کی آویزشوں کے علاوہ اس وقت ساری سلطنت میں پورا امن تھا۔

جہانگیر کی اجمیر سے روانگی شہزادہ پرویز اور مہابت خاں برسات کا موسم گذارنے کے لئے برہان پور واپس آگئے۔ بادشاہ جہانگیر نے ۱۴ر نومبر ۱۶۲۳ء ۲ر آذر۔ یکم صفر ۱۰۳۳ھ کو اجمیر سے اپنا خیمہ ڈیرہ اٹھا دیا اور گرتی ہوئی صحت کے لئے جو واحد موزوں مقام خوشگوار وادی کشمیر تھا اُدھر روانہ ہو گیا[۶۲]

---

[۶۱] جہانگیر راجرس و بیوریج ، جلد دوم صفحات ۲۷۸ تا ۲۸۱ و ۲۹۰۔ اقبال نامہ صفحات ۲۱۰ تا ۲۱۲۔ خافی خاں نے معتمد خاں ہی کی نقل کی ہے۔ گلیڈون صفحات ۶۸/۶۹۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۳۷۸۔ بغاوت کے مختصر حالات کے لئے دیکھو خلاصۃ التواریخ صفحات ۴۳۷ تا ۴۴۳

[۶۲] جہانگیر راجرس و بیوریج ، جلد دوم صفحات ۲۸۹۔ ۲۹۱ و ۲۹۲۔ اقبال نامہ صفحات ۲۱۳ و ۲۱۴ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش)۔ صفحہ ۱۸۹ ، ب ،

Marfat.com

اٹھارھواں باب

شاہجہاں کا گولکنڈہ اور تلنگانہ سے گذر، شمالی ہند میں فوجی کارروائیاں

شاہجہاں کے مصائب

اکتوبر ۱۶۲۳ء میں شاہجہاں نے غیر ملک میں پہنچکر ذرا اطمینان کی سانس لی۔ کم سے کم مہابت خاں کے مسلسل تعاقب سے اُسے نجات مل گئی تھی مگر اس کی مشکلات میں بالکل کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اُس کی بیگم سخت سے سخت مشکلات میں بھی مضمحل نہیں ہوئی اور کبھی ایک لمحہ کے لئے اس سے الگ ہونے کی خواہش نہیں کی۔ شاہجہاں کی مصیبتوں، اس کی جاں نثاری کے جذبہ میں اور زیادہ گرمی آجاتی تھی لیکن شہزادہ کے بیشتر ساتھی تکلیف دہ حالات سے عاجز آ گئے تھے اور اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے بیقرار تھے مگر وہ خود یکہ و تنہا رہ جانے کے لئے تیار نہ تھا۔ شہزادہ اور اس کے ساتھیوں کے ناگفتہ بہ تعلقات کا اندازہ کچھ حسب ذیل واقعات سے ہو سکتا ہے۔

افضل خاں کا لڑکا مرزا محمد بیگ جو اب تک بیجاپور کے دربار میں بیکاری کی زندگی گذار رہا تھا اپنی والدہ اور متعلقین کے ساتھ شہزادہ کے ہمراہ گولکنڈہ تک آیا تھا مگر دفعتہً اپنے خاندان اور ملازمین کے ساتھ چل دیا۔ شاہجہاں نے جعفر بیگ کو کچھ سپاہیوں کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا کہ اس کا سر کاٹ کر لے آئیں۔ جب یہ جماعت قریب پہنچی تو محمد بیگ نے اپنی ماں اور اہل خاندان کو گھنے جنگل میں چھپا دیا اور خود نہر اور دلدل کے پیچھے ایک مقام منتخب کر کے کھڑا ہو گیا اور اپنے نوجوان ساتھیوں کے ساتھ مل کر لڑائی کی تیاری کی۔ جعفر بیگ نے نہر کے دوسرے کنارے سے آواز دے کر اُسے واپس آنے کے لئے کہا مگر محمد بیگ نے انکار کر دیا اور اپنے ہمراہیوں سے تیر چلانے کے لئے کہا۔ ایک جھڑپ شروع ہو گئی۔ جس میں جعفر بیگ زخمی ہو گیا اور اس کے چند ساتھی خان قلی وغیرہ مارے گئے مرزا محمد

Marfat.com

اس وقت تک لڑتا رہا جب تک وہ زخموں سے چور ہو کر گر نہیں پڑا۔ اس کا سر کاٹ کر شاہجہاں کے سامنے پیش کیا گیا[1]

گولکنڈہ کا رویہ

اس خوفناک مثال کے باوجود شاہجہاں کے ساتھی برابر اُس کا ساتھ چھوڑتے رہے۔ اب شاہجہاں نے گولکنڈہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر گولکنڈہ کے حکمران نے اُسے صرف تھوڑی سی رقم اور کچھ سامان بھیج دیا اور اپنے اُمرا اور عمال کے مشورہ سے نگران افسروں کو ہدایت کی غلہ فروشوں اور زمینداروں سے کہا جائے کہ شہزادہ کو رسد پہنچاتے رہیں اور اُسے جلد ملک سے باہر کردیں شاہجہاں نے وعدہ کیا کہ وہ پندرہ دن میں چلا جائے گا اور باشندوں کو مطلق ستایا نہ جائے گا[2]

تلنگانہ کے وسیع علاقہ کو شہزادہ مقررہ میعاد کے اندر طے نہ کر سکا اور مچھلی پٹم[3] ۵ نومبر ۱۶۲۳ء سے پہلے نہ پہنچ سکا اس وقت اس کے ساتھ ۴۰۰۰ سوار اور دس بارہ ہزار پیدل سپاہ اور کچھ خیمہ میں کام کرنے والے ملازم تھے اور پانچ سو ہاتھی اور کئی باربردار اونٹ بھی تھے۔ راستہ میں انھوں نے اور ان کے جانوروں نے دونوں طرف بیس بیس میل تک دھان کی فصلیں اور کھجور کے باغ تباہ کر دیے۔ شاہجہاں جب کسی گاؤں یا شہر کے پاس پہنچتا تھا تو اپنے اُمرا اور اپنی دستخطی تحریر کے ذریعہ سے باشندوں کو امن و امان کا یقین دلاتا تھا لیکن اتنی کثیر تعداد آدمیوں کو دیکھ کر باشندے ڈر کر کثیر تعداد میں بھاگ جاتے تھے۔ خود مچھلی پٹم کا شہر دو تہائی آبادی سے خالی ہو گیا تھا اور خالی کرنے والوں میں دولت مند لوگ بھی ہوتے تھے۔ دوسرے لوگوں کی طرح انگریزی فیکٹریوں کے منتظمین بھی بھاگنے

---

[1] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۸۹ تا ۲۹۰۔ اقبال نامہ صفحات ۲۱۴ تا ۲۱۵ خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۳۔ ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۶۴۔ بیوریج جلد اول صفحہ ۱۵۱

[2] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۹۰ تا ۲۹۱۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء صفحہ ۳۱۳ مچھلی پٹم کی فیکٹری کے کارکنوں نے اطلاع دی کہ قطب شاہ نے شاہجہاں کو بیس ہاتھی اور دو لاکھ طلائی پگوڈے بھیجے (ایضاً صفحہ ۳۱۴)

[3] سترھویں صدی میں مچھلی پٹم کے حال کے متعلق دیکھو بادری صفحات ۱۰۷ و ۱۱۰۔ فرایر جلد اول صفحہ ۸۰ سولھویں صدی کا مختصر حال رالف فچ مرتبہ ہارٹن رائلی صفحہ ۱۰۴ میں۔

Marfat.com

کے لئے تیار تھے مگر کمبخت گورنر کی وجہ سے رُک گئے اس لئے کہ اس نے ہمیں کشتی یا آدمی فراہم کرنے اجازت نہیں دی۔" شہر کے گورنر اور دیگر مسلمان افسر اس نامور شہزادہ کے استقبال کے لئے کئی میل شہر سے باہر آجاتے تھے۔

چار پانچ دن اپنے ہمراہیوں کو سستانے کا موقع دینے کے لئے شاہجہاں نے شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز خوشگوار مقام پر قیام کیا۔ ضروریات کی سب چیزوں کی قیمت اُس نے بڑی فیاضی سے دی اور بازار کا بھاؤ تین گنا یا اُس سے بھی زیادہ بڑھا دیا۔ اُس کے بعض افسروں نے یہ تجویز پیش کرنے کی جرأت کی کہ شہر کو لوٹ لیا جائے لیکن شہزادہ نے اس ذلیل حرکت سے قطعی انکار کر دیا[7]۔

اڑلیسہ میں داخلہ

۱۰ نومبر کو اس نے اپنا خیمہ اٹھا دیا اور گولکنڈہ کے افسروں کی رہنمائی میں شمال مشرق کی طرف روانہ ہوا، اور چھتر دیوار د ہ سے ہوکر اڑلیسہ کی مغل علمداری میں داخل ہوگیا[8]۔

بنگال و اڑلیسہ کے حکام نہ صرف شاہجہاں کے مقابلہ کے لئے تیار تھے بلکہ بظاہر انھیں شہزادہ کی حالیہ نقل و حرکت کی بھی مطلق اطلاع نہ تھی۔ اُڑلیسہ کا گورنر احمد بیگ خاں بنگال کے گورنر ابراہیم خاں فتح جنگ اور نورجہاں کا بھتیجا زمیندار کھردا[9] کے شورہ پشت

---

[7] انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۴-۱۶۲۲ء صفحات ۴۲ تا ۱۰۳ مچھلی پٹم کے تھامس مل اور جان ڈاڈ کا خط سورت کے صدر اور کونسل کے نام مورخہ ۱۲ نومبر ۱۶۲۳ء سورت کی فیکٹری کے کاغذ جلد ۱۰۲ صفحہ ۲۶۳

[8] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۹۸ اقبال نامہ صفحہ ۲۱۱ گلیڈون صفحہ ۷۰۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۴-۱۶۲۲ء صفحہ ۳۰۱

جہانگیر نے دکن اور اڑلیسہ کے درمیان کی حدبندی کی تفصیل نہیں دی ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ اس کے ایک طرف بلند پہاڑ اور دوسری طرف دلدل واقع ہے۔ گولکنڈہ کے حکمران نے یہاں ایک دیوار اور ایک قلعہ بھی تعمیر کر دیا تھا اور اسے بندوقوں اور توپوں سے مسلح کر دیا تھا۔ یہ صورت چھتر دیوار سے ملتی جلتی ہے جس کا حال مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۱۰ میں ہے (بیوریج جلد اول صفحہ ۳۰۸) اور بادشاہ نامہ جلد اول صفحہ ۳۳۳۔ اس قلعہ کی تعمیر قطب الملک کے ایک افسر منصور نے کی تھی چنانچہ اسی کے نام پر اس کا منصور گڈھ نام ہے۔ دیکھو بیوریج کا نوٹ صفحہ ۲۹۰ پر

[9] بیوریج (مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۵۰) نے کھردا کی جگہ کوکرہ غلط لکھا ہے جو متن کو پڑھنے کی غلطی ہے جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۲۹۰ میں بھی کھردا ہے۔ کوکرہ تو بہار میں ہے۔

Marfat.com

زمیندار کی تادیب میں مصروف تھا جو حال ہی میں زیر کیا تھا مگر پھر بغاوت کر دی تھی۔ چنانچہ وہ شاہجہاں کے اڑیسہ میں داخل ہونے کی خبر سے حیرت زدہ اور بدحواس ہو گیا۔ اس نے کھردا کی مہم فوراً روک دی اور پیلی میں چلا گیا۔ اگر اڑیسہ میں کوئی مہابت خاں جیسا گورنر ہوتا یا صفی یا ابراہیم خاں جیسا تو شاہجہاں کو مشکل پڑ جاتی لیکن احمد بیگ نے انتہائی بزدلی اور نااہلیت کا مظاہرہ کیا۔ اس نے فوج جمع کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ اپنے اہل خاندان کو لے کر بارہ کوس دور کٹک چلا گیا اور وہاں سے مرحوم آصف خاں جعفر بیگی کے بھتیجے صالح کی جاگیر بردوان میں اور وہاں سے اپنے چچا ابراہیم خاں کے پاس ڈھاکہ۔

صالح کو شاہجہاں کے حملہ آور ہونے کا اس وقت تک یقین نہیں آیا جب تک اُسے عبداللہ خاں کا خط نہیں ملا جس میں اس سے شہزادہ کو مدد دینے کی خواہش کی گئی تھی۔ حقیقت معلوم ہونے پر اُس نے بردوان کو مستحکم کیا اور محاصرہ کے لئے تیار ہو گیا[۵] ابراہیم خاں کو بھی اس خبر سے ایسی ہی حیرت ہوئی مگر اُس نے ہمت اور فیصلہ کن جذبہ سے کام لیا۔ اُس نے کچھ فوج جمع کی اور بہت سی جنگی کشتیاں یا ناوارا۔ اس نے اپنے توپ خانہ کو درست کیا اور ڈھاکہ سے اکبر نگر روانہ ہو گیا اور راستہ میں اور رنگروٹ اور زمینداروں کے ملازم سپاہیوں کو ساتھ لے لیا۔

اس دوران میں شاہجہاں نے بھی اپنی فوج بڑھالی تھی۔ پرتگالیوں سے جو اُس نے فوجی امداد طلب کی اس میں تو ناکامی ہوئی اور اُدھر سے صاف انکار ہو گیا مگر زمینداروں اور شاہی افسروں سے اُس نے اپنے افسروں کے ذریعہ سے جو گفت و شنید کی اس میں زیادہ کامیابی ہوئی۔

ابراہیم خاں کو پیشکش شاہجہاں نے ابراہیم خاں کو خود لکھا کہ اللہ کے فیصلہ اور احکام نے اُسے موجودہ ابتر حالت میں پہنچا دیا ہے اور یہ خواہش کی کہ اُسے بنگال پر قابض ہو جانے دیا جائے اور اس کے عوض میں وہ بنگال کے کسی حصہ میں اپنے لئے جاگیر لے لے یا اُسے بلا مزاحمت او حفاظت سے دربار جانے کا رستہ

---

۵ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحات ۲۹۸ تا ۲۹۹۔ اقبال نامہ۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۵۵ تا ۱۵۶ گلیڈون صفحہ ۶۹۔

Marfat.com

دے دیا جائے لیکن ابراہیم خاں نے اس پیشکش کو حقارت سے رد کر دیا اور کہا کہ وہ خود کو اس طرح ذلیل کرنے کے بجائے اپنے آقا کی خدمت کرتے ہوئے جس سے اُسے سب کچھ ملا ہے جان دے دینا گوارا کرے گا۔[۸]

بردوان کا محاصرہ بردوان کے فوجدار صالح نے بھی عبداللہ خاں کے ذریعہ سے جو گفتگو ہوئی اس کا نفی میں جواب دیا اور قلعہ کے دفاع کا تہیہ کر لیا۔ شاہجہاں اتنے مستحکم قلعہ کو تسخیر کئے بغیر اپنے پیچھے نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لئے اُس نے فوراً اُس کا محاصرہ کر لیا۔

قلعہ کی تسخیر لاچار ہو جانے پر صالح نے قلعہ عبداللہ خاں کو حوالہ کر دیا اور عبداللہ خاں نے صالح کو حراست میں لیکر اور گلے میں رسّی باندھ کر شاہجہاں کے سامنے پیش کر دیا شاہجہاں نے بردوان پر فوراً قبضہ کر لیا اور اکبر نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔[۹]

اکبر نگر اکبر نگر راج محل کا نام تھا جسے راجہ مان سنگھ نے اپنا مستقر بنایا تھا اور دریا کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنایا تھا۔ چند سال بعد دریا کا دھارا ایک کوس ہٹ گیا اور اس طرح قلعہ کی اہمیت بہت گھٹ گئی۔ چنانچہ ابراہیم خاں نے اپنے لڑکے کے مقبرہ کو جو اُس نے دریا کے بالکل کنارے بنایا تھا خوب مضبوط کر لیا۔ یہیں ۱۶۲۴ء میں اس نے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ جن میں کچھ پُرتگالی بندوقچی بھی تھے اپنا مستقر بنایا۔ جلد ہی اُسے اور سپاہیوں کی کمک مل گئی اور اُسے یقین تھا کہ اس کی کشتیوں کا بیڑہ اُسے اچھی طرح رسد پہنچاتا رہے گا

شاہجہاں کی کارروائیاں شاہجہاں نے فوراً اس پرانے اُجاڑ قلعہ پر قبضہ کر لیا اور یہیں سے ابراہیم خاں کے نئے گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے تو توپخانہ کی لڑائی ہوئی جس میں دونوں طرف کی کثیر جانیں ضائع ہوئیں۔ شہزادہ کے افسر

---

۸ جہانگیر (راجرس و بیورج) جلد دوم صفحہ ۲۹۹۔ اقبال نامہ صفحات ۲۱۰ تا ۲۱۹، ایلیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحات ۴۰۸ تا ۴۰۹، مآثر الامراء (بیورج) جلد اول صفحہ ۶۱۵۔ گلیڈون صفحات ۶۹ تا ۷۰۔

۹ اقبال نامہ صفحہ ۲۱۹ ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۰۹، گلیڈون صفحہ ۹۶۔ اسٹیورٹ کی ہسٹری آف بنگال سنگھاسی پریس ایڈیشن صفحات ۲۵۵ تا ۲۵۶

Marfat.com

توپ خانہ رومی خاں نے قلعہ کی دیوار کے نیچے سرنگ لگانے کی کوشش کی لیکن اس میں فوری کامیابی نہیں ہوئی۔ محاصرین کو اپنے قلعہ کے جائے وقوع سے بڑی مدد ملی۔ خصوصاً اس لئے کہ شاہجہاں کچھ بھی کشتیاں فراہم نہ کر سکا تھا۔ احمد بیگ خاں نے چستی سے چھلانگ لگا کر خود کو قلعہ کے اندر پہنچا دیا اور محاصرین کی ہمت افزائی کی۔ اگر محاصرہ زیادہ دن جاری رہتا تو ابراہیم خاں کو شاہی فوج سے کمک مل جاتی۔ درحقیقت شہزادہ پرویز اور مہابت خاں نے برہانپور سے اپنا خیمہ اٹھا دیا تھا۔ شاہجہاں کی کامیابی کی یہی صورت تھی کہ قلعہ جلد سے جلد فتح ہو جائے چنانچہ اس نے دریا خاں کے ماتحت فوج کا ایک دستہ روانہ کیا کہ وہ دریا پار کر کے جائے اور شاہی فوج کے خاندان والوں کو جو اُدھر مقیم ہو گئے تھے گھیر لے۔ ابراہیم خاں کو جیسے ہی اس کی خبر لگی وہ اپنی کشتیاں اور احمد بیگ کو ساتھ لے کر شاہجہاں کے فوجی دستہ کو دریا پار کرنے سے روکنے کے لئے روانہ ہوا۔ مگر اس کے پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ تاہم اس نے احمد بیگ کے ماتحت کچھ کمک اپنے آدمیوں کو بھیج دی کہ وہ اور لوگوں کو دریا پار نہ کرنے دیں۔

دریا خاں نے شاہی فوج کو زیر کر لیا اور احمد بیگ بھاگ کر اپنے چچا کے پاس پہنچا اور اُسے کمک لانے کے لئے قلعہ میں بھیجا۔ چنانچہ دریا خاں چند میل پیچھے ہٹ گیا لیکن عین اس وقت شاہجہاں نے بنگال کے ایک زمیندار نہلیا راجہ سے کچھ کشتیاں حاصل کر لیں اور بے دھڑک عبداللہ کے ماتحت ۵۰۰ اسواروں کا ایک دستہ دریا کے اُس پار راج محل سے چند میل اوپر کی طرف اُتار دیا۔

شہزادہ کی فوجوں نے جس جگہ کا انتخاب کیا تھا اُس کے ایک طرف دریائے گنگا تھا اور دوسری طرف گھنا جنگل۔ ابراہیم خاں نے دریا پار کر لیا اور اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک سید نور کے ماتحت اور ایک احمد بیگ کے ماتحت اور ایک خود اپنے ماتحت۔ اس کے بعد جو جنگ ہوئی وہ کچھ دیر تو برابر لڑی گئی مگر پھر نور اللہ کی فوج پسپا ہو گئی اور احمد بیگ کی فوج پر اب پوری طاقت سے حملہ کر کے اُسے دبا لیا گیا۔ ابراہیم خاں کی فوج لڑتی رہی مگر اب صاف معلوم ہو گیا تھا کہ فتح شہزادے کی ہے۔ ابراہیم خاں سے اُس کی فوج کے افسروں نے کہا کہ وہ بھاگ کر اپنی جان بچا لے مگر اُس نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اس کے چند آدمیوں نے اُسکے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور اُسے زبردستی نکال لے جانا چاہا مگر اُس نے چلا کر کہا: "میری زندگی اس طرزِ عمل کے خلاف ہے۔ میرے لئے اس سے اچھی کیا بات ہوگی کہ میں لڑائی کے

Marfat.com

میدان میں لڑکر جان دیدوں۔" فوراً ہی اُسے گھیر کر کاٹ ڈالا گیا اور اس کا سر کاٹ کر شہزادہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

شاہجہاں کی فتح

اپنے ساتھیوں کی ہار اور اپنے بہادر سردار کی موت نے قلعہ بند فوج کا دل توڑ دیا اور وہ ہتھیار ڈال دینے کو تیار ہی تھے کہ اتنے میں رومی خاں کی لگائی ہوئی سُرنگ پھٹی اور قلعہ کی دیوار میں چالیس گز لمبی دراڑ ہو گئی جس سے قلعہ پر فوراً دھاوا بول دیا گیا۔ بہتوں نے دریا میں پھاند کر جان دی اور بہت سے مارے گئے، باقیوں نے اطاعت قبول کرلی اور ان کی جان بخشی کی گئی جو لوگ گرفتار ہوئے اُن میں بنگال کا ایک ممتاز افسر میرک جلایر بھی تھا۔

احمد بیگ نے اطاعت قبول کرلی

احمد بیگ بھاگ کر ڈھاکہ پہنچا جہاں اس کے اور اس کے چچا کے اہلِ خاندان تھے اور جہاں اُن کا بہت سا خزانہ جمع تھا لیکن اس کا سختی سے تعاقب کر کے قبولِ اطاعت پر مجبور کر دیا گیا۔ احمد بیگ کا عزت کے ساتھ استقبال کیا گیا مگر مرحوم ابراہیم کے پچیس لاکھ روپے میرک جلایر کے پانچ لاکھ روپے اور ۵۰۰ ہاتھی ۴۰۰ گھوڑے، قیمتی کپڑے اور بہت بڑی قیمت کی اگر کی لکڑی اور سب سے بڑھ کر توپ خانہ اور کشتیوں کا بیڑہ یہ سب فاتحین کے ہاتھ آئے۔

شاہجہاں نے حسبِ معمول فیاضی سے اپنے ساتھیوں کو انعامات تقسیم کئے تین لاکھ روپیہ عبداللہ خاں کو دیا گیا، دو لاکھ راجہ بھیم کو، ایک ایک لاکھ دریا خاں اور داراب خاں کو پچاس پچاس ہزار وزیر خاں اور شجاعت خاں کو اور ایک لاکھ روپیہ محمد تقی اور بیرم بیگ میں برابر برابر تقسیم کے لئے رکھ لیا گیا جو موجود نہ تھے[۱۱]

شاہجہاں کی صورتِ حال اور منصوبے

مقامی افسروں کی کمزوری، مرکز سے کمک آنے میں دیر اور سب سے بڑھ کر باغی فوج کے

---

[۱۰] اقبال نامہ صفحات ۲۲۰ تا ۲۲۳ رالیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۰۹ تا ۴۱۰ خافی خاں جلد اول صفحات ۴۴۴ تا ۴۴۶ گلیڈون صفحات ۱ تا ۲، محمد ہادی۔ ماثر الامراء بیوریج جلد اول صفحہ ۱۵۶

[۱۱] اقبال نامہ صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۲ رالیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۱۰، خافی خاں جلد اول صفحات ۴۴۵ تا ۴۴۶۔ گلیڈون صفحہ ۲،

Marfat.com

کمانداروں کی جانبازی اور بہادری سے بنگال اور اڑیسہ پر شاہجہاں کا قبضہ ہوگیا۔ یہ حصۂ ملک ایک کمزور مقصد کے حامیوں کی پناہ گاہ کی حیثیت سے بہت موزوں تھا اور اب بہار اور پھر اودھ اور الہ آباد اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے منصوبے ہونے لگے۔ زرخیز اور خوب آباد گنگا کے میدان شہزادہ کے ہاتھ میں آجانے پر وہ آدمی اور پیسہ بافراط حاصل کرسکتا تھا اور شاہی فوجوں سے برابر ٹکرلے کر اپنے حسب مرضی شرائط منوا سکتا تھا۔ اس نے بنگال کو خان خاناں کے بڑے لڑکے داراب خاں کے انتظام میں دیا جو اب تک حراست میں تھا اور اس سے وفاداری کا پورا حلف لیا اور اس کی بیوی لڑکے اور بھتیجے (شاہ سوار خاں کے لڑکے) کو اس کی نیک چلنی کی ضمانت کے لئے بطور یرغمال روک لیا۔

بہار اور رہتیہ کے وفادار راجہ بھیم کو ایک ہراول فوج کے ساتھ پٹنہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا جو اس وقت شہزادہ پرویز کے نائب دیوان مخلص خاں کی گورنری میں تھا اور افتخار خاں اور شیر خاں اس کے خصوصی مددگار تھے۔

راجہ بھیم کا بہار پر قبضہ

پٹنہ کے حکام نے اپنے اڑیسہ کے بھائیوں کو بھی مات کردیا اور اپنے ۱۶۲۱ء کے پیشروؤں کی طرح بزدلی اور نافرض شناسی کا اظہار کیا۔ راجہ بھیم کے آنے کی خبر سن کر وہ بدحواس ہوگئے۔ انھوں نے قلعہ کو دفاع کے درست کرنے کا بھی خیال نہ کیا جیسا معتمد خاں نے لکھا ہے۔ اپنی جان بچانے کی فکر کو ملک بچانے کی فکر پر مقدم رکھ کر الہ آباد کی طرف بھاگ گئے اس لئے راجہ بھیم کو بغیر لڑے بھڑے پٹنہ کے قلعہ اور صوبہ بہار پر قبضہ مل گیا۔ چند دن بعد شاہجہاں بھی وہاں پہنچ گیا اور صوبہ کے معاملات کو اپنی ضروریات کے مطابق منتظم کرنا شروع کردیا۔ صوبہ کے زمینداروں نے اس کی اطاعت قبول کرلی اور خوشی یا ناخوشی سے اُسے قابلِ قدر امداد دی۔

قلعہ روہتاس پر قبضہ

اُوجینا کا حکمران اُس کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ سید مبارک نے روہتاس کا مستحکم قلعہ اس کے حوالے کردیا[۱۲]۔

---

[۱۲] اقبال نامہ صفحات ۲۲۱ تا ۲۲۲ والیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۱۰ تا ۴۱۱) خافی خان جلد اول صفحہ ۳۴۹ گلیڈون صفحات ۲، تا ۳، محمد ہادی۔ ٹاڈ جلد اول صفحات ۲۹۴ تا ۲۹۶ میں بغاوت کے سلسلہ میں راجہ بھیم کے حصّہ کو غلط دکھایا ہے۔

Marfat.com

بنگال اور بہار پر قبضہ ہو جانے کے بعد شاہجہاں نے

اودھ اور الہ آباد پر قبضہ کا منصوبہ

اودھ اور الہ آباد پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے دریا خاں افغان کو ایک فوج کے ساتھ اودھ میں تانک پور کی طرف روانہ کیا اور راجہ بھیم کو ایک اور فوج کے ساتھ مع کشتیوں کے بیڑہ کے دریائے گنگا کے ذریعہ سے الہ آباد کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ خاں کے چوسہ گھاٹ پہنچنے پر خان اعظم کا جہانگیر قلی خاں گورنر جونپور اپنے اڑیسہ اور بہار کے ہمعصروں کی مثال پر عمل کرتے ہوئے قلعہ چھوڑ کر مرزا رستم کے پاس الہ آباد چلا گیا۔ عبداللہ خاں نے اس کا تعاقب کیا اور قدیم ہندو مستقر جھونسی میں خیمہ لگایا جو آج کی طرح پہلے بھی الہ آباد کے بالمقابل دریائے گنگا پر ایک اجاڑ گاؤں تھا۔

الہ آباد کا محاصرہ

عبداللہ خاں نے کشتیوں کے بیڑہ کے ذریعہ سے دریا کو پار کیا اور الہ آباد کے اندر جا کر خیمہ نصب کیا اور راجہ بھیم نے اپنے راجپوتوں کو پانچ کوس کے فاصلہ پر رکھا۔ عبداللہ خاں نے فوراً الہ آباد کا محاصرہ کر لیا اور رستم خاں نے پوری قوت سے دفاع کی تیاری کی۔

اس دوران میں شاہجہاں نے دریا خاں کو جو بردوان سے واپس بلا لیا گیا تھا۔ بہار کا انتظام سپرد کیا اور خود گنگا کے راستہ سے بڑھتا جونپور پر قابض ہو گیا اور کام پت کے جنگل میں اپنا خیمہ نصب کیا۔[۳۱]

لیکن عین اس وقت اس کی تیز رفتار میں رکاوٹ پڑ گئی۔ اکبر نگر میں ابراہیم خاں اور الہ آباد میں رستم خاں کی مزاحمت نے شہزادہ پرویز اور مہابت خاں کو یہ موقع دیدیا کہ وہ الہ آباد کے مضافات میں پہنچ جائیں جبکہ قلعہ کا محاصرہ بھی جاری تھا۔

بیجاپور سے مصالحت ہو جانے اور دکن کے معاملات استوار ہو جانے پر بادشاہ کے تاکیدی حکم کی تعمیل میں باوجود شدید بارش کے ۲۱ مارچ ۱۶۲۴ء کو شہزادہ پرویز اور اس کے چند دن بعد مہابت خاں شاہجہاں کے خلاف شاہی افواج کو کمک پہنچانے کے لئے برہانپور سے روانہ ہو گئے۔ بنگال کے حکام کے سوا سب کو معلوم تھا کہ شاہجہاں گولکنڈہ اور تلنگانہ سے ہو کر اڑیسہ کا قصد کر رہا ہے۔ اگر اڑیسہ اور بہار کے حکام نے ہوشیاری اور جرأت

---

۳۱ اقبال نامہ صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۵، دی ایلیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۱، گلیڈون صفحہ ۳،

Marfat.com

سے کام لیا ہوتا تو وہ شاہجہاں کو بنگال یا بہار میں پکڑ سکتے تھے لیکن انہیں دوآبہ میں داخل ہونے پر معلوم ہوا کہ باغی افواج نے الہ آباد کا محاصرہ کر لیا ہے۔

شاہی افواج کی بھاری تعداد اور اُس کے کماندار کی شہرت اور جرأت کے لحاظ سے عبداللہ خاں نے فوراً طے کیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اور جھونسی کی طرف پسپا ہوا جائے۔

باغی افواج نے یہ پیش بندی کر لی تھی کہ جتنی بھی کشتیاں مل سکیں ان پر قبضہ کر لیا اور اب دریائے گنگا کی ساری گذرگاہیں ان کے قبضہ میں تھیں۔ اسی دوران میں انھوں نے دریائے تونس پر کام پت کے مقام کو مضبوط کر کے قلعہ بنا لیا اور مٹی کے دھس بنا کر اُن پر توپیں چڑھا دیں۔ مہابت خاں کو اپنی پوری ذہانت صرف کر کے کئی دن کی کوشش میں زمینداروں سے صرف تیس کشتیاں مل سکیں جن پر اُس نے الہ آباد کے معمولی گذرگاہ سے چالیس کوس اوپر کی طرف دریا کو پار کیا۔ اس کے بعد مہابت خاں نے جو غنیم فوج میں پھوٹ ڈالنے کے فن میں مہارت رکھتا تھا یہ کامیابی حاصل کی کہ شاہجہاں کے زمینداروں کے مالکوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ ساری کشتیوں کو لے کر بنگال چلے جائیں۔

اس بے وفائی نے شہزادہ کی فوجی اور رسد رسانی کے انتظام کو درہم برہم کر دیا۔ شاہی افواج کی تعداد اور چوکسی نے لوگوں کو شہزادہ کے لئے رسد پہنچانے سے روک دیا جس سے جلد ہی شہزادہ کے کام پت کے کیمپ میں فاقہ کشی کی نوبت آگئی۔ اس وقت دریا خاں کے آجانے سے شہزادہ کی فوج کی تعداد تو دس ہزار ہو گئی مگر اس کی مصیبت میں اور اضافہ ہو گیا۔ شاہی فوج جس کی تعداد چالیس ہزار تھی باغی فوجوں کی صفوں سے چند میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھی۔ بہادر اور جذباتی راجہ بھیم نے فوراً حملہ کا مشورہ دیا مگر عبداللہ خاں نے کہا کہ دس ہزار سپاہیوں کو جن میں سے اکثر پورے طور پر تربیت یافتہ اور تجربہ کار بھی نہیں ہیں چالیس ہزار فوج کے مقابلہ میں ڈال دینا جس کی کمان مہابت خاں جیسے آزمودہ کار ماہر کے ہاتھ میں ہو صریح حماقت ہوگی۔ اُس نے شہزادہ کو یہ مشورہ دیا کہ شاہی فوج سے بچ کر اودھ کے راستہ سے تیزی کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوا جائے اور اگر شاہی فوج کا سامنا ہو جائے تو تیزی کے ساتھ گھوڑے دوڑا کر دکن کا رُخ کیا جائے۔ شاہی فوج کے ساتھ چونکہ بھاری سامان اور باردانہ ہے اس لئے اس چال سے وہ تھک کر چور ہو جائیں گے اور حسب دلخواہ شرائط پر مصالحت کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ بیشتر فوجی سرداروں نے اس رائے سے اتفاق کیا لیکن راجہ بھیم نے

Marfat.com

صاف کہہ دیا کہ اس قسم کی چال اور فرار راجپوتوں کے اصولِ جنگ کے خلاف ہے اور وہ اس میں ساتھ نہیں دے سکتا اور اگر فوری حملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو وہ مدد سے دست بردار ہو جائے گا۔

شاہجہاں نے بہادر اور بے خوف راجپوت کے موافق رائے دی اور فوج کو صف بندی کا حکم دے دیا اور کہا کہ توپیں دھس پر سے اُتار کر میدانی جنگ کے لئے تیار کر دی جائیں۔ لیکن قبل ازیں کہ یہ انتظام پورے طور پر مکمل ہو شاہی فوج نے شہزادہ کی فوج کو تین طرف سے گھیر لیا اور تیروں اور گولوں کی بارش شروع کر دی۔ راجہ بھیم نے اپنے حسبِ معمول بے دھڑک بہادری سے حملہ کیا۔ راجپوتوں نے اپنی حد سے بڑھ کر کام کیا لیکن شاہی فوج نے انھیں زیر کر کے کاٹ ڈالا۔ راجہ بھیم نے بے شمار زخم کھائے مگر وہ آخری سانس تک لڑتا رہا۔ باقی فوج کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور وہ منتشر ہو کے چاروں طرف بھاگے۔ اُن کی توپوں پر مہابت خاں کا قبضہ ہو گیا۔ شاہجہاں کا گھوڑا زخمی ہو گیا مگر خود اس کی جان بچ گئی[15]۔

روہتاس کی طرف پسپائی

اس شکست نے سرِدست شاہجہاں کا معاملہ بالکل بگاڑ دیا۔ وہ تیزی سے دھاوا کرتا ہوا روہتاس پہنچا جہاں اُس کا سب سے چھوٹا لڑکا مراد بخش پیدا ہوا اور وہاں سے اُس نے بنگال میں اپنے نائب داراب خاں کو لکھ کر اپنی شکست کی اطلاع دی اور یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر گڑھی کے مقام پر اس سے ملے۔

روہتاس میں شاہجہاں صرف تین دن ٹھہرا چوتھے دن اس نے اپنی بیگم ممتاز محل کو جو کمزوری کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھی عبداللہ خاں کی سپردگی میں چھوڑا اور خود گڑھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن داراب خاں ایک لاچار مفرور باغی کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ تھا اور شاہجہاں کو یہ جواب دیا کہ

---

[15] جہانگیر دراجرس و بیوریج، جلد دوم صفحات ۲۹۴ تا ۲۹۶۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۳۰۶ تا ۳۵۶۔ اقبال نامہ صفحات ۲۲۹ تا ۲۳۴ ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۳، ۴۱۴۔ گلبدن صفحات ۵۴۳ تا ۵۵۳۔ محمد ہادی ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۳۹۳ تا ۳۹۴۔ مآثر الامرا بیوریج، جلد اول صفحات ۳۵۶-۵۰۴۔ ٹاڈ نے جلد دوم صفحہ ۳۳ میں اس لڑائی اور بھیم کی موت کا ایک افسانوی حال لکھا ہے۔ نیز دیکھو بیر جو دریا خاں روہیلہ کے حالاتِ زندگی کے لئے دیکھو مآثر الامرا بیوریج، جلد اول صفحات ۴۵۵ تا ۵۰۴۔

Marfat.com

مقامی زمینداروں نے شورش برپا کردی ہے اور اسے قید کر رکھا ہے اس لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا

اکبر نگر کی طرف

داراب خاں کے اس جواب کے بعد بنگال میں کسی اور کوشش کی امید منقطع ہو گئی۔ شاہجہاں اکبر نگر گیا اور وہاں جو گولہ بارود اور سامان چھٹ گیا تھا اُسے لے کر پرانے راستہ سے دکن روانہ ہو گیا جہاں ایک سیاسی انقلاب کی وجہ سے امید کی ایک جھلک نظر آئی تھی[۱۵]۔ اس نے اپنی فراخ دلی سے عبداللہ کو ہدایت کی کہ داراب کے لڑکے کو کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے لیکن اُس ظالم نے اپنے آقا کے حکم کی پروا نہ کی اور اس معصوم بچے کو قتل کر دیا۔ چند دن بعد اس کے باپ کا بھی یہی حشر ہوا جو اُس کا مستحق تھا۔

پرویز حاضرِ دربار

دریائے ٹونس پر لڑائی کے بعد شہزادہ پرویز اور مہابت خاں بہار کی طرف روانہ ہوئے جہاں سے شہزادہ شاہی احکام کی تعمیل میں دربار کو واپس ہو گیا اور صوبہ کا انتظام مہابت خاں کو سپرد کر دیا۔ مہابت خاں نے داراب خاں کو بلا بھیجا اور شاہی حکم کے بموجب کہ ایسے بیکار آدمی کے زندہ رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اُسے قتل کر دیا اور اس کا سر دربار میں بھیج دیا[۱۶]

خان خاناں

بوڑھا خاں خاناں اپنے لڑکے اور پوتے کے افسوسناک انجام اور شاہی افسروں نے اس سے جو سلوک کیا تھا۔ اُس سے سخت دل شکستہ ہوا۔ برہانپور سے بہار تک کے سفر میں مہابت خاں نے اس کا خیمہ پرویز کے خیمہ کے پاس رکھا اور اُس پر سخت نگرانی رکھی[۱۷]

---

[۱۵] اقبال نامہ صفحات ۲۳۳ تا ۲۳۴ و ۲۳۸، و ۲۳۹ (الیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۳ و ۴۱۶) گلیڈون صفحہ ۵، ماثر الامرا (بیوریج، جلد اول صفحہ ۴۵۲

[۱۶] اقبال نامہ صفحات ۲۳۹ تا ۲۴۰ (الیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۶ تا ۴۱۷)

[۱۷] مآثر الامرا (بیوریج جلد اول صفحہ ۹۰) میں لکھا ہے کہ جس وقت شہزادہ پرویز اور مہابت خاں شاہجہاں کو دکن کی شاہی مملکت سے باہر بھگانے کی کوشش میں مصروف تھے تو خان خاناں نے راجہ بھیم کو لکھا تھا: "... اگر شہزادہ اُسکے لڑکوں کو مار ڈالے تو وہ شاہی افواج کا رُخ پیچھے کی طرف کر دے گا اور اُس کا معاملہ سنگین ہو جائے گا" راجہ بھیم نے جواب میں لکھا کہ اس کے ساتھ پانچ چھ ہزار جاں نثار ہمراہی ہیں اور وہ جہاں کہیں بھی جائے گا اس کے لڑکے مار ڈالے جائیں گے اور خود اس پر حملہ کر دیا جائے گا۔ اس مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ خان خاناں کو قید کر رکھا تھا اور خان خاناں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بادشاہ نے معاف کر دیا

لیکن بادشاہ نے اپنی فیاضی اور ہوشمندی سے اپنے اس بوڑھے معلم اور اتالیق کو معاف کر دیا اور تسلی دی بادشاہ نے اُسے اپنے دربار کشمیر میں بلایا اور جب وہ زمین بوس ہوا اور شرمندگی کی وجہ سے سر اُٹھایا تو بادشاہ نے مہربانی سے کہا کہ وہ بے قصور ہے اور حال میں جو کچھ ہوا وہ مقدر تھا۔ اُسے نہ صرف اپنے منصب پر برقرار رکھا گیا بلکہ ایک لاکھ روپیہ نقد اور مالکوسہ کی جاگیر بھی دی گئی[98]

افضل خاں جہانگیر سے مل گیا

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں شاہجہاں کی گولکنڈہ کے راستہ سے پسپائی کے وقت افضل خاں کو بیجاپور کے دربار میں چھوڑ دیا گیا تھا مگر اب بیجاپور نے مغل سلطنت سے اتحاد کر لیا تھا۔ اس لئے افضل خاں کے لئے بجز اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ اس بے نتیجہ مہم سے دست بردار ہو جائے اور بادشاہ سے پھر مل جائے جس نے فراخ دلی سے اُسے معاف کر دیا اور اُسے ڈیڑھ ہزار ذات اور سوار کے منصب پر ترقی دی اور خان خاناں کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔[99]

(بقیہ حاشیہ) کے متعلق خیال تھا کہ وہ ہر طرح کا فریب کر سکتا ہے۔ ایک مزاحیہ شاعر نے اس کے متعلق لکھا تھا:

ایک چھوٹا قد اور دل میں سینکڑوں پیچ و خم ۔۔۔ مٹھی بھر ٹہنیاں اور سو مکاریاں

(ماثر الامرا، بیوریج جلد اول صفحہ ۶۲)

[98] ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۶۰ و ۶۱ میں بعض تفصیلات بے ترتیب ہیں۔ گلیڈون صفحہ ۷۰۔ کہا جاتا ہے کہ خان خاناں کی انگوٹھی پر جو سجع کندہ تھا اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ کی مدد اور جہانگیر کی مہربانی نے مجھے دو مرتبہ زندگی عطا کی اور دو مرتبہ خان خانی

[99] اقبال نامہ صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۸ گلیڈون صفحات ۷۵، ۷۶، ماثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحات ۱۵۱ و ۱۵۲) نے غلطی سے اس ملاقات کو ۱۶۲۳ء میں لکھا ہے اور اسے شاہجہاں کی طرف سے سفارت کی نوعیت دی ہے اور لکھا ہے کہ بادشاہ نے ناراضگی سے سفیر کو ایک رکھا اور اسے خانساماں کا عہدہ دیا۔ خافی خان، سجان رائے اور بعد کے مورخین نے شاہجہاں کی بغاوت کے سلسلہ میں معتمد خاں کی نقل کی ہے۔

Marfat.com

انیسواں باب

دکن

عادل شاہ اور ملک عنبر نے ایک دوسرے کے خلاف مغلوں سے مدد چاہی

عادل شاہ بادشاہ بیجاپور اور احمدنگر کے ہمہ جہت با اقتدار وزیر ملک عنبر دونوں نے اکتوبر ۱۶۲۳ء میں ایک دوسرے کے خلاف مغلوں کا اتحاد حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی' ایک اہم خط میں جو ملک عنبر نے دکن میں مغل مفاد کے عارضی نگراں کو علی شیر کے ہاتھ بھیجا اُس میں اس نے بذات خود مہابت خاں سے دیول گاؤں میں ملاقات کرنے اور اپنے سب سے بڑے لڑکے کو مستقل طور پر شاہی ملازمت میں اور ہمیشہ وفادار اور عقیدت کیش رہنے کی پیش کش کی۔ عادل شاہ نے بھی مغل حمایت کے عوض اطاعت شعاری کی پیشکش کی اور پانچ ہزار سوار کا ایک سالہ ملا محمد لاری کی ماتحتی میں بادشاہی خدمت انجام دینے کے لئے بھیجنے کا ذمہ لیا۔

دونوں کو لٹکائے رکھا

مگر معلوم ہوتا ہے کہ مہابت خاں نے ایک ہوشیار مدبر کی طرح دونوں کو اس وقت تک لٹکائے رکھنے کا فیصلہ کیا جب تک شاہجہاں کو دکن سے باہر نہ نکال دیا جائے اس لئے کہ اگر کسی ایک سے اتحاد کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ دوسرا شاہجہاں سے مل جائے گا۔

بیجاپور سے اتحاد

چنانچہ جب شاہجہاں کے گولکنڈہ کے راستہ سے فرار پر یہ خطرہ جاتا رہا تو مہابت خاں بیجاپور کے حق میں فیصلہ کیا اور شاہی حکومت نے اس فیصلہ کو منظور کر لیا اور عادل شاہ کو فرمان اور خلعت لشکری کے ہاتھ روانہ کر دیا جسے عادل شاہ نے شہر سے چار کوس باہر نکل کر پورے احترام اور زمین بوسی کے ساتھ وصول کیا۔

ملا محمد لاری

ملا محمد لاری شاہی خدمت کے لئے پانچ ہزار رسد سواروں کا دستہ

Marfat.com

لے کر مہابت خاں سے ملنے باہر آگیا اور مہابت خاں نے خود اپنی فوج کا ایک طاقتور دستہ اُسے حفاظت سے لانے کے لئے روانہ کر دیا تاکہ ملک عنبر کی تیار فوج اُس پر حملہ نہ کر سکے۔

ملک عنبر کی چال

بیجاپور کے شاہی فوج سے ملنے پر چونک کر ملک عنبر کھڑکی روانہ ہو گیا اور اپنے اہل و عیال کو دولت آباد کے قلعہ میں چھوڑ کر گولکنڈہ کی سرحد قندھار کا رُخ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ وہ سالانہ خراج وصول کرنے جا رہا ہے۔ حالانکہ مقصد قطب الملک سے جنگ و دفاع میں تعاون کا معاہدہ کرنا تھا۔[1]

ملا محمد پرویز کے دربار میں

ملک عنبر کے اس طویل سفر نے ملا محمد لاری کو یہ موقع دیدیا کہ وہ پوری حفاظت سے برہانپور تک پہنچ جائے۔ شاہ پور میں مہابت خاں نے اس کا انتہائی ملاطفت سے استقبال کیا اور پھر دونوں شہزادہ پرویز کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا خیمہ برہان پور کے قریب لال باغ میں تھا اور جو شاہجہاں کے الہ آباد اور بنگال میں ورود کے اندیشہ سے باصرار شاہی احکامات کی تعمیل میں جلد سے جلد اس طرف روانہ ہونے کے لئے بالکل تیار تھا۔

دکن کے انتظامات

مہابت خاں نے سربلند رائے کو برہان پور میں مستقر کے ساتھ دکن کا نگراں مقرر کیا اور جادو رائے اور رادے رام کو جن کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ شاہجہاں کے غیر ملک میں فرار ہو جانے پر وہ شاہی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کے بھائیوں اور نوکروں کو بطور یرغمال روک کر بالاگھاٹ کی حفاظت کے لئے ظفر نگر میں تعینات کیا۔ رضوی خان کو خاندیش کی حفاظت پر مامور کیا گیا اور متعدد قلعوں کی حفاظت کے دوسرے انتظامات کئے گئے۔ ملا محمد کو بھی پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سربلند رائے کی مدد کا کام سپرد کیا گیا اور اسکے لڑکے امین الدین کو مزید پانچ ہزار رسالہ کے دستہ کے ساتھ شہزادہ پرویز کی فوج میں کام کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ بوندی کے بہادر رئیس راؤ رتن کو بھی جو وفاداری اور نیاشی کا اعلیٰ نمونہ تھا برہان پور میں تعینات کیا گیا جیسے ہی یہ سارے انتظامات مکمل ہو گئے اور ملا محمد اپنے رسالہ کے ساتھ برہان پور میں مقیم ہو گیا۔ شہزادہ پرویز اور مہابت خان شمال کی

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۲۳ تا ۲۲۴۔ ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۳۱۱ تا ۳۱۲) جہانگیر راجرس و بیورج، جلد دوم صفحات ۲۹۵ تا ۲۹۶۔ خافی خاں جلد اول صفحات ۳۳۷، ۳۴۰ - گلیڈون صفحات ۷۰ تا ۷۱

Marfat.com

طرف روانہ ہو گئے [1]

ملک عنبر کی فتح

مگر دکن میں فوراً ہی سنگین صورت حال پیدا ہو گئی۔ ملک عنبر نے اپنی حسب معمول ہوشیاری اور جفاکشی سے دو سال کا خراج گولکنڈہ سے وصول کیا اور قطب الملک سے جنگ و دفاع میں تعاون کا معاہدہ کیا اور پھر تیزی کے ساتھ بیدر میں بیجاپور کی فوج پر اچانک حملہ کر دیا اور مار بھگایا۔ اس شہر کو اس نے لوٹ لیا اور پھر نہایت تیزی کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھا اور راستہ میں حسب معمول لوٹ مار اور تاراجی کرتا ہوا۔ عادل شاہ نے بیجاپور کے قلعہ میں جا کر پناہ لی اور عنبر نے فوراً سختی سے اُس کا محاصرہ کر لیا۔

بیجاپور کو بچانے کی کوشش

بیجاپور کے حکمران کے لئے اب صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ ملا محمد کی فوج کو واپس بلائے اور مغل فوج کی مدد حاصل کرے۔ اس نے اشد ضروری پیام برہانپور بھیجا۔ ملا محمد نے شاہی افسروں سے اصرار کیا کہ اُسے جانے کی اجازت دیں اور اس اجازت کے عوض اُسے تین لاکھ ہن (تقریباً بارہ لاکھ روپیہ) کی پیشکش کی۔ مہابت خاں اگرچہ اس وقت موقعہ سے بہت دُور تھا مگر اُس صورتِ حال کا خوب اندازہ لگا لیا اور فوراً حکم دیا کہ جتنے بھی دکنی سپاہی ممکن ہو سکیں بیجاپور کو بچانے کے لئے ملا محمد کے ساتھ کر دیئے جائیں۔

ملک عنبر نے محاصرہ اٹھا لیا

اتنی بڑی فوجی کمک دیکھ کر ملک عنبر خوف زدہ ہو گیا اور مصالحت کی گفت و شنید شروع کی اور بار بار شاہی فوجی افسروں سے اصرار کیا کہ وہ عادل شاہ اور نظام الملک اپنے پرانے جھگڑے آپس میں طے کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔ اس طاقت و اتحاد سے اُس کی ریاست کو جو خطرہ تھا وہ اس نے پورے طور پر محسوس کیا اور بار بار مصالحت کی پیش کش کی۔ لیکن ملا محمد اور لشکر خاں نے معاملہ کو آخری حد تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا اور مصالحت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

بھٹوری میں ملک عنبر کی فتح

سخت لاچار ہو کر ملک عنبر نے اپنی ساری ملاجت

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۸؛ الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۲؛ جہانگیر دراجرس و بیورج) جلد دوم صفحہ ۲۹۶۔ خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۸۔ راؤ رتن کے متعلق دیکھو ٹاڈ جلد دوم صفحات ۳۸۵ تا ۳۸۶

Marfat.com

ہوشیاری اور حاضر دماغی سے کام لیا اور اپنی ذہانت سے بھرپور کام لیا جو اُس کی زندگی کا عظیم کارنامہ تھا۔ احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلہ پر بھٹوری میں غنیم کے کیمپ پر اُس نے اچانک چھاپہ مارا اور اُسے سخت شکست دے دی۔ ملا محمد لڑائی کے شروع ہی میں کام آگیا اور بیجاپور کی فوجیں حسبِ معمول سخت بے ترتیبی کی حالت میں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ جادو رائے اور اودے رام بغیر ایک ہاتھ چلائے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد بُری طرح سے بھگدڑ پڑ گئی۔ اخلاص خاں اور عادل شاہ کے پچیس دیگر افسران گرفتار کر لئے گئے ان میں سے ایک فرہاد خاں بھی تھا جس نے عنبر کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ اُسے قتل کر دیا گیا اور باقی لوگوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔ لشکر خاں اور چند دوسرے شاہی افسر قید کر لئے گئے لیکن سلطنت کی خوش قسمتی سے چند ممتاز افسر بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ خنجر خاں نے تیزی سے احمد نگر کا رُخ کیا اور کئی دوسرے بھاگے ہوئے افسروں سے مل کر محاصرہ کے لئے تیاری کی۔ اس طرح جان سپار خاں اپنی جاگیر کے قلعہ بیڑ کی طرف چل دیا اور محاصرہ کے لئے تیاری کی۔ باقی بھاگے ہوئے لوگوں نے سربلند رائے کے پاس برہان پور میں پناہ لی ؎

احمد نگر کا محاصرہ

ملک عنبر نے قیدیوں کو حفاظت سے رکھنے کے لئے جلدی سے دولت آباد بھیج دیا اور خود اُس نے تیزی کے ساتھ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ خوش قسمتی سے خنجر خاں دل شکستہ نہیں ہوا۔ ملک عنبر نے تھوڑے سے آدمی محاصرہ جاری رکھنے کے لئے چھوڑ کر بیجاپور کا رُخ کیا

نیز بیجاپور کا

عادل شاہ نے ایک بار پھر جا کر قلعہ میں پناہ لی اور ملک عنبر نے اُسے سختی کے ساتھ گھیر لیا۔ ملک عنبر نے بالا گھاٹ کے سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے جیسے حبشی یعقوب خاں کے ماتحت دس ہزار رسالہ کا ایک دستہ برہانپور کی طرف روانہ کیا۔ دکنیوں نے برہان پور سے دس کوس کے فاصلہ پر ملکاپور کو اپنا مستقر بنایا۔ سربلند رائے نے لڑنے کا قصد کیا مگر صدر مستقر سے یہ حکم دیا گیا کہ کمک پہنچنے کا انتظار کرے

؎ اقبال نامہ صفحات ۲۲۶ تا ۲۳۰ (ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۵) خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۴۰ ۔ مآثرالامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۶۹ ۔ گلیڈون صفحہ ۲ ۔

Marfat.com

چنانچہ اُس نے خود کو قلعہ کے اندر بند کر لیا اور محاصرہ سے نبٹنے کی تیاری کی۔ اس دوران میں ملک عنبر نے دولت آباد سے اپنی توپیں لا کر شعلہ پور کا محاصرہ کر کے اُس پر دھاوا کر دیا جو بہت دنوں سے نظام الملک اور عادل شاہ کے مابین مابہ النزاع تھا۔[۷]

شاہجہاں کی آمد

دکن کی یہ صورت حال تھی جب شاہجہاں نے اڑیسہ، تلنگانہ اور گولکنڈہ سے ہوتے ہوئے نظام الملک کی مملکت میں قدم رکھا جیسی کہ توقع تھی ملک عنبر نے اس کا پُر جوش استقبال کیا۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی تھی کہ شاہی حکومت سے مشترکہ عناد کی بنیاد پر دو جنم کے دشمنوں کے درمیان گہرا اتحاد ہو گیا۔

شاہجہاں نے برہان پور کا محاصرہ کیا

یہ طے کیا گیا کہ شاہجہاں مزید فوج لے کر برہانپور جائے اور وہاں کے محاصرہ میں اور سختی کرے جسے اب تک یعقوب خاں نعیبر کسی کامیابی کے جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس مہم کو شاہجہاں نے بڑی خوشی سے سنبھال لیا اور لال قلعہ میں خیمہ زن ہو کر قلعہ کی تسخیر کا منصوبہ بنایا۔

قلعہ پر حملے

راؤ رتن اور شاہی قلعہ بند فوج چونکہ بڑی بہادری سے قلعہ کا دفاع کر رہے تھے اس لئے شاہجہاں نے دو طرف سے قلعہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ ایک عبداللہ خاں کے ماتحت اور دوسری شاہ قلی خاں کے ماتحت۔ عبداللہ کو اتنی سخت مزاحمت کا سامنا ہوا کہ وہ کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ لیکن شاہ قلی قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر کے پھاٹک بند کر لیا۔ مگر مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ قلعہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ شاہجہاں نے ایک اور حملہ کا حکم دیا مگر یہ ناکام رہا۔ ان تین حملوں میں کئی بہادر افسروں اور سپاہیوں کی جانیں گئیں۔ اب محصورین نے دھاوا کیا مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے۔ مقتولین میں راؤ رتن کی ماتحتی کے کئی راجپوت سردار تھے۔[۸]

شہزادہ پرویز و مہابت خاں کی آمد

برہان پور چند مہینوں کے اندر فتح ہو گیا ہوتا لیکن شہزادہ پرویز اور مہابت خاں

---

[۷] اقبال نامہ صفحات ۲۳۷ تا ۲۳۸ (الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۶)، گلیڈون صفحہ ۷۰ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۴۹۔ محمد ہادی (الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۳۹۴ تا ۳۹۵)

[۸] اقبال نامہ صفحات ۲۴۳ تا ۲۴۴ (الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۳) خافی خاں جلد اول صفحات ۳۴۹ تا ۳۵۰۔ گلیڈون صفحہ ۷۷۔ مآثر الامراء (بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۶۹۔ محمد ہادی (الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۳۹۵)

Marfat.com

کے فاتح افواج لے کر آجانے سے صورتِ حال پھر بالکل بدل گئی۔

ملک عنبر کی فتح سے شاہی حکومت میں سخت کھل بلی مچ گئی جس وقت تک شاہجہاں شمالی ہند میں تھا۔ پرویز اور مہابت کی فوجوں کو فرصت نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ مہابت خاں کے لڑکے خانہ زاد خاں کو فوجوں سمیت کابل سے طلب کیا گیا۔

شاہجہاں نے محاصرہ اُٹھالیا

لیکن جیسے ہی شاہجہاں کو بہار اور بنگال سے نکال باہر کیا گیا پرویز اور مہابت خاں کو تیزی سے دکن پہنچنے کا حکم دیا گیا اور ان کے موقعہ پر پہنچتے ہی شاہجہاں نے برہان پور کا محاصرہ اٹھالیا۔

شاہجہاں کی بیماری

محاصرہ اُٹھاکر شاہجہاں نے بالاگھاٹ میں روہن گڈھ کی طرف رُخ کیا لیکن راستہ میں سخت بیمار ہوگیا۔

عبداللہ خاں کی گوشہ نشینی

حال کی شکستوں سے عبداللہ خاں پر اتنا شدید مذہبی جذبہ طاری ہوا کہ وہ ترکِ دنیا کر کے گوشہ نشین ہوگیا اور اندور میں بیٹھکر یادِ الٰہی کرنے لگا۔ لیکن یادِ الٰہی کی مشغولیت کے باوجود اس نے دربارِ شاہی کو معافی معذرت اور اطاعت کیشی کے خطوط لکھے۔[۵]

شاہجہاں کا تاریک مستقبل

شاہجہاں کے آگے اب دنیا بالکل تاریک تھی۔ وہ یا اس کے حلیف زبردست شاہی فوج کے خلاف جس کی سربراہی سلطنت کے قابل ترین سپہ سالار کے ہاتھ میں ہو کامیابی کی کوئی اُمید نہیں رکھ سکتے تھے۔ بیجاپور سلطنت کا حلیف تھا اور اسے پناہ نہیں دے سکتا تھا۔ نہ ہی گولکنڈہ میں اسے زیادہ دن پناہ ملنے کی امید تھی۔ اس لئے کہ شاہی فوجیں گولکنڈہ اور سلطنت میں حلیف ہو جانے پر قطبی حکام اسے نکال باہر کریں گے۔ اس نے بنگال اور شمالی ہند میں قسمت آزمائی کی اور بری طرح ناکام رہا۔ دوبارہ کوشش بھی بہتر توقعات کی تجربہ کے لحاظ سے نفی ہوتی تھی۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ بہار میں روہتاس اور خاندیش اسیر گڈھ اب تک اس کے قبضہ میں تھے۔ لیکن یہ بھی بالآخر فاقوں سے مارے جائیں گے جبکہ وہ خود دونوں سے اتنے

---

۵ اقبال نامہ صفحات ۲۴۴ و ۲۴۹ (ایلیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۸ و ۴۱۹) محمد ہادی (ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۳۹۵ و ۳۹۶)

Marfat.com

فاصلہ پر ہے۔ اکثر اُمرا جنھوں نے مانڈو سے دہلی کی طرف تک ۱۶۲۲ء میں اس کا ساتھ دیا تھا یا تو لڑائی میں مارے جا چکے تھے یا رفتہ رفتہ الگ ہو گئے تھے۔ بکرماجیت جو بجائے خود ایک فوج تھا شاندار طریقہ کی موت مر گیا، داراب خاں کی افسوسناک موت ہوئی۔ خان خاناں، افضل خاں، جادو رائے اور اودے رام بہت سے دوسروں کی طرح اب شاہی ملازمت میں تھے۔ اب اُس کا آخری وفادار ساتھی بھی درویش ہو گیا تھا۔ خود اُس کی صحت خراب ہو گئی تھی اور اب وہ بیماری میں صاحبِ فراش ہو رہا تھا۔ ان حالات میں قدرتاً اُسے اپنے والد سے مصالحت کا خیال ہونا چاہیئے تھا۔ بیماری کے زمانہ میں اُس پر اپنے باپ سے سرکشی، پریشانی کا جو جذبہ طاری ہوا اس کے وقتی اسباب قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں بنیادی مفاد کی نیت بھی شامل تھی۔ اس نے اپنی سرکشی کی روش کے لئے معافی کا جہانگیر کو خط لکھا۔

حکومت سے مصالحت نورجہاں اب حال میں مہابت خاں کے غیر معمولی اقتدار اور شہزادہ پرویز سے اُس کے گہرے تعلقات سے مشکوک ہو گئی تھی اور لڑائی ختم کر دینے کے مخالف نہ تھی۔ مارچ ۱۶۲۶ء میں اُس نے بادشاہ کی طرف سے شاہجہاں کو جواب دیا کہ اُسے روہتاس اور اسیر گڈھ کے قلعے کو حکومت کے حوالے کر دینا چاہیئے اور اپنے دونوں لڑکوں[1] دارا اور اورنگ زیب کو دربار میں بھیج دینا چاہیئے۔ اُس وقت معافی ملے گی اور بالاگھاٹ[2] کی گورنری پر اُسے مقرر کر دیا جائے گا۔ شاہجہاں نے شاہی قاصد کا باہر نکل کر استقبال کیا، فرمان کے سامنے زمین بوس ہوا اور اُسے اپنے سر پر رکھا۔ اُس نے سارے شرائط منظور کر لئے اور اپنے ایجنٹ مظفر خاں کو فوراً خط لکھا کہ روہتاس کا قلعہ اُن شاہی افسروں کے حوالے کر دے جو اُس کے لئے مقرر کئے جائیں اور یہی خط اسیر کا قلعہ حوالہ کر دینے کے لئے حیات خاں کو لکھا۔ دارا دس سال کا لڑکا اور اورنگ زیب آٹھ سال کا دونوں جواہرات مرصع اسلحہ اور ہاتھیوں وغیرہ کے نذرانے کے ساتھ جن کی قیمت دس لاکھ روپیہ تھی دربار شاہی میں روانہ کر دیئے گئے۔ خود شاہجہاں اپنی بیگم اور سب سے چھوٹے لڑکے مراد بخش کے ساتھ ناسک[3] روانہ ہو گیا۔

---

[1] دارا کی پیدائش دوشنبہ ۳۰ مارچ ۱۶۱۵ء کو ہوئی تھی جہانگیر (راجرس و بیورج)، جلد اول صفحہ ۲۸۲

[2] اقبال نامہ صفحات ۲۴۳ تا ۲۴۵-۲۵۲ (ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۶ تا ۴۱۸ و ۴۱۹) اقبال نامہ صفحہ ۲۵۲ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس طرح وہ خانہ جنگی ختم ہوئی جو تین سال سے اوپر جاری تھی اور جس نے ساری سلطنت کو خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا اور سلطنت کی بعض ممتاز ترین شخصیتوں کو ختم کر دیا تھا اور شمال مغربی سرحد پر افغانستان میں شاہی مفاد کو سخت نقصان پہنچایا تھا اور نیز دکن میں۔

(بقیہ حاشیہ) (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۱۹) محمد ہادی (الیٹ وڈاوسن صفحہ ۳۹۶) گلیڈون صفحات ۷۶ تا ۸۷۔

بغاوت کے حالات کی تفصیل میں عبدالحمید لاہوری، محمد امین قزوینی، کامگار حسینی، محمد صالح کمبوہ، بختاور خاں، خافی خاں، سجان رائے اور دوسرے مورخین نے معتمد خاں کی تقلید کی ہے۔ معاصر یورپین مصنفین کے بیانات کے لئے دیکھو ہربرٹ صفحات ۹۲ تا ۱۰۷۔ پیٹر منڈی نے ایک مختصر بے ترتیب حال لکھا ہے انگلش فیکٹری کے کاغذات میں اس کے متعلق اکثر ذکر ہے۔

Marfat.com

بیسواں باب

مہابت خاں کی یورش

نورجہاں اور مہابت خاں مہابت خاں اور نورجہاں کے درمیان تازہ عداوت جو کسی حد تک خانہ جنگی کے خاتمہ اور شاہجہاں پر نسبتہً نرم شرائط عائد کرنے کی بنا پر تھی اُس کی تہہ میں وہی اسباب تھے جو ۲۳-۱۶۲۱ء میں نورجہاں اور شاہجہاں میں تلخی پیدا کرنے کا باعث ہوئے تھے۔

جہانگیر اور نورجہاں کی صحت جہانگیر کی صحت ہمیشہ سے زیادہ تیزی کے ساتھ گرتی جا رہی تھی اور جانشینی کے مسئلہ نے فوری اہمیت حاصل کر لی تھی۔ نورجہاں کی عمر اڑتالیس سال کی ہو چکی تھی مگر وہ اپنی جسمانی اور دماغی صحت میں ہمیشہ کی طرح بھرپور قوت رکھتی تھی اور امید یہ تھی جیسا کہ حقیقت میں بعد کو ثابت ہوا کہ وہ اپنے خستہ حال شوہر کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہے گی۔ اُس کی تحکمانہ فطرت جو برسوں مطلقانہ اختیارات برتنے کی وجہ سے اور تیز ہو گئی تھی اُس سے اُس کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس اقتدار کو مستقل طور پر برقرار رکھا جائے۔ شاہجہاں کے خلاف اُسے جو کامیابی ہوئی تھی اُس سے اُسے اپنی مدبرانہ صلاحیت اور تنظیمی قابلیت پر اور زیادہ پختہ یقین ہو گیا تھا۔

اُس کے طرزِ عمل کا غالب محرک اب بھی یہی تھا کہ اپنے نکمّے داماد شہریار کی جانشینی کے لئے راستہ صاف کرے ۱۶۲۵ء میں ہردلعزیز اور دل پذیر سلطان خسرو کو قبر میں گئے ہوئے تقریباً تین سال ہو گئے تھے۔ خان اعظم نے داور بخش کی حمایت کی ہوتی مگر وہ ۱۶۲۴ء میں احمد آباد میں فوت ہو گیا تھا۔ شاہجہاں جو ۱۶۲۱ء میں عملاً نائب شاہ تھا بُری طرح ذلیل کر دیا گیا تھا اور بالکل بے اثر تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بادشاہ کی نظروں سے بالکل گر گیا تھا ۱۶۲۱ء کی صورت حال کی روشنی میں نورجہاں کے مقاصد پورے طور پر حاصل ہو گئے تھے۔

Marfat.com

پرویز اور مہابت خاں کا اتحاد

لیکن اب ایک نیا خطرہ رونما ہو گیا۔ شہزادہ پرویز ایک شرابی ادنیٰ ذہانت کا آدمی تھا۔ ۱۶۲۳ء تک وہ جانشینی کی بحثوں اور قیاس آرائیوں میں وہ بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ طامس رو یا کسی اور معاصر مُبصر نے اس سلسلہ میں اُسے ذرا بھی قابلِ التفات نہ سمجھا۔ اس کی بیشتر زندگی دربارِ شاہی سے بہت فاصلہ پر گذری تھی۔ اس کا میدانِ جنگ میں تجربہ کیا گیا مگر وہ ناکام رہا اُسے نسبتہً غیر اہم گورنریاں جیسے بہار، الہ آباد کی تفویض کی گئی تھیں۔ اس نے اپنی موافقت میں کسی بااثر امیر کی حمایت نہیں حاصل کی تھی اور نہ اپنی کوئی جماعت بنائی تھی عوام یا خواص میں یقیناً وہ اپنے لئے پُرجوش تائید نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اگر ۱۶۲۱ء میں اُس کا انتقال ہو گیا ہوتا تو اُس کا سوگ خسرو کی طرح نہ منایا گیا ہوتا۔ اگر ۱۶۲۲ء میں اس نے بغاوت کی ہوتی تو شاہجہاں نے جتنے آدمیوں کے ساتھ مانڈو سے دھاوا کیا تھا اُس کے چوتھائی آدمی بھی اُسے نہ مل سکتے۔ اس نے اپنے جی میں تو کبھی کبھی جانشینی کا خیال کیا ہو گا مگر اپنے سے چھوٹے بھائی شاہجہاں سے اس معاملہ میں جھگڑنے کا خیال شاید ہی سنجیدگی کے ساتھ اُس کے ذہن میں آیا ہو گا۔

لیکن ۱۶۲۵ء میں پرویز نے دیکھا کہ شاہجہاں سے میدان خالی ہو گیا ہے اور اُس وقت اس کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ وہ اپنے سوتیلے بھائی شہریار سے بہتر ہے۔ پرویز ایک مسلم خاتون سے باضابطہ شادی کی اولاد تھا اور شہریار ایک داشتہ عورت کے بطن سے تھا یہ تو صحیح ہے کہ اسلامی قانون میں اس امتیاز کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن انسانی فطرت کے لحاظ سے اس کے نزدیک ضرور اس کی اہمیت تھی۔ پرویز اب چھتیس سال کا جوان تھا اور شہریار بیس سال کا لڑکا تھا اور وہ شہریار کے مقابلے میں معاملات اور اشخاص کا زیادہ تجربہ رکھتا تھا اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ شہریار کے مقابلہ میں کیوں اپنے حق سے دست بردار ہو جائے خصوصاً اس لحاظ سے کہ شہریار کی جانشینی اور اس کی سوتیلی ماں نورجہاں کے اقتدار میں وہ نہ صرف ہمیشہ کے لئے اقتدار سے محروم ہو جائے گا بلکہ شاید عمر بھر کے لئے قید یا خون آلود قبر سے سابقہ ہو۔

ابھی تک تو وہ بے بس تھا مگر اب اُسے میدانِ جنگ کے ساتھی مہابت خاں کی دوستی حاصل تھی جو سلطنت بھر میں سب سے زیادہ جری سب سے بہتر کماندار اور

Marfat.com

سب سے اعلیٰ مدبر تھا۔ اس کے حال کے کارناموں سے ساری قلمرو میں اس کا رعب چھا گیا تھا اور ساری فوج اس کی عزت کرتی تھی اور خود اس کے سپاہی تو اس کے پرستار تھے۔ اس کی مدبرانہ قابلیت کی طرح اس کی حاضر دماغی بھی ممتاز تھی۔ ایسے شخص کی پشت پناہی حاصل کر کے بادشاہ کا سب سے بڑا موجود لڑکا یقیناً خود کو اپنے چھوٹے ناکارہ بھائی سے بہتر سمجھتا تھا۔

خود مہابت خاں کو بھی اس قسم کا خیال آیا ہو گا۔ اگر پرویز اور شہریار میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا سوال ہوتا تو لمحہ بھر کے پس و پیش کے بغیر وہ پرویز کے حق میں رائے دیتا۔ یہ بات نہ وہ بھول سکتا اور نہ نور جہاں کہ وہ نور جہاں کے گروہ کا سخت دشمن تھا اور نہایت صفائی سے جہانگیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ عورتوں کے اقتدار سے نجات حاصل کرے یہ دونوں دراصل تنے قابل اور حوصلہ مند تھے کہ عام حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتے تھے۔ مہابت خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر شہریار جانشین ہو گیا تو اس کا مطلب اُس کی تباہی ہو گا اور سلطنت کے اہم مسائل میں اُس کی آواز ہمیشہ کے لئے دب جائے گی۔ اگر جہانگیر کی حکومت میں جو اُسے دل سے عزیز رکھتا تھا اور بہت عزت کرتا تھا وہ جلاوطن کیا جا سکتا تھا اور بے نتیجہ پہاڑی مہموں میں مامور ہو سکتا تھا تو اپنے سرپرست کے انتقال کے بعد نہ جانے اس کا کیا حشر ہو۔ اُسے اندازہ تھا کہ دراصل اس کا مفاد نور جہاں کے مفاد سے متضاد ہے جیسے شاہجہاں کا تھا۔ برعکس اس کے شہزادہ پرویز کی جانشینی اُس کی ترقی اور اقتدار کا باعث ہو گی۔ جیسے شہریار کی جانشینی نور جہاں کے لئے۔

نور جہاں اور مہابت خاں کی پرانی عداوت اور شدت کے ساتھ اُبھر آئی۔ نور جہاں کے لئے اب مہابت سے ڈرنے کی اور زیادہ ضرورت تھی اور اسی لئے اُس کی مخالفت کرنے کی۔ جب تک شاہجہاں کی بغاوت چل رہی تھی اُس وقت تک وہ بے بس تھی۔ یعنی جب تک مہابت خاں کی خدمات کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا شاہجہاں سے مصالحت کا جو سب سے پہلا موقع اُسے ملا اُس میں مصالحت کر لی اور پھر اپنی حسب معمول جسارت اور ہوشیاری سے مہابت خاں کے اقتدار کی جڑیں کاٹنے میں لگ گئی۔ اُس کا بھائی آصف خاں جو مدتوں سے مہابت خاں کا سخت ترین دشمن تھا اور جس نے مہابت خاں کو دربار سے جلاوطنی میں بھیجنے کی امکانی کوشش کی تھی۔ اُسے پرویز

Marfat.com

کی جانشینی سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس لئے وہ نور جہاں کے نئے منصوبے میں دل سے حمایت کرے گا۔

مہابت خاں کو پرویز سے الگ کر دیا

نور جہاں اور آصف خاں نے سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ مہابت خاں کو پرویز سے الگ کر دیا اور مہابت خاں کو اُن فوجوں کی کمان سے محروم کر دیا جو برائے نام پرویز کے ماتحت تھیں اور ان دونوں کو اُن وسائل سے محروم کر دیا جن سے وہ اپنے مفاد میں کوئی سازش کر سکتے۔ ستمبر ۱۶۲۵ء میں جبکہ مہابت اور پرویز برہان پور جاتے ہوئے سارنگ پور میں مقیم تھے ایک شاہی فرمان جاری ہوا جس کے بموجب مہابت خاں کا تبادلہ بنگال کی گورنری پر کر دیا گیا اور خان جہان لودی کو مہابت کی جگہ پرویز کا وکیل مقرر کیا گیا۔ پرویز کو شاہی فرمان سارنگ پور میں فدائی خاں کے ہاتھ بھیجا گیا۔ شہزادہ جسے خاص کر مہابت خاں کی مدد حاصل تھی اس سازش کی تہہ کو پہنچ گیا ہوگا۔ اُس نے صاف صاف کہا کہ وہ مہابت خاں سے الگ ہونے یا اُس کی جگہ خان جہان لودی کو اپنا مشیر بنانے کے لئے تیار نہیں۔

فدائی خاں نے شہزادہ کا جواب شاہی حکومت کو پہنچا دیا۔ اب نور جہاں اور آصف خاں نے اس سے سخت رویہ اختیار کیا اور ایک اور فرمان جاری کیا گیا جس میں شہزادہ کو عدول حکمی کی روش اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی اور اُسے بلا چون وچرا تعمیل کی تاکید کی گئی اور یہ کہ "اگر مہابت خاں بنگال جانے پر رضامند نہیں ہے تو اُسے فوراً حاضر دربار ہونا چاہیئے اور شہزادہ اپنے اُمرا کے ساتھ برہان پور ہی میں رہے"۔ اس دوران میں خان جہاں فدائی خاں کے ہاتھ سے شاہی فرمان پاکر تیزی کے ساتھ پرویز کی اتالیقی کا منصب لینے کے لئے روانہ ہو چکا تھا[1] شاہی فرمان کے لہجہ سے مرعوب ہو کر اور شاہجہاں کی مثال پر عمل کر کے اپنا حشر ویسا ہی کرنے سے خائف ہو کر شہزادہ تعمیل پر آمادہ ہو گیا اور خاں جہان کو وکیل کی حیثیت سے قبول کرنے اور برہان پور میں مقیم رہنے پر راضی ہو گیا اور مہابت خاں بنگال جانے پر تیار ہو گیا[2]

مہابت خاں پر الزامات

اس طرح اپنا مقصد حاصل کر لینے کے بعد نور جہاں اور آصف خاں نے دوسری کارروائی یہ کی کہ مہابت خاں

---

[1] اقبال نامہ صفحہ ۲۴۵ (الیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۱۸) گلیڈون صفحات ۸۰ تا ۹۰۔

[2] اقبال نامہ صفحات ۲۵۰ تا ۲۵۱

Marfat.com

کو حکم دیا کہ جو ہاتھی، کہا جاتا ہے کہ اُس نے شاہجہاں کی بغاوت کے زمانہ میں بنگال اور بہار سے حاصل کیے ہیں وہ دربار میں روانہ کردے اور جو کثیر رقمیں اس نے شورہ پشت جاگیرداروں کی برطرفی پر حکومت کی طرف سے ضبط کی ہیں اُن کا حساب دے۔ ایک شاہی پیروکار عرب دست غایب مذکورہ ہاتھیوں کو لانے اور مہابت خاں سے مطلوبہ رقوم کا حساب لینے کے لئے روانہ کردیا گیا اور (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اگر حساب تشفی بخش نہ ثابت ہو تو اُسے حکم دیا جائے کہ وہ فوراً حاضرِ دربار ہو۔

مہابت خاں کو فوراً محسوس ہوگیا کہ یہ اس کی دیانت اور ایمانداری کی شہرت برباد کرنے اور اُسے اپنی جائداد سے محروم کرنے کی فریب کارانہ کوشش ہے یا سرکاری روپیہ کے تغلب کی سخت سزا دینے کی۔ اُسے صاف اندازہ ہوگیا کہ اُس کے دشمن اُسے تباہ کرنے اور ذلیل کرنے کی فکر میں ہیں اور یہ محسوس کرکے اُسے سخت صدمہ ہوا کہ سلطنت کو ایک زبردست خطرہ سے بچانے کے بعد اتنی جلداُسے ایسا ناقدرشناسی کا صلہ ملے گا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا سرپرست جہانگیر بیماری سے لاچار ہے اور اُس کی جان یا عزت بچانے کے لئے ایک انگلی بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ نورجہاں اور آصف خاں کی طبیعتوں سے واقف ہونے اور ایک مدت تک اُن سے ربط رکھنے کے تجربہ سے وہ بخوبی اندازہ کرسکتا تھا کہ جب تک وہ اُسے خاک میں نہ ملادیں گے اُس وقت تک دم نہ لیں گے

مہابت خاں کی تیاری

لیکن وہ ایسا شخص نہ تھا کہ اپنی ذلت اور تحقیر کو خاموشی سے برداشت کرے۔ اُس کی جری اور دلیر فطرت اس وقت تک مطمئن نہیں ہوسکتی تھی جب تک وہ اپنی عزت کو بحال نہ کرلے۔ چنانچہ اُس نے دربار کا رُخ کیا مگر پوری طرح تیار ہوکر اور ہر صورت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ساتھ چار پانچ ہزار راجپوت ساتھ لئے اور اُن کی وفاداری کی ضمانت کے لئے اور حکومت کی کسی دھمکی یا ترغیب سے متاثر نہ ہونے کے اعتماد کے لئے اُن کے اہلِ خاندان کو بطور یرغمال روک لیا۔ ان تیاریوں کے ساتھ وہ دربار میں حاضری کے لئے روانہ ہوا۔

جہانگیر کشمیر سے لاہور اور وہاں سے کابل

جہانگیر ستمبر ۱۶۲۵ء میں کشمیر سے روانہ ہوگیا تھا اور ۱۲ر اکتوبر ۱۶۲۵ء کو لاہور پہنچا اور وہاں سے مارچ ۱۶۲۶ء میں کابل کے لئے روانہ ہوا۔ وہ دریائے جہلم کے

Marfat.com

کنارے مقیم تھا جب مہابت خاں جس نے ہاتھی پہلے ہی بھیج دیئے تھے۔ شاہی خیمہ کے قریب پہنچا۔ راجپوتوں کی سپاہ کے ساتھ اُس کی آمد نے قدرتاً دربار میں کھلبلی ڈال دی لیکن کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اُس سے اُس فوج کو ہٹانے کے لیے کہے۔ البتہ جب اُس نے اپنی آمد کی اطلاع دی تو اُسے اُس وقت تک دربار میں آنے سے منع کر دیا گیا جب تک کہ باضابطہ اجازت نہ حاصل کر لے اور اُسے حکم دیا گیا کہ جو ہاتھی اس کے ساتھ ہیں وہ بھیج دے[۲۸]

مہابت خاں کے داماد سے بدسلوکی

عین اس وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ہمیشہ سے زیادہ یہ واضح ہو گیا کہ حکمراں طبقہ کو مہابت خاں سے کس قدر سخت عداوت ہے اور اُسے اس طبقہ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھنا چاہیئے۔ کچھ دن پہلے مہابت نے حسب دستور شاہی اجازت حاصل کئے بغیر اپنی لڑکی کی منگنی خواجہ عمر نقشبندی کے لڑکے برخوردار سے کر دی تھی۔ معقول بات تو یہی تھی کہ مہابت خاں سے اس فروگذاشت کا جواب طلب کیا جاتا لیکن حکمراں جماعت نے ایک بالکل نامناسب ہنگامہ برپا کر دیا اور اسے مہابت خاں کی سخت تذلیل اور اُس کے بے قصور داماد کے ساتھ سنگدلانہ سلوک کا بہانہ بنانے پر تل گئی۔ اُس نوجوان امیر کو بادشاہ کے سامنے طلب کیا گیا اور اس کے پیروں پر ڈنڈے مار کر اور دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر جیل بھیج دیا گیا۔ مہابت خاں نے اسے جو جہیز دیا تھا وہ حکومت کی طرف سے ضبط کر لیا گیا اور فدائی خاں کو تعینات کیا گیا کہ وہ اُسے وصول کر کے شاہی خزانہ میں داخل کرے۔

اس قسم کے بے دردانہ سلوک پر کسی حال میں بھی مصالحت مشکل ہو جاتی لیکن اُس وقت تو صلح کی کوئی صورت ہی نہیں باقی رہی تھی۔ ہمیں یہ تو پتہ نہیں چلا کہ دونوں طرف کیا منصوبے تھے لیکن آصف خاں کی ایک فروگذاشت نے مہابت خاں کو یہ موقع دے دیا کہ وہ غنیم کے اقتدار کی جڑ پر ضرب لگائے۔

شاہی ڈیرہ خیمہ جہلم کے پار

مہابت خاں کے منظر پر آنے کے ذرا دیر بعد شاہی کیمپ کا دریائے جہلم پر عبور شروع ہو گیا۔ تقریباً سارے

---

[۲۸] اقبال نامہ صفحات ۲۵۱ تا ۲۵۲، ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۱۹ تا ۴۲۰۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۱۹۸ (ب)، گلیڈون صفحہ ۷۹،

[۲۹] اقبال نامہ صفحہ ۲۵۳، ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۲۰، خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۶۰۔ مآثر الامراء بیورج جلد اول صفحہ ۲۰۲، گلیڈون صفحہ ۷۹۔

[۳۰] ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۳۹۶ تا ۳۹۷۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۶۲۴ء صفحہ ۱۵۱۔ مہابت خاں کے گھوڑوں کی تعداد کا اٹھارہ ہزار صحیح نہیں ہے۔ برخوردار کے حالات کے لئے دیکھئے مآثر الامراء بیورج جلد اول صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۳۔

Marfat.com

افسر، سپاہ، ملازمین، اسلحہ اور خزانہ بحفاظت دریائے جہلم کے پل سے پار ہو گیا۔ صرف جہانگیر اُس کے اہلِ خاندان، معتمد خاں، میر منصور، چند ملازمین اور خواجہ سرا۔ دوسرے دن صبح کو عبور کرنے کے لئے باقی رہ گئے۔ مہابت خاں نے بادشاہ کو حراست میں لینے کا جرأت مندانہ اقدام کیا تاکہ حکمران طبقہ کے اقتدار کی اصل بنیاد بادشاہ پر قابو حاصل ہو جائے۔ اس کے مجوزہ منصوبہ سے اُس کے مخالفین کا تختہ الٹ جائے گا اور خود بادشاہ اُس کے قبضہ میں آجائے گا اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ عام حالت میں اس کی بادشاہ تک رسائی مشکل تھی اور بادشاہ کو نورجہاں اور آصف خاں کی گرفت سے آزاد ہونے پر آمادہ کرنا یقیناً ناممکن تھا۔ اس لئے اُس کے لئے بہترین راستہ یہی تھا کہ خود بادشاہ کو اپنے قبضہ میں لے لے اور وہی کردار ادا کرے جو اُس کے دشمنوں نے پندرہ سال تک ادا کیا تھا۔ بیماری سے لاچار بادشاہ خود کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ اگر اُسے کسی نہ کسی کے قابو میں رہنا ہے تو کیوں نہ مہابت خاں ہی کے قبضہ میں رہے۔ یہی خیالات اس عظیم جنرل کے ذہن میں رہے ہوں گے۔

پل پر قبضہ مجوزہ اچانک حملہ کو ذہن میں لے کر دوسرے دن علی الصباح اس نے دو ہزار سوار یہ ہدایت دے کر روانہ کئے کہ وہ پل پر قبضہ کرلیں اور کسی کو اُس پار سے اُدھر نہ آنے دیں اور اگر اُدھر سے مسلح حملہ ہو تو پل کو آگ لگا دیں اور خود مہابت خاں چند منتخب سپاہیوں کو لے کر شاہی کیمپ کی طرف بڑھا۔ باقی حال ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق یہ ہے:

معتمد خاں کا بیان ایک شور بلند ہوا کہ مہابت خاں آرہا ہے اور مجھے خیال ہوا کہ وہ شاید ذاتی استعمال کے کمروں کے دروازہ کی طرف گیا ہے۔ پھر یہ آواز آئی کہ اُس نے ذاتی استعمال کے کمروں کو چھوڑ دیا اور درباری کمرہ کی طرف اپنی گذارش کرنے گیا ہے۔ میرے اگلے کمرہ کے دروازہ پر پہنچکر اس نے دریافت کیا کہ کیا حال ہے۔ جب میں نے اُس کی آواز سنی تو تلوار لے کر خیمہ کے باہر آیا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے میرا نام لے کر پکارا اور بادشاہ کا حال دریافت کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھ تقریباً سو راجپوت پیدل، برچھے اور ڈھال لئے ہوئے اُس کے گھوڑے کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔ غبار کی وجہ سے میں کسی کا چہرہ صاف نہ دیکھ سکا۔ وہ تیزی سے سامنے کے دروازہ کی طرف گیا۔ میں درباری کمرہ میں بغلی دروازہ سے داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دربار کے کمرے کے

Marfat.com

پہرے پر چند آدمی ہیں اور تین چار خواجہ سرا غسل خانہ کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ مہابت خاں درباری کمرہ کے دروازے تک گھوڑے پر گیا اور وہاں اُتر گیا۔ جب وہ غسل خانہ کی طرف گیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو سو راجپوت تھے۔ تب میں آگے بڑھا اور اپنی سادگی میں پکار کر کہا: "یہ بڑی گستاخی اور حد سے باہر سرکشی ہے۔ اگر تم لمحہ بھر ٹھہرو تو میں اندر جا کر اطلاع کر آؤں۔"

اُس نے جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ جب وہ غسل خانہ کے دروازہ پر پہنچا تو اس نے وہ پردے پھاڑ دیئے جو دربانوں نے حفاظت کے لئے لگا رکھے تھے اور انھیں درباری کمرہ کے بیچ میں پھینک دیا۔ جو ملازمین وہاں موجود تھے انھوں نے مجھے اس گستاخانہ حرکت کی اطلاع دی۔ اب بادشاہ باہر آیا اور پالکی میں بیٹھ گیا جو اس کے انتظار میں وہاں رکھی ہوئی تھی۔ مہابت خاں ادب سے پالکی کے دروازہ کی طرف آیا اور یوں مخاطب ہوا: "مجھے پورا یقین ہو گیا کہ آصف خاں کی کینہ توزی اور سنگدلانہ نفرت سے بچنا ممکن نہیں ہے اور میں ذلت اور رسوائی سے قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے میں جسارت اور گستاخی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی پناہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اگر میں قتل کی سزا کا مستحق ہوں تو حضور حکم دیں میں حضور کے سامنے اسے گوارا کر لوں گا۔"

اب راجپوت سپاہیوں نے سب کمروں کو گھیر لیا تھا اور بادشاہ اور اُس کے چند ملازموں کو بشمول عرب دست غایب کو حراست میں لے لیا تھا۔ اس توہین سے جو کبھی خواب و خیال میں نہ آ سکتی تھی۔ بادشاہ نے پیچ و تاب کھا کر دو مرتبہ تلوار پر ہاتھ رکھا کہ مہابت خاں کی گردن اُڑا دے مگر منصور بدخشی نے ترکی زبان میں (جو مہابت خاں نہیں سمجھتا تھا) بادشاہ کو اس جلد بازی کی حرکت سے باز رکھا اور کہا: "یہ تحمل کا وقت ہے۔ اس بدبخت بے وفا شخص کی سزا خدا کے انصاف پر چھوڑ دیجئے۔ ایک دن جزا و سزا کا وقت ضرور آئے گا۔" بادشاہی کمروں پر اندر اور باہر راجپوتوں نے قبضہ کر لیا اور بجز خدام کے کسی کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔

یہ ذہن نشین رہے کہ عوام الناس جہانگیر سے دلی عقیدت کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ اور بادشاہ کو خفیف سا صدمہ پہنچنے کے شبہ پر بیقرار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ لوگوں میں ہیجان پیدا ہونے کے اندیشہ سے مہابت خاں نے اپنے قیدی سے حسب معمول شکار پر چلنے کو کہا

Marfat.com

اور اپنی حسبِ معمول صاف گوئی سے یہ پیش کش کی کہ "حضور کا غلام حضور کی ہمراہی میں چلے اور یہ ظاہر ہو کہ یہ جرأت مندانہ اقدام خود حضور کے حکم سے عمل میں آیا ہے۔"

بادشاہ تعمیل سے انکار تو کر نہیں سکتا تھا مگر جب مہابت نے بادشاہ سے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے کہا تو بادشاہ نے اسے شاہی وقار کے خلاف سمجھا اور خود اپنا شاہی گھوڑا طلب کیا۔ اسی کے ساتھ بادشاہ نے یہ خواہش کی وہ اندر جاکر شکار کے کپڑے پہن لے اور شاید اس لئے بھی کہ نور جہاں کی حاضر دماغی سے مشورہ لے لیکن مہابت نے اندر جانے کے لئے سختی کے ساتھ روک دیا۔

مہابت کے خیمہ کی طرف جلوس شاہی گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ خیمہ سے باہر نکلا اور مہابت اور اُس کے راجپوتوں کی حفاظت میں روانہ ہوا۔ جب وہ دو تیروں کی مار کے فاصلہ پر پہنچے تو مہابت نے بادشاہ سے اصرار کیا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو جائے جو اسی غرض سے حاضر ہے تاکہ لوگ اسے صاف دیکھ سکیں۔ بادشاہ نے اس مرتبہ بھی تعمیل کی۔ ہودہ کے آگے مہابت کا ایک بہت ہی معتبر راجپوت بیٹھا تھا اور دو تیر انداز راجپوت ہودہ کے پیچھے تھے۔ بادشاہ کے ایک خدمت گار مقرب خاں نے جھک کر ہودہ میں گھسنا چاہا مگر اس کی پیشانی پر زخم لگا جس سے اُس کے کپڑے خون میں تر بتر ہو گئے لیکن بالآخر اُسے اپنے آقا کے پاس جگہ دیدی گئی۔ بادشاہ کے وفادار پیالہ بردار نے اپنے آقا کی اشد ضرورت بہم پہنچانے کے لئے ہاتھی پر چڑھنا چاہا اور برچھی لئے ہوئے راجپوتوں نے اُسے روکنے کی کوشش کی مگر اس نے ہودہ کا کونا مضبوطی سے پکڑ لیا اور بالآخر اُسے بھی سوار کر لیا گیا مگر ہودہ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیچ کا حصہ پکڑ کر کھڑا ہو گیا اس صورت سے وہ نصف کوس تک گئے۔ جب بادشاہ کا مہتمم فیل خانہ گجپت خاں بادشاہ کا ہاتھی لے کر آیا۔ وہ خود آگے کی طرف بیٹھا تھا اور اُس کا لڑکا پیچھے کی طرف۔ مہابت خاں کو شبہ ہوا کہ یہ بادشاہ کو چھڑانے کی کوشش ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے راجپوتوں کو اشارہ کیا اور یہ دونوں بے قصور آدمی کاٹ ڈالے گئے۔ اس مثال نے سب کو خاموش کر دیا جلوس نظم وضبط اور خاموشی کے ساتھ مہابت کے کیمپ تک پہنچا جہاں بادشاہ کو اُتار کر مہابت خاں کے لڑکوں کی حفاظت میں دیدیا گیا۔

نور جہاں کی تلاش جب بادشاہ بحفاظت اُس کے قبضہ میں آگیا تو مہابت خاں کو

Marfat.com

نورجہاں کا خیال آیا۔ اسے وہ شاہی کیمپ سے اپنی حراست میں لینا بھول گیا تھا اگرچہ یہ عجیب بات تھی۔ چنانچہ وہ بادشاہ کو لے کر شاہی کیمپ میں واپس آیا جہاں یہ معلوم ہوا کہ نورجہاں نے دریا پار کر لیا ہے اور اس طرح اُس کا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ بادشاہ کو لئے ہوئے شہریار کے خیمہ میں گیا اور وہاں بھی اُسے مایوسی ہوئی۔ اکبر بادشاہ کے ایک خصوصی امیر شجاعت خاں کا پوتا جھجو وہاں موجود تھا ان لوگوں کو لے کر کیمپ کے چاروں طرف گیا مگر شہریار کا کہیں پتہ نہ تھا۔ مہابت خاں کو شاید یہ شبہہ ہوا کہ جھجو نے شہریار کو بھگا دیا ہے اور اس نے اپنے راجپوتوں کو اشارہ کیا جنھوں نے اس بے چارے بے قصور کو قتل کر دیا[۳۵] رات کے وقت بادشاہ نے یہیں راجپوتوں کے سخت پہرے میں آرام کیا۔

نورجہاں نے پل پار کر لیا نورجہاں جس کے نہ ملنے پر نڈر جنرل کو اس قدر جھنجھلاہٹ ہوئی تھی۔ اُس نے بھیس بدل کر اور حفاظت کے لئے ایک خواجہ سرا جواہر خاں کو ساتھ لے کر پل پار کر لیا۔ اگرچہ مہابت خاں نے سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص پل پار کر کے دریا کے بائیں کنارے پر نہ آنے پائے مگر اکا دکا آدمیوں کو آنے جانے کی ممانعت نہ تھی۔

مشورہ نورجہاں سیدھی اپنے بھائی آصف خاں کے پاس گئی اور اُسے سخت جھڑکا اور سارے خصوصی اُمرا اور افسروں کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔

آصف خاں وغیرہ کو جھڑکی اُس نے سب کو جھڑک کر کہا "یہ سب تمہاری غفلت اور احمقانہ انتظامات کی وجہ سے پیش آیا اور جو بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی وہ ہو گئی۔ تم سب خدا کے سامنے اور انسانوں کے سامنے قابل شرم ہو۔ اس غلطی کی تلافی کے لئے تم سے جو کچھ بھی ممکن ہو وہ کرنا چاہیے اور بتاؤ اب کیا تدبیر کی جائے۔"

حملہ کرنے کا فیصلہ سب نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ اگلی صبح کو فوج کی صف بندی کی جائے اور پل کو پار کر کے مہابت خاں پر حملہ کیا جائے چنانچہ

---

[۳۵] اقبال نامہ صفحات ۲۵۳ تا ۲۶۰ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۰ تا ۴۲۴) خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۵۶ گلیڈون صفحات ۸۰ تا ۸۲۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۴ تا ۱۶۲۹ صفحہ ۱۵۱۔

Marfat.com

ورا اس کی تیاری شروع کر دی گئی۔

اس تیاری کی خبر جب دریا کے بائیں کنارے پر پہنچی تو جہانگیر نے فوراً کہا کہ یہ سخت حماقت ہو گی۔ اس لئے کہ اس وقت جتنی شاہی فوج جمع ہو سکتی ہے اُس کے مقابلہ میں مہابت خاں کے راجپوت بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ مزید برآں پُل جلا دیا گیا ہے اور دشمن کی منظم فوج کے مقابلہ میں سیلابی دریا کو پار کرنا سراسر پاگل پن ہو گا۔ ممکن ہے کہ مہابت خاں، نور جہاں اور آصف خاں سے لڑنا نہ چاہتا ہو اس لئے کہ اس سے یورش کی نوعیت اور صورتِ حال دنیا پر ظاہر ہو جائے گی۔ بظاہر مہابت خاں یہ اثر قائم کرنا چاہتا ہے کہ بادشاہ خود اپنی مرضی سے اُس کی حفاظت میں آگیا ہے تاکہ وہ اپنی بیگم اور برادرِ نسبتی کے جُوئے کو اُتار پھینکے جس کے نیچے وہ مدتوں سے دبا ہوا تلملا رہا تھا اور نکل نہیں پاتا تھا۔ چنانچہ مہابت خاں اگر خاموشی سے نور جہاں، آصف اور شہریار کو حاصل کرے اور دوسروں کو حراست میں لے کر بے اثر کر دے تو اس کا مقصد بہمہ وجوہ حاصل ہو جائے گا۔

جہانگیر کی مداخلت

جہانگیر کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ مقرب خاں اور دوسروں کے ذریعہ سے تاکیدی احکام دریا کے اُس پار بھیجے اور انہیں جنگ کرنے سے روکے جبکہ جہانگیر خود دریا کے اِس پار ہے۔ ان احکامات کی تصدیق کے لئے جہانگیر نے خود اپنی مُہر میر منصور کے ہاتھ بھیجی۔

لیکن شاہی افسروں پر جو ندامت جھنجھلاہٹ اور غصہ طاری تھا اُس کی وجہ سے انہوں نے ان احکامات کی پروا نہ کی۔ مزید برآں انہیں کئی وجوہ سے یہ شبہہ تھا کہ یہ سارے احکام اور مہر کا بھیجنا اس زبردست حکمت عملی کے ماہر جنرل کی چال ہے اور وہ اپنے اس ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہے کہ اگلی صبح کو اپنے آقا کے چھڑانے کی کوشش کریں [1]

فدائی خاں کی کوشش

لیکن صبح سے کئی گھنٹہ پہلے ایک اور کوشش بادشاہ کی رہائی کے لئے کی گئی جو ہمت اور جرأت میں خود مہابت خاں کے مقابلہ کی تھی۔ فدائی خاں جو ایک زمانہ میں مہابت خاں کا ساتھی تھا اور بعد کو نور جہاں سے

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۵۹ تا ۲۶۱ (ایلیٹ و ڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۳ تا ۴۲۴) خافی خاں جلد اول ۳۶۶ گلیڈون صفحات ۸۱ تا ۸۲۔ ماثر الامراء (بیوریج) جلد اول انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۶۲۴ء صفحات ۱۵۱ تا ۱۵۲

Marfat.com

مل گیا تھا اور حال میں ترقی کر کے ممتاز ہو گیا تھا۔ بادشاہ کی گرفتاری کی پہلی ہی خبر پر گھوڑا دوڑا کر پل کے سرے پر پہنچا اور یہ دیکھ کر کہ پل جلا دیا گیا ہے۔ تاریکی کے پردہ میں دریا کو پار کرنے اور چپکے سے مڑ کر بادشاہ کو مہابت خاں کے کیمپ سے لانے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے تقریباً دو درجن ساتھیوں نے بادشاہ کے خیمہ کے بالکل مقابل دریا میں گھوڑے ڈال دیئے۔ دریا کا تیز دھارا چھ آدمیوں کو مع اُن کے گھوڑوں کے بہالے گیا چند اور آدمی پار تک نہ پہنچ سکے اور نیم مردہ حالت میں کنارے واپس آگئے۔ فدائی خاں اور اس کے سات ہمراہیوں نے گھوڑے دریا میں تیرنے کے لئے چھوڑ دیے اور خود تیر کر دوسرے کنارے پہنچ گئے لیکن غنیم پورے طور پر چوکس تھا اور یقیناً اُن سے زیادہ طاقتور تھا۔ چار جوشیلے آدمی قتل کر دیئے گئے اور باقی چار بشمول فدائی خاں کے گھوڑے دوڑا کر واپس ہوئے اور اُسی جواں مردی سے دریا پار کیا تھا جیسے پہلے پار کیا تھا۔ اور پھر بھی اُنہیں یہ ہمت ہوئی کہ صبح کے مجوزہ حملے میں شریک ہوں۔[۵]

نورجہاں کا دھاوا اتوار ۲۱ جمادی الآخر (۲۰ فروردین۔ مارچ ۱۶۲۶ء) کی صبح کو شاہی کیمپ میں بڑی ہماہمی اور ہلچل تھی۔ ایک شاندار ہاتھی پر شہریار کی شیر خوار بچی کو گود میں لئے ہوئے نورجہاں کی سربراہی میں شاہی فوج دریا پار کرنے روانہ ہوئی لیکن بدقسمتی سے کشتیوں کے مہتمم غازی نے جو گذرگاہ معلوم کر کے بتائی تھی وہ بدترین ثابت ہوئی اس لئے کہ اس میں کئی گہرے کنڈ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دریا کے بیچ دھارے میں پہنچنے سے پہلے سارا نظم و ضبط ختم ہو گیا۔ اس دوران میں دریا کے دوسرے کنارے پر مہابت خاں کی فوج جنگی صف بندی میں آراستہ ہو گئی تھی اور بڑے بڑے ہاتھی آگے تھے۔

بے ترتیبی شاہی فوج کشتی الگ الگ حصوں میں بٹ گئی۔ آصف خاں، خواجہ ابوالحسن اور ارادت خاں دریا کے کنارے ایسے مقام پر پہنچے جہاں غنیم کی فوج سب سے زیادہ تعداد میں متعین تھی۔ فدائی خاں نے ایک تیر مارنے کے فاصلہ پر نیچے کی طرف گذرگاہ کو پار کیا۔ آصف خاں کا لڑکا ابوطالب اور بہت سے اور لوگ نیچے کی طرف اُترے۔ عینی شاہد معتمد خاں کا بیان ہے کہ "گھوڑے تیرنے پر مجبور ہو گئے۔ اُن کا ساز بھیگ گیا اور کاٹھیاں ٹیڑھی ہو گئیں۔ کچھ لوگ تو کنارے پہنچ گئے اور کچھ اب تک پانی میں تھے

---

[۵] اقبال نامہ صفحہ ۲۶۱، ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ [illegible]، گلبدن [illegible] [illegible]

Marfat.com

جبکہ غنیم نے ہاتھیوں کو آگے کرا کے اُن پر حملہ کر دیا۔ آصف خاں اور خواجہ ابوالحسن ابھی بیچ دریا تھے کہ آگے والے لوگ پسپا ہو گئے۔ "میں بے حس و حرکت ہو گیا جیسے کہ میرے سر کے اوپر چکی کا پاٹ گھوم رہا ہو کسی کو کسی کی پروا نہ تھی اور نہ کوئی کسی کی بات سنتا تھا۔ ارادہ کی مضبوطی کسی میں نہ تھی . . . افسر دہشت زدہ ہو کر ہر طرف بھاگے کسی کو پتہ نہ تھا کہ اُسے کدھر جانا ہے یا اپنے آدمیوں کو کدھر لے جا رہا ہے۔

"میں نے اور خواجہ ابوالحسن نے دریا کی ایک شاخ کو پار کر لیا تھا اور دوسری شاخ پر کھڑا قسمت کے کھیل دیکھ رہا تھا۔ سوار، پیادے، گھوڑے اور اونٹ اور گاڑیاں بیچ دھارے میں ایک دوسرے کو ٹکراتے ہوئے دریا کے دوسرے کنارے پر جانے کے لئے جھگڑ رہے تھے۔ اُس وقت نور جہاں کے ایک خواجہ سرا نے ہمارے پاس آکر کہا کہ ملکہ یہ پوچھ رہی ہیں کہ کیا یہ دیر کرنے یا پس و پیش کرنے کا وقت ہے؟ جرأت کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کر دو تاکہ تمہاری پیش قدمی سے غنیم پسپا ہو کر بھاگ کھڑا ہو۔" میں نے اور خواجہ نے جواب دینے کا انتظار نہیں کیا بلکہ فوراً دریا میں کود پڑے۔ سات آٹھ ہزار راجپوت دریا کے دوسرے کنارے پر کئی جنگی ہاتھیوں کو آگے کیے ہوئے مضبوطی سے قدم جمائے صف بستہ کھڑے تھے۔ ہمارے کچھ آدمی سوار اور پیدل شکستہ حال اور بے ترتیب شکل میں دوسرے کنارے پر پہنچے۔ غنیم نے اپنے ہاتھی آگے بڑھائے۔ رسالہ پیچھے پیچھے تھا اور پانی میں گھس کر تلوار کے وار کرنے لگے۔ سو آدمی جن کا کوئی لیڈر نہ تھا پیچھے پھر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور غنیم کی تلواروں کے خون سے دریا کا پانی لال ہو گیا۔

نور جہاں پر حملہ

نور جہاں خود بھی حملہ سے محفوظ نہیں رہی اُس کی شیر خوار پوتی کے بازو میں ایک تیر لگا۔[۱] اُس کے ہاتھی کو کنارے پر پہنچتے ہی کئی زخم لگے۔ ایک تو اس کی مستک پر اور پھر جب وہ پیچھے کو مڑا تو پچھلے پیروں پر نیزے کے دو تین زخم لگے۔ کئی راجپوت سوار ننگی تلواریں لئے ہوئے ہاتھی کے پیچھے دریا میں کود پڑے۔

---

[۱] اقبال نامہ صفحات ۲۶۲ تا ۲۶۳ ؛ رالیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۵ تا ۴۲۶۔ معتمد خاں نے یہ تو نہیں لکھا کہ بچی کی انّا شاہ نواز خاں کی لڑکی بھی ہودہ میں تھی مگر یہ لکھا ہے کہ اس کے (انّا) کے بازو میں بھی زخم لگا محمد ہادی اور دوسرے مؤرخین نے صاف لکھا ہے کہ بچی ہی کو زخم لگا تھا۔

Marfat.com

فیلبان زخمی ہاتھی کو اور زیادہ گہرے پانی میں لے گیا مگر راجپوتوں نے اپنے گھوڑے چھوڑ دیے اور پیرنے لگے لیکن تھوڑی دیر بعد ڈوبنے کے ڈر سے واپس ہو گئے۔ ہاتھی پیر کر دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ نورجہاں اپنی خادماؤں کی مدد سے اپنی پوتی کے بازو سے تیر نکالنے لگی اور پھر اپنے کیمپ میں واپس آ گئی۔ خواجہ ابوالحسن گھوڑا تیزی سے دوڑا کر اس کی مدد کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن اپنی جلد بازی میں دریا کے بیچ میں پہنچ گیا۔ پانی گہرا تھا اور دھارا تیز بہ رہا تھا۔ جب گھوڑا تیرنے لگا تو خواجہ گر پڑا لیکن اُس نے دونوں ہاتھوں سے کاٹھی کا سرا مضبوطی سے پکڑ لیا۔ گھوڑے نے کئی ڈبکیاں لیں اور پھر بالکل ڈوب گیا لیکن خواجہ نے کاٹھی ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ ایک کشمیری کشتی بان نے اُس کے پاس پہنچ کر اسکی جان بچائی آصف خاں کی جماعت بھی بالکل بے ترتیبی کی حالت میں واپس آئی۔

فدائی خاں کا جرأت مندانہ کارنامہ اگرچہ اصل حملہ اُس ہولناک مصیبت کے ساتھ پسپا ہو گیا لیکن فدائی خاں کے مختصر گروہ نے اپنے جانباز لیڈر کی تحریک سے چند نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ وہ نظم و ضبط اور باقاعدگی کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور راجپوتوں کی جماعت جو وہاں موجود تھی اس سے لڑ پڑے کچھ دیر کی لڑائی کے بعد انہیں غلبہ حاصل ہو گیا اور وہ لڑتے لڑتے شہریار کے خیمے تک پہنچے جہاں بادشاہ بھی تھا مگر اُس پر سخت پہرہ تھا۔۔۔ فدائی خاں دروازے پر ٹھہر گیا اور اندر کی طرف چند تیر پھینکے جن میں سے بعض بادشاہ کے قریب شاہی کمرہ میں پہنچے۔ مخلص خاں بادشاہ کے آگے کھڑا ہو گیا اور اپنے جسم کو بادشاہ کے لئے ڈھال بنا دیا۔ فدائی خاں نے اپنی کوشش کچھ دیر تک جاری رکھی مگر اس کے کئی ساتھی (جیسے سید مظفر اور وزیر بیگ) مارے گئے اور کئی اور (جیسے سید عبدالغفور) سخت زخمی ہو گئے اور خود اس کے گھوڑے کو چار زخم لگے جب اسے اندازہ ہوا کہ اُس کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے اور بادشاہ تک وہ کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تو وہ بھی کیمپ سے گذر کر دریا پار پہنچ گیا۔

ناکامی چنانچہ اس کی کوشش بھی بے نتیجہ رہی۔ سارا منصوبہ بُری طرح ناکام رہا لیڈروں میں فوج کو دوبارہ منظم کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور نہ اُن میں دوبارہ مزاحمت کی جرأت تھی۔

شاہی فوج میں بھگدڑ وہ منتشر ہو کر چاروں طرف بھاگے۔ کچھ لوگ تو ایسے بدحواس

Marfat.com

ہو کر بھاگے کہ اُن کا جو اہم ترین فرض تھا کہ داہنے کنارے کی راجپوتوں سے حفاظت کریں. تاکہ کم ازکم عورتیں اور ملازم حفاظت کی جگہ تک پہنچ جائیں۔ اس کا بھی انہیں ہوش نہ رہا۔ یہ اہم فرض معتمد خاں کو انجام دینا پڑا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ جن کے تیروں کی بارش غنیم کو دریا کے دوسری طرف پہنچنے سے باز رکھا۔ [9]

آصف خاں اٹک کو فرار

سلطنت کے سب سے بڑے امیر آصف خاں نے سب سے زیادہ بُزدلی دکھائی۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اُسے اپنی سلامتی کی فکر ہونے کی خاص وجہ تھی۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ فاتح غنیم سے اُسے کسی رحم کی مطلق توقع نہ تھی۔ اُسے یقین تھا کہ دشمن اس کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو وہ خود اُس کے ساتھ کرتا اور یقیناً اس نے یہی طے بھی کر رکھا تھا۔ سلطنت بھر میں کوئی دو ایسے آدمی نہ تھے جو ایک دوسرے سے اتنی زیادہ نفرت اور عداوت رکھتے ہوں جتنی آصف خاں اور مہابت خاں۔ چنانچہ جب حملہ ناکام ہو گیا تو آصف خاں کیمپ کے مفاد سے بے پرواہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا پار کر کے بائیں کنارے پر پہنچ گیا۔ معتمد خاں نے اُسے روکنے کی کوشش کی بظاہر اس خیال سے کہ غنیم کو روکنے میں وہ اس کی مدد کرے مگر وہ کسی طرح نہ ٹھہرا اور نہ کوئی بات سنی بلکہ دو تین سو سپاہیوں اور چند ملازموں کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو کر اپنے جاگیر کے قلعہ اٹک میں چلا گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔

خواجہ ابوالحسن نے کچھ دیر چھپے رہنے کے بعد خود کو مہابت خاں کے حوالے کر دیا اور اُس کی وفاداری کا حلف لیا اُس نے ارادت خاں اور معتمد خاں کو بھی یہی مشورہ دیا اور یہ دونوں کچھ دیر مزاحمت کے بعد آمادہ ہو گئے اور انہیں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ فدائی خاں اپنی کوشش کی ناکامی کے دوسرے دن اپنے لڑکے کے پاس روہتاس چلا گیا۔ [10]

---

[9] اقبال نامہ صفحات ۲۶۱ تا ۲۶۵ ، ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۵ تا ۴۲۸ ، خافی خاں جلد اول صفحات ۳۷۰ تا ۳۷۲ گلیڈون صفحات ۸۲ تا ۸۳ ۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۶۲۴ء صفحہ ۱۵۲

[10] اقبال نامہ صفحات ۲۶۲ تا ۲۶۶ ، ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۲۸ ، خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۷۲ ، گلیڈون صفحہ ۸۳ جلد اول صفحہ ۵۰۲ ۔ مآثر الامرا (بیوریج) جلد اول صفحہ ۵۶۲ ۔ ڈی لائٹ صفحہ ۲۶۶ ، انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۶۲۴ء صفحہ ۱۵۲

Marfat.com

نور جہاں نے بھی خود کو حوالہ کر دیا ملکہ نور جہاں اپنے شوہر سے جدائی زیادہ دنوں تک برداشت نہ کر سکی اور خوب سمجھ کر کہ اُس کا منصوبہ قطعی طور پر ناکام ہو گیا۔ اپنی مرضی سے خود کو مہابت خاں کے حوالے کر دیا اور اُسے بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت دے دی گئی۔

مہابت خاں کا غلبہ اپنی طرف سے مطمئن ہو کر اب مہابت خاں نے حکومت کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ باضابطہ فوج بشمول احدیوں کے اس نے پورے طور پر اپنے اختیار میں لے لیا۔ اس وقت وہ سلطنت مغلیہ کا پورا حکمراں تھا بالکل جیسے اُس کے پیشتر نور جہاں کا حال تھا۔ فرق صرف یہ تھا نور جہاں کے اقتدار کی بنیاد بادشاہ سے محبت اور عقیدت تھی اور مہابت خاں کے اقتدار کی بنیاد صرف قوت پر تھی تاہم فی الوقت اُس کی حکمرانی مکمل تھی۔ اس نے اپنے خزانہ میں اضافہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اعتماد الدولہ کے ایک مقرب اور بعد کو نور جہاں کے داروغہ اور اب مہابت خاں کے خاص معاون گوردھن سورج دھواج کی نشاندہی پر اُس نے اپنے دشمنوں کے پوشیدہ خزانوں پر قبضہ کر لیا۔

آصف خاں کے خلاف مہم مہابت خاں کے دشمنوں میں صرف آصف خاں اپنی ضد پر قائم رہا مگر اُس کی تسخیر کے لئے زیادہ مدت نہیں درکار تھی۔ مہابت خاں نے پہلے ہی اپنے لڑکے بہروز اور ایک راجپوت فوجی سردار کے ماتحت احدیوں کی ایک جماعت اور کچھ راجپوت اور قریبی زمینداروں کے فوجی دستور کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کرنے روانہ کر دی تھی۔ اپنی توقع کے برخلاف آصف خاں کی جاں بخشی کا وعدہ بھی کر لیا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ بہت جلد لاچار کر دیا گیا اور اپنے دشمن کے قول پر اعتماد کر کے اس نے خود کو حوالے کر دیا اور مہابت خاں کی حمایت کا حلف لے لیا۔[لہ]

لہ اقبال نامہ صفحات ۲۶۶ تا ۲۶۷، ایلیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۲۸، مآثر الامراء بیورج، جلد اول صفحات ۳، ۵ تا ۴، ۵۔ گلیڈون صفحہ ۳۔ مہابت خاں کے لڑکے کا نام بہروز تھا۔ تزک جہانگیری نے بایسنغر غلط لکھا ہے۔

لے گوردھن کے حالات کے لئے دیکھو مآثر الامراء بیورج، جلد اول صفحات ۲، ۵ تا ۴، ۵۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۴-۲۹ صفحہ ۱۵

Marfat.com

کابل کے سفر پر ہندوستان کے انتظامات مکمل ہو جانے پر مہابت خاں نے بادشاہ کو اپنے ہمراہ کابل کا سفر جاری رکھنے پر آمادہ کیا۔ اٹک کے پاس دریائے سندھ کو پار کر کے مہابت خاں نے بادشاہ سے اجازت حاصل کی اور قلعہ کے اندر جا کر آصف خاں اور اس کے لڑکے ابو طالب (بعد کو شایستہ خاں) کو باہر نکالا اور انہیں اپنے آدمیوں کی حراست میں دے دیا۔ اٹک پر قاعدہ قبضہ کر لیا گیا اور قلعہ میں مہابت خاں کے اپنے آدمیوں کی قلعہ بند فوج تعینات کر دی گئی۔

بدقسمتی سے اس سلسلہ میں کئی آدمیوں کو بلا سبب ظالمانہ سزائے موت دی گئی۔ خواجہ شمس الدین، محمد خواجہ اور محمد تقی جو کبھی شاہجہاں کا مستقل بخشی تھا ان سب کو آصف خاں سے قریبی تعلق رکھنے کی بنا پر قتل کر دیا گیا سب سے زیادہ ظالمانہ سلوک ملا محمد تانی سے کیا گیا جو آصف خاں کا پیر تھا اور[۱۳] جسے مہابت خاں کے حکم سے زنجیر میں کس دیا گیا تھا۔ زنجیر مضبوط نہیں بندھی تھی اس لئے ذرا سے جھٹکے سے سرک گئی اور ملاؔ پر جادو کرنے کا الزام لگا یا گیا۔ وہ ہر وقت قرآن کی آیتیں پڑھا کرتا تھا اس لئے کہ اُسے پورا قرآن حفظ تھا۔ چنانچہ اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ مہابت خاں پر جادو کرتا ہے اور اس بنا پر اس کی گردن ماردی گئی۔

شاہی قافلہ اٹک سے کابل روانہ ہو گیا اور راستہ میں کچھ دن جلال آباد میں قیام کیا۔ جہاں بادشاہ سے ملنے کچھ عجیب قسم کے رسوم و رواج اور اطوار کے قبائلی آئے۔

---

۱۳ اقبال نامہ کا مصنف (صفحات ۲۶۷ تا ۲۶۸) اور اس کی تقلید میں خافی خاں، کامگار اور پھر ان کی تقلید میں گلیڈون نے یہ لکھا ہے کہ یہ قبیلہ نمایاں طور پر اہل تبت کے مشابہ تھا۔ وہ عموماً تو ایک ہی شادی کرتے تھے لیکن اگر بیوی بانجھ ہو یا شوہر کی ضد ہو تو دوسری شادی کر لیتے تھے۔ اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی کو پسند کرے تو بیٹا بلا عذر اپنی بیوی کو باپ کے حوالہ کر دیتا تھا ان کا شہر دیوار سے گھرا ہوا تھا جس میں صرف ایک پھاٹک تھا۔ لوگ اپنے پڑوسیوں سے ملنے چھتوں پر سے جاتے تھے۔ وہ سور کے گوشت، مرغ اور مچھلی کے گوشت کے علاوہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتے تھے اور ان چیزوں کے کھانے سے اُن کی آنکھیں جاتی رہتی تھیں وہ گوشت کو بھونتے نہ تھے بلکہ اسٹو بناتے تھے۔ ان کی قسم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ایک ہرن یا بکری کا سر آگ پر رکھتے تھے اور جب وہ کافی جل جاتا تھا تو اُسے ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیتے تھے جہاں وہ لٹکا رہتا تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی اس قسم کی خلاف ورزی کرے گا وہ کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا مردوں کو صاف کپڑوں میں دفن کیا جاتا تھا اور انکے روزمرہ کے استعمال کے اسلحہ اور ایک شراب کی بوتل اور پیالہ انکے ساتھ
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بادشاہ کابل میں

۲۸ شعبان ۱۰۳۵ھ، ۲۸ اردی بہشت، مئی ۱۶۲۶ء کو اتوار کے دن شاہی کیمپ کابل پہنچا اور بادشاہ نے ہاتھی پر سوار ہوکر شہر کا گشت لگایا اور حسبِ معمول سونے چاندی کے سکوں کی بارش کی اور اس طرح شاہدرہ کے باغ تک گیا۔ تھوڑی دیر بعد جاکر اُس نے جاکر اس نے بابر، مرزا ہندال محمد حکیم اور دوسروں کے مقابر کی زیارت کی۔

مہابت خاں کی کارروائیاں

ظاہری طور پر مہابت خاں کا اقتدار پورے طور پر مستحکم ہوگیا تھا۔ بظاہر بادشاہ نے انقلاب قبول کرلیا تھا۔ نورجہاں اور آصف خاں بے بس قیدی تھے۔ مہابت خاں کی مخالفت کرنے والی کوئی منظم جماعت نہ تھی۔ متعدد اُمرا جو نورجہاں کے خلاف تھے انہوں نے اپنے جی میں نورجہاں کے اقتدار کے خاتمہ کا خیر مقدم کیا ہوگا۔ سلطنت میں راجپوتوں کو جو وسیع اقتدار حاصل ہوگیا تھا اُس سے ہندو بہت مطمئن ہوں گے اور فخر کر رہے ہوں گے۔ خان خاناں جو مہابت کا سخت ترین دشمن تھا وہ قنوج اپنی جاگیر پر جاتے ہوئے راستہ میں گرفتار کرلیا گیا تھا۔ آگرہ کے صوبہ دار مظفر خاں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ دارا اور اورنگ زیب جو شاہی دربار آتے ہوئے راستہ میں تھے اُن پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔ پنجاب پر قبضہ رکھنے کے لئے مہابت کے ایک ساتھی صادق کو وہاں کا گورنر بنادیا گیا۔ شاہجہاں نے بیشک سر اُٹھایا تھا مگر اُس میں اتنی سکت نہ تھی کہ خطرناک ثابت ہو۔ دکن میں طاقتور ملک عنبر جو سلطنت کے دل میں ایک مستقل کانٹا تھا اُس کا اسّی سال کی طویل عمر پاکر ۳۱ اردی بہشت، مئی ۱۶۲۶ء کو انتقال ہوچکا تھا اور اسی کے ساتھ احمد نگر کی آزادی کی امید بھی ختم ہوگئی تھی۔ شمال مغربی سرحد پر اگرچہ ابھی شورش جاری تھی مگر صورتِ حال پورے طور پر قابو میں تھی۔ ملک کے اندر اور باہر دونوں طرف بظاہر اس عظیم جنرل کو سردست مستحکم حیثیت حاصل تھی۔

صورتِ حال

لیکن کبھی کبھی اُمرا کو یقیناً مہابت کے اس اقتدار پر شک ہوتا ہوگا اور وہ ایک انقلاب کے خواہاں ہوتے ہوں گے۔ کبھی کبھی نورجہاں کا سرگرم اور تیز

(بقیہ صفحہ) قبر میں رکھ دیا جاتا تھا۔

بادشاہ نے اُن سے کہا کہ اُن کی جو خواہش ہو وہ طلب کریں۔ انہوں نے تلوار اور کچھ نقد اور مخمل کا ایک پورا جوڑا کپڑا اور ایک گھوڑے کی خواہش کی جو انہیں دے دیئے گئے۔

Marfat.com

دماغ ضرور اپنے شوہر کو آزاد کرانے اور اپنے اقتدار کو بحال کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر سوچتا ہوگا۔ مہابت خاں اور راجپوتوں کا جو اثر و اقتدار تھا وہ دوسرے شاہی افسروں اور عوام و خواص کے لئے ایک خلش کی بنیاد تھی۔

اور بالکل اسی ذریعہ سے مہابت خاں کے اقتدار میں سب سے پہلا رخنہ پڑا۔ مسلم مورخین نے مہابت کے راجپوت ساتھیوں پر کابل کے لوگوں پر ظلم کرنے کا الزام لگایا جس سے نہ صرف عام عام لوگوں میں سخت ناراضی پیدا ہوئی بلکہ اَحدی اور مسلم سپاہی بھی ناراض ہو گئے۔ اس قسم کے الزامات کو قبول کرنے میں ہمیشہ تامّل سے کام لینا چاہیے۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ اکّا دکّا راجپوتوں نے اپنے اقتدار کے زعم میں اپنی حد سے بڑھ کر کام کیا ہو اور اپنے سے کمزور لوگوں سے بُرا سلوک کیا ہو۔ بہرحال جو بھی صورت ہو۔ راجپوتوں اور اَحدیوں میں جلد ہی ایک دوسرے سے سخت عناد اور نفرت کی صورت پیدا ہو گئی۔

راجپوتوں اور اَحدیوں میں جھگڑا

ایک دن بعض راجپوت قاعدہ کے خلاف اپنے گھوڑے شاہی چراگاہ میں لے گئے اور وہاں جو احدی پہرے پر تعینات تھے انہوں نے سختی سے باز پرس کی۔ دونوں میں پہلے زبانی گالی گفتہ ہوئی اور پھر تلواریں نکل آئیں۔ اس جھگڑے میں ایک احدی مارا گیا۔ اس کے ساتھیوں نے شاہی دربار میں یا یوں کہنا چاہیے کہ مہابت خاں کے دروازے پر فریاد کی اور مہابت خاں نے کہا کہ اگر وہ قصور وار کا نام بتائیں تو معاملے کی پوری جانچ کی جائے گی اور قصور ثابت ہونے پر قصوروار کو مناسب سزا دی جائے گی۔ اس جواب سے اَحدی سخت غیر مطمئن ہو کر چلے گئے اور انہوں نے اس معاملہ کو ٹالنے کی کوشش سمجھا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور راجپوتوں سے سخت انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور سارے ملک میں راجپوتوں کے خلاف عام طور پر شورش کو منظم کیا۔ دوسرے دن وہ راجپوتوں کے ایک قریبی کیمپ میں ایک بڑی جماعت پر ٹوٹ پڑے۔ آٹھ نو سو راجپوت جن میں سے بعض مہابت کے بہترین دوست اور زبردست حامی تھے کاٹ کر ڈھیر کر دیے گئے۔ اسی کے ساتھ سارے ملک میں ایک عام شورش برپا ہو گئی اور بہت سے راجپوت مارے گئے اور تقریباً پانچ سو گرفتار کر کے ہندوکش پہاڑ کے اُس طرف جا کر غلاموں کی طرح فروخت کر دیے گئے۔

مہابت خاں کو جب اس کی خبر ملی تو پہلے وہ اس خوف سے موقعہ واردات پر جانے کو

Marfat.com

ہمت نہ کر سکا کہ کہیں اُسے قتل نہ کر دیا جائے جب اس کے فوجیوں نے شورش فرو کر دی تو اس نے کئی بلوائیوں کو سخت سزائیں دیں جشناخان نے تحقیقات کی اور اس کے نتیجہ میں کوتوال خان، جمال خاں، محمد خواص، بدیع الزماں، خواجہ قاسم برادران خواجہ ابوالحسن کو شورش برپا کرنے کا مجرم قرار دیا گیا اور مہابت خاں نے انہیں بلا کر ان سے جرح کی اور ان کی توجیہہ غیر تشفی بخش ثابت ہونے پر انہیں قید اور ضبطی جائداد کی سزا دی گئی۔

امن تو بحال ہو گیا لیکن مہابت کی فوج میں بہت کمی ہو گئی اور افغانستان کے لوگ اور بہت سے شاہی فوج کے لوگ مہابت خان سے برگشتہ ہو گئے۔ اسی کے ساتھ اُمرا کی آپس کی رقابتوں اور خود مہابت خاں کی دن بدن بڑھتی ہوئی تحکم پسندی نے نور جہاں کی تیز ذہانت کو سازش اور سیاسی چالوں کا وافر موقع بہم پہنچایا[سلہ]

نور جہاں کے منصوبے

نور جہاں کے منصوبے کے دو پہلو تھے۔ اول تو یہ کہ مہابت خاں کے شکوک کو رفع کیا جائے اور اُسے اپنی حفاظت سے غافل کر دیا جائے اور پھر اُمرا کو اپنا طرف دار بنایا جائے۔ اُمرا کو ملانے کا کام تو تقریباً سب اسی کو کرنا تھا۔ لیکن مہابت خاں کے شبہات کا ازالہ کے لئے جہانگیر کو اس کی ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔ نور جہاں کے سکھانے جہانگیر نے مہابت کو یہ یقین دلایا کہ وہ ہمیشہ سے مہابت کو ساتھ رکھنے اور اس کے مشوروں سے فائدہ اٹھانے کا شائق تھا مگر آصف خاں اور نور جہاں کی وجہ سے مجبور تھا۔ جہانگیر نے یہ بھی کہا کہ اسے بڑی خوشی ہوئی کہ اُس کے وفادار ملازم نے اُسے آزادی دلا دی اور اب وہ اپنی مرضی سے مہابت خاں کے مشورہ سے امورِ سلطنت کو انجام دے گا۔ اُس نے یہ ظاہر کیا کہ اُسے مہابت خاں پر پورا اعتماد ہے اور اس نے نور جہاں کی سکھائی ہوئی چند راز کی باتیں بھی اسے بتائیں۔ اپنے دو رُخے پن کو وہ اس حد تک لے گیا کہ مہابت خاں کو متنبہ کیا کہ نور جہاں اس کے خلاف سازش کر رہی ہے اور ابو طالب کی بیوی جو خان خاناں کی پوتی ہے وہ اُسے قتل کرنے کے موقع کی منتظر ہے۔ بادشاہ نے بات چیت اور عمل سے یہ ظاہر کیا کہ وہ موجودہ صورتِ حال سے بہت خوش ہے اس نے دلی مسرت سے اپنی پہلے کی خوشیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اگرچہ بادشاہ پر

سلہ اقبال نامہ صفحات ۲۶۷ تا ۲۷۱، الیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۲۰، گلیڈون صفحہ ۵۰-۵۲۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۲-۱۶۲۳ صفحہ ۱۵۱۔ اس شورش میں مہابت خاں کے تقریباً دو ہزار سپاہی ہلاک ہوئے۔ مہابت خاں کا لڑکا امان اللہ خاں بھی نور جہاں کا طرف دار ہو گیا تھا۔ اس کے حالات کے دیکھو مآثر الامرا (بیورج) جلد اول صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۹

Marfat.com

ہمیشہ راجپوتوں کا پہرہ رہتا تھا مگر وہ قریب قریب روز شکار کو جاتا تھا حتیٰ کہ اس نے قرغاس کے انتظام کا بھی حکم دے دیا۔ نورجہاں اور دوسرے اہلِ خاندان کے ساتھ وہ درویشوں کے پاس جاتا تھا جس کا اُسے ہمیشہ سے شوق تھا۔

مہابت خاں دھوکہ میں آگیا مہابت خاں اپنی تمام تر ہوشیاری اور احتیاط کے باوجود دھوکہ میں آگیا۔ اس نے اپنے راجپوت پہرہ داروں میں تخفیف کردی اور سب سے زیادہ بُری بات یہ کہ بادشاہ کی قیام گاہ پر جو پہرہ رہتا تھا اس میں بھی تخفیف کردی[۳۴]

نورجہاں کی چالیں اس دوران میں نورجہاں بھی خاموشی سے نہیں بیٹھی رہی۔ اُس نے اپنی ذہانت کے تمام وسائل سے کام لے کر جو اُمرا مہابت خاں کے مخالف تھے انہیں اور بھڑکا دیا جو اُمرا آمادہ نہ ہوئے ان کی خوشامد درآمد کی، لالچی امرا کو رشوتیں دیں، مذبذب لوگوں کو پکا کیا اور سب کو اُمیدیں دلائیں۔ بہت سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی بھی تائید اس نے حاصل کرلی اور بہت بڑے پیمانہ پر سازش منظم کی۔

کابل سے لاہور روانگی کئی ہفتہ کے قیام کے بعد شاہی لاؤ لشکر دو شنبہ یکم شہریور ۱۶۲۶ء کو کابل سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ بھر جہانگیر پوری ہوشیاری سے اپنا کردار انجام دیتا رہا۔ جیسا کہ معتمد خاں کا بیان ہے"۔ اُس نے مہابت کے دل کو بالکل مطمئن کردیا اور اس کے وہ تمام شکوک دُور کردیئے جو اس کے ذہن میں جہانگیر کے بارے میں تھے"۔

نورجہاں کی مزید سرگرمیاں نورجہاں نے اب اپنی سرگرمیاں اور تیز کردیں اور اسکے حامیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ بادشاہ کے ہمراہیوں میں وہ اپنے آدمی بھرتی کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اپنے خواجہ سرا ہوشیار خاں کے ذریعہ سے اُس نے لاہور میں دو ہزار آدمی بھرتی کرلئے اور شاہی کیمپ کی طرف روانہ ہوئی۔

جہانگیر کی رہائی جب روہتاس کا ایک دن کا راستہ رہ گیا تو نورجہاں کا منصوبہ

---

[۳۴] اقبال نامہ صفحات ۲۷۰، ۲۷۵ تا ۲۷۶ ایلیٹ ڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۲۹ تا ۴۳۰، خافی خاں جلد اول صفحات ۳۷۲ تا ۳۷۶ گلیڈون صفحہ ۸۸۔

Marfat.com

بروئے عمل لایا گیا۔ بادشاہ نے رسالہ کا معائنہ کا قصد کیا اور حکم دیا کہ تمام پرانے اور نئے سپاہی بادشاہ کی قیام گاہ سے لے کر جہاں تک پہنچ سکیں دو قطاروں میں کھڑے ہو جائیں۔ پھر نورجہاں نے اپنے ایک خدمت گار بلند خاں کو ہدایت کی کہ وہ مہابت خاں کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ آج بادشاہ ملکہ کی فوج کا معائنہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ وہ پہلے دن کی پریڈ آج ملتوی کر دے تاکہ دونوں گروہوں میں بات چیت بڑھ کر جھگڑا نہ ہو جائے۔

بلند خاں کے بعد بادشاہ نے اپنی خواہش زیادہ واضح کرنے کے لئے اور مہابت خاں کو ایک منزل آگے جانے پر اصرار کرنے کے لئے خواجہ ابوالحسن کو روانہ کیا اور خواجہ نے مناسب دلائل سے اُسے آمادہ کر لیا۔ اگرچہ معتمد خاں نے ایسا نہیں کیا مگر یہ ظاہر ہے کہ خواجہ کے استدلال کو مہابت خاں کے اس یقین سے تقویت ملی کہ اب اس کے پیروں کے نیچے سے زمین تیزی کے ساتھ نکلی جا رہی ہے اور یہ کہ نورجہاں کو قطعی طور پر اُس پر فتح حاصل ہو گئی اور اب حالات پر قابو پانا اُس کے اختیار میں نہیں رہا ہے۔ درحقیقت اُس کی سو دن کی حکومت ختم ہو گئی ہے اُس نے بظاہر ایک منزل چل کر شاہی حکم کی تعمیل کی مگر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اتنی تیزی سے روانہ ہوا کہ شاہی فوج جو اُس کے تعاقب میں روانہ ہوئی وہ اس کی گرد نہ پا سکی لیکن اس نے یہ بڑی ہوشیاری کی کہ یرغمال کے طور پر آصف خاں اور اس کے لڑکے ابو طالب اور مرحوم شہزادہ دانیال کے لڑکوں طہمورس اور ہوشنگ کو اور مخلص خاں کے لڑکے لشکری کو جو اس کا ضامن تھا اپنے ساتھ لے لیا۔

بادشاہ خود رہتاس تک گیا جہاں ایک باضابطہ دربار منعقد ہوا۔ چنانچہ جیسا مؤرخ کا بیان ہے۔ بادشاہ کو دریا کے کنارے آزادی حاصل ہوئی جہاں چند مہینے پہلے وہ مقید ہوا تھا[۵۱]۔ لیکن اس وقت سب سے اہم مسئلہ مہابت خاں کو قابو میں کرنا تھا اور اُن ممتاز شاہی اُمرا کی رہائی جو مہابت خاں کے ساتھ تھے۔

اس کے ایک معاملہ کے حل کو دوسرے معاملہ کے حل سے وابستہ کرنے کے لئے نورجہاں نے ایک شاہی فرمان افضل خاں کے ذریعہ سے مہابت خاں کو بھیجا جس میں

---

[۵۱] اقبال نامہ صفحات ۲۷۵ تا ۲۷۶۔ ۲۔ ایلیٹ و ڈاوسن جلد ششم ۴۳۰) خافی خاں جلد اول صفحات ۳۷۰ تا ۴۰۱ ۲ گلیڈون صفحات ۸۶ تا ۹۰۔

Marfat.com

اُسے حکم دیا گیا کہ وہ آصف خاں، ابوطالب، طہورس، ہوشنگ اور لشکری کو رہا کر کے شاہجہاں سے لڑنے ٹھٹھہ جائے۔ ان شرطوں پر اُسے مصالحت کی پیش کش نہ کی گئی۔ اُسے آگاہ کیا گیا اگر اُس نے آصف خاں کو فوراً رہا نہ کیا تو اس کے تعاقب میں فوج بھیجی جائے گی۔

آصف خاں وغیرہ کی رہائی

مہابت خاں نے شہزادہ دانیال کے لڑکوں کو تو چھوڑ دیا لیکن آصف خاں اور اس کے لڑکے کو اس وقت تک کے لئے بطور یرغمال روک لیا جب تک اُسے خود اپنی سلامتی کا معقول طور پر یقین ہو جائے اس نے شاہی فرمان کے جواب میں لکھا کہ اُسے نور جہاں کے متعلق یقین نہیں ہے کہ اگر وہ آصف خاں کو رہا کر دے تو اس کے تعاقب میں اُسے پکڑنے کے لئے فوج نہ بھیجی جائے۔ البتہ لاہور سے گذر جانے کے بعد وہ اُسے چھوڑ دے گا۔ نور جہاں نے پھر افضل خاں کے ہاتھ جواب بھیجا کہ آصف خاں کو فوراً رہا کیا جائے اور یہ دھمکی دی کہ اگر اس میں دیر ہوئی تو معاملہ بہت سنگین ہو جائے گا۔ اس پر مہابت خاں نے آصف خاں سے وفاداری کا حلف لے کر اُسے چھوڑ دیا۔ پھر بھی ابوطالب کو روک رکھا۔ ٹھٹھہ کی طرف چند منزلیں طے کرنے کے بعد اُس نے ابوطالب کو بھی دربار روانہ کر دیا۔

نئے انتظامات

جب شاہی کیمپ لاہور پہنچا تو نظم و نسق کی از سر نو تنظیم شروع ہوئی۔ یہ اہم کام آصف خاں کو سپرد کیا گیا جسے وکیل اور گورنر پنجاب کا عہدہ دیا گیا اور ابوالحسن کو اُس کا دیوان بنایا گیا۔ میر جملہ کو بخشی مقرر کیا گیا اور خانساماں کے منصب پر اس کی جگہ افضل خاں کو مقرر کیا گیا جس نے حال کی مشکلات میں قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ مقرب خاں کا کوچ بہار سے تبادلہ کر کے بنگال کا گورنر بنایا گیا لیکن چند ہی ماہ کے اندر جب وہ شاہی فرمان کو لینے ایک کشتی پر جا رہا تھا تو آندھی آنے پر اُس کی کشتی الٹ گئی اور اسکی موت واقع ہو گئی۔ چنانچہ اسکی جگہ فدائی خاں کو گورنر بنایا گیا۔ اس صوبہ میں اس قدر شدید بدنظمی تھی کہ فدائی خاں صرف دس لاکھ روپیہ روانہ کر سکا۔ کچھ دن بعد مرزا رستم صفاری بہار کا گورنر مقرر ہوا۔

لے اقبال نامہ صفحات ۲۶۵ تا ۲۰۹ راجرز و بیورج، جلد ششم صفحات ۴۲۰ تا ۴۳۱، خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۰۶۔ گلیڈون صفحات ۳ تا ۱۱۰، خلاصۃ التواریخ صفحات ۳۴۰ تا ۳۴۳۔ مآثر الامرا (بیورج)، جلد اول صفحہ ۵۹۲۔ ۳۲۹۔

محمد امین کی انفع الاخبار میں اس یورش کا مختصر حال ہے جس سے ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ایلیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۲۰ تا شوخ شیخ کا حال افواہوں پر مبنی پیٹر منڈی جلد دوم صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔ اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے کہ مہابت خاں نے آصف خاں کو جوتے مار کر اور زنجیروں میں کس کر رکھا۔

Marfat.com

اکیسواں باب

دکن میں شاہجہاں کی نقل و حرکت

دکن کی صورت حال کا پس منظر یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ شمال میں جن سنسنی پیدا کرنے والے واقعات نے حکومت میں انتشار پیدا کر دیا تھا ان کا اثر یقینی طور پر دکن میں مغلوں کی حیثیت پر پڑتا۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ۱۶۲۴ء میں شہزادہ پرویز اور مہابت خاں کی روانگی کے بعد نظام شاہی حکمران کو مسلسل کئی کامیابیاں ہوئیں۔ ملک عنبر نے بھرپور کوشش کر کے دریائے تاپتی کے جنوب میں سارے مغل علاقے کو تسخیر کر کے احمد نگر اور برہان پور کا محاصرہ کر لیا تھا۔ مہابت خاں کے دوبارہ موقعہ پر آجانے سے واقعات نے پلٹا کھایا۔ شاہجہاں کو زچ ہو کر برہان پور سے روانہ ہونا اور بادشاہ سے مصالحت کرنا پڑا تھا۔ ملک عنبر کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اُسے شاید اور بھی زیادہ سنگین شکستیں ہوتیں اگر نور جہاں کی عداوت نے مہابت خاں کو واپس نہ بلایا ہوتا اور بعد کو اُس نے یورش نہ کی ہوتی۔ خاں جہاں لودی جو اس کی جگہ دکن میں مغل اعلیٰ کمانڈر مقرر ہوا اُسکی توجہ نہ صرف شمال کے واقعات سے ہٹ گئی بلکہ اس میں وہ مستعدی، حاضر دماغی اور کمانداری کی قابلیت نہ تھی جو مہابت خاں میں تھی جس نے ملک عنبر جیسے چھاپہ مار طریق جنگ کے ماہر کامل کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی تھی۔

ملک عنبر کا انتقال اگر ملک عنبر کا انتقال ۳۱ اردی بہشت (مئی ۱۶۲۶ء) کو اسی برس کی طویل عمر میں انتقال نہ ہو گیا ہوتا تو خان جہاں کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑتا۔ ملک عنبر کی موت نے صورتِ حال بالکل بدل دی۔ ہر شخص کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ دکن کے مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے حتیٰ کہ مغل مورخ معتمد خاں جو اس کالے کلوٹے بدشکل حبشی غلام کو گالیاں دیتے کبھی نہیں تھکتا تھا وہ بھی اُس کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔ معتمد خاں نے لکھا "لڑائی میں فوج کی

Marfat.com

سرداری میں سوجھ بوجھ اور انتظامی قابلیت میں کوئی اس کا نظیر یا ہمسر نہ تھا۔ وہ چھاپہ مار طریق جنگ کو خوب سمجھتا تھا جسے دکن میں برگی گیری کہتے تھے۔ اُس ملک کے شورہ پشت عناصر کو اُس نے قابو میں رکھا اور اپنے آخری دم تک اپنی ممتاز حیثیت قایم رکھی اور عزت کی موت مرا۔ تاریخ میں کسی حبشی غلام کی ایسی مثال نہیں ملتی جس نے اتنا عروج حاصل کیا ہو[1]

صلح

اس نے اپنے پیچھے دو لڑکے فتح خاں اور چنگیز خاں چھوڑے اور بحیثیت نائب شاہ کے فتح خاں اُس کا جانشین ہوا لیکن نظم ونسق میں اُس کے اختیارات اُس کے خصوصی نائب یعقوب خاں نے سنبھالے جو اس کی طرح حبشی غلام اور فوج کا کمانڈر تھا۔ لیکن نائب شاہ یا کمانڈر دونوں میں سے کوئی بھی اس دوہرے فرض کو انجام دینے کا اہل نہ تھا جس سے خود ملک عنبر کے اعصاب پر بھی غیر معمولی بار پڑا تھا یعنی ملک عنبر کے اندر اختلافات کو دبائے رکھنا اور ملک سے مغلوں سے مقابلہ کرنا یعقوب خاں جو جالنا پور میں تعینات تھا اس نے خود اپنی اور فتح خاں اور دیگر امرا کی طرف سے مغل شاہنشاہ کی اطاعت کیشی کی بنیاد پر سر بلند رائے سے صلح کی گفت وشنید شروع کی۔ خان جہاں نے بڑے اشتیاق سے اس پیش کش کو قبول کیا اور گرم جوشی اور طمانیت دہی کے الفاظ میں یعقوب کو جواب لکھا اور امرا کو ہدایت کی کہ اُسے پورے اعزاز و مہمان نوازی کے ساتھ برہان پور لے آئیں[2]

لڑائی پھر چھڑ گئی

خان جہاں نے اگر یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ پائیدار صلح ہے تو یہ اس کی سخت غلطی تھی۔ احمد نگر کے ایک نئے انقلاب میں ایک اور حبشی غلام حامد خاں نمایاں ہو گیا جو اپنے دیگر ہم قوم افراد کی طرح قابل اور بے خوف تھا۔ بادشاہ اور نائب شاہ دونوں پس پشت ہو گئے تھے جیسے مراٹھوں کے آخر کے عہد میں راجہ اور پیشوا۔ اصل سیاسی اقتدار کمانڈر اعلیٰ کے ہاتھ میں تھا جس پر اب حامد خاں فائز تھا[3] تھوڑے

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۰۱ تا ۲۰۳، ۲ ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۲۸ تا ۴۲۹، خافی خان جلد اول صفحہ ۲۰۶۔ ۳ رگنیڈون صفحہ ۵۰۔ ۴ گرانٹ ڈف جلد اول صفحہ ۷۵۔ بیل کی اورئنٹل بیاگریفیکل ڈکشنری صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۸

[2] اقبال نامہ صفحہ ۲۸۰، ۲ ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۳۲، ۳ گرانٹ ڈف جلد اول صفحات ۷۷ تا ۷۸

[3] اقبال نامہ صفحات ۳۰۳ و ۳۰۴، ۲ ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۳۳، حامد خان کے اقتدار کو اس کی بیوی کی وجہ سے بڑی مدد ملی جو پہلے نظام الملک کے حرم میں ایک باندی تھی اور اپنے عیاش حکمران کے لئے عورتیں اور لڑکیاں بہم پہنچاتی تھی۔ نظام الملک کی حالت ایک پنجرے میں بند پنچھی کی سی تھی اور باہر حامد خاں کی اور اندر اس کی بیوی کی حکومت تھی۔

Marfat.com

دن بعد اُس نے مغلوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا خان جہان نے پوری قوت اور قابلیت سے جنگ شروع کی اور برہان پور کا انتظام لشکر خاں کو سپرد کر کے وہ کھڑکی کی طرف روانہ ہوا لیکن اپنے پیشروؤں کی طرح رسوت کا شکار ہو گیا۔ اس نے حامد خاں سے تین لاکھ ہُن سه (تقریباً بارہ لاکھ روپیہ) کی رشوت قبول کر لی اور اس کے عوض بالاگھاٹ کا پورا علاقہ احمد نگر کے قلعہ تک حوالہ کر دیا اور اس علاقہ کے مغل کمانداروں کے نام فوراً احکام جاری کر دیے کہ اپنے اپنے علاقوں اور قلعوں کو نظام الملک کے آدمیوں کے حوالہ کر دیں۔ احمد نگر کے کماندار سپہدار خاں کے علاوہ سب نے اس کی تعمیل کی۔ سپہدار خاں نے دکن کے افسروں کو لکھا کہ سارے علاقہ پر وہ قبضہ کر لیں اس لیے کہ وہ انہیں کا ہے "لیکن قلعہ میں بغیر شاہی حکم کے حوالہ نہ کروں گا۔"

محاصرہ کی تیاری

سپہدار کسی دلیل یا التجا یا دھمکی سے رضامند نہ ہوا اور بڑے پیمانہ پر رسد جمع کر کے طویل محاصرہ کی تیاری کی شه

حالات کا جائزہ

دکن کی لڑائیوں کا جو تقریباً جہانگیر کے سارے عہد حکومت میں جاری رہیں یہ ذلت آمیز انجام ہوا۔ دو یا تین درمیانی وقفوں کے علاوہ جو شاہجہاں اور مہابت خاں سے منسوب ہیں۔ یہ لڑائیاں بحیثیت مجموعی نہایت بُری طرح بدانتظامی کا شکار رہیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ذلت آمیز صورت مغل افسران کی رشوت خوری اور آپس کی رنجشیں تھیں۔ اس جدوجہد میں ہزاروں جانوں اور کروڑوں روپیہ کا اتلاف ہوا اور سلطنت کی سرزمین یا وقار میں ذرہ برابر اضافہ نہیں ہوا۔ برعکس اسکے ایک زبردست طاقت کے عروج میں بہت بڑی مدد کی یعنی مرہٹے اور اُن کا چھاپہ مار طریق جنگ جو اگلے دو بادشاہوں شاہجہاں اور اورنگ زیب کی فتوحات اور وسیع ملک کے الحاق کے باوجود بالآخر بڑی حد تک مغل سلطنت کی تباہی کا باعث ہوا۔ یہی دراصل اس دور میں دکن کی کارروائیوں کی سب سے زیادہ امتیازی خصوصیت تھی۔

سه ہُن ایک سونے کا سکہ تقریباً بارہ گرین وزن کا تھا جو اس وقت دکن میں رائج تھا اور چار روپیوں کے برابر تھا۔

شه اقبال نامہ صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۴ (الیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۴۰ تا ۴۴۴) خافی خان جلد اول صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۵

Marfat.com

شاہجہاں کی احمد نگر سے روانگی اس دوران میں شاہجہاں کی قسمت نے ایک اور پلٹا کھایا۔ مارچ ۱۶۲۶ء کی مہابت خاں کی یورش کی خبر سن کر وہ ۳۰ رمضان ۱۰۳۵ھ، ۲۰ جون ۱۶۲۶ء کو وہ احمد آباد کی سرحد سے روانہ ہوا اور ناسک ترمبک درہ سے ہوتا ہوا شمال کا رخ کیا۔ اس کے ساتھ ایک ہزار سواروں کا ایک دستہ تھا جن میں سے نصف راجہ کشن سنگھ نے فراہم کیے تھے اور وہی ان کا کمانڈر تھا۔ شاہجہاں کو امید تھی کہ وہ راستہ میں اور فوج بھرتی کرے گا اور بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے روانہ ہو جائے گا۔ اس نے مشہور یہ کیا کہ وہ اپنے والد کو رہا کرانے جا رہا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود اپنے بل بوتے پر جنگ کرنے جا رہا تھا اور کسی فریق سے ملنے کا پہلے سے کوئی خیال نہ تھا۔ لیکن بدنصیبی نے اسے گھیر لیا۔ اپنی فوج کو بڑھانے کا سوال تو الگ رہا اسے شدید مایوسی ہوئی کہ اس کا وفادار ساتھی اجمیر میں فوت ہو گیا اور اس کے پانچ سو سپاہی فوراً منتشر ہو گئے۔ اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ ناگور کی سرحد اور جودھ پور جیسلمیر ہوتا ہوا آگے بڑھا۔ راستہ میں اسے کوئی رنگروٹ نہیں ملے۔

قلعہ ٹھٹھ کے دروازے پر پرانے قلعہ ٹھٹھ کو از سر نو مرمت شدہ پایا جس پر کئی توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور مختلف مورچوں پر منتخب سپاہی تعینات تھے جو پورے طور دفاع کے لیے تیار تھے اور جنگی کمان پر ٹھٹھ کا گورنر تھا جو نور جہاں کا عقیدت مند طرفدار تھا اور کسی التجا یا وعدہ وعید یا دھمکی سے قابو میں آنے والا نہ تھا۔ شاہجہاں کے اس قلعہ پر دھاوا کرنا یا اسے فاقوں مار ممکن نہ تھا۔ اسے اپنی قوت کا پورا پورا اندازہ اور اپنی مختصر سی فوج کو بے نتیجہ کوشش میں ضائع کرنا بالکل حماقت تھی۔ اس نے ایران جانے کا خیال کیا کہ وہ اپنے طاقتور دوست شاہ عباس سے مدد لے سکے جس سے اس نے گزشتہ برسوں میں دوستانہ خط و کتابت جاری رکھی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کے ارادہ کو اس کے ہمراہیوں نے پسند نہ کیا ہو اور جلاوطنی کے مقابلہ میں بہادری سے لڑ کر جان دینے کو ترجیح دی ہو۔ بہر حال جو بھی صورت ہو احکام کی صریحی خلاف ورزی کر کے دو کوششیں بہادرانہ خودکشی کی گئیں۔

ٹھٹھ پر بے نتیجہ حملے سب سے پہلے چند بہادر ہمراہیوں کی ایک جماعت نے حملہ کیا مگر قلعہ بہت مضبوط تھا اور اندر سے گولیوں کی شدید بارش ہوئی جس کی وجہ سے وہ پسپا ہو گئے چند دن بعد ایک اور جماعت نے جو اپنے جوش کو

Marfat.com

ضبط نہ کر سکی تھی حملہ کیا مگر قلعہ کے چاروں طرف مسطح میدان تھا کہیں پناہ کے لیے کوئی پہاڑی یا دیوار یا درخت تک نہ تھا چنانچہ انہوں نے اپنی ڈھالیں سامنے کیں اور دھاوا کر دیا۔ سامنے ایک چوڑی اور گہری خندق تھی جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ آگے بڑھنا ممکن نہ تھا اور پیچھے ہٹنا اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ چنانچہ من بہ تقدیر وہ وہیں ٹھہر گئے۔ شاہجہاں نے انہیں واپس بلانے کے لیے آدمی بھیجا مگر وہ واپس نہ ہوئے۔ اس کے بعض بہت ہی وفادار ساتھی انہیں بلانے گئے مگر جو بھی اُدھر گیا اُنہیں میں مل گیا اور موت کو ترجیح دے کر واپس نہ آیا۔

شاہجہاں کی حالت

ممکن ہے کہ ان میں سے بعض ایک دُور دراز غیر ملک کا خطرناک راستہ طے کرنے کے بجائے شاہجہاں کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ ہوں۔ خود شاہجہاں نے بھی جلد ہی ایران جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اول تو اس لیے کہ تھٹھہ کے قلعہ کی تسخیر ممکن نہ تھی اور قلعہ بند فوج کا راستہ میں اس پر حملہ کرنے کا اندیشہ تھا دوسرے وہ خود بیمار پڑ گیا اور طویل سفر کی سکت نہ رہی تیسرے اس نے سنا کہ شہزادہ پرویز سخت علیل ہے اور بچنے کی اُمید نہیں ہے اور اس طرح اس کا ایک اور رقیب راہ سے ہٹ گیا۔ چوتھے مہابت کی سودن کی حکومت ختم ہو گئی تھی اور یہ عظیم جنرل اب پناہ کی تلاش میں تھا اور شاہجہاں سے اتحاد کرنے میں تامل نہ کرے گا۔ چنانچہ شہزادہ نے یہ طے کیا کہ گجرات اور برار کے راستہ دکن کو واپس جائے اور گھوڑے پر سواری کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اس نے پالکی پر سفر کیا۔[1]

گجرات پہنچکر اُس نے یہ خبر سنی کہ دیگر افراد خاندان شاہی اور اہل دربار کی طرح پرویز کا کثرت شراب نوشی سے انتقال ہو گیا۔ جیسا کہ معتمد خاں نے لکھا ہے۔ اس نے کھانے پینے میں اپنے والد کی پوری پوری پیروی کی لیکن باپ کی جسمانی قوت اور برداشت کی سکت اس میں نہ تھی۔ اُس کی ساری قوتیں ختم ہو گئیں اور سینتیس سال کی قلیل عمر میں ہاتھ پیروں کی قوت سے معذور ہو گیا۔ اپنی زندگی کے آخری چند مہینے اس نے بڑی اذیت سے بسر کیے۔ پہلے اُسے درد قولنج کا دورہ ہوا اور پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ طبی علاج سے اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ طبیبوں نے

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۰۳، ۲۰۴ و ۲۰۸ تا ۲۰۹، ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم صفحات ۴۲۹ و ۴۳۲ تا ۴۳۴، گلیڈون صفحات ۱۰۵، ۱۰۸، محمد ہادی ایلیٹ وڈاؤسن جلد ششم ۲۹۰

Marfat.com

اُس کے سر اور پیشانی پر پانچ جگہ داغ دیے جس سے وہ ہوش میں آیا مگر پھر بے ہوش ہوگیا۔
بالآخر ۶ صفر ۱۰۳۶ھ ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۶ء کو اڑتیس سال کی عمر میں اس کا

پرویز کا انتقال

انتقال ہوگیا۔[8] اس کا جنازہ آگرہ لے جایا گیا اور اسی کے ایک باغ میں دفن کر دیا گیا۔ خان خاناں کو مامور کیا کہ وہ اس کے اہل خاندان کو دربار پہنچا دے۔ اس کا انتقال ایسے موقع پر ہوا کہ عام طور پر یہ خیال کیا گیا کہ شاہجہاں نے زہر دلوا کر اُسے ختم کیا ہے۔[9]
یہ واقعہ ہو یا نہ ہو لیکن اس خبر سے شاہجہاں نے بیشک اپنی رفتار

شاہجہاں دکن کو روانہ

تیز کر دی کچھ دُور تک وہ اسی راستہ پر چلا جس پر محمود غزنوی سومنات گیا تھا اور بالآخر دریائے نربدا کے کنارے پہنچ گیا جسے اس نے احمد آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر چمپا نیر گھاٹ سے پار کیا۔ راجہ بگلانہ کی مملکت کے پہاڑی علاقہ کو طے کرتا ہوا اور راج پیپلا سے ہوتا ہوا وہ ناسک ترمبک پہنچ گیا جہاں اُس نے اپنی رسد کا سامان اور خیمہ ڈیرہ اور کچھ آدمی اُس کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے۔ چونکہ اس کے قیام کے لیے کوئی مناسب مکان وہاں نہ تھا اس لیے اُس نے کچھ فاصلہ پر خیبر کے مقام پر قیام کیا۔[10]
راستہ میں شہزادہ کو مہابت خاں کی طرف سے اتحاد کا پیام موصول ہوا جسے اس نے

---

۸ اقبال نامہ ۲۷۳ و ۲۷۵ تا ۲۸۰ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۹ تا ۴۳۳) خافی خان جلد اول صفحہ ۳۸۲۔ مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۰۵ (الف)، گلیڈون صفحہ ۸۸ بیل کی اورینٹل بیاگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۳۱۰

۹ مانوچی (جلد اول صفحہ ۹۴ و جلد دوم صفحہ ۳۳) نے پرویز کی موت کا خرم کو الزام دیا ہے اگرچہ اس نے زہر کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۳۰-۱۶۲۴ء صفحہ ۱۵۲۔ ریورنیڈ ٹیری نے بھی یہی شبہ ظاہر کیا ہے۔
شہنشاہ اورنگ زیب نے اپنے قیدی باپ کو ایک خط میں لکھا "خسرو اور پرویز کی یاد کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جنہیں آپ نے تخت نشینی کے قبل مار کر ختم کر دیا تھا اور جنہوں نے آپ کو کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا" سرکار کی ہسٹری آف اورنگ زیب جلد دوم صفحہ ۱۵۵۔ اس شبہ کی یقیناً ایک وجہ بھی ہے خصوصاً شاہجہاں کے اگلے اور پچھلے حالات زندگی کی بنا پر۔ لیکن اس خاص معاملہ میں شہادت اتنی کافی نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر یہ کہہ سکیں کہ پرویز نے اپنی صحت بالکل برباد کر دی تھی اور شاہجہاں بہت فاصلہ پر تھا۔ اس کی بیماری کے حالات زہر خورانی سے زیادہ شراب نوشی کی کثرت ظاہر کرتے ہیں۔

۱۰ اقبال نامہ صفحات ۲۸۰ تا ۲۸۲ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۳۲ تا ۴۳۳) گلیڈون صفحہ ۸۸

Marfat.com

بخوشی قبول کرلیا۔ مہابت نے ابوطالب کو رہا کرنے کے بعد ہی کچھ دور تک تو حسب وعدہ ٹھٹھہ کا راستہ اختیار کیا لیکن تعاقب کے خوف سے مشرق کی طرف رخ کیا۔

مہابت خاں کا خزانہ مہابت خاں کو بنگال سے بیس لاکھ روپے آنے کا انتظار تھا جس سے وہ اپنے ساتھ کے لیے ایک فوج بھرتی کر سکتا اور اپنی قسمت پھر سے سنوار سکتا۔ مگر اس کی بدقسمتی سے جب یہ خزانہ دہلی کے قریب پہنچا تو شاہی حکومت کو اس کی خبر مل گئی اور اسے قبضہ میں کرنے کے لیے ایک ہزار احدی اتی رائے سنگھ دلان، صفدر خاں، سپہدار خاں، علی قلی درمن اور نورالدین کے ماتحت فوراً روانہ کردی گئی۔ اس قافلہ نے تیزی سے کوچ کرتے ہوئے شاہ آباد کے قریب اسے پکڑ لیا۔ خزانہ بردار گاڑیوں کے محافظوں نے ایک سرائے میں پناہ لی اور اسے مورچہ بنالیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ آخر دم تک مزاحمت کریں گے۔

شاہی فوج کافی دیر تک لڑنے کے بعد شاہی فوج نے سرائے میں آگ لگادی اور خزانہ پر قبضہ کرلیا اور اس کے محافظین بھاگ کھڑے ہوئے۔ مہابت خاں نے اپنے جو ایجنٹ یہ ہدایت کر کے روانہ کیے تھے کہ یا تو خزانہ پر قبضہ کرلیں یا اسے شاہی علاقہ کی سرحد سے باہر نکال دیں وہ جب موقعہ پر پہنچے تو چڑیاں اڑ گئی تھیں۔[۱۱۱]

مہابت خاں اور شاہجہاں کا اتحاد مہابت خاں اس خزانہ سے محروم ہو کر شاہی یرغمالوں بشمول ابوطالب کے، اس کی گرفت سے آزاد ہونے پر جو زبردست فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی تھی اس سے بچنے کے لیے اس نے میواڑ کی پہاڑیوں اور جنگلوں میں پناہ لی اور وہاں سے اپنے معتمد ہمراہیوں کے ہاتھ شاہجہاں کو کامل مصالحت اور اتحاد کی پیش کش کا پیام بھیجا گویا سرکاری اصطلاح میں یہ اعلان کہ پورے طور پر معافی مل جانے پر وہ شاہجہاں کی ملازمت میں شامل ہو جائے گا۔ شاہجہاں نے اس پیش کش کو دل و جان سے قبول کرلیا اور اسے خود اپنے قلم سے شفقت آمیز الفاظ میں جواب لکھا۔ تھوڑے دن بعد مہابت راج پپلیا اور بہار کے علاقہ

---

[۱۱۱] اقبال نامہ صفحات ۲۰۴ تا ۲۰۸۔ ۲۔ ایلیٹ ڈاؤسن جلد ششم ۔ ۴۲۳ و ۴۲۴ گلیڈون صفحہ ۹ ۔ ۱۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۴ء ۔ ۱۶۲۹ء صفحہ ۱۴۲۔ رابرٹ کا خط سرہند سے لاہور جبا کے نام مورخہ ۶ نومبر ۱۶۲۶ء ۔ ۱ سی ۲۰۔ ۱۲۔ برہٹ ۱۶۲۶ء صفحہ ۱۱۱ میں ڈی لائٹ کے حوالے سے اس خزانہ کی مقدار بائیس لاکھ روپیہ لکھی ہے۔

Marfat.com

سے بچتا ہوا اور دو ہزار سواروں کے ساتھ خیبر (جنا یر ۱۶۲۴ء) میں شاہجہاں سے مل گیا۔ اُس نے شہزادہ کو ایک ہزار مہر، ایک بیس ہزار کا قیمتی ہیرا اور چند دیگر بیش قیمت تحفے دیے جس کے عوض اُسے شہزادہ سے ایک ہاتھی، ایک گھوڑا، ایک تلوار اور ایک جواہرات سے مرصّع خنجر ملا۔ ان دو قابل افراد کے اتحاد سے نورجہاں کو سخت تشویش ہوئی اور اُس نے خان جہان کو شاہی افواج کا کمانڈر اعلیٰ مقرر کر کے انہیں زیر کرنے پر تعینات کیا۔[۱۲]

---

[۱۲] اقبال نامہ صفحات ۲۰۱ تا ۲۰۵، ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۳۱ و ۴۳۳، گلیڈون صفحات ۸۹ و ۹۰۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۴ء-۱۶۲۹ء صفحات ۱۵۳ و ۲۰۴، گلیڈون صفحہ ۸۰۔

Marfat.com

بائیسواں باب

جہانگیر کے آخری ایام

جانشینی کے لیے جدوجہد

جہانگیر کی صحت کشمیر کا سفر جہانگیر جب مہابت خاں کی گرفت سے آزاد ہوا تو گرمی کا موسم قریب تھا اور چونکہ لاہور کی گرمی اُس سے برداشت نہیں ہوتی تھی اس لیے مارچ ۱۶۲۷ء میں وہ نورجہاں، آصف خاں، شہریار، داور بخش اور دوسروں کے ساتھ کشمیر روانہ ہو گیا۔ مگر یہ جنت ارضی بھی اُسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکی۔ اس کے دمہ نے شدید اور خطرناک صورت اختیار کرلی اور طبیب اُس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ شاہی کیمپ میں کھلبلی پڑ گئی۔ اگرچہ اپنی فطری قوت کی وجہ سے وہ اس وقت سنبھل گیا مگر شکایت اندیشناک صورت میں باقی رہی۔ وہ دن بدن کمزور ہوتا گیا۔ اس کی بھوک بالکل جاتی رہی حتیٰ کہ افیون بھی اس کے لیے گراں ہو گئی بس صرف چند پیالے انگوری شراب کے وہ ہضم کرسکتا تھا۔ گھوڑے کی سواری اس کے لیے ناممکن ہو گئی۔ صرف پالکی پر وہ سوار ہو سکتا تھا۔[1]

شہریار کی علالت اسی زمانہ میں شہریار پر داء الثعلب دبلی کی بیماری (ایک طرح کے کوڑھ کا دورہ پڑا۔ اُس کے سارے بال جھڑ گئے صرف سر کے ہی نہیں بلکہ مونچھوں اور پلکوں کے بھی۔ طبیب اس کے علاج سے قاصر ہو گئے۔ بالآخر اُسے کشمیر کی سردی سے لاہور کی گرمی میں جانے کا مشورہ دیا گیا اور وہ لاہور روانہ ہو گیا۔[2]

---

[1] اقبال نامہ صفحات ۲۹۰ تا ۲۹۱ (ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۳۵) مآثر جہانگیری (مخطوطہ خدا بخش) صفحہ ۲۱۰ (ب)، خافی خاں جلد اول صفحہ ۳۸۸ گلیڈون صفحہ ۹۰ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۸۸۔ خلاصۃ التواریخ۔

[2] اقبال نامہ صفحات ۲۹۱ تا ۲۹۲ ایلیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحہ ۴۳۵ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۸۸ گلیڈون صفحات ۹۰ تا ۹۱

Marfat.com

تھوڑے دن بعد خود بادشاہ بھی لاہور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں جب وہ بہرم گلا[1] پہنچا جو اس کی پرانی شکار گاہ تھی تو اس کا جی چاہا کہ وہاں ایک مرتبہ پھر شکار کھیلے اور جیسا کہ ثابت ہوا یہی اس کا آخری شکار تھا۔

ایک افسوسناک حادثہ

جہانگیر نے اپنی توڑے دار بندوق ایک دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جو اسی لیے بنی تھی اور ایک ہرن پر نشانہ لگایا جو گاؤں کے لوگ اسی طرف ہنکار رہے تھے۔ ایک پیادہ سپاہی جو بادشاہ کے لیے شکار مہیا کرتا تھا۔ ایک ڈھلوان پہاڑی کے سرے پر کھڑا تھا اس کا پیر پھسل گیا اور وہ پہاڑی کے نیچے گر پڑا اور اس کی ہڈی پسلیاں چور چور ہو گئیں۔ اس حادثہ سے بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس نے مرنے والے کی ماں کو بلا کر اس کی گذر بسر کے لیے روپیہ دیا مگر اس کی پشیمانی اور دکھ میں کسی طرح کمی نہ ہوئی اور اس نے خیال کیا یہ خود اس کی موت کی آمد کا پیش خیمہ ہے موت کا خیال برابر اس کے ذہن پر طاری رہا اور وہ مایوسی میں ڈوب گیا۔ اس کی بیماری نے ہمیشہ سے زیادہ سنگین صورت اختیار کر لی اسے نہ ایک لمحہ کے لیے نیند آتی نہ سکون ملتا تھا اس حادثہ کے دوسرے دن شاہی خیمہ تھانہ[2] میں نصب ہوا۔ اگلی منزل راجوری[3] تھی۔

---

[1] اب اس جگہ کا نام بہرام گلی ہے یا بہرام گلا اور سر رچرڈ ٹیمپل کی ڈائری میں (صفحہ ۲۰۰ (الف)) میں کشمیر اور جموں کے راستہ کا جو نقشہ دیا ہے اس میں اس کا نام برم گلا بتایا ہے۔ یہ ایک چھوٹا گاؤں ہے جس میں صرف چند مکان ہیں مگر یہ شاید جہانگیر کی شکار گاہ تھی جس میں آج بھی سیاحوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ رچرڈ ٹیمپل نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے۔ ”یہ بڑی خوبصورت جگہ ہے اور میں نے جہاں جہاں قیام کیا ان میں سب سے زیادہ اچھی ہے۔ اس کے قریب ایک پہاڑی سے آتا ہوا تیز دھار کا چشمہ ہے جسے چٹا پانی (سفید پانی) کہتے ہیں۔ اس کا دھارا بڑے زور کا ہے اور شور کرتا، ابلتا جھاگ اٹھاتا اور شروع سے آخر تک ہیجانی قوت سے ٹکریں مارتا ہے اس کا اتار سیدھا ڈھلوان ہے جو پیر پنجال پہاڑی سلسلہ سے نکلا ہے اور بہرام گل سے تقریباً ایک میل نیچے پوروہ گنگا سے مل جاتا ہے“ کے جرنلس حیدر آباد، کشمیر، سکم اور نیپال میں محفوظ ہیں جلد دوم صفحہ ۱۹۔ نیز دیکھو سفرنامہ آ صفحہ ۱۰۶۔ امپیریل گزیٹر ۱۹۰۸ء میں جہانگیر نے اسے دیکھ کر جو حال لکھا ہے وہ اس سے بہت ملتا ہے۔ جہانگیر راجرس و بیورج جلد دوم صفحہ ۱۷۵۵۔

[2] گلیڈون (صفحہ ۹۱) نے اسے تھتہ لکھا ہے ٹیمپل کی ڈائری میں اس کا نام تھنہ یا تھون ہے جلد دوم صفحہ ۴۰۔ نیز دیکھو سفرنامہ صفحہ جہانگیر جب ۱۶۲۰ء وہاں گیا تو اس کے اصلی نام سے اس کا ذکر کیا۔ اگرچہ بعض مخطوطات اور مطبوعہ نسخوں میں اسے بگاڑ کر تھتہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بیٹے جب جہانگیر وہاں گیا تو کہا کہ یہ مقام موسم، زبان اور کلچر کے لحاظ سے کشمیر اور میدانی سرزمین کی درمیانی سرزمین ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۲۷ صفر ۱۰۳۷ھ کو وہ راجوری سے اگلی منزل بھیم بھار کے قریب چنگیز ہٹلی کی طرف روانہ ہوگیا۔

جہانگیر کا انتقال

راستہ میں بادشاہ کا حال اور ابتر ہوگیا۔ اس نے شراب کا ایک جام مانگا جو اس کے منہ سے لگا دیا گیا مگر وہ اُسے پی نہ سکا۔ رات کو طبیعت اور زیادہ خراب ہوئی اور ۲۷، ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ، ۲۹ اکتوبر ۱۶۲۷ء کو صبح کے اول وقت شمسی سال کے حساب سے اٹھاون سال کی عمر میں اور اپنی حکومت کے بائیسویں سال اس کا انتقال ہوگیا۔[6]

جانشینی کی کشمکش

جانشینی کے لیے کشمکش اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گئی۔ اس کا تفصیلی بیان تو شاہجہاں کی تاریخ سے متعلق ہے لیکن ہماری اس تاریخ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) یہاں کے لوگ ہندی اور کشمیری دونوں زبانیں بولتے ہیں۔ (جہانگیر جلد دوم۔ ۱۸۰)

[5] عام طور پر اس نے فارسی کی اور نیز حال کی تاریخوں میں راجہ پور لکھا ہے ویشل نے اس کی موجودہ حالت اور پرانی شاہی سرائے کا حال یہ لکھا ہے دریا کے کنارے سیدھے دریا کی طرف دیکھنے پر ایک پرانا موسم گرما کا شاہی مکان ہے اس کا پانی جب وہ اپنی اونچی نیچی تہ پر بہتا ہے تو اتنا خوشنما ہوتا ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ گیروا۔ سبز اور اعوالی ہر رنگ ہے۔ پانی کا بہاؤ ایک مسلسل شور ہے لیکن بہرحال کانوں کو خوشگوار ہے۔ دریا کے اُس پار راجوری کا شہر بہت ہی خوبصورت جگہ پر ہے اور اس میں ایک پرانی سرائے اور زمانہ قدیم کے معزول شدہ حکمرانوں کے بلند مکانات ہیں۔" جرنل جلد دوم صفحات ۱۰ تا ۱۱

[6] اقبال نامہ صفحات ۲۹۲ تا ۲۹۳ والیٹ و ڈاؤسن جلد ششم صفحہ ۴۳۵ مآثر جہانگیری مخطوطہ خدابخش صفحہ ۱۲۰۔ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۸۸ گلیڈون صفحہ ۹۱ بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اول صفحہ ۶۹ والیٹ و ڈاؤسن جلد ہفتم صفحہ ۵ عجیب بات ہے کہ محمد ہادی نے چنگیز ہٹی کو چکر ہٹی لکھا ہے۔ عالم آرائے سکندری میں چنگیز ہٹی کا نام جنگر ہٹلی دیا ہے اور شاہنواز خاں کی مآثر الامرا میں چنگلا ہٹی خافی خاں اور عبدالحمید لاہوری نے اس کا نام ہی نہیں لکھا ہے۔ آج کل اس کا نام چنگر سرائے ہے۔ ۱۶۲۰ء میں جہانگیر کے کشمیر سے واپسی کے سلسلہ میں مطبوعہ نسخہ جس کی ... ماہ ہے ... میں قیام گاہ کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں ۱۸۳۵ء میں سر جے ویشل نے لکھا تھا "اس کا پھاٹک پختہ اینٹوں کا ہے۔ اسے بیدمجنوں کی بیل نے ڈھانک رکھا ہے اور ایک کالی شکل کی گھاس نے دیواروں پر بھی چاروں طرف گھاس اُگی ہے اور پرانی اینٹوں اور جھاڑیوں کا تاثر بہت خوشگوار ہے۔ دوسری سراؤں کی طرح اس میں ایک پھاٹک اور دو صحن ہیں۔ عمارت بالکل کھنڈر ہے مگر تھوڑا سا حصہ پہرہ دار سپاہیوں کے درست کر لیا گیا ہے۔ جلد دوم صفحات ۹۰۱۰ نیز دیکھو سفرنامہ صفحہ ۱۸۲ یہ سرائے جو اتنی شکستہ حالت میں ہے ۱۶۲۰ء میں شاہی حکم سے ایک جگہ پر تعمیر کی گئی تھی۔ شاہی قیام گاہ کے بیچ میں ایک نہایت خوبصورت نشیمن ہے جو دوسری قیام گاہوں سے بہت بہتر ہے۔ جہانگیر اجمالا دیورپ جلد دوم صفحہ ۱۸۱

Marfat.com

تتمہ کے طور پر اس کا ایک عام خاکہ یہاں دیا جاتا ہے۔

آصف خاں کی چال

نورجہاں نے امرا کو ایک مجلس شوریٰ میں طلب کیا لیکن آصف خاں جو دل سے شاہجہاں کا طرف دار تھا۔ اُس نے اس پر فریبانہ سازش کا شبہ کیا اور مجلس نہیں منعقد ہونے دی بلکہ نورجہاں کو بھی ایک طرح سے مقید کر دیا اور ایک تیز رو ہرکارہ بنارسی کو اپنی مہر کے ساتھ دور دراز دکن میں شاہجہاں کی طرف روانہ کیا اور چونکہ شاہجہاں کو شاہی اختیارات سنبھالنے میں کافی دیر لگتی اس لیے ارادت خاں کے مشورہ سے جو شہریار کی سفارش پر خان اعظم کا خطاب پا گیا تھا درمیانی وقفہ کے لیے قربانی کے بکرے کے طور پر داور بخش کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ شاہی دربار کے تقریباً تمام امرا متفقہ طور پر شاہجہاں کے حامی تھے اس لیے آصف خاں کی اس چال پر پورے طور پر تائید کی کہ شاہجہاں کی جانشینی کے حصول کے لیے داور بخش کی بادشاہی کا اعلان کر دیا جائے۔ شاہجہاں کے لڑکوں کو نورجہاں کے محل سے الگ کرنے کی تدبیریں کی گئیں۔

یہ ساری کارروائیاں عین جہانگیر کے انتقال کے دن عمل میں آئیں۔ اگلے دن وہ بھیم بھار[57] پہنچے جو میدانی علاقہ کے قریب تھا اور وہاں داور بخش کے نام باضابطہ خطبہ پڑھا گیا اور مرحوم بادشاہ کی رسوم انجام دی گئیں اور جنازہ کو نورجہاں کے باغ شاہدرہ میں دفن کے لیے لاہور روانہ کیا گیا[58]

جہانگیر کی تجہیز و تکفین

ان حالات میں تقریباً یہ ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کی تجہیز و تکفین اس اہتمام سے ہوتی جو اُس کے شایان شان تھا۔ اُس کی محبوب ملکہ نے جو جگہ اس کے لیے تجویز کی تھی وہیں وہ خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ یہیں کچھ دنوں بعد بیوہ ملکہ نے خود اپنے خرچ سے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کر دیا جس کی تفصیل

---

[57] بھیم بھار پنجاب کے موجودہ ضلع گجرات کی بالکل سرحد پر واقع ہے۔ اب یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ قدیم شاہی سرائے کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ ٹمپل کی ڈائری جلد دوم صفحات ۳ تا ۴۔ یہ بھی جہانگیر کی ایک شکارگاہ تھی (راجرس و بیوریج جلد دوم صفحہ ۱۸۱

[58] عمل صالح صفحہ ۲۰۵۔ اقبال نامہ صفحات ۲۹۴ تا ۲۹۵ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۳۵ تا ۴۳۶۔ (شاہ نامہ عبدالحمید جلد اول صفحہ ۶۹ (الیٹ وڈاوسن جلد ہفتم صفحات ۵ و ۶۔ گلبدن صفحات ۹۰ و ۹۱

Marfat.com

فرگوسن کے الفاظ میں یہ ہے:

"یہ مقبرہ ایک وسیع دیواروں سے گھرے ہوئے باغ میں ہے جو تقریباً ۵۴۰ مربع گز وسیع ہے اور ساٹھ ایکڑ زمین میں ہے۔ پہلے اس کے چاروں طرف پھاٹک تھے مغرب کی طرف سرائے کے احاطہ سے آنے کے لیے پھاٹک کی محراب سنگ مرمر کی ہے اور تقریباً پچاس فٹ بلند ہے۔ وسط میں قبر ایک نیچے سے چبوترے پر ہے جو ۲۵۶ مربع فٹ کا ہے اور اس پر ایک ڈھلوان چبوترہ ۲۰۹ مربع گز کا تقریباً ساڑھے بیس فٹ اونچا ہے جس کے چاروں طرف کونوں پر ہشت پہل مینار ڈھلوان چھت سے تین تین منزل بلند ہیں جن کے اوپر سفید سنگ مرمر کے گنبد ہیں۔ بنیاد سے پچاس فٹ بلند۔ اس کے چاروں طرف محراب دار چھتے ہیں اور وسطی محراب کے کنارے ایک دروازہ ہے جس کے دونوں طرف محرابیں ہیں۔ چھتوں کے پیچھے چالیس کمرے ہیں جن میں سے ہر ایک سمت کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے کو جاتے ہوئے دو بیضوی کمروں سے ہوکر قبر کو راستہ جاتا ہے۔ قبر چھپن فٹ چوڑی ہر طرف پختہ دیوار سے گھری ہے۔ تابوت سفید سنگ مرمر کا ہے جس پر سیپ کی پچی کاری ہے اور جو ایک ہشت پہل کمرہ ہو گیا ہے جس کا قطر چھبیس فٹ اور بلندی تقریباً اکیس فٹ ہے۔ اس کے اوپر کی چھت پر ایک ترپن مربع فٹ چوڑا اونچا چبوترہ ہے اور اوپر چار خانہ دار سنگ مرمر کا چبوترہ ہے۔ اس کی سنگ مرمر کی چھت رنجیت سنگھ اکھاڑ کر لے گیا تھا لیکن پھر بعد کو بحال کر دی گئی۔ عمارت سنگ سرخ کی ہے جس پر سنگ مرمر کی پچی کاری ہے اور نہایت اعلیٰ ذوق کے نقوش ہیں لیکن اسکے درمیان نیچے رو کار فن تعمیر کے لحاظ سے زیادہ جاذب نظر نہیں ہے۔ بادشاہ کی قبر کے اوپر کوئی گنبد نہیں تعمیر کیا گیا اس لیے کہ وہ ہمیشہ قدرتی حسن کا شیدائی تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ اس کی قبر کھلی ہوئی رہے تاکہ بارش اور شبنم سے تر ہوتی رہے۔"[۱]

جانشینی کی کشمکش بادشاہ کی تجہیز و تکفین ابھی انجام بھی نہ پائی تھی کہ اقتدار میں اس کی جگہ لینے کی جدوجہد میں تلواریں نیام سے باہر آگئیں۔

۱؎ فرگوسن جلد دوم صفحات ۳۰۳ تا ۳۰۵: ۲- عبداللطیف کی لاہور صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۰ عبداللطیف نے کتبات و قطعات تاریخ بھی نقل کیے ہیں۔ خلاصۃ التواریخ و سرکار کی انڈیا آف اورنگ زیب میں ترجمہ صفحہ ۱۰۲ امپیریل گزیٹیر، لاہور

Marfat.com

نور جہاں پر اگرچہ پہرہ بٹھا دیا گیا تھا اور وہ بیرونی دنیا سے نامہ و پیام نہیں کر سکتی تھی لیکن اس نے پہلے ہی کسی ترکیب سے شہر یار کو پیام بھیج دیا تھا کہ وہ جتنی بھی فوج جمع کر سکے اُسے لے کر جلد سے جلد اس کے پاس پہنچ جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سازشی بیوی نے بھی اُسے اُکسایا اور اس نے بلا توقف لاہور میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔

شاہی خزانے پر قبضہ شہر یار نے لاہور کے شاہی خزانے پر قبضہ کر لیا اور نئے اور پرانے امرا کی حمایت حاصل کرنے اور فوج بھرتی کرنے میں کم سے کم ستر لاکھ روپے تقسیم کر دیے۔ اس کے ساتھ مرحوم شہزادہ دانیال کا ایک لڑکا بایسانغر بھی مل گیا جس نے فوج کی کمان سنبھال لی۔

آصف خاں کا دھاوا آصف خاں اور داور بخش نور جہاں کے پیام سے ایک دن پہلے ہی اپنی فوجوں کو جنگ کے لیے آراستہ کر کے آگے بڑھے تو شہر یار خود دو تین ہزار کی فوج کے ساتھ لاہور کے قرب و جوار میں رہا اور بایسانغر کو باقی فوج کے ساتھ لڑائی کے لیے آگے بھیج دیا۔

شہر یار کی فوج کو شکست جیسی کہ توقع تھی بایسانغر کی فوج جو بیشتر غیر تربیت یافتہ رنگروٹوں پر مشتمل تھی یہ خیال کر کے کہ وہ ایک بے نتیجہ مقصد کے لیے لڑ رہے ہیں حکومت کی باضابطہ تجربہ کار فوج کے پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑی ہوئی۔

لاہور کا محاصرہ شہر یار نے جب ایک ترکی غلام سے اس شکست کی خبر سنی تو وہ حماقت سے قلعہ کے اندر جا کر محصور ہو گیا۔ شاہی فوج کو محاصرہ میں زیادہ دن نہیں ضائع کرنا پڑے اس لیے شہر یار کے بعض ہمراہی باوجود روپیہ لینے اور اطاعت کا حلف لینے کے اس سے پھر گئے اور اُسے دھوکہ دے کر اعظم خاں سے مل گئے اور رات کے وقت اُسے قلعہ میں داخل کر لیا۔ دوسرے دن شاہی فوج پوری قوت سے قلعہ میں داخل ہو گئی۔

شہر یار کا حشر شہر یار جو ذہنی طور پر ہمیشہ سے بزدل تھا اس نے زنان خانہ میں چھپ کر پناہ لی۔ مگر ایک خواجہ سرا اُسے پکڑ کر باہر لایا اور اسے آداب و تسلیم کی تمام رسمیں انجام دینی پڑیں اور پھر اُسے قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور کچھ دن بعد اندھا کر دیا گیا۔

Marfat.com

اس مختصر سی جدوجہد کا یہ انجام ہوا۔ اگر نور جہاں کو آزادی سے کام کرنے کا موقع ملتا تو اس نے اس سلسلہ کو کچھ دن اور چلایا ہوتا مگر بالآخر اسے بھی کامیابی نہ ہو سکتی۔[۱۰]

شاہجہاں آگرہ کو روانہ

اس دوران میں آصف خاں کا پیامبر بنارسی اپنا طویل سفر بیس دن میں ختم کرکے ۱۹ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ کو خیبر میں شاہجہاں سے ملا اور اُسے جہانگیر کے انتقال کی اطلاع ملی۔ شاہجہاں جو مہابت خاں کے مشورہ سے بنگال جانے کا ارادہ کر رہا تھا اُس نے اب اپنا ارادہ بدل دیا اور چار دن سوگ میں گذار کر ۲۳ ربیع الاول کو دکن کے شورہ پشت والسرائے خان جہان لودی سے بچتا ہوا گجرات کے راستہ سے آگرہ روانہ ہو گیا۔[۱۱]

راستہ ہی سے شاہجہاں نے آصف خاں کو فرمان بھیجا کہ مناسب ہوگا کہ داور بخش لڑکے اور خسرو کے ناکارہ بھائی (شہریار) اور شہزادہ دانیال کے لڑکے یہ سب دنیا سے ختم کر دیئے جائیں۔ ۲ جمادی الاول (۱۰ بہمن) کو شاہجہاں کی بادشاہی کا باضابطہ اعلان کر دیا اور لاہور میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور داور بخش کو جیل خانہ میں ڈال دیا گیا اور ۲۲ جمادی الاول (۲۳ جنوری ۱۶۲۸ء) کو شاہجہاں کے سنگدلانہ حکم کی تعمیل میں داور[۱۲] اور اس کے بھائی گشتاسپ اور شہریار، طہمورس اور ہوشنگ کو ختم کر دیا گیا۔

---

[۱۰] عمل صالح صفحات ۲۰۰ و ۲۱۱ تا ۲۱۲۔ اقبال نامہ صفحات ۲۹۵ تا ۲۹۷ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۲۹ تا ۴۳۲) خافی خاں جلد اول صفحات ۳۹۰ تا ۳۹۵ پادشاہ نامہ جلد اول صفحات ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۷ و ۱۰۴ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۵ تا ۹) شہریار کے تقسیم کئے ہوئے ۷۰ لاکھ روپیہ میں سے ۴۵ لاکھ اس کے ... کے بعد وصول ہو گئے۔ شاہجہاں کے دور کی ہر تاریخ میں اس جدوجہد کا حال درج ہے۔ سجان رائے، خلاصۃ التواریخ اور بختاور خاں (مراۃ عالم) نے تقریباً خافی خان کا ... لکھا ہے۔ ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۵۴ میں۔

[۱۱] سترھویں صدی میں ایک یہ غلط روایت مشہور تھی کہ شاہجہاں کو بیجاپور بادشاہ نے روک رکھا اور اپنی موت کا بہانہ ہی کرکے اسے چھٹکارا ملا۔ دیکھو منڈی جلد دوم صفحات ۲۱۲ تا ۲۱۳ ... جلد اول صفحات ۳۰ تا ۳۲۹ ... (مرتبہ اسعان) جلد اول صفحات ۱۰۰ و ۱۰۱ ... صفحہ ۳۲

[۱۲] اولیریس نے اپنے سفرنامہ سفارت میں لکھا ہے (صفحہ ۱۹۰) کہ اس نے خسرو کے لڑکے بلاقی کو دیکھا ہے (صفحہ ۵۷۵) اس روایت پر یقین کیا نیز دیکھو انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۳۴–۱۶۳۶ء صفحہ ۲۲ لیکن یہ بالکل ناقابل یقین ہے اور فارسی مؤرخین کی بکثرت شہادت کے خلاف ہے۔ نام نہاد بلاقی محض فریبی تھا جسے ایرانی دربار نے کچھ مقاصد کے لیے مان لیا تھا۔

Marfat.com

شاہجہاں اجمیر میں شاہجہاں میواڑ سے گذرتا ہوا جہاں گوگنڈہ کے مقام پر رانا کرن نے اس کا عقیدت مندانہ استقبال کیا اور جہاں اُس نے دوبارہ حسب معمول شان وشکوہ سے اپنی اڑتیسویں سالگرہ منائی ۱۹ جمادی الاول کو وہ اجمیر پہنچا اور ۲۶ ہر کو مضافات آگرہ میں پہنچ گیا۔

آگرہ میں شاہانہ ورود دوسرے دن وہ شاہانہ شان وشکوہ سے شہر میں داخل ہوا اور سب نے اُس کا بحیثیت بادشاہ کے استقبال کیا۔[۳۱]

جدید انتظامات جہانگیر کے ممتاز افراد مان سنگھ، عزیز کوکا، عبدالرحیم خان خاناں، اسلام خاں اور جہانگیر قلی خاں فوت ہو چکے تھے۔ مہابت خاں کو اجمیر کا گورنر بنایا گیا اور خان خاناں اور سپہدار کا خطاب دیا گیا۔ وہ نو ہزار ذات و سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب تک پہنچنے تک زندہ رہا۔ آصف خاں کو بھی اپنے داماد کی جانشینی سے جو توقع تھی وہ اُسے حاصل ہو گئی اور وہ وزیر بنایا گیا اور یمین الدولہ کا خطاب اور آٹھ ہزار ذات و سوار کا اور بعد کو نو ہزار ذات و سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دار بنایا گیا اور مختلف اعتماد اور ذمہ داری کے عہدوں پر مقرر کیا گیا۔ اس کا انتقال ۱۶۴۱ء میں ہوا اور وہ اپنے برادر نسبتی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا جس کے عہد کی تاریخ میں اُس نے نمایاں حصہ لیا تھا۔

نورجہاں کا انجام نورجہاں نے آخری طور پر اُس میدان عمل سے کنارہ کشی اختیار کی جہاں اُس نے اتنے دن حکمرانی کی تھی۔ اس کی رومانی زندگی میں قسمت کا ایک اور موڑ ہوا۔ ایک مرتبہ یہ افواہ اُڑی کہ وہ قتل کر دی گئی مگر صاحبان اختیار نے اُسے زندہ رہنے دیا۔ اگرچہ اس کے اقتدار کی ساری نشانیاں مٹا دینے کی

---

[۳۱] اقبال نامہ صفحات ۲۹۸ تا ۳۰۶ (الیٹ وڈاوسن جلد ششم صفحات ۴۳۲ تا ۴۳۸) بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اول صفحات ۶۹ تا ۸۴ (الیٹ وڈاوسن جلد ہفتم صفحات ۵ و ۶) خلاصۃ التواریخ (دہلی ایڈیشن) صفحہ ۴۸۳۔

شاہجہاں سے دکن سے آگرہ تک کے سفر اور اس کی تاجپوشی کے حالات کے لیے دیکھو علاوہ اُس کے عہد کی فارسی تواریخ کے انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۶۲۴ء صفحات ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۵ تا ۲۰۷ و ۲۲۷ تا ۲۲۸ و ۲۲۹ تا ۲۴۲۔ منی جلد اول صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۲۔ ہربرٹ صفحہ ۱۰۰۔ خان ڈن بروئیک صفحہ ۱۰۸۔ ٹاڈ جلد اول صفحہ ۲۹۹۔ نسبریر بود مختصر سوانح حالات کے لیے دیکھو بلوکمان کا مضمون کلکتہ ریویو ۱۸۶۹ء صفحات ۱۴۷ تا ۱۵۲۔

Marfat.com

تیئسواں باب

خلاصہ

جہانگیر کے متعلق غلط خیال

جہانگیر کی سیرت کو مختصر بیان کرنا یا تاریخ میں اس کا مقام متعین کرنا مشکل تو نہیں ہے لیکن جیسا ایک مدبر نے دوسرے مدبر کے بارے میں کہا تھا "اس کے لیے کافی مواد اور پیمانوں کی ضرورت ہے"۔ بلا سوچے سمجھے اُسے سنگدل، متلون مزاج، ظالم، شراب اور عیاشی میں مست کہکر ٹال دینا جیسا کہ ایک سے زیادہ حال کے مورخین نے کہا ہے۔ غیر اصولی بات اور ناانصافی ہے۔ اس کی شہرت، اس کے باپ کی غیر معمولی سطوت اور اس کے لڑکے کی شان و شکوہ کی جگمگاہٹ کے مقابلہ میں ماند پڑ گئی ہے۔ تاریخ دسیسہ کاریوں اور سیاحوں کی جعل سازیوں نے اُس کے حالاتِ زندگی کو بگاڑ دیا ہے اور بے تعلق الفاظ اور جملوں سے اس کی زندگی کو پرکھا گیا ہے۔

اس کی سیرت

اس کی زندگی کا بحیثیت مجموعی جائزہ لینے پر وہ سمجھدار، نیک دل انسان معلوم ہوتا ہے جسے اپنے خاندان والوں سے گہری محبت اور سب کے لیے دل کی فراخی، ظلم سے شدید نفرت اور انصاف سے دلی لگاؤ تھا۔ شہزادگی اور نیز شاہی کے زمانہ میں ایک آدھ مرتبہ غیظ و غضب کے ہیجان میں اس سے انفرادی بربریت اور ظلم کی حرکات ضرور سرزد ہوئیں[1]۔ مگر عام طور پر وہ انسانیت، ملنساری اور نیاضی میں یکتا تھا۔

---

[1] چنانچہ خود جہانگیر کا بیان ہے: ۲۲ تاریخ کو عین اس وقت جبکہ ایک نیل گائے میرے نشانہ کی زد میں آ گئی تھی اچانک ایک جماعت درمیان میں آ گئے اور نیل گائے بھاگ گئی۔ سخت طیش کی حالت میں میں نے حکم دیا کہ ساربان کو فوراً قتل کر دیا جائے اور بیرون کے پیر کی کاٹ کر ان کو گدھوں پر سوار کر کے کیمپ میں گشت کرایا جائے تاکہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ نیز دیکھو سفرنامہ [illegible] دوم صفحات [illegible] طامس رو صفحات [illegible] جلد [illegible] صفحات ۱۹۶ تا ۲۰۷۔ ایسے ہی واقعات کی بنا پر جہانگیر کے مزاج کو [illegible] کہتا ہے کہ کبھی وہ وحشیانہ طور پر ظالم ہو جاتا تھا اور کبھی انتہائی نیک اور انصاف پسند۔

Marfat.com

کوشش کی گئی۔ اس کے نام کے سکے فوراً رواج عام سے واپس لیے گئے وہ خود دو لاکھ سالانہ پنشن لینے پر قانع ہو گئی ایسے شخص کے ہاتھ سے جسے اُس نے بامِ عروج پر پہنچا کر تحت الثریٰ میں گرا دیا تھا اور جس کو اب اُس کے علی الرغم قسمت نے بلند ترین عروج پر پہنچا دیا تھا۔

نور جہاں کی وفات

نورجہاں نے اس کے بعد ہمیشہ سفید کپڑے پہنے اور خوشی کی محفلوں میں شرکت کرنے سے گریز کیا اور زیادہ تر اپنی لڑکی شہر یار کی بیوہ کے ساتھ لاہور میں سوگ کی حالت میں رہی۔ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد وہ پورے اٹھارہ سال زندہ رہی اور ۲۹ شوال ۱۰۵۵ھ کو انتقال کیا۔ اس کی تجہیز و تکفین سادگی سے ہوئی۔ اسے جہانگیر کی قبر کے پاس اُسی قبر میں دفن کیا گیا جو اُس نے خود اپنے لیے تعمیر کی تھی۔[۳۲]

---

[۳۲] بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۴۱۱ (الیٹ وڈاوسن جلد ہفتم صفحات ۶۵ تا ۷۰)، انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۱۶۲۴–۲۹ء صفحات ۲۴۰ تا ۲۴۲

Marfat.com

مذہبی خیالات جہانگیر کے مذہبی خیالات نے اُس کے ہم عصروں اور نیز بعد کے لوگوں کو بھی اُلجھن میں ڈال دیا۔ کچھ لوگ اُسے لامذہب سمجھتے تھے اور بعض نے اُسے دل سے سچا مسلمان یا سچا عیسائی خیال کرتے تھے جو توہمات میں مبتلا ہو یا مذہب کا مذاق اُڑاتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ وہ دل راسخ العقیدہ مذہبی جذبات سے بیگانہ اور اتنا روشن خیال تھا کہ محض متقررہ مذہبی عقائد یا توہمات سے مطمئن نہ ہوتا تھا۔ تاہم اُسے خدا پر پختہ اعتقاد تھا اور اولیاء اللہ پر بھی خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ عام ہندو مذہب اپنے خدائی اوتار کے اصول کے ساتھ اس کی نظر میں ہیچ تھا۔ مسیح کی ولادت غربت اور مصلوب اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔[1]

---

[1] ٹیری صفحہ ۴۰۹

"ہمارے آقا کا جسے وہ حضرت عیسیٰ کہتا ہے وہ بڑے احترام سے ذکر کرتا ہے جیسا کوئی مسلم حکمران جو وہ کہلاتا ہے اگرچہ ہے نہیں۔ ساری دنیا میں اتنا احترام نہیں کرتا چنانچہ اس کے ملک میں عیسائی اتنی آزادی سے رہتے ہیں جتنے کسی مسلمان بادشاہ کے ملک میں نہیں"۔ سال۔ بینک خطوط موصولہ جلد ششم صفحہ ۱۸۸

دوسرے سیاحوں کی شہادت بھی اسی قسم کی ہے بنلاکر یات کہتا ہے۔ ہمارے نجات دہندہ اور تمام عیسائیوں خصوصاً انگریزوں کا ذکر وہ اتنے احترام اور کریم النفسی سے کرتا ہے کہ کوئی مسلم بادشاہ ایسا نہیں کرتا۔" کروڈی بیچڈ۔ پرچہ جات چہارم صفحہ ۴۶

ولیم فنچ نے جولائی ۱۶۱۰ء میں جو کچھ لکھا ہے اس میں بازاری گپ شامل معلوم ہوتی ہے "اس مہینہ بھر بادشاہ کے مسیحیت کے بارے میں سخت ہنگامہ رہا۔ بادشاہ نے علما کے سامنے اقرار کیا کہ مسیحیت معقول ترین مذہب ہے اور محمد کا مذہب بالکل جھوٹا اور افسانوی ہے۔ اس نے اپنے مرحوم بھائی کے تین لڑکوں کو پادریوں سے تعلیم دلانے کا حکم دیا اور ان کے لیے عیسائیوں جیسے کپڑے بنوائے جس کی سارے شہر میں بڑی تعریف ہوئی۔ پرچہ جات چہارم صفحہ ۴۰

یہ بات کہ اُس کا اعتقاد حضرت محمد پر نہ تھا اسی سے ثابت ہے کہ اپنے طویل مفصل روزنامچہ میں جو خدا سے دعاؤں، التجاؤں اور شکرانوں اور درویشوں اور جاگیروں کے ذکر سے بھرا ہے۔ اس میں وہ حضرت محمد کا چند بار بھی ذکر نہیں کرتا۔ اُس نے قرآن کے ترجمہ کا حکم دیا جو راسخ العقیدہ مسلم طریقہ کے خلاف ہے۔ وہ جانداروں اور خاص کر انسانوں کی تصویروں سے خوش ہوتا ہے اور یہ بھی راسخ العقیدہ مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے اس نے نوروز کے جشن اور زمین بوسی کا طریقہ جاری رکھا۔ اپنے روزنامچہ میں تاریخیں وہ ہجری سنہ کی نہیں بلکہ ایرانی سنہ کی لکھتا ہے۔ وہ عیسائیوں کو سور کا تحفہ دیتا ہے جو کوئی مسلمان خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتا خطوط موصولہ چہارم صفحہ ۱۰۱ مانواری منوچی نے اس روایت کا ذکر کیا ہے جو سترھویں صدی کے ربع آخر میں

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس کی سلطنت میں جو اصلاحی ہندو اور مسلم فرقے وجود میں آئے تھے اُن کے متعلق وہ بہت کم جانتا تھا البتہ ایک خدائے واحد کا دھیان کرنے یا اولیاء اللہ کا احترام کرنے یا درویشوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ) زبان زد تھی کہ جہانگیر مذہب اسلام کا دشمن ہے اور رمضان شریف کی بے ادبی کرتا ہے اور مسلمانوں کو چڑھانے کے لیے اس مہینے میں شراب پیتا اور سور کا گوشت کھاتا ہے اور سخت کٹر مسلمانوں کا روزہ تڑوا دیتا ہے۔ منوشی کا یہ بھی بیان ہے جو غلط اور مہمل ہے مگر معنی خیز کہ جہانگیر نے سوروں کے کئی بت بنا کر اپنے محل میں رکھے تھے اور خواب سے بیدار ہو کر انھیں دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ کسی مسلمان کی صورت دیکھنے کی بجائے ان سور کے بتوں کو دیکھنا بہتر ہے۔

جلد اول صفحات ۱۵۰ تا ۱۵۹ -

ہندو مذہب کے متعلق عام ہندو مذہب بھی اُسے قابل قبول نہ تھا اور ہندو پنڈت علماء سے خدائی اوتار کے متعلق مباحثہ کے بعد اندازہ ہوا کہ مروجہ ہندو مذہب سے بھی اس کو تشفی نہ ہوئی۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ اس حضرت رساں نقطہ خیال سے یہ لازم آتا ہے کہ علت جو تمام حدود اور قیود سے آزاد ہے وہ طول و عرض اور جسامت کی قید میں آجائے گا۔ اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ ان افراد میں روشنی کا مظہر ہے تو یہ تمام مخلوق ہستیوں میں موجود ہے اور ان دس اوتاروں میں محدود نہیں ہے۔ اگر یہ مطلب کسی فرد کو انہی صفات سے متصف کیا جائے تو یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے افراد کا وجود پایا جاتا ہے جو معجزات اور عجائبات پر قادر تھے اور عقل اور فصاحت میں اپنے عہد کے لوگوں سے ممتاز تھے۔ بہت بحث مباحثہ کے بعد پنڈتوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اوتار ایک ایسے خدائے خدایان کا تصور قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں جس کے نہ جسم ہے نہ جسامت۔ اس پر بھی بادشاہ معقول نہ ہوا اور سوال کیا کہ یہ اوتار کس طرح خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب اس کے سامنے ایک بت آتا ہے جس کا جسم انسان اور سر سور کا ہے جو خدا کا ابتدائی تصور ہے تو وہ پھر یہی دلیل دہراتا ہے کہ اس سے ہندو مذہب کا ناکارہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۲ و ۳۳ - پرائس (صفحہ ۱۴۳) نے اس مباحثہ کی یوں تفصیل دی ہے۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۵۴

آخر کار متنفر ہو کر اور کسی حد تک مسلم خدمات کا لحاظ کر کے جس میں سور کا ایک لعنتی چیز ہے اس نے حکم دیا کہ یہ بت توڑ کر پاس کے تالاب میں پھینک دیے جائیں۔ اس نے ایک جوگی کا آشرم بھی توڑ وا دیا جو عوام کی جہالت سے سودا کرتا تھا اور اسکے بت تڑوا کر خود اسے بھی وہاں سے نکلوا دیا۔

سنہ ۱۶۲۲ء میں جب وہ کانگڑہ گیا اور درگا دیوی کا مندر دیکھا تو کہا "یہاں ایک دنیا ایک گمراہی کے جنگل میں بھٹک رہی ہے" ایک راجہ کے متعلق جو اس سیاہ پتھر کو واپس لے آیا جسے ایک مسلمان اٹھالے گیا تھا، جہانگیر نے کہا "وہ راجہ پھر اسی گمراہی کا مظاہرہ کر رہا ہے" جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۲۵۴ تا ۲۵۵ و جلد دوم صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۵

Marfat.com

صحبت میں جانے اور مذہبی رسوم انجام دینے میں اُسے تشفی ہوئی تھی اور اس پر وہ قانع تھا۔ ذہنی طور پر اس کا عمدہ تصوف یا ویدانت تھا جس پر وہ جدروپ یا دوسرے درویشوں سے گفتگو کر کے خوش ہوتا تھا[3]

مذہبی پالیسی عام مبلغین اور مذہبی جنون والے سماجی اور سیاسی نظم کے استحکام کے لیے خطرناک تھے اس لیے اُن سے سختی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ چوتھے سکھ گرو ارجن کی سزائے موت کو مذہبی تشدد کہا جاتا ہے لیکن یہ سیاسی وجوہ کی بنا پر تھا۔ جہانگیر کو سکھ مذہب سے تعصب تو ضرور تھا مگر وہ مذہبی تشدد سے پرہیز کرتا تھا۔ اس نے شیخ احمد سرہندی اور شیخ ابراہیم بابا کو چند سال تک گوالیار کے شاہی قید خانہ میں بند رکھا مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ افغانوں اور دوسرے مسلم مریدوں پر ان کا جو اثر تھا وہ مخدوش تھا[4] گجرات کے

---

[3] جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۱۸۹، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۶۷، ۲۶۸ تا ۳۲۹، ۳۶۱، ۳۸۱ جلد دوم صفحات ۲۵، ۹۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۷۰۔ طامس رو نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی وہ (جہانگیر) سو رسلم عقیدہ کا اظہار کرتا مگر ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی تمام تقریبات مناتا اور رسوم انجام دیتا۔ صفحہ ۳۱۴، نیز صفحات ۱۹۲ و ۲۹۱۔ ٹیری صفحہ ۲۸۶

منجموں کی پیش گوئیوں کے متعلق دیکھو جہانگیر جلد اول صفحہ ۱۴۹ و جلد دوم صفحات ۱۵۲، ۱۶۰ و ۲۰۳ ۔ نیز دیکھو بر نیر صفحات ۱۶۱، ۲۴۴ و ۲۴۵۔

اس کی پیش گوئیوں کی کتاب معناس کے ہاتھ سے لکھے ہوئے سوانحی کے خدا بخش لائبریری، بانکی پور میں محفوظ ہے۔ پروفیسر بلوکمین نے جہانگیر کے مذہبی رجحانات و احساسات کو مروجہ مذاہب کے ماتحت ایک نام دینے کی کوشش میں غلطی سے یہ خیال کر لیا کہ جہانگیر ذہن اور طبیعت کے لحاظ سے اتنا کمزور تھا کہ اس میں کسی ایک عقیدہ پر قائم رہنے کی استعداد ہی نہ تھی کبھی وہ تلون مزاجی سے پکا مسلمان ہو جاتا تھا اور کبھی اچھا ہندو اور کبھی پارسی اور اس کی تخت نشینی میں کوئی مذہبی عنصر نہ تھا بلکہ محض غیر مذہبی پالیسی کی بنا پر۔ اکبر کے دین الٰہی کا (جو کچھ بھی ہو وہ ہو) وہ کبھی پیرو نہ تھا۔ نہ ہی جیسا کہ ایک ماہر مشرقیات کا خیال ہے۔ وہ محض طفلانہ خوف سے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کو اختیار کرتا تھا۔ اس کا جو بھی عقیدہ تھا۔ بے اصول یا روشن خیالات، وہ اس کی زندگی کے بیشتر حصہ میں ایک ہی ڈھنگ پر رہا۔ اور نہ جیسا ایک فاضل پروفیسر نے کہا ہے۔ اس کا مذہب توہم پرستانہ تھا۔ کلکتہ ریویو ۱۹۶۹ء جلد ۹۰ صفحات ۱۲۹ و ۱۴۰

[4] شیخ احمد سرہندی ۱۶۱۹ء میں جہانگیر نے ایک مشہور مسلم مبلغ شیخ احمد سرہندی کو اپنے دربار میں طلب کیا جس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور جس کے لیے مسلمانان اسلام کے پہلے ایک ہزار سال گذرنے پر منتظر تھے اور جس نے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سو تیمبر جینیوں کی تعزیر کے متعلق اُس نے جو حکم دیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ خسرو کی بغاوت شروع ہونے پر ان کے لیڈر مان سنگھ نے پیشگوئی کی تھی کہ جہانگیر کی حکومت دو سال کے اندر ختم ہو جائے گی اور نیز اس لیے کہ اس کا گھر بغاوت اور بد اخلاقی کا سرگرم مرکز مشہور تھا اگرچہ یہ بات غلط تھی۔

اپنی تخت نشینی کے وقت اس نے اپنے حامیوں کے ایک طبقہ سے جو اسلام کی حمایت کا وعدہ کیا تھا اس کے لحاظ سے مجبوراً کچھ دنوں اس نے سختی کا برتاؤ کیا جو اس پالیسی کے خلاف تھے۔ کچھ دن تک وہ جزویٹ مشنریوں کی صحبت سے الگ رہا اگرچہ جلد ہی اپنی عنایات اُن پر بحال کر دیں۔ اُس نے دو آرمینی نوجوان مسیحیوں کا جبراً ختنہ کرا دیا اور جلد ہی انہیں مسیحی عقیدہ پر قایم رہنے کی اجازت دے دی اور ایک کو بلند درجہ پر فائز کر دیا۔ اپنی سلطنت میں اس نے عیسائی مشنریوں کو آزادی سے تبلیغ کرنے اور عیسائی بنانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس نے اپنے سکوں پر اسلامی کلمہ پھر سے بحال کر دیا مگر صرف دو تین برسوں کے لیے[شہ] چنانچہ مستثنیات کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) مذہب اور عبادت کا ایک انوکھا طریقہ رائج کیا تھا۔ جہانگیر نے باوجود اس کی جہالت کے اُسے مغرور اور خود پسند پایا۔ اس کی کتاب مکتوبات جہانگیر کے نزدیک لغویات کا طومار تھی جس میں بہت سی غیر نفع بخش باتیں تھیں جو لوگوں کو بے وفائی اور لادینی کی طرف لے جانے والی تھیں۔ غریب شیخ کو انی رائے دلانی کے حوالہ کیا گیا کہ اُسے قلعہ گوالیار میں قید رکھے جو عموماً سیاسی قیدیوں کے لیے تھا۔ شاید جہانگیر کو اس شیخ کے متعلق اندیشہ تھا کہ اس کی تعلیمات کی اشاعت سے مشکلات پیدا ہوں گی لیکن دو سال بعد جب اس نے پشیمانی ظاہر کی اور وفاداری کا اقرار کیا تو نہ صرف اُسے رہا کیا گیا بلکہ خلعت بھی دی گئی اور کئی دفعہ معقول رقمیں بھی دی گئیں۔

شیخ ابراہیم بابا اسی طرح ۱۶۰۶ء میں لاہور کے قریب ایک مذہبی تحریک کو دبایا گیا اور اس کے بانی شیخ ابراہیم بابا افغانی کو گرفتار کر کے چنار میں قید کر دیا گیا۔ یہاں بھی خطرہ دراصل کسی حد تک سیاسی تھا اس شیخ نے جس کی حرکات ناشائستہ اور احمقانہ تھیں اپنے گرد افغانوں کا ایک بڑا گروہ جمع کر لیا تھا۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ،، جلد دوم صفحات ۹۱ تا ۹۳ و ۱۶۱ و ۲۷۶

شیخ احمد کی کتاب میں نے تلاش کی مگر مل نہ سکی۔

شہ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحہ ۲۰۸ - نیز جلد دوم۔ لین پول کی ہندوستانی سکوں کی فہرست پلیٹ نمبر ۱۸
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

علاوہ اُس کی مذہبی پالیسی عموماً کامل رواداری کی تھی۔ اپنے روزنامچہ میں اُس نے اپنے والد کی مقرر کردہ صلح کی پالیسی کی بہت تعریف کی اور اس کی پابندی بھی کی[۵۵]

سلطنت کا نظم و نسق

کچھ کم تعریف کی بات نہیں ہے کہ جہانگیر کا نظم مملکت اکبر اعظم ہی کے اصولوں پر تھا۔ اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ہو بھی نہیں سکتا۔ سر ہنری الیٹ نے جہانگیر پر یہ اعتراض کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس کے شہرۂ آفاق ادارے نہ ذہنی حیثیت سے نو ایجاد تھے اور نہ موثر[۵۶] پہلے اعتراض کو تو فوراً

(بقیہ صفحہ) ڈو جارک جلد ۱ صفحات ۱۴۷، ۱۵۰ تا ۱۵۱۔ پائی رارڈ دی لاول جلد دوم پلیٹ نمبر ۱ صفحہ ۲۴۲۔ فارسی تواریخ میں چینیوں کے خلاف حکم کی منسوخی کا ذکر نہیں ہے مگر اس زمانہ کی چینیوں کی کتابوں میں یہ صاف لکھا ہے۔

مرزا ذوالقرنین کے پورے قصہ کا ترجمہ معہ تشریحات کے فادر ہوسٹن ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۱۵ تا ۱۹۴ میں دیا ہے۔ اکثر یورپین سیاحوں نے اس کا نام لکھا ہے۔ ٹیری صفحات ۳۰ تا ۲۷۵ پٹر منڈی جلد ۲ صفحہ ۹۷۔ منوچی جلد اول صفحات ۱۴۲ تا ۱۴۳ وغیرہ۔ وہ سانبھر کی سرکاری نمک کی جھیل کا نگراں مقرر کیا گیا تھا۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد دوم صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵

۵۵ اس معاملہ میں یورپین سیاحوں کی شہادت جو ایسے ملک سے آئے تھے جہاں مذہبی آزادی مفقود تھی۔ بہت زوردار اور ہے۔

ٹیری کا بیان ہے "ہر مذہب سے رواداری برتی جاتی ہے اور ان کے مبلغین کا احترام کیا جاتا ہے۔ خود مجھے بادشاہ نے اکثر فادر کہہ کر مخاطب کیا اور بہت سے مہربانی کے الفاظ کہے اور بڑے سے بڑے امرا کے درمیان میں جگہ دی۔"

طامس رو کا بیان ہے: "وہ (جہانگیر) تمام مذاہب کا روادار ہے البتہ وہ مذہب کی تبدیلی کو پسند نہیں کرتا اگرچہ ہمیں ٹیری سے معلوم ہوا کہ مذہب کی تبدیلی سے شاہی مراعات میں فرق نہیں آتا۔ ویلاوال نے یہ دیکھا کہ ہندو مسلمان مل جل کر رہتے ہیں اس لیے کہ ... مغل اعظم اگرچہ مسلمان ہے (گو کہ جیسا کہا جاتا ہے خالص مسلمان نہیں) اپنی سلطنت میں مذہبی تفریق نہیں کرتا اور دربار میں اور فوج میں حتیٰ کہ بلند ترین درجوں میں بھی سب کے ساتھ برابری اور لحاظ کا برتاؤ ہوتا ہے۔ البتہ وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ امتیاز ہے۔ ٹیری پرچہ جات جلد ۹ صفحہ ۲۲۴۔ ڈیلاوال جلد اول صفحہ ۷۰۔ ڈیلاوال کے ایرانی ملازم کے مضحکہ خیز واقعہ کے متعلق جس نے مغل پالیسی کی ناواقفیت کی وجہ سے بلا اجازت کے اپنا مذہب تبدیل کر دیا۔ دیکھو ڈیلاوال جلد اول صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۵ نیز صفحہ ۵۴ پر جہانگیر کی یہ رائے کہ انسان ہر مذہب سے منتفع ہو سکتا ہے۔

۵۶ الیٹ و ڈاوسن جلد ششم، نوٹ سی صفحات ۴۹۳ تا ۵۱۶

Marfat.com

مان لینا چاہیئے مگر یہ بھی کوئی اعتراض ہے۔ انتظام مملکت میں تخلیق کا وجود شاذ و نادر ہے۔ یہ چیز زیادہ نہ اکبر میں تھی نہ شیر شاہ میں۔ مدبر کے معیار کو نئی ایجادوں کی بنیاد پر نہیں جانچا جاتا بلکہ خیالات اور دستور کو قبول کرنے اور انہیں مناسب حال بنانے کی استعداد سے ہوتا ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ شاہی فرامین کی ہمیشہ پابندی نہیں ہوتی تھی مگر اس کی ذمہ داری حالات کی نوعیت پر ہے۔ قرون وسطیٰ کی کوئی سلطنت جس کے ذمہ اتنے وسیع ملک کا انتظام ہو سرحدی علاقوں میں اپنے احکام کو مؤثر نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک جہانگیر کی صحت نے جواب نہیں دیا اُس نے بڑی جوانمردی سے اپنی رعایا کو حکام کے ظلم و ستم سے بچانے کی کوشش کی [۵۸]

جہانگیر کی شراب نوشی

جہانگیر کی شراب نوشی کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ خود اس نے قلم سے نہایت صاف بیانی سے اس کی تفصیل لکھی ہے لیکن ہاکنس اور طامس رو نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا اُسے لفظ بہ لفظ مان لینا غلط ہوگا۔ مزید براں انصاف کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ کی اور اس کے ماحول کا لحاظ کر کے اس پر رائے قائم کرنا چاہیئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ متعدد شہزادے اور امرا شراب کے عادی تھے منجملہ اوروں کے مرزا محمد حکیم اور مراد و دانیال و پرویز شہزادے اور شیر خاں، شاہ نواز خاں، جلال الدین مسعود یہ چند نام ہیں جو کثرتِ شراب نوشی سے فوت ہوئے۔ جہانگیر اگرچہ تھوڑی سی شراب کو عاقل دوست سمجھتا تھا مگر اس نے اپنی رعایا میں اس کی ہمت افزائی نہیں کی حقہ بند کرنے کی اس کی کوشش بے نتیجہ رہی مگر اچھی نیت سے کی گئی تھی [۵۹]

---

[۵۸] پچھلا چوتھا باب۔ [۵۹] اکبر نامہ (بیوریج) جلد سوم صفحہ ۲۰۳۔ بدایونی (لو) جلد دوم صفحہ ۲۲۳۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۵ و ۳۴ و ۱۳۱ و ۱۳۴ تا ۱۴۲ جلد دوم صفحہ ۸۰۔ ایک اور بھی عجیب فرمان قابل ذکر ہے۔ تنباکو جو ہندوستان میں اکبر کے عہد میں آئی اور جلد ہی تمام شہروں اور دیہاتوں میں آبادی کے ہر طبقہ میں پھیل گئی۔ اس سے جہانگیر کے نزدیک ہر طبیعت اور جسمانی ساخت کو نقصان پہنچتا تھا اور اس کے استعمال کو ممنوع کیا گیا مگر لوگوں نے اس کی بہت کم پروا کی۔ جہانگیر (راجرس و بیوریج) جلد اول صفحات ۳۷۰ تا ۳۷۱ خلاصۃ التواریخ صفحہ ۴۵۹ تیری صفحہ ۹۲۔ حقہ نوشی کے متعلق دیکھو ٹیری صفحہ ۹۶۔ ژا ایر جلد سوم صفحہ ۱۴۹۔ تنباکو کے استعمال کے دوسرے طریقوں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

انسانی ہمدردی کے احکام تین سال پہلے اس نے اور انسانی ہمدردی کا فرمان ختنت کرنے اور فروخت کرنے کے وحشیانہ رواج کو موقوف کرنے کے لیے جاری کیا تھا۔ یہ رواج خاص کر بنگال کے ضلع سلہٹ (اب آسام) میں رائج تھا۔ اس کی خلاف ورزی کی سخت سزا مقرر کی گئی تھی۔ تھوڑے دن بعد جب افضل خاں گورنر بہار نے ایسے کئی ملزموں کو دربار روانہ کیا تو بادشاہ نے انہیں عمر قید کی سزا دی۔ لیکن اس قابل تعریف کوشش کو جاری نہیں رکھا۔ وہ خود برابر خواجہ سراؤں کو ملازم رکھتا رہا۔ اس کی خوش فہمی کی توقع کہ یہ رواج خود ہی ختم ہو جائے گا، پوری نہیں ہوئی۔ یہ قبیح رسم جو بگڑے ہوئے دربار سے بنوامیہ کے دربار میں آئی تھی شاہی حرم کے خاتمہ ہی پر موقوف ہوگی جس نے اسے رائج کیا تھا[۱۰]۔ جہانگیر کے دوسرے ایسے احکامات پر تبصرہ کی ضرورت نہیں جو انسانی ہمدردی اور روشن خیالی کے جذبات پر مبنی [illegible] اور ان کا جاری کرنے والا قابل ستائش ہے اور یہ بالکل بے نتیجہ نہیں رہے۔

صلح کل پالیسی سیاست عالیہ میں جہانگیر کی مصالحانہ پالیسی بنگال اور میواڑ میں حق بجانب ثابت ہوئی لیکن دکن میں ناکام رہی۔ مگر یہ ناکامی قابل افسوس نہیں ہے اس لیے کہ اس کی کامیابی سلطنت کے تباہ کن ہوتی۔

جہانگیر کی کمزوری جہانگیر کی زندگی اور حکومت کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ اسکے گرد و پیش جو افراد اس سے محبت کرتے تھے اور وہ خود ان سے محبت کرتا تھا اور اُن کے اثر میں آجاتا تھا۔ اکبر کے عہد حکومت میں اس پر اس کے

(بقیہ صفحہ) متعلق دیکھو ماڈرن کی کنٹریز راونڈری بے آف بنگال صفحہ ۹۰ بینز س ریسیو دمائی ایسٹ انڈیا کمپنی جلد اول صفحہ ۳۰۰۔ اکبر کے عہد میں تمباکو سگار کے متعلق دیکھو وقائع اسد بیگ (ایلیٹ وڈاوسن، جلد ششم صفحات ۱۶۵ تا ۱۶۷)۔ جہانگیر کے ایک ہمعصر حکمران ایران کے شاہ عباس نے بھی تمباکو کی ممانعت کی تھی مگر اس کے دوسرے معاصر انگلستان کے جیمس اول نے اس ممانعت کے خلاف حکم جاری کیا۔

[۱۰] جہانگیر (جہانگیر نامہ، راجرس و بیوریج، جلد ۱، صفحات ۱۵۱، ۱۵۰ و ۱۶۸)

اورنگ زیب (سرکار، جلد سوم صفحات ۹۰، ۹۱) نے بھی [illegible] کرنے کی ممانعت کی مگر وہ بھی جہانگیر کی طرح خواجہ سراؤں کو ملازم رکھتا رہا چنانچہ اس کی ممانعت بھی بے نتیجہ رہی۔

Marfat.com

دوستوں کا اثر رہا جنہوں نے اُسے بغاوت پر اکسایا اور پھر دس سال تک نور جہاں کا گروہ اس پر حاوی رہا۔ انہوں نے جہانگیر کی داخلی اور خارجی اصولوں سے تو کبھی انحراف نہیں کیا مگر اُن کی اقتدار پسندی نے سلطنت میں اختلال پیدا کر دیا۔ جہانگیر اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری سے تو الگ نہیں ہو سکتا لیکن یہ ظاہر کر دینا قرین انصاف ہوگا کہ سب سے زیادہ خرابیاں اُس وقت پیدا ہوئیں جب اُس کی صحت نے جواب دے دیا۔ اگر اپنی زندگی کے آخری دس برسوں میں اُس کی صحت برقرار رہی ہوتی تو وہ اپنا اثر استعمال کرتا اور دوہری خانہ جنگی درپیش نہ ہوتی۔

نتیجہ بحیثیت مجموعی جہانگیر کی حکومت سلطنت کے امن و امان اور بہبودی کے لیے مفید رہی۔ اس کے عہدِ حکومت میں حرفت و تجارت کی ترقی ہوئی، فنِ تعمیر نے عروج حاصل کیا، مصوری اعلیٰ درجہ تک پہنچی اور ادب کو اتنا فروغ ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ تلسی داس نے رامائن تصنیف کی جو شمالی ہند میں لوگوں کے لیے ہومر، انجیل، شکسپیر اور ملٹن کی تخلیقات کا درجہ رکھتی ہے۔ ملک میں بکثرت فارسی اور دیسی زبانوں کے نامور شعرا نے مل کر اس عہد کو روم سلطنت کے بہترین دور کا ہم پلہ بنا دیا۔ جہانگیر کے عہد کا سیاسی پہلو کافی دلچسپ ہے مگر اس کا شاندار ترین پہلو ذہنی ارتقا ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ

پہلے باب کے متعلق نوٹ

شیخ سلیم چشتی کے انتقال اور ان کی قبر پر مشہور قبہ کی تعمیر کے بعد شہنشاہ اکبر نے کئی گاؤں کی آمدنی مزار کی داشت اور مذہبی رسوم انجام دینے اور ان کی اولاد کے گزارہ کے لیے وقف کیے۔ ۱۸۴۶ء تک ان گاؤں کے مالی معاملات کا انصرام ان لوگوں نے کیا جنکے سپرد وقف کا انتظام تھا۔ لیکن ۱۸۴۶ء میں اس وقت کی انگریزی حکومت نے وقف کے انتظام کے متعلق نئے احکام جاری کیے جو سکریٹری صوبہ شمال مغربی کی حکومت کے مکتوب بناب سکریٹری صدر بورڈ آف ریونیو مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۴۶ء میں درج ہیں اور جس کی نقل کاغذات سرکاری میں موجود ہے۔

"یہ طے کیا گیا کہ وقف کا موجودہ انتظام نہ قایم رہے گا اس لیے کہ حکومت نے مالکان اراضی سے بندوبست کر لیا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ سے کل آمدنی سرکاری خزانہ میں داخل کی جائے گی اور کلکٹر کی نگرانی میں اس خط کی مندرجہ ہدایات کے مطابق خرچ ہوگی اس خط میں یہ طے کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ کا مزار ایک قومی تعمیری یادگار ہے جسے قائم رکھنا اور مرمت کرائے رہنا حکومت کا فرض ہے اور اس کے لیے ایک رقم مخصوص کر دی گئی ہے"

اس کے بعد یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ کل آمدنی میں سے ایک رقم مذہبی رسوم کی انجام دہی میں خرچ ہوگی جیسا کہ بادشاہ نے طے کیا ہے۔

"آخر میں ایک مقررہ رقم شیخ کی اولاد کے گذارہ میں خرچ ہوگی اور یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ لوگ سرکاری پنشنر سمجھے جائیں گے اور انہیں حق ہوگا کہ اپنی پنشن کی رقم ہمیشہ سرکاری خزانہ سے وصول کرتے رہیں۔ طے ہوا ہے کہ ان کا اندراج اسی صورت میں ہوگا اور ان کے ساتھ یہی طریقہ برتا جائے گا جو اب تک جاری ہے"

(الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ مجریہ فروری ۱۹۲۳ء کا ملخص جو شیخ سلیم چشتی کی اولاد میں سے ایک کی پنشن کے بارے میں فیصل ہوا تھا)

Marfat.com

ضمیمہ ب

چوتھے باب کے متعلق نوٹ

شیخ مجدد ایک بزرگ تھے جن کا خاندان افغانستان سے نقل وطن کر کے سندھ میں آیا شہنشاہ جہانگیر کے سامنے زمین بوس ہونے سے انکار کیا۔ انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا لیا مگر جلد ہی بادشاہ اپنی سخت گیری پر پشیمان ہوا اور حضرت شیخ کو رہا کر کے ان سے معذرت لی۔ ان کی صلبی اولاد اب بھی اُن کے دس بارہ لاکھ مریدوں میں شمار ہوتی ہے۔

(دیکھو شیخ مجدد کے مقدمہ کی روئیداد بعدالت سیشن کراچی مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۱ء)

ضمیمہ ج

اسناد

(۱) معاصر فارسی تواریخ

ابوالفضل کا اکبر نامہ — شہرہ آفاق شیخ ابوالفضل علامی کا اکبر نامہ جسے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ نے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔ ہنری بیوریج اس کا ترجمہ کر رہا ہے۔ ترجمہ قسطوں میں ۱۸۹۷ء سے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ببلیو تھیکا انڈیکا کے سلسلہ شائع کر رہی ہے۔ پہلی اور دوسری جلدیں مکمل ہوگئی ہیں۔ تیسری جلد کی دس قسطیں شائع ہو چکی ہیں جو متن کے ۶۳۷ ویں صفحہ تک اور حالات کے ۱۵۶۱ء تک پہنچ گئی ہیں۔ تینوں جلدوں کے منتخب حصوں کا ترجمہ الیٹ اینڈ داوسن نے ہسٹری آف انڈیا از بر ہولڈ بائی اس ہسٹوریئنس" کی جلد ششم صفحات (۲۱ تا ۴۶) میں شائع ہو چکا ہے۔ مدراس فوج کے لفٹنٹ سامرس کا ملخص ترجمہ مخطوط صورت میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی

Marfat.com

لندن میں ہے۔ اس سے الیٹ اینڈ داؤسن، الفنسٹن، کاونٹ وان نوایر اور دیگر مورخین نے استفادہ کیا ہے۔ خود ابوالفضل کی تاریخ ۱۶۰۲ء تک پہنچتی ہے جو اس کے انتقال کی تاریخ ہے۔

شہزادہ سلیم اور اس کے بھائیوں کی پیدائش، تعلیم، بعض شادیوں، ان کے منصب اور اُن کی ابتدائی زندگی کے متعلق بعض دیگر واقعات کے متعلق اکبر نامہ ہماری سند کا خاص ذریعہ ہے۔ اس کی تاریخیں خاص طور پر قابل قدر ہیں۔

تکمیل اکبر نامہ

عنایت اللہ کا تکمیل اکبر نامہ ابوالفضل کی معرکہ آرا تصنیف کا سلسلہ اکبر کے عہد حکومت کے آخر تک ہے۔ اسے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نے شائع کیا۔ کچھ حصہ کا انگریزی ترجمہ جو لفٹنٹ سامرس نے کیا ہے وہ بھی اصل کتاب کے ساتھ ہے۔ اس کی اہم عبارتوں کا ترجمہ الیٹ ڈاوسن نے جلد ششم صفحات ۱۰۳ تا ۱۱۵ میں اور بعض دیگر حصوں کا ترجمہ وان نوائر نے اپنی کتاب "اکبر" میں کیا ہے۔ سلیم کی بغاوت، ابوالفضل کے قتل، بنگال میں افغانوں کی شورش، شہزادہ دانیال کی موت، بیر سنگھ دیو کے تعاقب اور اکبر کی علالت اور انتقال کے حالات کے متعلق یہ کتاب ہماری معلومات کا خاص ذریعہ ہے لیکن اس میں بعض تفصیلات نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

نظام الدین کی طبقات اکبری

خواجہ نظام الدین احمد کی "طبقات اکبر شاہی" جو طبقات اکبری کے نام سے مشہور ہے ۱۵۹۴ء تک کی تاریخ ہے۔ ۱۸۷۵ء میں نامی پریس لکھنؤ نے شائع کیا۔ اکبر کے تقریباً پورے عہد کا حال الیٹ اینڈ داؤسن نے جلد ششم صفحات ۱۷۷ تا ۴۷۶ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں شہزادہ سلیم کی ابتدائی زندگی کی کچھ ایسی تفصیلات ہیں جو ابوالفضل کے اکبر نامہ میں نہیں ہیں لیکن اس تاریخوں کو قبول کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ تاہم بحیثیت مجموعی یہ فارسی کی معتبر ترین تاریخوں میں سے ایک ہماری معلومات کا قابل قدر ذریعہ ہے اسے جلاہو تھیبلا انڈیکا میں مدون کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

منتخب التواریخ

عبدالقادر بدایونی کی "منتخب التواریخ" یا خلاصہ تاریخ کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے شائع کیا ہے۔ جلد اول کا ترجمہ لفٹنٹ کرنیل رینکنگ نے اور دوسرے حصہ کا ڈبلیو ایچ لو نے کیا ہے جس کی ای جی کاویل نے نظر ثانی کی ہے اور تیسرے حصہ کا ترجمہ جو لفٹنٹ کرنیل ہیگ نے

Marfat.com

اور دوسرے حصہ کا ڈبلیو ایچ سو نے کیا ہے جس کی ای جی کاویلی نے نظرثانی کی ہے اور تیسرے حصہ کا ترجمہ جو لفٹنٹ کرنیل ہینگ نے کیا ہے وہ ابھی نامکمل ہے کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاوسن نے جلد پنجم صفحات ۴۷۷ تا ۵۴۸ میں بھی کیا ہے۔ نیز بلوکمین کے ترجمہ آئین اکبری صفحات ۱۶۸ تا ۲۰۵ میں ہے، اس کے سیاسی حالات کی تفصیل بیشتر نظام الدین کی کتاب پر مبنی ہے لیکن بعض مزید حالات بھی ہیں۔ اکبر کی ۱۵۹۱ء کی علالت کے حالات صرف بدایونی نے دیے ہیں، تیسرے حصہ میں بزرگوں اور اولیاؤں کے حالات زندگی ہیں جو اکبر اور جہانگیر دونوں تاریخ کے لیے قابل قدر ہیں۔

تاریخ فرشتہ محمد قاسم ہندو شاہ جو فرشتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس تاریخ ۱۶۱۲ء میں لکھی گئی تھی اور یہ ہندوستان کی مشہور ترین فارسی تاریخوں میں ہے اس کا ترجمہ جان برگس نے "ہسٹری آف دی رائز آف محمڈن پاور ان انڈیا" کے نام سے ۱۸۲۹ء میں کیا اور اسے دوبارہ کیمبرے اینڈ کو کلکتہ نے ۱۹۱۰ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں اکبر کی حکومت کے آخر تک کی تاریخ ہے۔ شہزادہ سلیم کے ذاتی حالات کے متعلق اس میں محض دوسرے مورخوں کی دی ہوئی معلومات کی تصدیق کی گئی ہے، اکبر کے عہد کی دکن کی لڑائیوں کے حالات کے متعلق خاص طور پر مفید ہے۔

اسد بیگ کے وقائع ابوالفضل کے مشہور ملازم اسد بیگ کی "وقائع" یا حالات ابوالفضل کے قتل اور قاتل بیر سنگھ کے تعاقب کے حالات کے متعلق یہ مستند ماخذ ہے۔ نیز اس میں خسرو کے مقابلہ میں سلیم کو محروم کرنے کی سازش اور اکبر کی وفات اور جہانگیر کی جانشینی کے مفصل حالات ہیں۔ اس کے اہم ترین حصوں کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاوسن نے جلد ششم صفحات ۱۵۰ تا ۱۷۴ میں کیا ہے۔

انفع الاخبار محمد امیر کی "انفع الاخبار" یا مفید ترین حالات میں اکبر کے عہد کے آخری دنوں میں شہزادہ سلیم کے ساتھ برتاؤ کی بہت قابلِ قدر تفصیل ہے۔ اس کے بعض حصوں کا ترجمہ الیٹ وڈاوسن نے جلد ششم صفحات ۲۴۴ تا ۲۵۰ میں کیا ہے۔

اکبر کے عہد کی دوسری تاریخیں جیسے نور الحق کی "زبدۃ التواریخ" مولانا احمد وغیرہ کی "تاریخ الفی" اور شیخ الہ داد فیضی سرہندی۔ ان میں کوئی مزید معلومات نہیں ہیں۔

آگے جن تاریخوں کا ذکر کیا جائے گا خصوصاً "ماثر جہانگیری" اس سے سلیم کی شہزادگی

Marfat.com

زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اگرچہ وہ بیشتر اس حکومت سے متعلق ہے۔

آئین اکبری ابوالفضل کی "آئین اکبری" جس کی تدوین بلوکمین نے کی اور جسے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نے ببلیوتھیکا انڈیکا سیریز میں شائع کیا۔ اس کا نامکمل ترجمہ فرانسیسی گلیڈون نے کیا جسے ۱۸۰۰ء میں لندن میں شائع کیا گیا۔ مستند ترجمہ ایچ بلوکمین کی جلد اول میں ہے جو ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی اور ایس ایچ جارک کی جلد دوم و سوم میں جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۹۳ء و ۱۸۹۴ء میں کلکتہ میں شائع کیں۔ مغل نظم و نسق کے مطالعہ کے لیے آئین ہمیشہ بنیادی مواد کا کام دے گی۔ بلوکمین کی تشریحات خاص طور پر مفید ہیں۔ دوسری جلد جغرافیائی اور معاشی معلومات کا خزانہ ہے۔

توزک جہانگیری "توزک جہانگیری" یا خود جہانگیر کی یادداشتوں کے مختلف نام ہیں یعنی تاریخ سلیم شاہی، تاریخ جہانگیری، کارنامہ جہانگیری، واقعات جہانگیری، بیاض جہانگیری، اقبال نامہ اور مقالات جہانگیری۔ اس کا ایک اور نسخہ بھی ہے جس کا آگے ذکر کیا جائے گا اور جسے ۱۸۲۹ء میں میجر ڈیوڈ پرائس نے ترجمہ کیا۔ ان دونوں نسخوں کے مستند ہونے یا نہ ہونے پر مدتوں بحث چلتی رہی جس میں سر ہنری الیٹ، پروفیسر ڈاوسن، ڈی ساسی، ڈاکٹر ریو، مارے اور دوسروں نے حصہ لیا اور اب قطعی طور پر طے ہو گیا ہے کہ میجر پرائس کا نسخہ جعلی اور سر سید احمد خاں نے جو نسخہ شائع کیا ہے وہی جہانگیر کی اصلی یادداشت ہے۔

یہ کتاب ہندوستان میں عام ہے۔ سر سید احمد خاں نے اسے ۱۸۶۴ء میں غازیپور اور علی گڑھ سے شائع کیا۔ راجرس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جس کی نظر ثانی تدوین میں حواشی کے ساتھ ہنری بیوریج نے کی۔

پہلے بارہ سال کے حالات کی یادداشتیں ختم ہونے پر خوبصورت جلدوں میں کر کے اس نے اپنے افسروں کو پیش کیں اور سب سے پہلی جلد شاہجہاں کو پیش کی گئی۔ اپنی حکومت کے سترھویں سال جب بادشاہ بیماری میں مبتلا ہو گیا اور دن بدن کمزور ہونے لگا تو یادداشت لکھنے کا کام معتمد خاں کو سپرد کر دیا گیا جس نے انیسویں سال کے حالات تک اسے پہنچایا۔ اس یادداشت کا سب سے پرانا نسخہ جو اگرچہ نامکمل ہے۔ خدا بخش کی اورینٹل لائبریری بانکی پور میں ہے جسے ۱۶۵۰ء میں اورنگ زیب کے بڑے لڑکے

Marfat.com

محمد سلطان نے گولکنڈہ کے قطب شاہی کتب خانہ سے حاصل کرلیا تھا۔

پہلے بارہ سال کی یادداشتوں کا ترجمہ ۱۹۰۹ء میں لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے شائع کیا اور بعد کی یادداشت کا ۱۹۱۴ء میں کچھ حصوں کا ترجمہ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن نے جلد ششم صفحات ۲۷۶ تا ۳۹۱ میں شائع کیا۔ کچھ حصہ کا ترجمہ اینڈرسن نے ایشیاٹک مسلیتی میں ۱۸۷۳ء میں شائع کیا۔

جہانگیر کے عہد حکومت اور اس کی شخصیت کے مطالعہ کے لیے یہ روزنامچہ معتبر ترین سند ہے۔ شورشوں، بغاوتوں اور فتوحات کے مفصل حالات اس میں ملتے ہیں۔ تمام اہم تقررات، ترقیوں اور برطرفیوں کا اس میں ذکر ہے۔ امرا اور حکام کے حالات جیتی جاگتی تصویر کی شکل میں بیان کیے گئے ہیں۔ وباؤں کا حال بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سلطنت کے ہر حصہ کے غیر معمولی واقعات خبر رسانوں کے۔ یہ لکھ کر بھیجے ہیں جو اس میں درج کیے گئے ہیں خود بادشاہ کی زندگی کے حالات نہایت وضاحت اور صاف گوئی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، البتہ صرف بعض حالات جیسے خود اس کی اپنے والد سے بغاوت اور شہزادہ خسرو کی موت کے اسباب پر لیپ پوت کی گئی۔

تاریخ سلیم شاہی "تاریخ سلیم شاہی" جس کا ترجمہ بمبئی کی فوج کے میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا تھا رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی اورنٹیل ٹرانسلیشن کمپنی نے "شہنشاہ جہانگیر کا خود نوشت روزنامچہ ایک فارسی مخطوطہ سے ترجمہ کیا ہوا" کے عنوان سے شائع کیا تھا جس کی نقل بت ۱۹۰۶ء میں بنگباشی پریس کلکتہ نے شائع کی۔ اس کے مصنف کا نام نہیں معلوم اکثر حالات میں یہ اصل روزنامچہ سے زیادہ مفصل ہے مگر بحیثیت مجموعی یہ جعلی ہے۔ بدقسمتی سے الفنسٹن اور دیگر مورخین نے اسی سے استفادہ کیا اور جہانگیر کی سیرت کے متعلق جو بہت سی باتیں اس وقت رائج ہیں اُن میں اس کتاب سے زیادہ کسی اور کا حصہ نہیں ہے۔ اس کے مخطوطہ نسخے خدابخش کی اورنٹیل لائبریری بانکی پور میں اور دوسری جگہوں پر موجود ہیں۔

معتمد خاں کا اقبال نامہ معتمد خاں کا "اقبال نامہ" تین حصوں میں ہے۔ پہلے حصہ میں خاندان تیموریہ کی تاریخ ہمایوں کے انتقال کے وقت تک ہے، دوسرا حصہ اکبر کے عہد حکومت سے متعلق ہے اور تیسرا حصہ جہانگیر

Marfat.com

کے پورے عہدِ حکومت اور شاہجہاں کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ پہلے دو حصے نایاب ہیں مگر تیسرا حصہ "اقبال نامہ جہانگیری" کے نام سے عموماً ملتا ہے۔ اکثر اُسے "توزک جہانگیری" سے خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس کی تدوین میجر ڈبلیو این لینر کی نگرانی میں مولوی عبدالحیٔ اور مولوی احمد علی نے کی اور اسے ۱۸۶۵ء میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ نے ببلیو تھیکا انڈیکا سیریز میں شائع کیا۔ خسرو کے ساتھیوں کی سزا، نور جہاں کے عروج، ۱۶۱۸ء کی طاعون کی وبا اور آخری چار برسوں کے واقعات کے متعلق حصوں کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاؤسن کی تاریخ کے صفحات ۳۹۳ تا ۴۳۸ میں ہے۔ اس ساری کتاب کے ترجمہ کی ضرورت ہے۔ تین مخطوطے جو مجھے ملے اُن کا میں نے خوب غور سے مقابلہ کیا۔

محمد شریف معتمد خاں جو جہانگیر کے عہد میں بخشی کے عہدہ پر فائز تھا۔ وہ شاہجہاں کی بغاوت سے وابستہ رہا اور جب مہابت خاں نے بادشاہ کو گرفتار کیا تو وہ شاہی کیمپ میں موجود تھا۔ بادشاہ کی رہائی کے بعد جو کوشش ہوئی اس میں وہ شریک تھا۔ اکثر واقعات پر اُس کی تحریر عینی شاہد کی سند رکھتی ہے۔ اس نے اپنی کتاب جہانگیر کے عہد کے بعد ختم کی چنانچہ بعد کے برسوں میں اس نے جو کچھ لکھا وہ شاہجہاں کے طرفداری کی طرح سے لکھا اور نور جہاں سے وہ سخت عداوت ظاہر کرتا ہے۔ بہر نوع جو زمانہ "توزک جہانگیری" کے اندر نہیں آتا اُس کے لیے وہ ہماری بنیادی سند ہے۔ جہانگیر کے عہد کے اٹھارہ سال تک جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ بیشتر "توزک جہانگیری" ہی کے مطابق ہے۔ معتمد خاں کے حالات زندگی کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۴۳۰۔

کامگار خاں کی مآثر جہانگیری

خواجہ کامگار غیرت خاں کی "مآثر جہانگیری" شاہجہاں کے ایماں سے اس کی عہد حکومت کے تیسرے سال لکھی گئی۔ یہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں ہے۔ میں نے خدا بخش کی اورنٹیل لائبریری بانکی پور کا مخطوطہ استعمال کیا ہے۔ اس کے دو ملخص ابو الفضل کے قتل سے متعلق اور مہابت خاں کی یورش کے بعد شاہجہاں کے رویہ کے متعلق ترجمہ کر کے ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن نے صفحات ۴۴۳ تا ۴۴۵ میں شائع کیے ہیں۔ یہ گلیڈون کی "ریِن آف جہانگر" مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۰ء کی بنیاد ہیں۔ "مآثر" کا چھٹا حصہ جہانگیر کی تخت نشینی سے پہلے کے حالات زندگی پر مشتمل ہے اور یہی کتاب کا اہم ترین حصہ ہے اس لیے کہ اس میں جو معلومات

Marfat.com

ہیں وہ "توزک" یا "اقبال نامہ" میں نہیں ہیں جیسی کہ توقع کی جا سکتی تھی۔ اس کی تحریر میں شاہجہاں کی طرف داری کی جھلک ہے جس کے عہد میں وہ ٹھٹھہ کی گورنری اور تین ہزار کے منصب تک پہنچا تھا۔

انتخاب جہانگیر شاہی "انتخاب جہانگیری" ایک غیر مصنف کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا جہانگیر کا ملازم تھا۔ اسکے کچھ حصوں کا ترجمہ الیٹ وڈاوسن نے اپنی کتاب کی جلد ششم صفحات ۴۴۸ تا ۴۵۲ میں کیا ہے۔ اس میں جہانگیر کی فیاضیوں اور اس کے طرز زندگی خسرو کی سزا کے متعلق نئی معلومات ہیں اور نور جہاں کے اقتدار کے خلاف مہابت کے احتجاج کا ذکر ہے۔

پند نامہ جہانگیری "پند نامہ جہانگیری" میں خانگی اور پبلک زندگی کے متعلق جہانگیر کے اصول و ضوابط ہیں۔ اس سے جہانگیر کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے میں نے رامپور کے مخطوطہ سے استفادہ کیا۔ یہ خدا بخش کے مخطوطہ "تاریخ سلیم شاہی" میں بھی شامل ہے۔

نعمت اللہ کی مخزن افغانی "مخزن افغانی" یا "تاریخ خان جہان لودی" مشہور فوجی کمانڈر خان جہان کی ایما پر سمانہ کے ہیبت خاں نے تقریباً ۱۶۱۲ء میں تصنیف کی۔ اس کا ترجمہ برن ہارڈ ڈورن نے "ہسٹری آف افغانس" کے نام سے کیا جسے اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ کی طرف سے شائع کیا گیا۔ اس کے کچھ حصے لودی سلاطین دہلی اور شیر کے بارے میں الیٹ اینڈ ڈاوسن نے ترجمہ کر کے اپنی کتاب کی جلد پنجم کے صفحات ۱، ۱۱۵ تا ۱۱۵ میں شائع کیے۔ حصہ اول کے آخر میں مصنف نے اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بنگال میں افغانوں کی شورش کا حال لکھا ہے اور کتاب کا یہی حصہ جہانگیری تاریخ کے سلسلہ میں کارآمد ہے۔

محمد جلال طباطبائی کی فتح کانگڑہ "ننش فتح کانگڑہ" یا کانگڑہ کی چھ فتوحات شاہجہاں کے ایک منشی محمد جلال طباطبائی کی تصنیف ہے یہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں۔ میں نے الہ آباد یونیورسٹی کے مخطوطہ سے مدد لی جو نواب صاحب رامپور کے کتب خانہ کے مخطوطہ کی نقل ہے۔ ساری کتاب کا خلاصہ الیٹ اینڈ ڈاوسن نے اپنی کتاب کی جلد ششم صفحات ۳۱۸ تا ۳۳۱ میں دیا ہے۔ مصنف نے کانگڑہ

Marfat.com

کی فتح کا واقعہ چھ طریقوں سے بیان کیا ہے اور اپنے اس کارنامہ کو شاہجہاں کے سامنے پیش کیا۔ اس میں بعض ایسی تفصیلات ہیں جو اور کہیں نہیں ہیں۔

تاثر رحیمی عبدالباقی نہاوندی کی "تاثر رحیمی" عظیم عبدالرحیم خان خاناں کے خاندانی حالاتِ زندگی اور کارناموں کا بیان ہے۔ خان خاناں کی گجرات، سندھ اور دکن کی مہمات کے سلسلہ میں یہ بہت قابلِ قدر ہے۔ مصنف نے اس میں اپنی طرح کے کئی شاعروں کے حالات زندگی اور اُن کی تخقیقات کے بکثرت نمونے جو خان خاناں کی سرپرستی میں فروغ پا رہے تھے۔ اس کا پہلا حصہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

حسب ذیل دو کتابیں خاص کر شاہجہاں کی تاریخ سے متعلق ہیں مگر مذکورہ بالا کتابوں کی اس طرح تکمیل کرتی ہیں کہ ان میں شاہجہاں کے کارناموں کا اور جہانگیر کے عہدِ حکومت کے چند برسوں کے حالات کا تذکرہ ہے۔

بادشاہ نامہ عبدالحمید لاہوری عبدالحمید لاہوری کا "بادشاہ نامہ" خاص کر شاہجہاں کی تاریخ سے متعلق ہے۔ اسے کلکتہ کی بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے دو جلدوں میں ببلیوتھیکا انڈیکا سیریز میں شائع کیا ہے۔ اس کا کچھ حصہ الیٹ اینڈ ڈاؤسن نے اپنی کتاب کی جلد ہفتم صفحات ۱ تا ۷۲ میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔

محمد صالح کمبوہ کی عمل صالح محمد صالح کمبوہ کی "عمل صالح" بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی ببلیوتھیکا انڈیکا سیریز میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب شاہجہاں کی تاریخ پیدائش سے وفات تک پر مشتمل ہے۔ اُس کے عہد کے آخری چند برسوں کے حالات کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاؤسن نے اپنی کتاب جلد ہفتم صفحات ۱۲۳ تا ۱۳۲ میں کیا ہے۔ جہانگیر کے عہدِ حکومت کے حالات میں مصنف نے خصوصاً مندرجہ بالا کتب سے استفادہ کیا ہے لیکن شروع سے آخر تک اب تک کے نقطۂ نظر سے۔ شاہجہاں کے اپنے عہدِ حکومت کے آخری دنوں کا ذکر ہے مگر کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(۲) بعد کی تاریخیں

سبحان رائے کی خلاصۃ التواریخ پٹیالہ کے سبحان رائے کھتری کی خلاصۃ التواریخ ہندوستان کی عام تاریخ اورنگ زیب کی

Marfat.com

تخت نشینی تک جو ۱۶۹۵ء میں لکھی گئی۔ حال ہی میں اسے محمد ظفر حسن بی اے مدون کر کے دہلی سے شائع کیا ہے۔ اپنے مطبوعہ نسخہ کی اشاعت سے قبل جو مخطوطات حاصل کیے تھے۔ ان سے جہانگیر کے متعلق حالات کا اس سے بغور مقابلہ کیا۔ میں نے اس کے جو حوالے دیے ہیں وہ مطبوعہ نسخہ سے ہیں۔ اس کی بدولت عبارت کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاؤسن نے اپنی کتاب کی جلد ہشتم کے صفحات ۱۰ تا ۱۲ میں دیا ہے۔

مصنف نے اکثر تقریباً لفظ بہ لفظ جہانگیر اور معتمد خاں کی نقل کی ہے۔ مگر کہیں کہیں نئی معلومات بھی دی ہیں۔ شاہجہاں کی بغاوت کا اس نے جو حال لکھا ہے وہ واضح اور بے لاگ ہے مغل سلطنت کی جغرافیائی تشریح جو کئی پہلو سے کتاب کا اہم ترین حصہ ہے اس کا ترجمہ جادو ناتھ سرکار نے اپنی کتاب "انڈیا آف اورنگ زیب" میں دیا ہے۔

محمد بقا کی مرآت عالم "مرآت عالم" جسے محمد بقا نے اورنگ زیب کے عہد کے درمیانی زمانہ میں تصنیف کی اور جسے عموماً اس کے سرپرست بختاور خاں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ عموماً دنیا کی تاریخ ہے جس میں خصوصاً ہندوستان کا بھی ذکر ہے جس مخطوطہ سے میں نے استفادہ کیا اس میں تقریباً پچیس صفحے جہانگیر کے عہد حکومت کے متعلق ہیں۔ اس کے کچھ حصے جو اورنگ زیب کی فیاضی اور اس کی عادات و اطوار کے بارے میں ہیں ان کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاؤسن نے اپنی کتاب کی جلد ہفتم کے صفحات ۱۵۶ تا ۱۶۵ میں دیا ہے۔ اس سے ہماری معلومات میں زیادہ اضافہ نہیں ہوتا۔

خافی خاں کی منتخب اللباب محمد ہاشم خافی خاں کی "منتخب اللباب" اٹھارویں صدی کی چوتھی دہائی میں لکھی گئی۔ اس کے مخطوطے عام طور پر دستیاب ہیں۔ ساری کتاب کو مولوی کبیر الدین احمد نے مدون کیا اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی نے ۱۸۶۹ء میں ببلیوتھیکا انڈیکا سیریز میں شائع کیا۔ خاندان تیموریہ کا مختصر حال لکھنے کے بعد مصنف نے بعد کے بادشاہوں کا تقریباً پورا پورا حال دیا ہے۔ جہانگیر کے عہد حکومت کا حال جو مطبوعہ نسخے کے صفحات ۲۴۴ تا ۳۹۴ میں ہے خاصکر جہانگیر، معتمد خاں کے بیانات پر مبنی ہے مگر جزوی دوسرے ماخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن میں سے بعض اب مفقود ہیں۔ خافی خاں کو جتنی بھی معلومات بہم پہنچ سکیں اُن سے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے وہ فارسی انشا اور صاف شستہ بے لاگ انداز بیاں

Marfat.com

کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اورنگ زیب اور اس کے جانشینوں کے حالات کے متعلق جو حصہ ہے وہ تقریباً پورے کا پورا الیٹ اینڈ ڈاوسن نے اپنی کتاب کی جلد ہفتم صفحات ۲۶۱ تا ۵۳۳ میں ترجمہ کیا ہے۔ الفنسٹن اور گرانٹ آف نے ایک ایسے مخطوطہ ترجمہ کا ذکر کیا ہے جو مدراس فوج کے میجر گارڈن نے کیا ہے اور جو تقریباً جہانگیر کے عہد حکومت کے آخری زمانہ تک ہے۔ یہ مسودہ شاید گم ہو گیا ہے اس لیے اسے دوبارہ ترجمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

محمد ہادی کی تتمہ جہانگیری

اٹھارویں صدی کے نصف اول میں محمد ہادی نے جہانگیر کے اٹھارہ سال کے روزنامچہ کی نقل کرنے کے بعد اس کا سلسلہ "تتمہ واقعات جہانگیری" کے نام سے لکھا جس میں جہانگیر کے انتقال کے وقت تک کے حالات درج کیے ہیں یہ تقریباً بالکل معتمد خاں پر مبنی ہے۔ عموماً یہ "توزک جہانگیری" کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اس کی بعض عبارتوں کا ترجمہ الیٹ اینڈ ڈاوسن کی کتاب جلد ششم کے صفحات ۳۹۳ تا ۳۹۹ میں ہے۔

تاریخ عالم آرائے عباسی

"تاریخ عالم آرائے عباسی" ایران کی ایک قابل قدر تاریخ ہے۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے لیکن مخطوطہ کی صورت میں یہ ہندوستان میں عام ہے۔ اس میں ہندوستان و ایران کے تعلقات کا ذکر ایرانی نقطہ نظر کے مطابق ہے۔

ماثر الامرا

"ماثر الامرا" بابر کے وقت سے لے کر اٹھارویں صدی کی آٹھویں دھائی تک کے مغل امرا کا بترتیب حروف تہجی نہایت قابل قدر سوانحی بیان ہے۔ جسے صمصام الدولہ شاہ نواز خاں اور اس کے لڑکے عبدالحیٔ نے تصنیف کیا اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی نے تین حصوں میں شائع کیا، ہر حصہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہنری بیوریج نے اس کا انگریزی میں ترجمہ انگریزی حروف تہجی کی ترتیب سے شروع کیا۔ اب تک اس کے چھ جزو شائع ہو چکے ہیں۔

جہانگیر کے امرا کے حالات زندگی خاص کر اور کہیں کہیں لفظ بہ لفظ ابوالفضل، جہانگیر، معتمد خاں، کامگار، خافی خاں اور عبدالحمید سے لیے گئے ہیں لیکن بعض زاید حالات ایسی کتابوں سے ماخوذ ہیں جو اب نایاب ہیں۔ مصنف نے بہت سے ایسے واقعات اور حالات لکھے ہیں جن سے اس وقت کے رسم و رواج پر روشنی پڑتی ہے۔ بلوکمین نے اکبر کے

Marfat.com

عہد کے امرا کے حالات بیشتر "مآثر" ہی سے لیے ہیں۔

بیل کی مفتاح التواریخ طامس ولیم بیل کی "مفتاح التواریخ"، جو ۱۸۱۹ء میں لیتھوگراف سے آگرہ میں شائع ہوئی اس میں ایشیائی مسلم تاریخ کے تمام اہم واقعات تاریخ وار درج کیے گئے ہیں اور بادشاہوں، مدبروں، شاعروں وغیرہ کے مختصر حالات ہیں۔ اس کی خاص اہمیت تاریخوں کے تعین میں ہے۔ جہانگیر کے عہد کے حالات اور اہم اشخاص کا ذکر صفحات ۳۰۸ تا ۳۴۴ میں ہے۔

بہت سی بعد کی فارسی تاریخوں میں جہانگیر کے عہد حکومت کا حال ہے جو بیشتر قابل اعتنا ہے۔

۲۔ معاصر ہندی تواریخ

کیشوداس کی بیر سنگھ دیو چرتر کیشوداس جس کا شمار ہندی ادب کے نورتنوں میں کیا جاتا ہے۔ جہانگیر کے عہد میں نمایاں ہوا اور اپنے سرپرست بیر سنگھ بندیلہ ابوالفضل کے قاتل کے حالات زندگی تقریباً ۱۶۶۴ء بکرمی یا ۱۶۰۷ء میں لکھے۔ اس کی زبان میں سنسکرت کی بہتات ہے اور آگرہ و متھرا کے گرد و نواح میں بولی جانے والی زبان اور جمنا کے جنوب کی بندیل کھنڈی بولی کے بیچ بیچ کی ہے۔ مصنف کی رام چندریکا میں جو زور ہے یا "رسک پریا" جو شیرینی اور وقار ہے۔ وہ اس کتاب میں نہیں ہے لیکن تاریخی نقطہ نظر سے یہ اہم تصنیف ہے جیسی کہ توقع کی جا سکتی تھی۔ اس میں پرجوش تعریف کی بھرمار ہے مگر اس بندیلہ رئیس کے حالات زندگی اور کارناموں کے متعلق مفید معلومات ہیں یہ کتاب عموماً بندیل کھنڈ کے باہر غیر معروف ہے۔ اس میں ۱۹۴ صفحے ہیں۔

کیشوداس کی جہانگیر چندریکا کیشوداس نے ایک اور بھی تعریف سے بھری ہوئی کتاب لکھی ہے جو اس کے سرپرست کے سرپرست شہنشاہ جہانگیر کے حالاتِ زندگی پر مشتمل کہی جاتی ہے۔ "جہانگیر چندریکا" زبان اور اسلوب کے لحاظ سے "بیر سنگھ دیو چرتر" سے ملتی جلتی ہے مگر اس میں فارسی تاریخوں میں مذکور معلومات کے علاوہ کوئی مزید معلومات نہیں ہیں لیکن یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ ایک ممتاز ہندو شاعر کا اپنے بادشاہ کے بارے میں کیا خیال تھا

امیر راجہ نبساولی جے پور اور دوسری راجپوت ریاستوں کے اکثر خاندانوں کے پاس حکمران خاندانوں کے شجرے اور تاریخیں اور مخطوطہ شکل میں موجود

Marfat.com

ہیں۔ بظاہر یہ خشک اور ناکافی ہیں لیکن اکثر ان میں خلاف توقع تاریخی روایات کے گرانقدر خزانے مل جاتے ہیں۔ امیر کے متعلق میں نے "امیر راجہ بنساولی" کے مخطوطہ کے مطالعہ سے بہت فائدہ حاصل کیا جو پروہت ہری نرائن بی اے کے پاس ہیں۔

امیر (موجودہ جے پور) کی بکثرت کتابیں جو اکبر اور جہانگیر کے عہد میں تصنیف ہوئیں اب تک مخطوطہ کی شکل میں پرانے پروہتوں، شاعروں اور امرا کے یہاں محفوظ ہیں اور سب کے شروع میں راجہ مان سنگھ کے کارنامے اس طرح درج ہیں جیسے یہ کسی خودمختار حکمران کے ہوں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مان سنگھ کے سپاہیانہ کارناموں سے امیر کے افتخار کو کتنی بلندی حاصل ہوئی تھی۔

نوٹ:- کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ جے پور کے کتب خانہ میں راجہ مان سنگھ کا ایک نہایت ہی قیمتی روزنامچہ موجود ہے لیکن علم کے متلاشی کو اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جینی مخطوطات

اس زمانہ کی لکھی ہوئی متعدد دیسی زبانوں کی کتابیں بہار میں جین سدھانت بھون آرہ اور راجپوتانہ کی ریاستوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ مصنفین کا بیان ہے کہ جینی تعلیمات نے اکبر کے ذہن پر بہت بڑا اثر ڈالا تھا۔ ان کے مقدموں میں اکثر مصنفین نے جہانگیر کی انصاف پسندی اور اس کے عہد میں امن و فراغ بالی کی تعریف کی ہے۔ انہیں کتابوں سے ہمیں گجرات سے جینی پروہتوں کے اخراج کے حکم کی منسوخی کا علم ہوا۔

نین سنگھ کی کھیات

راجپوتانہ کے وافر شعری ادب میں سب سے زیادہ مشہور نین سنگھ کی کھیات ہے جو حسب معمول شاعرانہ اسلوب کی ہے۔ اس میں میواڑ کے بہادروں کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں جنھوں نے مغلوں سے جنگ کی تھی۔ میں نے ایک نسخہ سے استفادہ کیا جو جودھ پور کے منشی دیبی داس کے پاس ہے۔

آدی گرنتھ

آدی گرنتھ سکھوں کی مذہبی کتاب جو خاص گورمکھی میں ہے اور جسے گرو ارجن نے مرتب کیا ہے۔ اس میں وافر سوانحی مواد ہے جو اکثر تاریخی اعتبار سے بہت زیادہ قابلِ قدر ہے۔ اس میں ۱۶۰۶ء میں گرو ارجن کی نام نہاد شہادت کا حال درج ہے۔ اس کا ہندی ترجمہ نولکشور پریس لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔

Marfat.com

(۴) بعد کی ہندی تواریخ

لال کی چھتر پرکاش ایک خوش گو ہندی شاعر گورے لال پروہت جو عموماً لال کے نام سے مشہور ہے اس نے اپنے سرپرست اپنا وسط ہند کے چھتر سال کی ایما سے تقریباً ۱۷۶۴ء بکرمی یا ۱۷۰۷ء میں اپنی کتاب "چھتر پرکاش" تصنیف کی۔ یہ کتاب کچھ بے ربط طور پر ۱۷۰۷ء پر ختم ہو جاتی ہے۔ اسے کاشی ناگری پرچارنی سبھا بنارس نے شائع کیا ہے۔ اس میں بظاہر ریاستی دستاویزات کی بنیاد پر اس خاندان کے شجرہ نسبی اور روایتی کارناموں کا ذکر ہے اور اس طرح اس کی حیثیت بنیادی مواد جیسی ہے شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد تک پہنچکر اس کے بیان میں کافی پھیلاؤ ہو جاتا ہے۔ بوگسن نے "اپنی ہسٹری آف بندیلاز" بیشتر لال ہی سے استفادہ کیا ہے۔

بندیلیوں کی بنساولی چھترپور وسط ہند کے مہاراجہ کے کتب خانہ میں ایک ہندی مخطوطہ ہے جو کئی سال پہلے ایک اور مخطوطہ سے نقل کیا گیا ہے جس کا نام "بندیلیوں کی بنساولی" یا بندیلوں کا شجرہ نسب ہے اور جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں جو کچھ ہے اسے ابتدائی قسم کا فلسفہ سیاست کہنا چاہیئے لیکن دوسرے حصہ میں مختلف بندیلا قبیلوں کے حالات نسبی اور شادی کے تعلقات کا بیان ہے۔ اس میں تاریخیں بہت کم دی ہیں مگر تاریخی اعتبار سے وافر قابل بیانات ہیں۔

(۵) معاصر جزویٹ تاریخیں

مانسیرات۔ فادر انتھونی مانسیرات کی "منگولیکی لیگیشنز کمنٹریس" مانسیرات گوا کے جزوٹ مشن متعینہ مغل دربار ایک رکن تھا جو ۱۵۸۰ء سے ۱۵۸۲ء تک اکبر کے دربار میں رہا۔ یہ مخطوطہ کسی طرح پچھلی صدی کے شروع میں کلکتہ پہنچ گیا اور وہاں فورٹ ولیم کالج، مشکاف ہال ہوتے ہوئے امپیریل لائبریری پہنچا اور ۱۹۰۶ء میں اسے سینٹ پال کی کیتھیڈرل لائبریری میں ریورینڈ ڈبلیو کے فرلنگر کو ملا۔ اس کے متن کو فادر ہوسٹن نے مرتب کیا اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۹۱۴ء میں بطور یادداشت کے جلد سوم نمبر ۹ صفحات ۵۰۰ تا ۴۰۰ میں شائع کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ جے ایس ہوئے لینڈ کا کیا ہوا ایس این بنرجی کی تشریحات کے ساتھ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا۔ یہ کتاب خاص کر اکبر کی تاریخ کے سلسلہ میں بہت کارآمد ہے۔ اس میں شہزادہ سلیم اور اس کے بھائیوں

Marfat.com

کے بچپن کے حالات اور اکبر نظام سلطنت کے متعلق جو جہانگیر کے عہد تک جاری رہا کچھ معلومات ہیں۔

ڈو جارک فادر پیرے ڈو جارک آف ٹولوس کی ہسٹوری ڈے چوزے پلس سیمور یلس، این آئی اسٹابلشمنٹ این بروگریزڈی لافولے کرسٹین ایٹ کیتھولک ایٹ پرنسپلنٹ ڈی سی کیولے ریلیجیس ڈی لامپین ڈی چیزیس وانی اوٹ فایکٹ ایٹ انڈو، یورلامنیر مے رفن ایٹ سنزا" جو پہلے ۱۶۱۰ء میں فرانسیسی زبان میں بمقام اراس شائع ہوئی۔ تیسرا حصہ جو ۱۶۱۴ء میں شائع ہوا۔ اکبر کی حکومت کے آخری پانچ سال اور جہانگیر کی حکومت کے پہلے سال کے حالات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کا ایک لاطینی زبان کا نسخہ "تھیارس ایرم اینڈیکرم" وغیرہ کے نام سے اصل کتاب کی اشاعت کے دو ہی سال کے اندر شائع ہوا۔ تھیارس کی تیسری جلد باب ۱۶ء باب ۲۳ تک صفحات ۱۴۷ تا ۲۰۱ میں جہانگیر کی تاریخ ہے۔ میں نے الہ آباد یونیورسٹی کے نسخہ سے استفادہ کیا جو حال میں بوڈلین لائبریری سے فوٹو کرکے اس غرض سے منگایا گیا ہے۔ ڈو جارک بعض تفصیلات میں فارسی تاریخوں کا تتمہ ہے۔ مگر اس میں کوئی نئی معلومات نہیں ہیں اور کبھی کبھی وہ تفصیلات میں غلطی کرجاتا ہے۔

میکلاگن ای ڈی میکلاگن کے مضمون بعنوان "جزویٹ مشن ٹو اکبر" میں جو ایشیائک سوسائٹی بنگال کے حصہ اول جلد ۶۵ ۱۸۹۶ء صفحات ۳۸ تا ۱۱۲ میں شائع ہوا۔ خاص خاص جزویٹ مشنریوں کے بیانات کا نہایت عمدہ ملخص ہے ۱۶۰۵ء تک باستثنائے مانسیرات۔ شہزادہ سلیم کے مذہبی عقائد اور اس کے عیسائیوں سے برتاؤ کے متعلق اس کا مطالعہ لازمی ہے۔

ہوسٹن پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کے جرنل فادر ہوسٹن نے شہزادہ خسرو کی بغاوت کے متعلق جزویٹ مشنریوں کے نقطۂ نظر کا ترجمہ کیا ہے۔

(۶) معاصر یورپین سیاح ملازم کمپنی

یورپین سیاحوں کی خاص اہمیت شہروں، دربار کے مناظر، دربار کی تقریبات جلوسوں اور جن اشخاص سے اُن کا واسطہ پڑا اُن کے خاکوں کے بیان میں ہے جہاں کہیں وہ اپنے الموٗ سے باہر ہوئے ہیں وہاں وہ بُری طرح بھٹک گئے ہیں۔ ملک اور اس کی سیاسیات سے

Marfat.com

اُن کی اجنبیت فارسی سے ناواقفیت ان کے تعصب اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے وہ جو کچھ دیکھتے تھے اُس کی صحیح توجیہ نہیں کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے وقت کے حالات کے متعلق بہت سی افواہوں کو درج کر کے محفوظ کر دیا ہے۔

محنتی ریورینڈ سیموئیل پرچاز (۱۶۲۵ء) نے پرچاز اور اس کی یاترائیں میں جو مواد جمع کر دیا ہے۔ اس میں شروع سترھویں صدی کے بیشتر سیاحوں کے بیانات پورے یا جزوی طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ نیز پہلے کی پرچاز اور اس کی یاترائیں یا دنیا سے تعلقات وغیرہ میں (۱۶۱۳ء) میں نے اُس کے بہترین ایڈیشن سے استفادہ کر کے حوالے دیئے ہیں، جسے میکلوٹس یا سنکوس آر پرچاز ہز پلگرمس یا ۱۹۰۵ء کی میکلہور نے پرچاز ہز پلگرمس میں شائع کیا ہے۔

ہاکنس

کپتان ولیم ہاکنس کے متعلق میں نے دو ماخذ سے استفادہ کر کے حوالے دیے ہیں۔ ایک تو پرچاز ہز پلگرمس (مرتبہ میک لیہوز) جلد دوم صفحات ۱ تا ۵۰ اور دوسرے ہاکنس وائیجز عموماً آخرالذکر سے اور کبھی دونوں سے

ولیم ہاکنس ملبری سے ۱۲ مارچ ۱۶۰۷ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تیسرے سفر کے تین جہازوں میں سے ایک جہاز ہیکٹر کے کمانڈر کی حیثیت سے اور ۱۱ نومبر ۱۶۰۸ء کو سورت میں اترا اور فوراً آگرہ روانہ ہوگیا۔ ۱۰ جنوری ۱۶۱۲ء کو ہنری مڈلٹن کے بیڑے کے ایک جہاز پر ہندوستان سے روانہ ہوگیا۔ اس کے جشن نوروز بادشاہ کے ملنے، شاہی دربار اور جہانگیر کی روزمرہ کی زندگی کے حالات چشم دید اور بحیثیت مجموعی نہایت ہی معتبر ذریعہ معلومات ہیں نظام سلطنت اور عوام کے حالات کے متعلق اس کے مشاہدات کو قبول کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ بظاہر وہ سنسنی پیدا کرنے کا شائق تھا اور واقعات جو اُس نے بیان کیے ہیں وہ بالکل ویسے ہی نہیں ہیں جیسے اُس نے دیکھے بلکہ اُن کی مضحکہ خیز نقالی ہے۔

سر ہنری مڈلٹن

سر ہنری مڈلٹن کی "اکاونٹ آف دی سکستھ وائیج سیٹ فورتھ بائی ایسٹ انڈیا کمپنی ان تھری شپش" پرچاز جلد سوم صفحات ۱۱۵ تا ۱۹۴ ہندوستان کے معاملات پر تبصرے جو زیادہ نہیں ہیں۔ صفحات ۱۷۰ تا ۱۸۵ میں ہیں ان تبصروں کی خاص اہمیت یہ ہے کہ ان سے ہندوستان سے انگلستان کی تجارت اور انگریزوں اور پرتگالیوں کے تعلقات پر روشنی پڑتی۔ ۲۴ نومبر ۱۶۱۳ء کو مڈلٹن کی مقرب خاں

Marfat.com

گورنر گجرات سے ملاقات کا بیان دلچسپ ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

ماسٹر جوزف سال بینک ماسٹر جوزف سال بینک کی سیاحت ہندوستان، ایران اور ترکی کے کچھ حصے اور خلیج فارس اور عرب ۱۶۰۹ء ۱۶۱۰ء جو سر طامس اسمتھ کو لکھ کر بھیجا گیا۔ پرچاز جلد دوم صفحات ۸۲ تا ۹۸ میں ہے۔ سال بینک جو ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک حصہ دار تھا تین مرتبہ ہندوستان آیا۔ اُس کے جرنل کا ایک حصہ جو پرچاز میں نقل ہوا ہے، اس میں اس کے سورت سے آگرہ کا سفر اور وہاں سے افغانستان ایران اور بغداد کا ذکر ہے۔ جن مقامات کو اس نے دیکھا اُن پر اُس کے مشاہدات دلچسپ ہیں مگر مبہم اُس کے خطوط جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو موصول ہوئے زیادہ دلچسپ ہیں۔

ولیم فنچ ولیم فنچ کے مشاہدات جو اس کے طویل جنرل سے پرچاز جلد چہارم صفحات ۱ تا ۷۷ میں اخذ کیے گئے۔ ہندوستان کے متعلق مشاہدات صفحات ۱۹ تا ۷۷ میں ہیں۔ فنچ جو ہاکنس کا ہم سفر تھا۔ کچھ دنوں سورت میں ٹھہر گیا تھا اور وہاں سے آگرہ گیا۔ شمالی ہند کا اُس نے وسیع دورہ کیا۔ خشکی کے راستہ وطن واپس جاتے ہوئے وہ بغداد میں فوت ہوگیا۔ شہروں، قصبوں، عمارتوں اور سڑکوں کا نہایت خوبصورت بیان خصوصاً قابل قدر ہے۔ ڈی لائٹ کا مغل سلطنت کا جغرافیہ اسی کے بیانات پر مبنی ہے۔

فنچ کی بابر اور ہمایوں (صفحہ ۵۶)، سلیم شاہ سور (صفحہ ۵۰) کی تاریخیں ذرا قیاسی ہیں حال ہی کا واقعہ خسرو کی بغاوت کا بیان بہت سی غلطیوں کا حامل ہے۔ اُس نے جہلا کی یہ بازاری گپ نقل کی ہے کہ قلعہ رنتھمبور کے قیدی دیوار کے اوپر لے جائے جاتے تھے اور انہیں دودھ کے پیالے پلا کر چٹانوں پر پھینک دیا جاتا تھا (صفحہ ۳۸)۔ وہ نہایت سنجیدگی سے لکھتا ہے کہ جہانگیر نے اپنے تمام امرا کی موجودگی میں اقرار کیا کہ عیسائیت مقبول مذہب ہے اور محمدؐ کا مذہب جھوٹا اور افسانوی ہے (صفحہ ۴۰)۔ اُس نے بادشاہ کی روزمرہ کی زندگی اور روزانہ کے دربار کا ذکر کیا ہے (صفحات ۴۰ تا ۵۰)، اور دکن کی جنگ کا (صفحات ۲۵ و ۳۹)

نکولاس ویتھگٹن نکولاس ویتھگٹن کے لکھے ہوئے پرچاز جلد چہارم صفحات ۱۶۲ تا ۱۸۰ کا ایک انتخاب قصہ کے طور پر ہے۔ قبائل اور عوام کے اطوار اور ملک کی پیداوار کا حال قدر ہے۔ دوسرے سیاحوں کی ویتھگٹن نے

Marfat.com

بھی انگریزوں اور پرتگالیوں کے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔

جورڈین جوردین کا جرنل جسے ولیم فاسٹر نے مدون کیا اور ہیکلویت سوسائٹی نے نمبر ۱۶ سکنڈ سیریز میں شائع کیا مغربی ساحل پر انگریز تاجروں کے کاروبار، پرتگالیوں سے ان کے تعلقات، مقامی حکام کا ان سے برتاؤ اور سترھویں صدی کی دوسری دھائی میں وہ جن شہروں اور قصبوں سے ہو کر گذرا ان کے حالات کے لیے قابل قدر ہے۔

اسٹیل اینڈ کروتھر رچرڈ اسٹیل اور جان کروتھر کا ایک جرنل پرچاز چہارم صفحات ۲۶۶ تا ۲۶۹ میں سنہ ۱۶۱۵ء میں اس کے طویل سفر اجمیر سے اصفہان تک کے مشاہدات و تاثرات سے بھرا ہے۔ شہروں، سڑکوں اور تجارت و حرفت کے متعلق تبصرے قابلِ قدر ہیں۔

سر طامس رو سر طامس کا جرنل پرچاز چہارم صفحات ۳۱۰ تا ۴۶۸ میں اس سے بہت بہترین ایڈیشن "سر طامس رو کی سفارت مغل اعظم کے دربار میں" مرتبہ ولیم فاسٹر معہ ایک تنقیدی مقدمہ، مع حواشی اور ضمیمہ جات کے جسے ہکلویت سوسائٹی نے شائع کیا۔ میں نے حوالے اسی ایڈیشن سے دیے ہیں۔ رو ۱۵۸۰ء یا ۱۵۸۱ء میں ایسیکس کے سولنین میں پیدا ہوا اور جولائی ۱۵۹۳ء میں میگڈالن کالج آکسفورڈ میں داخل ہوا وہ ملکہ الزبتھ کے ذاتی پہرہ داروں میں اسکوائر بنا دیا گیا اور ۱۶۰۵ء میں نائٹ کر دیا۔ شہزادہ ہنری اور ملکہ الزبتھ سے قریبی تعلقات قایم کر لیے۔ فروری ۱۶۱۰ء میں گنی کو جانے والی ایک سیاحوں کی جماعت کی سربراہی کی اور اسی طرف کوئی اور سیاحوں کی جماعتوں کی سربراہی کی۔ ۱۶۱۴ء میں ایڈلڈ پارلیمنٹ میں پہنچا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تحریک پر وہ جہانگیر کے دربار میں جیمس اول کی نمایندگی کے لیے منتخب ہوا تاکہ وہاں کمپنی کے لیے مزید مراعات حاصل کر لے چنانچہ ۲ فروری ۱۶۱۵ء کو وہ لائن جہاز پر روانہ ہوا اور ۱۸ ستمبر ۱۶۱۵ء کو سورت کے قریب سوالی روڈ پر لنگر انداز ہوا ۲۳ دسمبر ۱۶۱۵ء کو وہ اجمیر پہنچا جو اس وقت مغل سلطنت کا مستقر تھا۔ بیماری سے صحت پا کر وہ ۱۰ جنوری ۱۶۱۶ء کو دربار میں حاضر ہوا۔ اگلے ماہ نومبر تک اجمیر کے دربار میں رہا اور بڑے امرا سے روابط قایم کیے مگر انگلستان اور سلطنت مغلیہ کے درمیان معاہدہ حاصل کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔ نومبر ۱۶۱۶ء میں وہ بادشاہ کے ساتھ

Marfat.com

مانڈو گیا اور وہاں ۱۶۱۸ء کے آخر میں احمد آباد۔ اپنی ناکامی سے مایوس ہو کر ۱۶۱۹ء میں دربار سے رخصت ہوا جبکہ بادشاہ آگرہ واپس ہونے والا تھا۔

رو کا بیان برہانپور میں شہزادہ پرویز کے دربار، اجمیر کے شاہی دربار اور کونسل، نوروز کی تقریب، بادشاہ کے ملنے اور طرزِ زندگی اور اجمیر سے مانڈو کے سفر کے حالات بہت ہی شگفتہ اور واضح ہے۔ جہانگیر، نورجہاں، شاہجہاں، آصف خاں وغیرہ کے متعلق اُس کے اظہارِ خیال میں تعصب کا رنگ ہے۔ شہزادہ خرم کا اس نے بڑا دلچسپ حال بیان کیا ہے۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کے متعلق اس کا بیان بہت واضح ہے اور یقیناً مبنی بر واقعہ ہے لیکن تفصیلات میں صحیح نہیں ہے۔ وہ دربار کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ طاعون کے متعلق اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس وقت فارسی تحریرات میں اضافہ ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ رو نے ہندوستان میں انگریزی تجارت کے مستقبل پر بہت روشنی ڈالی ہے اور انگریزوں کے پرتگالیوں کے تعلقات پر لیکن وہ اپنے ذاتی مشاہدات سے الگ جن معاملات پر تبصرہ کرتا ہے۔ وہ غیر معتبر ہے۔ تاریخ کے متعلق اُس کے خیالات حتیٰ کہ جہانگیر کی تخت نشینی سے پہلے کے بھی مضحکہ خیز ہیں۔

متفرق

ریورینڈ ایڈورڈ ٹیری کی سیاحت ہند کا حال جو بیشتر ۱۶۲۲ء میں لکھا گیا وہ ۱۶۵۵ء میں لندن میں شائع ہوا۔ اکثر بہت ہی اہم عبارتیں پرچاز (میک میہوز) جلد چہارم صفحات ۱ تا ۱۴۸۵ میں دی گئی ہیں۔ میں نے عموماً ۱۶۵۵ء کے مطبوعہ ایڈیشن سے حوالے دیے ہیں اور کبھی کبھی پرچاز بھی۔

ٹیری ۱۵۹۰ء میں کینٹ کے مقام لیہہ میں ہوا۔ یکم جولائی ۱۶۰۸ء کو اس نے کرائسٹ چرچ آکسفورڈ سے میٹریکولیشن کیا اور ۲۶ نومبر ۱۶۱۱ء کو بی اے اور ۸ جولائی ۱۶۱۴ء کو ایم اے کر کے فروری ۱۶۱۶ء میں پادری کی حیثیت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز چارلس پر سوار ہوا اور ۲۵ ستمبر ۱۶۱۶ء کو سوالی روڈ پہنچ گیا۔ اس کا تقرر متوفی ڈیوینڈر جان ہال کی جگہ انگریزی سفیر کے پادری کے عہدہ پر ہو گیا اور جو مارچ ۱۶۱۷ء میں اُس نے یہ عہدہ سنبھال لیا۔ ۱۶۱۸ء میں وہ اپنے آقا سفیر کے ہمراہ احمد آباد کے دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ ۱۶۱۹ء کے شروع میں وہ انگلستان کے لیے جہاز پر روانہ ہوا اور ۵ ستمبر ۱۹۱۹ء کو [illegible]وس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے حالات سفر لکھ کر پرنس آف ویلز کو پیش کیے اور اسے

Marfat.com

۱۶۵۵ء میں شائع کر دیا۔

ٹیری کا سفر نامہ ہماری معلومات کا نہایت ہی وسیلہ ہے وہ جہانگیر کے حالات زندگی سیرت، پالیسی، دربار، کونسل، کیمپ اور سفر کے متعلق رو کے بیانات کا ضمیمہ ہیں۔ ۱۶۱۸ء کے گجرات کی انفلوانزا کی وبا اور دمدار ستارے کے متعلق اس کا بیان فارسی تواریخ کے ضمیمہ کا کام دیتا ہے۔ اسی طرح اُس نے جزویٹ اور پرتگالیوں کے بھی کچھ حالات لکھے ہیں لیکن اس کے سفر نامہ کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس نے عوام کے رواج و دستور پر روشنی ڈالی ہے۔ بد قسمتی سے اس میں وہی عیوب ہیں جو سر طامس رو کے بیانات میں اور اپنے ذاتی مشاہدات سے الگ۔ اُس نے جو کچھ لکھا وہ معتبر نہیں ہے۔ ہندوستانی آئین و ادارات کے متعلق اس کا بیان اگرچہ واضح اور پڑھنے کے قابل ہے لیکن بعض اوقات نہایت متعصبانہ اور غیر منصفانہ ہے

کوریات

ماسٹر طامس کی کروڈی نیز تین جلدوں میں ہیں اور تیسری جلد جس میں صفحات کی نشاندہی نہیں ہے۔ اس میں اس کے ہندوستان سے موصولہ خطوط ہیں پرچاز چہارم صفحات ۴۶۹ تا ۴۸۷ میں ایک اہم خط ہے۔ پرچاز دہم صفحات ۳۸۹ تا ۴۴۷ میں اس کا سفر نامہ ترکی، ایشیائے کوچک اور فلسطین کی سیاحت سے متعلق ہے۔ وہ سترھویں صدی کے ہندوستان کے سیاحوں میں ایک نہایت ہی خبطی انسان ہے اس کے سفر نامہ کے عنوان میں کوئی غلط منکسر مزاجی نہیں ہے لیکن جہانگیر کی سیرت کی اُس نے بہت عمدہ تصویر کشی کی ہے

پی ڈیلا دیل

پٹیرڈ ڈیلا دیل کے سفر نامہ جسے ایڈورڈ گرے نے تحقیقی دیباچہ تشریحات اور اشاریہ کے ساتھ مرتب کیا اُسے ہکلویت سوسائٹی نے دو جلدوں میں شائع کیا۔ ڈیلا وال نے ۱۶۱۴ء میں قسطنطنیہ کا دورہ کیا اور ۱۶۱۶ء میں ایشیائے کوچک اور مصر کا ایران ہوتے ہوئے سفر کیا۔ گیبن کا بیان ہے کہ کسی نے ایران کا حال پیرو ڈیلا دیل سے زیادہ نہیں جانا اور نہ بیان کیا۔ فروری ۱۶۲۳ء جب وہ کونکن پہنچا اور ساحل ملا بار کا دورہ کیا اور ۱۶۲۴ء کے دسمبر میں ہندوستان سے رخصت ہوا۔ ہندوستان کے متعلق ساری معلومات جلد اول میں ہیں۔ ڈیلا دیل نے جن لوگوں کو دیکھا ان کے مذہبی رسوم اور رواج و دستور کو بیان کیا۔ کھمبیات میں جانوروں کے اسپتالوں کا حال

Marfat.com

اُس نے بہت ہی واضح طور پر بیان کیا ہے مغل تاریخ اور معاصر واقعات جیسے شاہجہاں کی بغاوت کا اُس نے سرسری ذکر کیا ہے جو بازاری گپ پر مبنی ہے۔ مختصراً اس نے دکن کے تین بادشاہوں نظام شاہ، قطب شاہ اور عادل شاہ کا ذکر کیا ہے۔ اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ ڈیلا ڈیل نے جس ملک کا دورہ کیا وہیں کا لباس اختیار کیا۔

ڈی لائٹ جان ڈی لائٹ کی کتاب "دی امپریو مگنی مگالیز سائن انڈیا وریا کیسٹر بس لے وریز او کتوری بس کنجیٹس" سب سے پہلے ۱۶۳۱ء میں الزیور نے لندن میں شائع کیا۔

اس کا پہلا حصہ "ڈسکرپیو انڈی" جو فنچ، رو، پرچاز، ٹیری، منگزیرا وغیرہ کے بیانات پر مبنی ہے اس میں مغل سلطنت کا قابل قدر حال ہے۔ صوبوں اور شہروں کے حالات کا ترجمہ ای لیتھ برج نے اکتوبر ۱۸۷۰ء اور جنوری ۱۸۷۱ء کے کلکتہ ریویو میں کیا۔ میں نے اس ترجمہ سے حوالے دیے ہیں۔ دوسرا حصہ جس کا جس کا عنوان "فرنگمینٹم ہسٹاری انڈیس" ہے۔

اب سترھویں صدی کی تیسری دہائی میں پرڈان بروک سورت کی ڈچ فیکٹری کے صدر نے شائع کیا۔ وی اے اسمتھ کا خیال ہے کہ فرنگمینم بظاہر فارسی کی لکھی ہوئی مستند تاریخ پر مبنی ہے ہمایوں اور اکبر کے حالات کا ترجمہ اس لیتھ برج نے جولائی ۱۸۷۳ء کے کلکتہ ریویو صفحات ۱۷۰ تا ۲۰۰ میں کیا ہے۔ جہانگیر کے عہد حکومت کا حال جو فرنگمینٹم میں دیا ہے وہ درحقیقت فارسی تاریخوں کے مطابق ہے خسرو کے قتل کے بارے میں اس نے جو حال لکھا ہے وہ فارسی تاریخوں میں نہیں ملتا ہے۔

جہانگیر کے عہد حکومت کے متعلق دوسرے یورپین سیاحوں نے جو حالات لکھے ہیں وہ تاریخی اعتبار سے قابل اعتنا نہیں ہیں۔ حسب ذیل سفرنامے صرف اس وقت کے انگریزوں اور پرتگالیوں کے تعلقات کے سلسلہ میں کارآمد ہیں۔

نکولس ڈاونٹن نکولس ڈاونٹن ایک ڈھائی سو ٹن کے جہاز پیپر کورن کا کپتان اور ریسٹ انڈیز کے چھٹے بحری سفر میں اسی کمپنی کے جہاز میں لفٹننٹ تھا۔

اس کے جرنل میں اس کے اقتباسات پرچاز سوم صفحات ۱۹۴ تا ۲۰۴ میں دیے ہیں۔

دوسرے بحری سفر میں اس کے لکھے ہوئے جرنل کے اقتباسات پرچاز چہارم صفحات ۲۱۴ تا ۲۵۱ میں دیے ہیں۔

سر جیمس لنکاسٹر سر جیمس لنکاسٹر کے بحری سفروں میں سے چوتھے سفر میں ایک

Marfat.com

روزنامچہ تحریر کیا گیا تھا۔ سر جیمس لنکاسٹر کے چھٹے بحری سفر کا روزنامچہ اپریل ۱۶۱۰ء سے جنوری ۱۶۱۱ء تک ہے۔

طامس لو ایک اور روزنامچہ اپریل ۱۶۱۰ء سے جنوری ۱۶۱۱ء تک طامس لو نے بھی لنکاسٹر کے ساتھ تحریر کیا۔

تھٹیل مارٹنس تھٹیل مارٹنس کے ساتویں بحری سفر کا حال پرچار سوم صفحات ۴۴۴ تا ۴۹۱ میں ہے

کپتان سارلیں کپتان سارلیں کے آٹھویں بحری سفر کا حال اپریل ۱۶۱۱ء تا نومبر ۱۶۱۳ء پرچاز سوم صفحات ۳۰۵ تا ۵۱۹ میں ہے۔

ولیم نکولو ولیم نکولو جو جہاز اسٹش میں جہازی کارکن تھا اور براسپورٹ (برہان پور) سے مچھلی نیم وغیرہ تک سفر کیا (۱۶۱۲ء) اس کی رپورٹ پرچاز سوم صفحات ۲ تا ۸۲ میں ہے۔

ماسٹر طامس بیسٹ ماسٹر طامس بیسٹ کے ایسٹ انڈیا کے دسویں بحری سفر کا روزنامچہ پرچاز چہارم صفحات ۱۱۹ تا ۱۴۰ میں ہے۔

رالف کراس ایک اور سفرنامہ کا روزنامچہ الف کورس کا ہے جو ۲۹ اگست ۱۶۱۳ء تک ہے۔

ماسٹر کوپلنڈ اسی بحری سفر کے چند مشاہدات ماسٹر کوپلنڈ مسٹر کے پرچاز چہارم صفحات ۲۵۱ تا ۲۶۳ میں ہیں۔

ماسٹر ایلکنگس و ماسٹر ڈازس ورتھ ماسٹر ایلکنگس و ماسٹر ڈازس ورتھ کے بعض بیانات پرچاز چہارم صفحات ۲۵۱ تا ۲۶۳ میں ہے۔

کپتان والٹر پیٹن کپتان والٹر پیٹن کے دوسرے بحری سفر کے حالات صفحات ۲۸۹ تا ۳۰۰ میں ہے۔

راجر ہاز راجر ہاز کے جرنل سے ماخوذ یادداشتیں ایضاً صفحات ۴۹۵ تا ۵۰۰ میں ہیں۔

الیگزینڈر چائلڈ الیگزینڈر چائلڈ ایضاً صفحات ۵۰۲ تا ۵۰۰

رچرڈ سوان رچرڈ سوان کا روزنامچہ پرچاز پنجم صفحات ۲۴۱ تا ۲۶۱ میں۔

ماسٹر سیبزر فریڈرک ماسٹر سیبزر فریڈرک کے اٹھارہ سال کے ہندوستانی مشاہدات پرچاز دہم صفحات ۸۸ تا ۱۴۲ میں۔

Marfat.com

کاورٹے رابرٹ کاورٹے کی "رپورٹ وغیرہ" واضح اور بے لاگ تجربات و مشاہدات کا رجز ہے جن مقامات کا اُس نے دورہ کیا۔ اُن پر تبصرہ دلچسپ ہے پچھلے اور معاصر سیاسی حالات کے بیان میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

ڈی لاول (فرنیکواسے) یائی راڈ ڈی لاول کا سفر نامہ جس کی جلد دوم حصہ اول کو البرٹ گرے نے مرتب کیا اور ہکلویٹ سوسائٹی نے شائع کیا۔ اس کا کچھ حصہ پرچاز نہم صفحات ۵۰۳ تا ۵۰۰ میں ہے مشرق کے سارے یورپین سیاحوں میں اس کا بیان سب سے زیادہ قابل مطالعہ ہے۔ ہندوستان کاریگروں صناعوں اور تاجروں کی اس نے کھل کر تعریف کی ہے (صفحات ۲۴۸ تا ۲۴۹) اُس وقت کی پورتگالی ہندوستانی تاریخ کے لیے یہ خصوصاً قابل قدر ہے۔ ہندستان کے اُن اندرونی حصوں کے متعلق جہاں وہ خود کبھی نہیں گیا۔ اس کا بیان بیشتر سنی سنائی باتوں پر بنی ہے۔ اس لیے اکثر غیر معتبر ہے۔

ڈان دوارٹ دی بنمس "وان دوارٹ دی بنمس وائسرائے پورتگالی ہند کی کتاب قوانین، رسم و رواج مالیہ تجربات اور دیگر قابل لحاظ معاملات کے متعلق" پرچاز نہم صفحات ۱۱۸ تا ۱۸۹ میں پورتگالی نظام حکومت کی بہت اچھی تفصیل ہے مگر مغل سلطنت کے متعلق اس کا بیان ناقابل اعتنا ہے۔

لنس کوٹن جہانگیر کے عہد حکومت سے ذرا پیشتر جن سیاحوں نے ہندوستان کا دورہ کیا اُن میں اولین مقام کا مدعی ہالینڈ کا باشندہ جان ہیوگن وان لنس کوٹن ہے وہ ۱۵۸۳ء ہندوستان اور یہاں کے اندرونی حصہ کے متعلق بہت کچھ سنا۔ ہالینڈ واپس جا کر اس نے "ایسٹ انڈیز کے بحری سفر" کے حالات شائع کیے جن سے یورپ میں ایک سنسنی پیدا ہو گئی۔ اس کی کتاب کا ۱۵۹۶ء میں ترجمہ ہوا۔ جن نے ہلکوٹ سوسائٹی کی اشاعت اول ۷۰ تا ۷۱ سے استفادہ کیا ہے۔ اس کی عبارتیں پرچاز دہم صفحات ۲۲۳ تا ۳۱۷ میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ لنس کوٹن کی براہ راست معلومات صرف گوا کے متعلق ہیں۔ ہندوستان کے متعلق جو اس نے لکھا وہ سنا سنایا ہے۔

رالف فنچ ہندوستان برہما وغیرہ کے اولین سیاح رالف فنچ کا سفر نامہ

Marfat.com

جے رائلی نے مرتب کیا ہے۔ بعض عبارتوں کے اقتباس پرچاز میں ہیں۔ لیکن میں نے عموماً اول الذکر ہی کے حوالے دیے ہیں۔ فنچ نے ۱۵۸۵ء اکبر کے دربار میں حاضر ہوا۔ آگرہ اور فتحپور سیکری ہی اوران کے درمیانی علاقہ کے متعلق اس کی تفصیلات دلچسپ ہیں دوسرے مقامات کے متعلق اس کا بیان ذرا تشنہ ہے۔

عہد جہانگیر کے دوسرے یورپین ہندوستانی سیاحوں کے روزنامچے پورے کے پورے یا جزواً پرچاز وغیرہ میں نقل ہوئے ہیں مگر وہ اتنے بیکار ہیں کہ ان کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کو موصولہ خطوط ایسٹ انڈیا کمپنی کو مشرق میں ان کے ملازموں سے وصول شدہ خطوط انڈیا آفس کے رجسٹر مراسلات سے نقل کیے گئے اور وزیر ہند باجلاس کونسل کی سرپرستی میں چھ جلدوں میں شائع کیے گئے۔ یہ ۱۶۰۳-۱۶۱۷ء میں موصول شدہ خطوط پر مشتمل ہیں۔

جلد نمبر	کس نے مرتب کیا	متعلق	سال اشاعت
۱۔	فوڈرک چارلس ڈانورس	۱۶۰۴-۱۳ء	۱۸۹۶ء
۲۔	ایم فاسٹر	۱۶۱۳-۱۵ء	۱۸۹۷ء
۳۔	"	۱۶۱۵ء	۱۸۹۹ء
۴۔	"	۱۶۱۶ء	۱۹۰۰ء
۵۔	"	جنوری تا جون ۱۶۱۷ء	۱۹۰۱ء
۶۔	"	جولائی تا دسمبر ۱۶۱۷ء	۱۹۰۲ء

ہر جلد میں بہت اچھا مقدمہ اور اشاریہ ہے۔ انگلستان کی مشرقی تجارت کی ابتدا سترھویں صدی کے اوائل میں ہندوستان کی اقتصادی تاریخ کے سلسلہ میں بہت ہی قابل ہیں۔ اس کے علاوہ ان سے معاصر اہم اشخاص، سیاسی اور فوجی حالات اور وبائی بیماری وغیرہ کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے

انگلش فیکٹریز ان انڈیا یہی صورت حسب ذیل تین جلدوں کی بھی ہے جنہیں نے مرتب کیا اور وزیر ہند کے زیر اختیار شائع ہوئیں

۱۶۱۸-۲۱ء۔ انگلش فیکٹریز ان انڈیا۔

Marfat.com

۱۶۲۰ء انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۳-۱۶۲۲ء
۲۹-۱۶۲۴ء انگلش فیکٹریز ان انڈیا ۲۹-۱۹۳۴ء

بعد کی جلدوں میں اندراجات ۱۶۶۵ء تک آگئے ہیں اور اس طرح شاہجہاں کا پورا عہدِ حکومت آگیا ہے۔

سینس بری کا کلنڈر مسٹر اور مس سینس بری کی ایسٹ انڈیا کے کاغذات کی فہرست ولیم فاسٹر کی مرتبہ سیریز سے منسوخ ہو گئی ہے۔

ولیم میتھولڈ ولیم میتھولڈ جہانگیر کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا مگر صرف جنوب کا دورہ کیا۔

۷۔ بعد کے یورپین سیاح اور فیکٹر

شاہجہاں (۵۸-۱۶۲۷ء) اور اورنگ زیب (۱۷۰۷-۱۶۵۸ء) کے عہد حکومت میں جو یورپین سیاح ہندوستان آئے ان کے پیشروؤں کی طرح شہروں، دربار، کیمپ اور فوج کے حالات اور عوام کے رسم و رواج اور سماجی اور معاشی کے حالات کے لیے قابل قدر ہیں اور یہ جیسے شروع سترھویں صدی میں تھے ویسے ہی آخر صدی تک۔ جہانگیر کے بعد سیاحوں نے جہانگیر کے وہ حالات لکھے ہیں جو اس وقت زبان زد تھے

ہربرٹ سر طامس ہربرٹ کی ایرانی شاہی حکومت کے حالات جو اب اورنٹیل انڈیز اور وسیع تر اینڈ افریک ۱۶۳۴ء میں شامل ہے۔ ہربرٹ کا سورت کا دورہ بہت ہی مختصر تھا مگر اس نے جہانگیر کا حال لکھا ہے جس کی حکومت ختم ہوئی تھی وہ بہت ہی ہوشمندانہ ہے۔

پٹر منڈی پٹر منڈی کا سفرنامہ یورپ و ایشیا ۱۶۰۸ء سر جرڈ کارناک ٹمپل نے نہایت عمدہ تشریحات و اشاریہ کے ساتھ معقول نقشوں اور فہرست اسناد شامل کر کے مرتب کیا۔ اسے ہکلویت سوسائٹی نے جو شائع کیا ہے اس کی دوسری جلد میں جس کا عنوان "ایشیا کی سیاحت" ہے۔ ہندوستان کا حال ہے۔ پٹر منڈی کو ۱۶۲۷ء کے آخر میں ایسٹ انڈیا کمپنی فیکٹر منتخب کیا اور ۱۶۲۸ء کے شروع میں وہ ہندوستان کے روانہ ہو کر ستمبر ۱۶۲۸ء میں سورت پہنچ گیا۔ سورت میں دو سال ملازمت کرنے کے بعد وہ کمپنی کے کام سے شمال کی طرف بھیجا گیا اور اس طرح اُسے شمالی ہند کا وسیع دورہ کرنے کا موقع مل گیا۔ ۱۶۳۴ء میں وہ ہندوستان سے واپس ہو۔ آگرہ، فتح پور سیکری، برہان پور

Marfat.com

پٹنہ، اجمیر وغیرہ کے جو حالات منڈی نے لکھے ہیں وہ قابل قدر ہیں۔ الٰہ آباد میں خسرو کی قبر کا اُس نے بہترین چشم دید حال لکھا ہے لیکن جہانگیر کے عہد حکومت کی سیاسی تاریخ جو اس نے لکھی ہے وہ بیشتر افسانوی ہے۔

اولیاریس اولیاریس کا سفرنامہ اگرچہ بیشتر شاہجہاں کے عہد حکومت سے متعلق ہے لیکن اس میں جہانگیر کے عہد کے بعض واقعات کا ذکر ہے مگر یہ زیادہ قابل اعتنا نہیں ہے۔

منڈلسو جان البرٹ ڈی منڈلسو کے بحری سیاست اور ایسٹ انڈیز سیاحت جہانگیر کے عہد حکومت کے متعلق بہت کم کارآمد ہے۔

مانٹرک "ایٹی نیرو ڈی لاس مشنز کوبی ایل پادری سیباشین مانٹرک" سب سے پہلے ۱۶۴۹ء میں روم میں شائع ہوئی اور ۱۶۵۳ء میں دوبارہ چھپی۔ اصل ہسپانوی نسخہ بالکل نایاب ہے۔ مسٹر وی اے اسمتھ کا بیان ہے کہ دونوں نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں اور اولین طباعت کا ایک بوڈلین میں اور دوسری اشاعت کا نسخہ آل سولس کالج لائبریری آکسفورڈ میں ہے۔ پنجاب کے متعلق ابواب کا میکلاگن نے جنرل آف پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی کی جلد اول صفحات ۸۳ تا ۱۰۶ و ۱۵۱ تا ۱۶۶ میں کیا ہے۔ دوسرے ابواب کا ترجمہ بنگال پاسٹ اینڈ پریزنٹ کی جلد ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔

برنیر ایم فرانکوے برنیر کے سفرنامہ مغل سلطنت ۶۸-۱۶۵۶ء کو آرچبالڈ کانسٹیبل نے ارونگ براک کے ترجمہ کی بنیاد پر مرتب کیا ہے۔ یہ تمام سیاحوں کے بیانات سے جو کبھی ضبط تحریر میں آئے سب سے زیادہ قابل مطالعہ ہے۔ ہندوستانی نظم آئین کے متعلق برنیر کا تبصرہ اکثر متعصبانہ ہے۔ اسے جہانگیر کی سیرت، نورجہاں کے اس پر اثر اور بادشاہ کی جزوٹ مشنریوں پر نظر عنایت اور آگرہ و دہلی کا زوردار حال لکھا ہے

ٹیورنیر جین بیپ ناٹیر ٹیورنیر بیرن آبون کے بیروں سفرنامہ اس کا بہترین نسخہ وہ ہے جسے وی بال نے ترجمہ کر کے مقدمہ تشریحات ضمیمہ جات و اشاریہ کے ساتھ دو جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ ٹیورنیر نے ۶۴-۱۶۳۱ء میں مشرق کی طرف چھ بحری سفر کیے۔ ہندوستان کا اس نے پانچ مرتبہ دورہ کیا۔ یعنی ۱۶۴۱ء، ۱۶۴۵ء، ۱۶۵۱ء، ۱۶۵۷ء اور ۱۶۶۴ء میں اس کے سفرنامہ کی خاص اہمیت، قصبوں، شہروں اور

Marfat.com

تجارت کے معاصر حالات اور خاصکر ہیروں کی تجارت کے متعلق ہے۔ پہلی جلد کے دوسرے حصہ میں تاریخی حالات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ناکام رہی۔

تھیوناٹ موسیو ڈی تھوناٹ کا لیوانٹ کا سفرنامہ تین حصوں میں جو ۱۶۸۶ء میں انگریزی میں ترجمہ کیا گیا پہلے اور دوسرے حصہ میں تھیوناٹ کے یورپ، ترکی اور ایران کی سیاحت کا حال ہے تیسرا حصہ جو ۲۰۰ صفحات کا ہے۔ ایسٹ انڈیز کے حالات پر مشتمل ہے۔ تھیوناٹ کا مقصد محض سیاحت تھا اور اس کے سفر میں کوئی خفیہ ارادہ نہیں شامل تھا۔ وہ اپنے حالات سفر در نومبر ۱۶۶۷ء تک لکھتا رہا جبکہ ایشیائے کوچک کے ٹارس سے تقریباً تیس لیگ کے فاصلہ پر میانا میں اس کا انتقال ہوا مشرق کے یورپین سیاحوں میں اس کی تحریر سب سے زیادہ معلوماتی ہے اور خاصکر شہروں، قصبوں، بندرگاہوں، محاصل، نظم ونسق کے انتظامات اور مالیہ کے حالات کے بارے میں قابل قدر ہے۔

باورے طامس باورے کے مصنفہ خلیج بنگال کے گرد کے ممالک جغرافیائی حالات ۱۶۶۹-۷۹ء اسے سر رچرڈ کارناک ٹمپل نے مقدمہ تشریحات اور اشاریہ کے ساتھ مرتب کیا۔ ہکلوبت سوسائٹی نے شائع کیا۔ اس تصنیف کی نوعیت اور اہمیت اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔

فرایر جان فرایر کی نو سال ۱۶۷۲-۸۱ء کی ایسٹ انڈیا اور ایران کی سیاحت کے جدید حالات اسے ولیم کروک نے مقدمہ تشریحات اور اشاریہ کے ساتھ مرتب کیا اور ہکلویت سوسائٹی نے شائع کیا۔ مقامات کے حالات کے سوا یہ کتاب جہانگیر کے عہد کے حالات کے سلسلہ میں ناکارہ ہے۔

منوشی نکولاؤ منوشی کی ڈو موگر یا مغل سلطنت کی کہانی ۱۶۵۳-۱۷۰۸ء اسے ولیم اروِن نے نہایت عمدہ اسلوب چار جلدوں میں ترجمہ اور ترتیب دیا اور جان مرے لندن نے انڈیا ٹکسٹ سیریز میں بہ نگرانی رائل ایشیاٹک سوسائٹی شائع کیا۔ اس ایڈیشن نے کاٹرو کے نامکمل اور غلط ملط تصنیف کی تنسیخ کردی۔

پہلی جلد میں شہزادہ سلیم کا حال ہے (صفحہ ۱۳۱)، جہانگیر کی حکومت (صفحات ۲۰ [illegible]
۱۶۸)، نورجہاں کا حال (صفحات ۱۶۰ تا ۱۶۴) اور باقی کا صفحات ۱۰۹ تا ۱۱۰ [illegible]

Marfat.com

اعتبار سے یہ سب تقریباً بالکل ناکارہ ہے۔

(۸) حال کی تواریخ

(الف) بنیادی اہمیت کی

۱۔ انگریزی

میکالیف میکس آرتھر میکالیف کی سکھ مذہب اس کے گرد اور کتب مقدسہ، چھ جلدوں میں۔ اس کتاب کا مقصد سکھ مذہب یا سکھ تاریخ کی تنقیدی تشریح نہیں ہے۔ اس میں صرف سکھ کتب مقدسہ اور روایات کا بہت عمدہ انگریزی بیان ہے۔ اس صورت میں اس کا شمار بنیادی سند کی حیثیت سے ہے۔ تیسری جلد ادی گرنتھ کے مصنف پانچویں گرو ارجن کے حالات زندگی اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔ جہانگیر کے ہاتھ سے اس کی موت کا حال سکھوں کے نقطۂ نظر سے بیان کیا ہے اور افسانوی رنگ کا ہے۔

ٹاڈ لفٹنٹ کرنیل جیمس ٹاڈ کی انلس اینڈ اینٹی کوی ٹیز آف راجستھان یا ہندوستان کی مرکزی راجپوت ریاست دو جلدوں میں۔ اس کا سب سے اچھا اور تازہ ترین نسخہ وہ ہے جسے جارج روٹلیج اینڈ سنز لمیٹڈ لندن نے شائع کیا ہے۔ میں نے اسی نسخہ سے حوالے دیے ہیں۔

ٹاڈ نے مبینہ طور پر اس تصنیف کو مستقبل کے مورخین کے لیے وافر مواد کے مجموعہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس صورت میں اس کا شمار بنیادی سند کی حیثیت سے ہوگا۔ اس نے ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد کے حالات واقعات کا راجپوت نقطۂ نظر دیا ہے۔ اس کے واقعات اور تاریخیں اکثر غلط ہیں مگر بیشتر اس نے ایسی معلومات دی ہیں جو کہیں اور نہیں ملتی ہیں جہانگیر کی راجپوتوں سے لڑائیوں اور راجپوتوں سے تعلقات کے علاوہ اس نے خسرو کی بغاوت اور مہابت خاں کی یورش کا حال بھی لکھا ہے۔

ٹیسی ٹوری ایل پی ٹیسی ٹوری کی رپورٹ آن سنہاریکل اینڈ بارڈک سروے آف راجپوتانہ میں ضمناً بعض قابل قدر تاریخی معلومات فراہم کی گئیں۔

جرنل آف بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱۵ ۱۹۱۹ء نمبر ۱ میں اعلیٰ پھلودی کھیات کی کچھ عبارتیں معہ انگریزی ترجمہ کے دی گئی ہیں جن میں جہانگیر کی نور جہاں سے ابتدائی محبت شیر افگن کی موت کے حالات، خسرو کے قتل اور شاہجہاں کی بغاوت کے حالات دیے گئے ہیں۔

Marfat.com

ڈف جیمس گرانٹ ڈف کی ہسٹری آف مراٹھا تین جلدوں میں۔ چونکہ مصنف نے جس اصلی مخطوطہ سے مدد لی وہ گم ہو گیا ہے اس لیے اس کو جزوی طور پر بنیادی سند کی حیثیت حاصل ہے۔ میں نے آر کیمبرے اپنڈ کو کلکتہ کا ۱۹۱۲ء کا مطبوعہ نسخہ استعمال کیا ہے۔ پہلی جلد کے دوسرے باب میں جہانگیر کے عہد کی دکن کی مختصر تاریخ دکنی نقطۂ نظر سے دی گئی ہے۔

۲۔ ہندی

بیر نبود کویراج سایمل داس کی تاریخ راجپوتانہ فارسی تواریخ اور شعری ادب سے ماخوذ۔ اسے اودے پور دربار کے حکم سے تصنیف کیا گیا تھا اور پھر یہ ضبط بھی ہو گئی یہ نہایت ہی گراں قدر اہمیت کی تصنیف ہے۔ میں نے ایک مخطوطہ نسخہ کو استعمال کیا جو مجھے جودھپور میں ملا۔ اس کا ایک نسخہ کاشی ناگری پرچارنی سبھا بنارس کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ جہانگیر کے عہدِ حکومت کے حالات کے حصہ میں بہت سی نئی معلومات ہیں۔

جہانگیر نامہ یہ منشی دیبی پرشاد جودھپوری کا تزک جہانگیری کا ہندی ترجمہ ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں راجپوت ناموں اور مقاموں کی بعض غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔

(ب) عام

۱۔ انگریزی

گلیڈون تاریخ ہندوستان بہ عہدِ جہانگیر، شاہجہاں و اورنگ زیب مصنفہ فرانسیس گلیڈون جلد اول (صرف یہی جلد شائع ہوئی) کلکتہ ۱۷۸۸ء

یہ کتاب خاص کر ماثر جہانگیری پر مبنی ہے جس کا یہ در اصل معقول خلاصہ ہے۔ کچھ درد جہانگیر روزنامچہ سے بھی لی گئی ہے۔ پہلے بارہ صفحات اکبر کے عہد میں سلطان سلیم کے متعلق خاص واقعات کے سلسلہ میں شہزادہ سلیم کی بغاوت کا مختصر حال ہے۔ کتاب کے باقی حصہ میں فارسی تواریخ کے بے ترتیب اور بے اصولی حالات جہانگیر کے عہد حکومت کے ہیں۔ بدقسمتی سے اب یہ نایاب ہیں۔

الفنسٹن الفنسٹن کی ہسٹری آف انڈیا۔ اس کی دسویں جلد میں جہانگیر کے متعلق باب خافی خاں، پرایس کی جہانگیر کے عہد حکومت کا بہترین مختصر حال ہے۔ میں نے حوالے اس کے ساتویں ایڈیشن سے دیے ہیں جس میں ای بی کاویل کی

Marfat.com

تشریحات اور اضافے ہیں اس میں جہانگیر کے متعلق باب ۵۵۰ تا ۵۷۰ صفحات میں ہے۔

وی اے اسمتھ وی اے اسمتھ کی آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا صفحات ۳۷۵ تا ۳۹۱۔ جامع مگر غیر ہمدردانہ

لین پول اسٹینلی لین پول کی میڈیول انڈیا اسٹوری آف نیشنز سیریز میں صفحات ۲۸۹ تا ۳۰۴۔ شاندار مگر ناقص۔

کنیڈی کنیڈی کی ہسٹری آف دی گریٹ مغل جلد دوم میں صفحات ۱ تا ۳۳ جہانگیر کے حالات مشتمل ہے قابل مطالعہ مگر غیر علمی

کین جی ایچ کین کی ہسٹری آف انڈیا۔ ترمیم شدہ ایڈیشن۔ کافی معقول مختصر حال

ہولڈن ہولڈن کی مغل ایمپررس ہندوستان۔ جہانگیر کا حال صفحات ۲۰۷ تا ۲۶۹ میں ہے۔ مبتدیانہ تصنیف ہے۔

ڈاؤ لفٹنٹ کرنیل الیگزینڈر ڈاؤ کی ہسٹری آف ہندوستان میں جلد سوم کے صفحات ۱ تا ۱۱۲ میں جہانگیر کا حال ہے۔ افسانوں اور چھوٹی کہانیوں سے بھرا ہوا مصنف نے جہانگیر سے شادی سے قبل کی نورجہاں کی زندگی کا بہت ہی شوخ مگر قطعی غیر معتبر حال ہے۔

لطیف سید عبداللطیف کی حسب ذیل تین کتابوں میں شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت کا مختصر مگر غیر ماخذانہ حال دیا ہے۔

۱۔ آگرہ، ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹیو

۲۔ دی ہسٹری آف دی پنجاب

۳۔ لاہور، اٹس ہسٹری آرکی ٹیکچر، ر منیز اینڈ اینٹی کوی ٹیز

وھیلر جے ٹالبوائیز ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم حصہ اول باب پنجم صفحات ۱۹۱ تا ۲۵۰۔ یوروپین سیاحوں کی گپ بازیوں پر مبنی ہے۔ پوری کتاب انتہائی جہالت، غیر معقولیت، تعصب اور بے اصولی قیاسات سے بھری ہے۔ مصنف میں ناقدانہ صلاحیت مطلق نہ تھی اور با اصول تاریخی تحقیق سے نابلد تھا۔

۲۔ اردو

ذکاءاللہ مولوی ذکاءاللہ کی تاریخ ہندوستان اردو آٹھ جلدوں میں چھٹی جلد جہانگیر کے عہد حکومت کے حالات پر مشتمل ہے اور ۳۰۰ صفحات میں ہے۔ بدقسمتی سے

Marfat.com

مصنف نے جہانگیر کے روزنامچہ کے مختلف نسخوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے اور وافر یورپین ماخذ سے بہت کم مدد لی ہے۔

(ج) خاص

۱۔ انگریزی

وان نوئر — دی ایمپرر اکبر۔ سولھویں صدی کی ہندوستان کی تاریخ میں ایک امدادی حصہ مصنف فریڈرک آگسٹس کاونٹ آف نوئر جسے انیٹے ایس بیورج نے ترجمہ کیا اور کچھ حصہ کی نظر ثانی کی۔ جلد دوم دفعہ ۵ باب سوم صفحات ۳۶، تا ۴۰ سلیم کی بغاوت اور ابوالفضل کے قتل کے متعلق اور باب چہارم صفحات ۴۰۵ تا ۴۲۵۔ اکبر کے انتقال کے متعلق وان نوئر نے (یا یہ کہنا چاہیئے اس کے مدوّن ڈاکٹر بیچ لڈ نے) سلیم کی بغاوت کے جو اسباب لکھے ہیں وہ غلط ہیں۔

وی اے اسمتھ — وی اے اسمتھ کی اکبر دی گریٹ مغل کا گیارہواں باب صفحات ۳۰۱ تا ۳۲۵ سلیم کی بغاوت اور اکبر کی زندگی کے آخری دن اور انتقال کے متعلق مصنف نے جزو یٹ وسائل شہادت کی تنقیدی جانچ کر کے استعمال کیا ہے۔

اکبر کے متعلق ہندوستان کی دوسری حال کی تاریخوں اور مضامین میں سلیم کی بغاوت کا حال اس قدر مختصر ہے کہ ذکر کے قابل نہیں ہے۔

کنکیڈ و پراسٹیس — اے ہسٹری آف مراٹھا پیپل مصنفہ کنکیڈ و پراسٹیس جلد اول میں جہانگیر کے عہد کے دکن کی مختصر تاریخ ہے۔

راناڈے — ایم جی راناڈے کی رائیز آف مراٹھا پاور جلد اول پوری شائع ہو گئی ہے سترھویں صدی میں مراٹھا اقتدار کے وسائل کا بڑا ہوشمندانہ اور عمیق مطالعہ ہے۔

گریبل — جے ڈی بی گریبل کی تاریخ دکن، مطبوعہ لوزک اینڈ کو ۱۸۹۶ء بیشتر الیٹ و ڈاوس کی تاریخ اور بمبئی گزیٹیر پر مبنی ہے۔ جہانگیر کے عہد حکومت کے حالات دکنیوں کے نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔

ہیگ — ہیگ کی ہسٹاریکل لینڈ مارکس اِن دی دکن میں قلعوں اور انکی تاریخوں کا دلچسپ حال ہے۔

پوگسن — پوگسن کی ہسٹری آف دی بندیلاز بیشتر لال کی چھتر پرکاش پر مبنی ہے۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔

Marfat.com

ہولڈچ سرطامس ہولڈچ کی گیٹس آف انڈیا شمال مشرقی سرحد کی شورشوں کے بارے میں قابلِ قدر ہے۔ اس میں افغانستان اور بلوچستان کا جغرافیائی نقشہ بھی ہے۔

راورٹی میجر راورٹی کی نوٹس آن افغانستان جہانگیر کے عہد میں افغانستان کی تاریخ کے لیے قابل قدر ہے۔

مورلینڈ مورلینڈ کی انڈیا ایٹ دی ڈیتھ آف اکبر سترھویں صدی میں ہندوستان کی معاشی حالات کا تنقیدی جائزہ ہے جو آئین اکبری اور معاصر یورپین تواریخ پر مبنی ہے مغلوں کے بارے میں اس کا رویہ ذرا متعصبانہ ہے۔ اس کی تفصیلی تنقید کے لیے دیکھو میرا مضمون ماڈرن ریویو جنوری ۱۹۳۱ء

لا: نریندر ناتھ لا کی پروموشن آف لرننگ ڈیورنگ محمڈن رول (بائی محمڈنز) مطبوعہ لانگ مین گرین اینڈ کو ۱۹۱۶ء صفحات ۱۷۳ تا ۱۸۰ جہانگیر کی علوم کی قدردانی اور ترقی کی کوششوں کا ذکر ہے۔

ارون ولیم ارون کی آرمی آف انڈین مغلس اس آرگنائزیشن اینڈ ایڈمنسٹریشن (مطبوعہ لوزک ۱۹۰۳ء) آئین اکبری اور متعدد فارسی تواریخ پر مبنی ہے۔ جو عہد مغلیہ کے آخری زمانہ میں لکھی گئی۔ یہ بڑی عالمانہ کتاب ہے۔ جس میں مغل فوج کا نہایت صحیح حال ہے۔ جہاں تک فارسی مستند تواریخ سے مل سکا۔

طامس ہندوستان مغل سلطنت کے مالی وسائل ۱۵۹۳ء سے ۱۷۰۷ء تک بیا ایڈورڈ طامس کی تاریخ کا تتمہ ہے مصنف نے جو نتائج نکالے ہیں وہ ناقص اسناد پر مبنی ہیں۔

بلوکمین بلوکمین کی لایوز آف گرینڈیز آف دی مغل ایمپائر ان اکبرس رین جو اس کے آئین اکبری کے انگریزی ترجمہ کے صفحات ۳۵۸ تا ۵۲۷ سے ماخوذ ہے اور بیشتر مآثر الامرا پر مبنی ہے۔ جہانگیر کے عہد کے کئی امرا کا بھی مختصر تذکرہ ہے۔

بیل ٹی ڈبلیو بیل کی اورنٹیل بیاگریفیکل ڈکشنری مرتبہ ایچ جی کین مطبوعہ ایلن اینڈ کو ۱۸۹۴ء سند کی حیثیت سے یہ بہت کارآمد ہے لیکن حالات بہت ہی مختصر ہیں اور غلطیاں بہت ہیں۔

ہیبر ہیبر کی نیریٹیو آف اے جرنی تھرو اپر پراونسز آف انڈیا فرام کلکتہ ٹو بمبئی ۱۸۲۴ء تین جلدوں میں۔ انیسویں صدی کے آغاز کے حالات اور باقی تاریخی یادگاروں کے حالات

Marfat.com

کے متعلق قابل قدر ہے۔

امپیریل گزیٹر میں نے امپیریل پراونشیل اور ڈسٹرکٹ گزیٹروں کا جغرافیائی حالات کے لیے آزادی سے استعمال کیا ہے جس کے لیے وہ بہت بیش قیمت ہیں۔ گزیٹروں کے تاریخی حصّوں کے مطالعہ میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

کین دیگر حال کی اسناد تاریخی میں سے آگرہ، دہلی، الہ آباد، لکھنو، بنارس وغیرہ کے متعلق کین کے کتابچوں سے استفادہ کیا ہے۔

مرے مرے کی ہینڈ بک فار بنگال ایڈیشن ۱۸۸۲ء

ٹمپل سر آر ٹمپل کی حیدر آباد، کشمیر اسکیم اینڈ نیپال، دو جلدوں میں مطبوعہ امین اینڈ کو لندن ۱۸۸۷ء

الفنسٹن الفنسٹن کی کابل۔

۲- بنگالی

بنرجی راکھیل داس بنرجی کی ہسٹری آف بنگال دو جلدوں میں بنگالی۔ اس میں بہت کم معلومات ہیں۔

رائے چندر رائے کی ہسٹری آف مرشد آباد دو جلدوں میں بنگالی۔ اس میں بنگال میں عثمان کی شورش کے متعلق کچھ نئی معلومات ہیں۔

۳- اردو

ذکاء اللہ مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان اردو جلد ہفتم شاہجہاں کے عہد کے متعلق ہے۔ اس میں شاہجہاں کے نقطۂ نظر سے جہانگیر کے بعض واقعات پر تبصرہ ہے۔

آزاد مولانا محمد حسین آزاد کی دربار اکبری میں بھی اکبر کے ممتاز امرا کے حالات زندگی ہیں جو جہانگیر کے عہد تک زندہ رہے تھے۔

۴- ہندی

رام ناتھ رتنو رام ناتھ رتنو نے اپنی راجپوتوں کی تاریخ میں بعض باتیں ٹاڈ سے زیادہ لکھی ہیں۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔ مصنف کی نا وقت وفات سے علمی دنیا کا بڑا نقصان ہوا۔

سوریہ مل سوریہ مل کی نیشا بھاسکر جو بوندی کی دستاویز ہے انیسویں صدی میں لکھی گئی اس میں جہانگیر کے عہد حکومت کے واقعات کا سرسری ذکر ہے۔

Marfat.com

مجارام مہتہ　مجارام مہتہ کی پر کرمی مادا رو میں بشیتر بشا بھاسکر سے ماوا داد کے حالات زندگی دیے ہیں اس میں جہانگیر کے عہد کے خاص خاص واقعات کا بھی مختصر تذکرہ ہے۔

(۹) فن تعمیر و نقاش

آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹیں　آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ ۱۸۶۱-۸۶ء مرتبہ سر الیگزینڈر کننگھم

آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی سالانہ رپورٹیں　آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی سالانہ رپورٹیں نیو سیریز ۱۹۰۲-۰۳ء سے آج تک مرتبہ سر جے ایچ مارشل۔

ای ڈبلیو اسمتھ　ای ڈبلیو اسمتھ کی مغل آرکیٹکچر آف فتحپوری سیکری چار جلدوں میں حالات و تصاویر، گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۸۹۴-۹۸ء

آگرہ کے قریب سکندرہ میں اکبر کا مقبرہ ای ڈبلیو اسمتھ کی تفصیل و تصویر مطبوعہ گورنمنٹ پریس الہ آباد ۱۹۰۹ء

فرگوسن　ہسٹری آف انڈین اینڈ ایسٹرن آرکیٹکچر مصنفہ جیمس فرگوسن جیمس برجیس رینی سپائر نے نظر ثانی کر کے مرتب کیا اور اضافے کیے۔ شائع کردہ جان مرے لندن ۱۹۱۰ء

ہاول　اے جی ہاول کی انڈین

وی اے اسمتھ　وی اے اسمتھ کی اے ہسٹری آف فائن آرٹ ان انڈیا اینڈ سیلون مطبوعہ کلارنڈن پریس آکسفورڈ ۱۹۱۱ء

اوپر لکھی ہوئی کتابوں اور نیز جنرل آف انڈین آرٹ اینڈ انڈسٹری میں سترھویں صدی کے اہم اشخاص کے حالات اور اہم واقعات کی تصویر کشی ہے۔ اس طرح کی بہت سی تصویریں مہاراجہ بنارس و جودھپور کے کتب خانوں اور نیز خدا بخش کی اورینٹل لائبریری پٹنہ میں اور قلعہ دہلی کے عجائب خانہ میں اور دہلی کے لالہ سری رام کے پاس محفوظ تھیں اور یقیناً اکثر لوگوں کے ذاتی سرمایہ میں ہوں گی۔

(۱۰) ادبی تصانیف

۱۔ فارسی

Marfat.com

جہانگیر کے عہد کے بہت سے شعرا کا کلام مخطوطہ شکل میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ میں محفوظ ہیں۔ ابھی تک ان کا عام جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ سلیم کی خوبصورتی کی تعریف میں عرفی کا قصیدہ جس کا جہانگیر پر بہت اثر ہوا چھپ گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ خدا بخش لائبریری بانکی پور میں ممتاز خطاط میر علی کا مصور نسخہ جامی کی یوسف زلیخا کا موجود ہے جس کے جہانگیر نے ایک ہزار مہر طلائی دیے تھے۔ اس لائبریری میں دیوان حافظ کا وہ نسخہ بھی ہے جس سے جہانگیر فال لیا کرتا اور اس کے حاشیہ پر جہانگیر کی ہاتھ سے لکھی ہوئی تشریحات ہیں۔

فرہنگ جہانگیری جو اعلیٰ درجہ کی فارسی لغت اور جہانگیر کے حکم سے تصنیف کی گئی تھی وہ نایاب نہیں ہے۔ اس کا ایک نسخہ مہاراجہ بنارس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

مآثر رحیمی کے علاوہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے عبدالنبی فخرالزمانی کا ذکر بھی ضروری ہے جس نے اپنا میخانہ جہانگیر کے عہد میں لکھا۔ اس میں بعض معاصر شعرا کا نہایت دلچسپ حال ہے۔

جہانگیر ہی کے عہد میں امین رازی نے ہفت اقلیم سوانح تالیف کی۔ شعرا کے متعلق اسکے نوشتہ حالات قابل قدر اور معتبر ہیں۔

۲۔ ہندی

شیو سنگھ سین گار شیو سنگھ سین گار نے قرون وسطیٰ کے ہندی شعرا کا ایک جائزہ تصنیف کیا جس میں ان کے حالات زندگی اور نمونہ کلام ہیں۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔

گریرسن سرجی گریرسن کی ورنیکلر لٹریچر آف ہندوستان میں بھی یہی حالات ہیں اگرچہ زیادہ ناقدانہ شکل میں۔

مصرا برادران ان دونوں کتابوں کو مصرا برادران کے تین جلدوں میں ہندی لٹریچر کے جامع جائزہ نے منسوخ کر دیا۔ اسے ہندی گرنتھ پرسارک منڈلی کھنڈوا نے شائع کیا ہے۔

ہندی مخطوطات کی تلاش کی رپورٹیں کاشی ناگری سبھا کی ہندی مخطوطات کی رپورٹوں میں بہت سا غیر استعمال شدہ ذخیرہ ہے

۳۔ بنگالی

دینیش چندر سین دینیش چندر سین کی ہسٹری آف بنگال لانگویج اینڈ لٹریچر۔ یہ مغل عہد میں بنگال کی ذہنی صورت حال پر انگریزی میں معیاری کتاب ہے۔

ختم

Marfat.com

بیورو کی تاریخی مطبوعات

خلجی خاندان	ہارون خاں شیروانی / رحم علی الہاشمی	15 50
دکن کے بہمنی سلاطین	نریندر کرشن سنہا / کیلاش چندر چودھری	9 25
رنجیت سنگھ	محمد حبیب اور بیگم افسر عمر سلیم خاں / سید جمال الدین	13.00
سلاطین دہلی کا سیاسی نظریہ	پی۔ این۔ چوپڑا چیف ایڈیٹر / بھگونت سنگھ 2	24.00
شہیدان آزادی (حصہ اول)	پی۔ این۔ چوپڑا چیف ایڈیٹر / سید تفضل حسین	20.00
شہیدان آزادی (حصہ دوم)		
قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب	ڈی۔ ڈی۔ کوسمبی / بالمکند عرش ملسیانی	13.00
تاریخی پس منظر میں	رام شرن شرما / جمال محمد صدیقی	14.50
قدیم ہندوستان میں شودر	شاہاں قدوائی	13.50
کتاب کی تاریخ	عرفان حبیب / جمال محمد صدیقی	24 50
مغل ہندوستان کا طریق زراعت	نعمان احمد صدیقی / ایس۔ نبی ہودی	9.00
مغلوں کا نظام مال گزاری (1700 سے 1750 تک)	آر۔ پی۔ ترپاٹھی / ریاض احمد خاں شیروانی	23.50
مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال	سر مور ٹیمر وہیلر / زبیر رضوی	8.00
وادی سندھ اور اس کے بعد کی تہذیبیں	پرسی براؤن / عبید الحق	25.00
ہندوستانی مصوری (عہد مغلیہ میں)	کنور محمد اشرف / قمر الدین	18.25
ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں	انیس فاروقی	10.00
ہندوستانی مصوری۔ ایک خاکہ	ڈبلو۔ ایچ۔ مورلینڈ / جمال محمد صدیقی	21.50
اکبر سے اورنگ زیب تک	گلبدن بیگم / عثمان حیدر مرزا	6.25
ہمایوں نامہ	تارا چند / قاضی محمد عدیل عباسی	20.50
تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ اول)	جان اسٹوارٹ مل / سعید انصاری	7.25
آزادی	بمل پرساد / محمد محمود فیض	12.25
یورپ کے عظیم سیاسی مفکرین (دوسرا ایڈیشن)	محمد ہاشم قدوائی	5.50

۴۷۲

Marfat.com